بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

حسین مناظر

اضافہ شدہ ایڈیشن

ابو انشا قاری خلیل الرحمن جاوید

تحقیق و تخریج: شبیر احمد بن نور محمد الدوازی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈسٹری بیوٹرز

سلفی بُک سینٹر

گجر چوک منظور کالونی کراچی

محمد احسن سلفی (پروپرائٹر) 0345 - 2098135

0306-2250844
0321-2906882

021-8248582
021-5383364

صلوا کما رأیتمونی اصلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز اس طرح پڑھو، جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

صلوٰۃ النبی ﷺ کے

حسین مناظر

نماز کے جملہ اختلافی مسائل کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں آسان اور عام فہم علمی انداز میں معقول اور منقول دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، مسائل کے ساتھ ساتھ اصلاحِ عقیدہ پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے، یہ کتاب ان شاء اللہ اصل حقائق سے روشناس ہونے کا، فرقہ واریت کے خاتمے کا اور اتحادِ اُمت کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگی۔

تالیف
ابوانشاء قاری خلیل الرحمن جاوید
ایم اے عربی اسلامیات کراچی یونیورسٹی

تحقیق و تخریج
شبیر احمد بن نور محمد الدرواری

جامعۃ الاحسان الاسلامیہ
منظور کالونی کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

297.53
ص 21 ج
92062

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب ———— صلوٰۃ النبی ﷺ کے حسین مناظر
مؤلف ———— ابوانشاء قاری خلیل الرحمٰن جاوید
تحقیق وتخریج ———— شبیر احمد بن نور محمد الدروازی
تصدیق وتوثیق ———— الشیخ حافظ عبدالرزاق سونیاوی
دیباچہ ———— پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب
کمپوزر ———— ضیاء الرحمٰن ضیاء
ضخامت ———— ۵۰۲ صفحات
اشاعت سوم ———— اپریل ۲۰۰۷ء
تعداد ———— ۱۱۰۰ گیارہ سو
مطبوعہ ———— طٰہٰ پرنٹر 0333 - 2301760
قیمت ———— 300/=

ناشر

تالیف شعبہ

جمعیۃ الاحسان الاسلامیہ گجر چوک منظور کالونی کراچی

رابطہ ← 5888152

اِنتساب

اپنے والدِ محترم جناب حکیم عبدالحمید (مرحوم) کے نام جن کی بے پناہ محبت، بے پایاں شفقت حسنِ تربیت اور دِل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی پرخلوص دُعاؤں کے ثمرے نے اِس ناچیز کو اس قابل کیا۔

اَے اللہ :- تو اُن کی تقصیرات سے درگزر فرما

اَے اللہ :- اُن کی قبر کو اپنی رحمت سے منوّر فرما

اَے اللہ :- اُن کی خطاؤں سے درگزر فرما

اَے اللہ :- اُنھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرما

اَے اللہ :- اُنہیں دُنیا کے گھر سے بہتر گھر اور دُنیا کے اَہل سے بہتر اَہل عطا فرما

اَے اللہ :- جس طرح اُنہوں نے ہماری کمسنی میں ہم پر شفقت اور مہربانی فرمائی آج تو بھی اُن پر اُس سے بڑھ کر شفقت و مہربانی فرما!

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ O

(آمین اِلٰہ الحق آمین)

٥-٦-١٢-٢٠١٠
٢٠٠٧/١
Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجمالی ترتیب

شمار	ابواب	عنوان	صفحہ
1		انتساب	5
2		دیباچہ	17
3		عرضِ مؤلف	21
4		ماہنامہ محدّث کا تبصرہ	25
5	باب 1	عبادت	29
6	باب 2	طہارت	59
7	باب 3	وضو	85
8	باب 4	لباس	117
9	باب 5	مساجد	141
10	باب 6	اوقاتِ نماز	173
11	باب 7	اذان	211
12	باب 8	صف بندی	237
13	باب 9	جماعت اور امامت	251
14	باب 10	سُترہ	283
15	باب 11	تعدادِ رکعت	295
16	باب 12	مسنون طریقہ نماز	335

Marfat.com

ترتیبِ مضامین

عنوان		عنوان	
اِنتساب	5	اِحساسِ گناہ	37
اِجمالی فہرست	6	خوفِ اِلٰہی	37
دِیباچہ	17	وفا شعاری وفرمانبرداری کی مشق	38
عرضِ مؤلف	21	نماز ذکرِ الٰہی کا حسین ذریعہ	38
سببِ تالیف	22	فلسفۂ نماز	39
کتاب کی چند خصوصیات	23	نماز کی فضیلت وفرضیت	40
دوسرے اِیڈیشن کے اِمتیازات	23	اَولاد پر نماز کے لیے سختی	43
اِعترافِ حقیقت	24	مقبول نماز	45
اِظہارِ تشکر	24	سنت کا نافرمان	46
ماہنامہ محدّث کا تبصرہ	25	ترکِ نماز پر وعید	47
باب ۱ عبادت کا بیان	27	تارکِ نماز کا حکم	49
عبادت	29	باجماعت نماز کی فضیلت	51
مقصدِ عبادت	31	جماعت سے نماز پڑھنے کے فوائد	53
عبادت کا مطلب	31	مغربی اِجتماعات	54
سچے عابد کی ذِمّہ داری	32	اِمام کے بغیر جماعت نہیں	54
عبادت کی ضرورت	32	نماز اور شخصیت سازی	55
عبادت کا عمومی فلسفہ	33	باب۲ طہارت	59
نماز کی اَہمیت	35	طہارت	61
نماز کے فوائد	35	بول وبراز کے آداب	62
فرض شناسی	37	غسل کن حالات میں کرنا چاہیے؟	64
		مذی، ودی اور منی میں فرق	65

Marfat.com

عنوان	صفحہ
حیض اور نفاس کے بعد غسل	66
اِحتلام کے بعد غسل	68
اِسلام قبول کرنے پر غسل	68
موت بھی غسل کو واجب کر دیتی ہے	68
جمعہ کے دِن غسل	68
اِحرام کیلئے غسل	69
کیا غاسلِ میت بھی غسل کرے؟	69
غسل کرنے میں چند اِحتیاطیں	70
حائضہ عورت کیلئے تلاوت کا حکم	71
طہارت کے متفرق مسائل	73
پانی اور اُس کے مسائل	78
پانی کا حکم	79
اِستعمال شدہ پانی	81
جھوٹا پانی	82
کتے کا جھوٹا پانی	83
باب ۳ وضو کا بیان	
وضو	85
وضو کی فرضیت	87
مسواک	88
فطرت کی دس باتیں	88
مسواک سے پڑھی جانے والی نماز	89
مسواک منہ کی صفائی اور رب کی رضا	89
مسواک اَنبیاء کی سنت ہے	89
دوسرے کی مسواک اِستعمال کرنا	89
برگر فیملی کے فینسی تکلفات	90
مسواک کرنے کا طریقہ	91
ٹوتھ برش اور ٹوتھ پیسٹ کا مسئلہ	91
مسواک کے بارہ میں وضعی تصوارت	91
وضو سے پہلے بسم اللہ	92
بسم اللہ پوری اور آدھی کا مسئلہ	92
وضو کی نیت	93
وضو کا مسنون طریقہ	94
متعدد اَحادِیث سے مأخوذ وضو کا طریقہ	94
گردن کا مسح	95
پاؤں پہ مسح کریں یا دھوئیں	96
وضو کے اَعضاء کتنی مرتبہ دھوئیں؟	97
وضو کا بچا ہوا پانی	99
فضائلِ وضو	99
وضو کی حکمتیں	100
وضو کا باقی ماندہ پانی پینے کا راز	101
وضو کے بعد دُعا کی حکمت	101
وضو کے طبی فوائد	101
عمامہ پر مسح	102
موزوں، جرابوں اور نعلین پر مسح	102
آثارِ صحابہ	103
حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اَثر	104
حضرت اِبن مسعود رضی اللہ عنہ کا اَثر	104
حضرت براء بن عازِب رضی اللہ عنہ کا اَثر	104
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اَثر	104
حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ کا اَثر	104
	105

Marfat.com

عنوان	صفحہ
حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اثر	105
پاؤں کے کس حصے پر مسح کیا جانا چاہیے؟	105
موزوں اور جرابوں پر مسح کب جائز ہے؟	106
مدتِ مسح	106
وہ اُمور جن سے مسح کی رعایت ختم ہو جاتی ہے	106
زخم کی پٹی پر مسح	107
وہ اُمور جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے	107
وہ چیزیں جن سے وضو نہیں ٹوٹتا	110
وضو کے متفرق مسائل	111
تیمم	113
تیمم کی مشروعیت کا پس منظر	113
تیمم کا طریقہ	114
تیمم توڑنے والی چیزیں	114
تیمم کے متفرق مسائل	115
باب۴ لباس	117
لباس کا بیان	119
نماز میں کامل زینت اپنائیں	121
لباس کے اِسلامی آداب	121
نماز میں عورت کا لباس	123
نماز میں مرد کا لباس	124
ننگے سر نماز کا مسئلہ	125
سر ڈھانپنے والوں کے دلائل	125
مذکورہ دلائل کا جائزہ	127
ننگے سر نماز کے جواز کے دلائل	128
حضرت جابرؓ کا ننگے سر کو سنت قرار دینا	128
تنگی میں ایک کپڑا اور وسعت میں دو کپڑے	129
خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ سے کیا مراد ہے؟	133
جوتے سمیت نماز کا مسئلہ	135
جوتے بغیر نماز کا مسئلہ	137
باب۵ مساجد	141
مسجد کا مفہوم	143
مسجد کی اہمیت وفضیلت	144
بہترین خطہ	145
سب سے بڑا ظالم	145
آخرت کا نور	145
مساجد جنت کے باغات ہیں	145
مسجد کی طرف اُٹھنے والے قدم	145
مسجد کے بدلے جنت میں گھر	147
مسجدوں کی درجہ بندی	148
مسجدِ حرام	148
مسجدِ نبوی	148
مسجدِ اقصیٰ	149
مسجد ایک دینی شعار ہے	149
آدابِ مسجد	150
تعمیر مسجد میں بقدر وسعت حصہ لینا	153
مسجد سے متعلقہ اُمور	154
ائمہ مساجد کا تقرر	155
مساجد کی بدحالی کا ذمہ دار کون؟	156
سبق آموز لطیفہ	157
سید ابوبکر غزنویؒ کا مقولہ	158

Marfat.com

عنوان	صفحہ
اِمام زین العابدین کی خودداری کی عظیم مثال	159
جن جگہوں میں نماز پڑھنا ممنوع ہے	160
جو کام مسجد میں کرنے جائز ہیں	161
مسجد کے مقاصد وفوائد	165
تعیین قبلہ	167
بیت اللہ میں زوال کی قید نہیں	168
جمعہ کے دن زوال کی قید نہیں	169
تعیین قبلہ کی حکمت	169
لفظِ قبلہ وکعبہ کا غلط اِستعمال	169
قبروں میں مسجد اور مسجد میں قبریں	170
مسجد سے متعلق متفرق مسائل	171
باب ۶ اَوقاتِ نماز	173
وقت کی پابندی	175
اَوقاتِ نماز کی حکمت	176
پانچ نمازوں کا تذکرہ قرآن مجید میں	178
پانچ نمازوں کا تذکرہ حدیث میں	179
تعیین اَوقات	180
نمازِ پنجگانہ کے اَوقات	182
اَوّل وقت میں نمازیں پڑھنے کی حکمت	183
جمعہ اور عیدین کا وقت	183
تہجد، تراویح اور وتر کا وقت	184
اِشراق کا وقت	184
صلوٰۃِ کسوف اور خسوف کا وقت	185
قضاء نمازوں کا بیان	186
رسول اللہ ﷺ بھی سو گئے	187

عنوان	صفحہ
قضا نمازوں کے متفرق مسائل	187
اَوقاتِ ممنوعہ	188
اَوقاتِ ممنوعہ پانچ ہیں	189
کیا فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد ادا کی جاسکتی ہیں؟	190
عیدین کی قضاء کا مسئلہ	191
قضائے عمری کا مسئلہ	191
عاملینِ قضائے عمری کے دلائل کا جائزہ	192
وِتر اور نوافل کی قضاء کا مسئلہ	194
تہجد کا وقت	196
نمازِ اِستخارہ کا وقت	196
اِستخارہ کی دُعا	197
اِستخارہ کورئر سروس	198
اِستخارہ کون کرے؟	198
صلوٰۃ التوبہ کا وقت	199
صلوٰۃ الوضو کا وقت	200
صلوٰۃ التسبیح	200
تحیۃ المسجد اور اوقاتِ ممنوعہ	201
نمازِ استسقاء کا طریقہ اور وقت	202
جمعہ کی قضاء	204
اِحتیاطی ظہر	204
جمع بین الصلوٰتین اور ان کی اَقسام	205
جمع تقدیم	206
جمع تاخیر	206
جمع صوری	206
جمع بین الصلوٰتین کے وقت سنتوں کی ادائیگی کا مسئلہ	209

عنوان	صفحہ
باب۷ اَذان	211
اَذان	213
اَذان کی اِبتداء	214
فضائلِ اَذان	215
مؤذّن کی شان	216
اَذان کا جواب دِینا	216
اَذان کی حکمت	217
اَذان دینے کا طریقہ	218
حضرت بلالؓ کی اَذان کے کلمات	219
حضرت بلالؓ کی اِقامت کے کلمات	220
حضرت ابومحذورہؓ کی اَذان کے کلمات	220
حضرت ابومحذورہؓ کی اِقامت کے کلمات	221
اذانِ فجر میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہنا	222
اَذانِ بلالؓ کے ساتھ اِکہری اِقامت	223
اَذان پر اُجرت لینے کا مسئلہ	224
جمعہ کی دو اَذانیں	225
تہجد اور سحری کی اَذان	226
اَذان کے بعد کی مسنون دُعائیں	227
وسیلہ کی تشریح	228
مقامِ محمود	229
اَذانِ مغرب کی دُعا	230
اَذان سے متعلقہ بدعتیں	230
اَنگوٹھے چومنا	230
اَذان کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا پڑھنا	231
بیماریوں اور مصیبتوں میں اَذانیں دینا	231
قبر پر اَذان	232
اَذان اور اِقامت کے متفرق مسائل	232
باب۸ صف بندی	237
صف بندی	239
صف بندی کی اَہمیت و فضیلت	240
صفِ اوّل کی فضیلت	242
اِمام صف کے عین وَسط میں کھڑا ہو	243
صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا	243
عورت اکیلی کھڑی ہوسکتی ہے	244
صف میں بھاگ کر شامل ہونا	244
نابالغ بچے کہاں کھڑے ہوں؟	245
دوستونوں کے مابین صف کی ممانعت	245
جب مقتدی ایک ہو	246
اِمام کو صفیں درست کرنی چاہئیں	246
قدم سے قدم اور ٹخنے سے ٹخنہ ملانا	246
صفوں کے درمیان فاصلہ	247
صف سے متعلق مروّجہ بدعات	247
صف بندی کے متفرق مسائل	248
باب۹ جماعت اور اِمامت	251
منصبِ اِمامت	253
اِمام کیسا ہونا چاہیے؟	254
چند باتیں اِمام کیلئے	254
نابینا اور غلام بھی اِمام بن سکتے ہیں	255
مسافر اور مریض اِمام بن سکتے ہیں	255
اِمام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہوسکتے ہیں؟	256

Marfat.com

عنوان	صفحہ
نابالغ بچے کی اِمامت	256
عورت عورتوں کی اِمام بن سکتی ہے؟	258
نفل والے کے پیچھے فرض پڑھے جاسکتے ہیں	259
مفضول کی اِمامت	259
جن کی اِمامت دُرست نہیں	260
مقتدی کا دورانِ جماعت شامل ہونا	261
جماعت اور اِمامت کے متفرق مسائل	262
بدعقیدہ مقتدی	265
بدعقیدہ اِمام	265
باجماعت نماز کی فرضیت	267
جماعت کی فضیلت واہمیت	267
جماعت میں خواتین کی شرکت	269
جماعت کیلئے دُور سے آنے کا اَجر	269
جماعت میں دوڑ کر شامل نہ ہوں	270
کم ازکم دو اَفراد ہوں تو جماعت ہوسکتی ہے	270
عشاء اور فجر کا ترک، نفاق کی علامت ہے	271
کھانا اور جماعت اِکٹھے ہوں تو پہلے کھانا کھائیں	271
بول وبراز روک کر نماز میں شریک نہ ہوں	273
سلام کے بعد مقتدی کا رفع الیدین کرنا	273
وضوٹوٹ جائے تو جماعت سے کیسے نکلا جائے؟	274
وضوٹوٹ جائے تو نماز دہرائی جائے	275
رکوع کی رکعت کا مسئلہ	276
ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کا مسئلہ	279
باب ۱۰ سُترہ	283
سُترہ	285
سترہ کی شرعی حیثیت	285
سترہ کی فضیلت	286
سُترہ اَور نمازی کا درمیانی فاصلہ	287
سترہ کن چیزوں کا بنایا جاسکتا ہے؟	287
اِمام کا سترہ پوری جماعت کو کفایت کرتا ہے	289
سترہ توڑنے والے کو روکنا	290
نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ	290
سترہ کی تاکید کا راز	291
کیا نمازی کے آگے بیٹھا شخص نکل سکتا ہے؟	292
سترہ نہ ہو تو گزرنے والا کتنے فاصلے پر گزرے؟	292
باب ۱۱ تعدادِ رکعت	295
نقشہ تعدادِ رکعات	297
تعدادِ رکعات کا تفصیلی بیان	298
صلوٰۃ الفجر	298
فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا	300
اذانِ فجر کے بعد تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو کا حکم	300
فجر کے فرائض کی تعداد	301
صلوٰۃ الظہر	302
ظہر کے فرائض کی تعداد	303
ظہر کے بعد کی سنتیں	303
صلوٰۃ العصر	304
عصر کے فرائض کی تعداد	304
صلوٰۃ المغرب	305
مغرب کے فرائض کی تعداد	306
مغرب کے بعد کی سنتیں	306

عنوان	صفحہ
صلوٰۃ العشاء	307
عشاء کے فرائض کی تعداد	307
عشاء کے بعد کی سنتیں	308
صلوٰۃ الجمعہ	308
جمعہ کے فرائض کی تعداد	309
جمعہ کے بعد کی سنتیں	310
دِیہات میں جمعہ	310
نمازِ اشراق/ چاشت	311
اِشراق وچاشت کی رکعات	312
قیامِ رمضان (تراویح) گیارہ رکعات ہیں	312
تہجد، تراویح اور وِتر اِیک ہی نماز کے تین نام ہیں	313
مولانا انور شاہ صاحب کاشمیریؒ کا مؤقف	314
تراویح کی جماعت تین دِن یا پورا مہینہ؟	316
بیس رکعتوں کا فسانہ	316
عہدِ فاروقیؓ میں بیس تراویح ثابت نہیں ہیں	317
حضرت عمرؓ سے گیارہ رکعتیں حکماً ثابت ہیں	319
سعودی عرب میں بیس کیوں؟	320
وِتروں کا بیان	322
وِتروں کی مختلف تعداد پر اِختیار	322
اَدائیگی وِتر کا طریقہ	323
دُعاءِ قنوتِ وِتر	325
وِتروں کی قضاء کا طریقہ	326
عشاء میں وتر پڑھ لیے پھر تہجد پڑھنا	326
رکعاتِ عیدین وتکبیراتِ عیدین	327
نمازِ قصر	328
مسافتِ قصر کا تعین	329
مدتِ قصر کا تعین	330
نمازِ قصر اور سنتیں	331
سواری پر نماز پڑھنا	332
باب ۱۲ مسنون طریقۂ نماز	335
مسنون طریقۂ نماز کا مختصر خاکہ	337
تفصیلی طریقۂ نماز	339
نیت	339
تکبیر تحریمہ اور رفع الیدین	340
رفع الیدین کی مسنون ہیئت	341
قیام اور اُس کی کیفیت	342
قیام اور اُس کی دُعا	344
بسم اللہ سرّی اور جہری کا مسئلہ	346
اِعتراض نمبر۱ اور اُس کا جواب	347
اِعتراض نمبر۲ اور اُس کا جواب	347
اِعتراض نمبر۳ اور اُس کا جواب	347
بسم اللہ سرّی پڑھنے کے دلائل اور اُن کا جائزہ	348
مطلق قرأت اور قرأتِ فاتحہ دو مختلف عمل ہیں	350
قرأت خلف الامام اور فاتحہ خلف الامام میں فرق	351
ہر نماز میں اور ہر نمازی پر سورۃ فاتحہ فرض ہے	352
محمد بن اِسحاقؒ کی ثقاہت	354
دِل میں پڑھنے کا مفہوم	355
ترکِ قرأت کے دلائل کا جائزہ	356
دوسری دلیل اور اُس کا جواب	359
تیسری دلیل اور اُس کا جواب	360

Marfat.com

عنوان	صفحہ
کیاسورۃ فاتحہ صرف سکتات میں پڑھنا لازم ہے	361
آخری گذارش	365
قرآن کے عمومی حکم کو حدیث خاص کرسکتی ہے	365
مسنون قرأت	366
نمازِ فجر کی قرأت	366
نمازِ ظہر کی قرأت	368
نمازِ عصر کی قرأت	368
نمازِ مغرب کی قرأت	368
نمازِ عشاء کی قرأت	369
وِتروں کی قرأت	369
نمازِ جمعہ کی قرأت	369
نمازِ عیدین کی قرأت	370
قیام اور قرأت کے متفرق مسائل	371
آمین بالجہر کا مسئلہ	371
آمین کی فضیلت	372
آمین بالجہر کے دلائل	373
رسول اللہؐ کی آمین آخری صف تک سنی گئی	374
مسجدِ نبویؐ کا آمین سے گونج اُٹھنا	374
بیت اللہ میں دوسو اصحابِ رسولؐ کا آمین کہنا	375
آمین سے یہودی چڑتے ہیں	375
آمین کہنے کا محل	376
آمین بالاخفا کے دلائل کا جائزہ	376
قرآنی آیات کا جواب دِینا	377
مقتدی بھی قرآنی آیات کا جواب دِے	378
رفع الیدین	383
اِثباتِ رفع الیدین میں دس اَحادیثِ مبارکہ	383
رفع یدین کا عمل رسول اللہؐ کے آخری دور تک رہا	386
غور طلب بات	388
ترکِ رفع کے دلائل کا جائزہ	388
دلیل نمبر۱ (حدیث ابن مسعودؓ) اور اُس کا جائزہ	389
دلیل نمبر۲ (رفع الیدین صرف سات مقامات پر)	391
دلیل نمبر۲ کا جائزہ	391
دلیل نمبر۳:۔ (براء ابن عازبؓ سے ثم لا یعودُ کے الفاظ)	393
دلیل نمبر۳ کا جائزہ	393
دلیل نمبر۴ (سرکش گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ)	394
دلیل نمبر۴ کا جائزہ	395
مختصر اور مفصل رِوایات کی چند مثالیں	395
مالک بن حویرثؓ سے مختصر اور مفصل رِوایت	396
ابوحمید ساعدیؓ سے مختصر اور مفصل رِوایت	397
حضرت علیؓ سے مختصر اور مفصل رِوایت	398
منافقین کی بغلوں کے بت کا فسانہ	399
رفع الیدین کی حکمت	400
تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین	401
رکوع اور اُس کی کیفیت	404
تسبیحاتِ رکوع	405
قومہ	405
﴿ربنا ولک الحمد﴾ سری یا جہری	406
بحث کا ماحاصل	410
قومہ میں ہاتھوں کی کیفیت	411
ہاتھ باندھنے کے دلائل کا جائزہ	411

Marfat.com

عنوان	صفحہ
باندھنے کا ثبوت نہیں تو چھوڑنے کا بھی نہیں	414
وضع نہ ارسال صرف رفع	415
صحیح مسلم میں موجود باب سے استدلال	415
﴿اِذا کان قائمًا﴾ میں ﴿اذا﴾ کا عموم	415
صحابہ کرامؓ اور اِصطلاحِ قیام	417
﴿اِذا﴾ کا عموم اور دھوکا ءِلزوم	417
نماز کی چار حالتوں کا مفروضہ	418
حضرت علیؓ کا اَثر	419
نماز میں سَدل کرنے کی ممانعت	420
قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ	421
اُونٹ کے اَگلے بازو ہیں یا ٹانگیں؟	423
جسمانی ساخت سے اِستدلال	424
اُونٹ کس طرح بیٹھتا ہے؟	424
سجدہ کا بیان	425
سجدہ کی ہیئت	426
تسبیحاتِ سجود	428
نماز میں دو سجدے مقرر ہونے کی حکمت	429
جلسۂ بین السجدتین	429
متعدد اَحادیث سے ماخوذ جلسہ کی کیفیت	430
جلسہ کی تسبیح	431
جلسہ مقرر ہونے کی حکمت	431
جلسۂ اِستراحت	432
دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہونے کا طریقہ	432
بند مٹھی کا سہارا	433
قعدہ اُولیٰ	435
قعدہ اُولیٰ میں درود پڑھنے کا مسئلہ	435
قعدہ اُولیٰ کے مشروع ہونے کی حکمت	436
قعدہ اَخیرہ میں بیٹھنے کا طریقہ اور دُعائیں	436
درود کے بعد کی دُعائیں	438
التحیات میں بیٹھنے کا راز	438
التحیات میں آپ ﷺ پر درود و سلام کی حکمت	439
دائیں اور بائیں سلام پھیرنا	439
نماز کو سلام پر ختم کرنے کا راز	440
سلام کے بعد اِمام کا مقتدیوں کی طرف رُخ کرنا	440
سلام کے بعد اِمام کا وعظ و نصیحت کرنا	441
نماز کے بعد پڑھنے کی دُعائیں	442
آیۃ الکرسی	443
نماز کے بعد دُعائیں پڑھنے کی حکمت	443
تسبیحات کا ہاتھوں پر شمار کرنا	443
کیا تسبیح صرف دائیں ہاتھ پر پڑھیں؟	444
منکے والی تسبیح کا اِستعمال	445
اِیک دِلچسپ اور سبق آموز حقیقت	447
فرضوں کے بعد اِجتماعی دُعا کرنا	448
اِس بحث کا ماحاصل	452
ہم دُعا کیوں کرتے ہیں؟	453
واجب، محال اور ممکن کی تعریف	455
فلسفۂ دُعا	457
اِیک نابینے کی دس سالہ دُعاؤں کا ثمرہ	458
دُعا اور وسیلہ	459
زِندہ سے دُعا کرانا جائز ہے	460

Marfat.com

عنوان	صفحہ
سجدۂ تلاوت	461
سجدۂ تلاوت کی دُعا	462
سجدۂ تلاوت کا حکم	462
سجدۂ تلاوت کے محل	463
سجدۂ سہو	464
نماز میں سہو کیوں واقع ہوتا ہے؟	464
سجدۂ سہو سلام سے پہلے یا بعد؟	465
شک کو دور کرنے اور یقین پیدا کرنے کا طریقہ	466
سجدۂ سہو کن حالتوں میں کیا جاتا ہے؟	467
جب کوئی رُکن چھوٹ جائے	467
سجدۂ شکر	469
چند ضمنی اِعتراضات کے ضمنی جوابات	470
خواتین کا طریقۂ نماز	472
جن اُمور میں عورت مردوں سے مختلف ہے	474
نماز میں جائز اُمور کا بیان	476
نماز میں ناجائز اُمور کا بیان	478
نماز کو باطل کرنے والے اُمور	479
جنازہ کے مسائل	479
میّت اور اہلِ میّت کے اَحکام	480
نمازِ جنازہ کی صف بندی	481
نمازِ جنازہ کا طریقہ	482
نمازِ جنازہ کی چند مسنون دُعائیں	483
نابالغ بچے کے جنازہ کی دُعا	484
قبروں کی زیارت کی دُعاء	484
اَحکامِ تدفین	485

عنوان	صفحہ
غائبانہ نمازِ جنازہ	485
نمازِ جنازہ کے متفرق مسائل	487
خلافِ شرع رسومات	488
قنوتِ نازلہ پڑھنے کا طریقہ	489
دُعائے قنوتِ نازلہ	490
چند مسنون دُعائیں	491
اَدائیگیِ قرض کی دُعا	491
نظرِ بد سے بچنے کی دُعا	491
نیا چاند دیکھنے کی دُعا	491
عید کی مبارک باد دینے کی دُعا	491
خوف کے وقت پڑھنے کی دُعا	491
مجلس برخاست کرنے کی دُعا	491
فضائلِ اَسماءُ الحسنٰی	492
اَسماءُ الحسنٰی (اللہ تعالیٰ کے ۹۹ صفاتی نام)	493
نظم (سر جھکائے بے نماز)	496
نماز با تصویر	497
المصادر والمراجع	499
آپ کی ''اہم یاداشت'' کا صفحہ	500
تعارفِ کتب (اِدارے کی دیگر مطبوعات)	501

بحمداللہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

دِین وشریعت میں عقائد کے بعد سب سے زِیادہ توجہ عبادات کو دی گئی ہے، عبادات اِسلامی معاشرے کی تشکیل میں ایک بنیادی اور اَساسی کردار رکھتی ہیں، یہی باعث ہے کہ اِسلامی ریاست کے حکمرانوں کو جن فرائضِ اربعہ کا پابند کیا گیا ہے اُن میں اَوّلین فریضہ نماز کا ہے اِدلۂ شرعیہ میں حکمرانوں کی اِطاعت بھی اسی وقت تک لازم قرار دی گئی ہے جب تک کہ وہ اِقامتِ صلوٰۃ کی ذمہ داری کو پورا کرتے رہیں۔

نماز صرف سنتِ محمدیہ ہی میں لازم قرار نہیں دی گئی بلکہ تمام صُحفِ سماوی میں اور تمام سابقہ اَنبیاء ورُسل کی سنت ثابتہ رہی ہے لیکن نبی آخرالزمان ﷺ نے اس نماز کو دِین وشریعت کی رُوح قرار دیا ہے حتی کہ بعض اَحادیث میں وضاحت کے ساتھ اسے کفر اور اِسلام کے درمیان فرق پیدا کرنے والی عبادت سے تعبیر کیا گیا ہے، قرآنِ مجید میں جس تواتر، تسلسل اور توجہ کے ساتھ نماز کی اقامت اور اُس کی اَہمیت و اَفادیت پر زور دیا گیا ہے، تمام عبادات میں وہ ایک قابلِ توجہ پہلو ہے۔

عبادات میں شعائرِ اِسلامی کا جو اِہتمام نماز میں دِکھائی دیتا ہے اُسے ہر مسلمان بچشم خود دیکھ سکتا ہے اور محسوس کر سکتا ہے، نماز کو عبادات کے دائرے میں لانے کے باوجود اُمورِ مملکت و ریاست کے ساتھ جو اِس کا لزوم قائم کیا گیا ہے اِس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اِسلام جس اِجتماعیت کا تقاضا کرتا ہے اُس کا حصول نماز کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

نماز کے اَحکامات و مسائل کے سلسلے میں گزشتہ صدیوں میں اور دُنیا کی تقریباً ہر زندہ زبان میں سینکڑوں کتب اور ہزاروں مضامین لکھے گئے، عربی، فارسی اور اُردو زبان میں اس پر مستقل، جامع اور صحیح کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں اس کی حکمت اور جامعیت کے ساتھ ساتھ اس سے متعلق بیشتر مسنون پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے ان کتابوں میں سے بیشتر کا آغاز وضو اور طہارت سے شروع ہوتا ہے پھر اذان، اوقاتِ نماز، صف بندی اور نماز کی مختلف اقسام اور ان میں پڑھی جانے والی آیات اور دعاؤں کا تفصیلی

Marfat.com

ذکر کیا جاتا ہے اس ضمن میں نمازِ پنجگانہ کے علاوہ جمعہ، عیدین، اِشراق، چاشت، وتر، جنازہ، استسقاء، کسوف، خسوف، تہجد اور نوافل وغیرہ کا تفصیلی بیان ہوتا ہے۔

اُردو زبان میں نماز کے موضوع پر مختلف مسالک کے علماء نے بیسیوں کتابیں تحریر کی ہیں مگر ان میں سے اکثر کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک عام مسلمان اور نمازی اُلجھن کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ نماز کی مختلف سنتوں کے بارے میں تذبذب کا شکار ہو کر نماز کی ایمانی لذت اور اخلاص سے محروم رہتا ہے یا پھر اختلافی اور فقہی مسائل پر اِس قدر زور دِیا جاتا ہے کہ نماز کی اصل رُوح مجروح ہو کر رہ جاتی ہے۔

جدید پڑھے لکھے مسلمان نوجوانوں کے ذہن میں یہ ایک بجا سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز جیسی سنتِ متواترہ کے بارے میں اِس قدر اختلافی مسائل کیوں موجود ہیں جبکہ "صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ" کا یہ تقاضا ہے کہ نماز اور متعلقاتِ نماز کے سلسلے میں بڑی صراحت کے ساتھ اس کا مسنون طریقہ بیان کیا جائے۔

ابوالثناء قاری خلیل الرحمٰن جاوید نے آج کے مسلمانوں بالخصوص نوجوانوں کی اِسی ذہنی کیفیت کے پیشِ نظر "صلوٰۃ النبی ﷺ کے حسین مناظر" تحریر کر کے عامۃ المسلمین کی اِس دِینی اور شرعی ضرورت کو پورا کر دیا ہے، سنتِ مطہرہ کی روشنی میں اِجماعِ صحابہ کے تعامل کے حوالہ سے نماز کا مسنون طریقہ آسان اور واضح طریق سے بیان کیا گیا ہے، قاری صاحب موصوف نے اس کتاب کی پیشکش میں عامۃ المسلمین کو اس ذہنی تذبذب سے نجات دلانے کی کوشش کی ہے جو اِقامتِ صلوٰۃ کے سلسلہ میں اِختلافات کی موجودگی میں پائے جاتے تھے۔

قاری صاحب نے تمام کتاب میں کتاب وسنت کے مستند حوالوں کو اپنے پیشِ نظر رکھا ہے اور نماز کے ضمن میں کوئی پہلو یا گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں قارئین کیلئے تشنگی کا کوئی پہلو موجود ہو، طہارت سے لے کر اَذان، تکبیر، صف بندی اور پھر نماز کے دوران قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ کے سلسلے میں پیش آنے والے سارے مسائل کو حدیث کے مستند اور متفق علیہ حوالوں کے ساتھ پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اگر کسی جگہ مختلف مسالک کے دلائل پائے جاتے ہیں تو اُس میں ترجیح اور وجہ ترجیح کو بھی واضح کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

اس کتاب کا اُسلوبِ بیان سادہ، سلیس، رواں، واضح اور جاذبِ نظر ہے، مختلف مسائل کا جس عمدگی سے اِحاطہ کیا گیا ہے اُس نے اِس کتاب کی نوعیت اور حیثیت کو ایک قاموسی شکل عطا کر دی ہے۔

اِس کوشش کو ہم بڑے اِعتماد کے ساتھ نماز کا مسنون اِنسائیکلوپیڈیا قرار دے سکتے ہیں، مسائلِ نماز کے ضمن میں فاضل مصنف نے مختلف مواقع پر اِس اِنتشار اور اِضطراب کو بھی رَفع کرنے کی کوشش کی ہے جو نماز کے کسی ایک موضوع پر پائے جانے والے دلائل کے اِختلاف سے پیدا ہوتا ہے اس موقع پر اِس کتاب کے فاضل مصنف نے تمام رِوایات اور اسناد کا علوم الحدیث کے حوالے سے جرح و تعدیل کا ایک مصدقہ معیار پیشِ نظر رکھتے ہوئے ترجیحی معیارِ عمل کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

مصنف کی اِس کوشش کے دوران اِصلاحِ عقائد کے بھی بہت سے مسائل حل ہوتے چلے جاتے ہیں، اِس کتاب کا سب سے نمایاں پہلو جو پڑھنے والے کو حددرجہ متأثر کرتا ہے وہ یہ کہ اِس سے مسلکی تعصبات کو کم کرنے اور اُمت کو ایک متفقہ دستورِ صلوٰۃ پر لانے کے نبوی منہج کو پیش کرنے کی مستحسن کوشش کی ہے۔ ''صلوٰۃ النبی ﷺ کے حسین مناظر'' بارہ مستقل اَبواب پر مشتمل ہے۔

بابِ اوّل میں اِسلام میں عبادت کی حقیقت اور اِسلامی عبادات میں نماز کی اہمیت و فوائد کو بیان کیا گیا ہے، دوسرے باب میں طہارت جیسے دینی اور فقہی موضوع پر دادِ تحقیق دی گئی ہے تیسرے باب میں اِسی طہارت کے ایک مخصوص پہلو، یعنی وضو کا بیان ہے جس میں چند مخصوص مسائل مثلاً مسح اور تیمم کے سلسلے میں تفصیلی مطالعہ پیش کیا گے ہے۔

چوتھے باب میں لباس اور ستر کی حدود کو واضح کیا گیا ہے، اس کتاب کا پانچواں باب تاریخی اِعتبار سے بہت اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں مساجد کی تاریخ، اُنکی شرعی حیثیت اور اس کے آداب کو واضح کیا گیا ہے، چھٹے باب میں اَوقاتِ نماز اور ساتویں باب میں اذان کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں، اس ضمن میں اُن بدعات کو بھی واضح کیا گیا ہے جو ضعیف اور موضوع رِوایات کے حوالے سے مسلمانوں میں راہ پا گئی ہیں، آٹھویں باب میں صف بندی اور نویں باب میں اِمامت اور باجماعت نماز کا تفصیلی ذکر موجود ہے، اس باب میں عورت کی اِمامت جیسے نازک اور فقہی مسئلے پر ایک جامع اور مستند شرعی نقطۂ نظر پیش کیا گیا ہے، دسواں باب سُترہ کے سلسلے میں ہے جبکہ گیارہویں باب میں مختلف نمازوں میں رکعت کی تعداد

Marfat.com

پر بحث کی گئی ہے، اس ضمن میں تراویح، وِتر اور عیدین کے شرعی اور نبوی منہج کو پیش کیا گیا ہے، کتاب کا آخری باب ''مسنون طریقۂ نماز'' سے متعلق ہے اور یہ حقیقت میں پوری کتاب کی جان ہے، اس میں بیسیوں مسائل پر فاضل مصنف نے قلم اُٹھایا ہے جو اُن کے مطالعے کے وسعت پر محکم دلیل ہے۔

اس باب میں خواتین کے طریقۂ نماز پر ایک مستقل بحث پائی جاتی ہے نماز اور متعلقاتِ نماز کے سلسلے میں کوئی بحث ایسی نہیں جس کا اس باب میں احاطہ نہ کیا گیا ہو، انھیں تفصیلات کے باعث ہم اِس کتاب کو نماز کا مسنون انسائیکلوپیڈیا قرار دیتے ہیں۔

نماز ایک مسلم معاشرے کی شناخت ہے یہ اسلامی معاشرت کی تعمیر و تشکیل کا مؤثر ذریعہ ہے یہ مسلمانوں میں باہمی اخوت کی سبیل ہے، قاری خلیل الرحمٰن جاوید نے جس دِقتِ نظر اور اعماقِ فکر کے ساتھ اپنا استدلال وضع کیا ہے وہ علمِ حدیث کے ساتھ اُن کی گہری دلچسپی اور فنِ حدیث کے ساتھ اُن کے ذہنی رُسوخ پر شاہد ہے، مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب ان شاء اللہ دُنیا کے اُردو خوان طبقے میں قبولیت حاصل کرے گی اور اُمت کو "صلوا کما رأیتمونی اصلی" کے شرعی تقاضوں کی تفصیل فراہم کرے گی۔

حق کی تلاش و جستجو کرنے والے مسلمان اس کتاب کے ذریعہ (ان شاء اللہ) شرعی اطمینان حاصل کریں گے۔ اللہ ﷻ فاضل مصنف کی اس کوشش کو مقبول و مشکور فرمائے اور عامۃ المسلمین کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

پروفیسر عبدالجبار شاکر
ڈائریکٹر پبلک لائبریریز پنجاب اینڈ
ڈائریکٹر بیت الحکمت۔ ۱۰۹، حبیب پارک، لاہور

۲۸، مئی ۲۰۰۰ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

الحمدُ للہ وحدہ والصلوٰۃُ والسلامُ علی من لانبیَّ بعدہ : اما بعد

اسلام میں نماز کی جو حسین شکل وصورت متعین کی گئی ہے اس سے بڑھ کر مقبول ومحبوب صورت نہ تو کسی اور مذہب میں رائج ہے اور نہ ہی اس سے بہتر عقل میں آ سکتی ہے، یہ ایسا جامع اور مانع طریقِ بندگی ہے جو ان تمام عمدہ اُصولوں اور مسلمہ خوبیوں اور فطری اِستعدادوں پر حاوی ہے جو دنیا کے دیگر مذاہب میں فرداً فرداً موجود ہیں۔

نیاز مندی اور اظہارِ بندگی کے اُن تمام آداب کو شامل ہے جو اللہ ﷻ کے سامنے قوائے اِنسانی میں پیدا ہونے ممکن ہیں اِس طرح وہ مخصوص کلمات جو نماز میں نہ صرف زبان سے بلکہ دل سے بھی نکالے جاتے ہیں جس سے رُوحِ اِنسانی متاثر ہوکر ایک پاکیزہ اَثر قبول کرتی ہے، چونکہ انسان کو اللہ نے متضاد صفات کا حامل بنایا ہے اس میں ان صفات کا مادہ بھی ہے جن سے یہ ترقی وکمال کی منزلیں طے کرتا ہے اور اس میں وہ صفات بھی موجود ہیں جن کے سبب ذلت ورُسوائی کی پستیوں میں جا گرتا ہے۔

اِن متضاد اَوصاف میں بھی جس صفت کی تربیت ہوگی، انسان میں وہی وصف پروان چڑھے گا، اَوصافِ حمیدہ کو پروان چڑھانے اور ان کی تربیت کیلئے نماز ایک عظیم درسگاہ ہے، سچ تو یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ سے سلام تک یہ مختلف حرکات وسکنات ﴿صلوٰۃ النبی ﷺ کے وہ حسین مناظر﴾ ہیں، جن کی بدولت ایک مسلمان اپنے قلبِ پریشاں کو ایک پرسکون اور اطمینان بخش وادی میں چھوڑ دیتا ہے اور زبان یادِ الٰہی کی حلاوت سے لطف اندوز ہوتی ہے۔

کبھی قیام کی حالت میں اَپنا دل تھامے خدا کو یاد کرتا ہے اور کبھی رکوع کی حالت میں اُس کی عظمت کے اِعتراف میں جھک جاتا ہے اور کبھی جبینِ نیاز کو خاک آلود کر کے سبحان ربی الاعلیٰ کا وِرد کرتا ہے۔

جس سے بندہ کی ذلت وپستی کا اِعتراف اور معبودِ حقیقی کی رِفعت وبلندی کا اعلان ہوتا ہے یہی وہ سجدہ ہے جو انسان کو ہزار سجدوں سے بے نیاز کر دیتا ہے، دُنیا تو ایسا گھر ہے جہاں ہر انسان ایک پریشاں قلب لئے سکون واطمینان کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

حالانکہ قرآنِ مجید میں اِرشادِ اِلٰہی ہے: ﴿اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

Marfat.com

دِلوں کے اِضطرب کا علاج صرف اور صرف ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی کی بہترین شکل نماز ہے، یہی وجہ ہے کہ رحمت اللعالمین ﷺ کو جب کبھی حوادثِ زمانہ مضطرب کرتے تو آپ ﷺ سیدنا بلال ؓ سے فرماتے!

"اَرِحْنَا بِالصَّلٰوۃِ یَا بِلَال" اے بلال ؓ ہمیں نماز کے ذریعہ راحت پہنچاؤ۔

یعنی اذان دو تا کہ ہم نماز کی ادائیگی کر کے اپنے قلبِ پریشاں کا مداوا کرسکیں اور امت کو بھی یہ یہی حکم صادر فرمایا!

﴿صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ﴾ نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے گویا اَپنے دُکھوں کے مداوے کیلئے صرف نمازِ کافی نہیں ہے بلکہ نماز کے ساتھ ساتھ مسنون طریقہ اَدائیگی بھی لازم ہے ورنہ علاج مؤثر ثابت نہ ہوگا، نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جس مسلم معاشرہ کی شیرازہ بندی ہادیِ برحق ﷺ نے مسجد و مکتب کے ذریعہ فرمائی آج اُس مسلم معاشرہ کے اِتحاد کا شیرازہ بکھیرنے کیلئے اسی مسجد و مکتب کو اِستعمال کیا جا رہا ہے۔

کل تک جن مساجد کے ماتھے کلمۂ توحید سے مزین تھے آج انہیں مساجد کی جبینوں پر مختلف فرقوں اور مسلکوں کے بورڈ آویزاں ہیں، منبر و محراب کی جو ندا کل تک بگڑے ہوئے معاشرے کی مصلح تھی آج وہی پکار جلتی پر تیل کا کام کر رہی ہے، ایک غیر مسلم جب اِسلام کی طرف مائل ہوتا ہے تو اس کا سابقہ مذہب اس کے سامنے سراپا سوال بن کر کھڑا ہو جاتا ہے کہ تو کونسا مسلم کہلانا پسند کرے گا؟

حنفی مسلم یا شافعی مسلم، حنبلی مسلم یا مالکی مسلم، دیوبندی مسلم یا بریلوی مسلم، جعفری مسلم یا وہابی مسلم، بالآخر اُس کے قدم جس رفتار سے اِسلام کی طرف بڑھ رہے تھے اُسی رفتار سے واپس ہو جاتے ہیں اُس کی واپسی کے نقشِ پا زبانِ حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، قرآن بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک

حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک (اِقبالؒ)

سببِ تالیف

مذکورہ اِختلافات تالیف کا اصل محرک ہیں، مسلم معاشرہ کیلئے دل میں درد اور محبت رکھتے ہوئے اِختلافات کی دلدل سے نکالنے کی ایک پُرخلوص کوشش ہے، عوام الناس کی زبانی اکثر اوقات یہ بات سننے کو ملتی ہے کہ ہر فریق اپنے ثبوت میں قرآن و حدیث پیش کرتا ہے، ہم کیا کریں؟ کدھر جائیں؟ کسے سچا کہیں؟ اور کسے جھٹلائیں؟ ان شاء اللہ العزیز یہ کتاب اُن اشخاص کیلئے مفید ثابت ہوگی، جو صرف اور

Marfat.com

صرف قرآن وسنت کو بنیاد بنا کر اپنے اختلافات کا حل چاہتے ہیں، عوام الناس میں زیادہ تر اختلافات نماز اور احکامِ نماز سے متعلق پائے جاتے ہیں، اسلئے انہی کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔

کتاب کی چند خصوصیات

۲۔ طہارت سے لے کر جنازے تک کے تمام مسائل کا حتی المقدور احاطہ کیا گیا ہے بالخصوص اختلافی مسائل اس کتاب کا اصل موضوع ہیں۔

۳۔ اختلافی مسائل پر دونوں طرف کے دلائل نقل کرنے کے بعد ہر دو مسلکوں میں ترجیح اور وجہ ترجیح بھی نہایت سلیس اور عام فہم انداز میں بیان کر دی گئی۔

۴۔ فقہی اختلافات سے ہر ممکن پہلوتہی کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اختلافات کے حل کیلئے صرف اور صرف قرآن وسنت کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

۵۔ عام طور پر لوگ دینی کتب میں دلچسپی نہیں لیتے، اس پہلو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے موقع ومحل کی مناسبت سے سبق آموز حکایات، لطائف اور امثلہ کا استعمال بھی کیا گیا ہے تاکہ قارئین کی دلچسپی برقرار رہے۔

۶۔ جارحانہ اندازِ تحریر سے کلی طور پر اجتناب کرتے ہوئے ناصحانہ اور اصلاحی انداز اختیار کیا گیا ہے۔

۷۔ فریقین کے اختلافی دلائل نقل کرتے وقت صرف دلائل پر اکتفاء کیا گیا ہے اور ان دلائل کو متعلقہ مسلک کی طرف منسوب کرنے سے مقدور بھر گریز کیا گیا ہے۔

۸۔ نئی جنریشن منقولات سے زیادہ معقولات کو فوقیت دیتی ہے اس کتاب میں اس پہلو کو بھی مدِ نظر رکھا گیا ہے۔

۱۰۔ احکامِ نماز کے ساتھ ساتھ عقائد کی اصلاح پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

ان شاءاللہ العزیز یہ کتاب علماء، خطباء، طلباء، مدرسین اور عوام الناس کیلئے یکساں طور پر مفید ثابت ہوگی۔

دوسرے ایڈیشن کے امتیازات

۱۔ دوبارہ کمپوزنگ کر کے تمام حوالہ جات کی تخریج کر دی گئی ہے تاکہ اصل کتب تک رسائی آسان ہو۔

۲۔ تصویری خاکے یکجا کر کے متعلقہ مقامات پر صفحہ نمبر اور شکل نمبر کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

۳۔ بعض مقامات پر مفید اضافے بھی کر دیئے گئے ہیں تاکہ قاری کے دل میں تشنگی نہ رہے۔

۴۔ فہرست میں بعض نئے عنوانات کے اضافے بھی کر دیئے گئے ہیں تاکہ بات کی تلاش میں آسانی ہو۔

۵۔ کتاب کے آخر میں روز مرہ کی چند مسنون دعاؤں کا اضافہ بھی دوسرے ایڈیشن کی زینت ہے۔

۶۔ عربی عبارات کو ضروری اعراب سے آراستہ کر دیا گیا ہے تاکہ ہر خاص وعام کے لیے یکساں مفید ہو۔

ضروری اِشارات برائے حوالہ جات

۱۔ کتاب کے نام کے بعد "ج" جلد کی اور "ص" صفحہ کی علامت ہے، مثلاً "بخاری ج ۲ ص ۱۹۸" سے مراد بخاری شریف کی جلد ۲ اور صفحہ ۱۹۸ ہے۔ کہیں جگہ کی کمی یا اختصار کے باعث "بخاری ۲/ ۱۹۸" لکھا گیا ہے۔ یہاں بھی سلیش کے دائیں طرف جلد نمبر اور بائیں طرف صفحہ نمبر دیا گیا ہے۔

۲۔ اکثر و بیشتر مقامات پر حدیث نمبر بھی دیئے گئے ہیں۔ حدیث نمبر سے قبل کہیں رقم الحدیث لکھا گیا ہے اور کہیں صرف رقم (۱۲۸۰) دیا گیا ہے اور کہیں صرف کتاب کا نام لکھ کر اذاں بعد چھوٹی قوسین میں حدیث نمبر درج کیا گیا ہے۔ مثلاً نسائی رقم الحدیث (۱۵۳۰) یا نسائی (۱۵۳۰) کتاب کے نام کے بعد چھوٹی قوسین میں دیئے گئے اعداد سے مراد صرف رقم الحدیث ہے۔

۳۔ قرآنِ مجید کا حوالہ دیتے وقت سورہ کا نام اور آیت نمبر کا حوالہ دیا گیا ہے۔
مثلاً "سورۃ البقرہ: ۱۲۸" دیئے گئے حوالہ میں البقرہ سورہ کا نام ہے "۱۲۸" آیت نمبر ہے۔

اِعترافِ حقیقت

اللہ ﷻ کی دی ہوئی توفیق سے اپنی بساط کی حد تک پوری کوشش کی ہے کہ اللہ ﷻ کے بندوں تک اللہ ﷻ کے دِین کی صحیح تعبیر پیش کر سکوں اِس کے باوجود اگر کہیں بھی، کمی اور جھول باقی رہ گیا ہو یا کہیں غیر محتاط اور غیر مفید بات درج ہو گئی ہو تو وہ یقیناً بندہ کی کسی غلطی، نسیان اور کوتاہی کا نتیجہ ہوگی اور اگر یہ تحریر اَپنے اَہداف پورے کرتے ہوئے مفید ثابت ہو تو یہ محض اللہ ﷻ کا فضل اور اُسی کا کرم ہوگا جس پر ہمیں اللہ ﷻ کا شکر گزار ہونا چاہئے۔ ﴿اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی﴾

اِظہارِ تشکر

اللہ رب العالمین کا بے حد کرم اور فضل ہے کہ اُس نے اس کتاب کے لکھنے کی توفیق بخشی اور اُس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ کتاب قارئین کرام میں بہت مقبول ہوئی، بندہ اپنے تمام احباب کا بے حد شکر گزار ہے جن کے مفید مشوروں سے دوسرا اڈیشن اپنے جملہ اِمتیازات کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچا، مولانا شبیر احمد بن نور محمد الدرّوازی حفظہ اللہ کا بھی بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اِس کتاب کی تخریج کر کے اِس کتاب کی افادیت واہمیت کو دوبالا کر دیا۔

فقط...... محتاجِ دُعا ...... (آپکا اپنا خلیل)

خادمِ دِین ...... ابو انشاء قاری خلیل الرحمن جاوید

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ محدث کا تبصرہ

'ابو انشاء' کنیت رکھنے والے جناب قاری خلیل الرحمٰن جاوید جامعۃ الاحسان الاسلامیہ منظور کالونی کراچی کے مدیر ہیں، کراچی یونیورسٹی سے ڈبل ایم اے کر رکھا ہے، ان کی تحریر میں ناصحانہ انداز غالب ہے، مصنف نے سلیس اور واضح اُسلوب سے کتاب ''صلوٰۃ النبی ﷺ کے حسین مناظر'' تالیف کی ہے، نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب صرف نماز کے گرد گھومتی ہے، لیکن فاضل مصنف نے اسے طہارت سے لے کر نمازِ جنازہ تک پھیلا دیا ہے، شریعتِ اسلامیہ میں عقائد کے بعد سب سے زیادہ اہمیت عبادات کو دی گئی ہے اور عبادات اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں اساسی کردار ادا کرتی ہیں۔

نماز ایسے اہم فریضہ پر اُردو زبان میں جو کتب آج سے پہلے لکھی گئی ہیں، چند ایک کے ماسوا باقی میں مسلکی تعصب، غیر واضح انداز، دقیق اندازِ بیان اور مسائل میں اُلجھاؤ پایا جاتا ہے، لیکن فاضل مصنف نے فقہی اختلافات سے ہر ممکن پہلوتہی اختیار کرتے ہوئے مختلف فیہ مسائل میں ہر طرف کے دلائل نقل کر کے ترجیح اور وجہ ترجیح ذکر کرتے ہوئے قاری کو عمل میں آسانی فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ نماز کو صحیح معنوں میں باہم اُخوت کی سبیل ثابت کیا ہے، اپنے استدلال میں قرآن وسنت اور عمل صحابہ کو محور بناتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اسلام جس اجتماعیت کا مسلمانوں سے تقاضا کرتا ہے، وہ نماز کے بغیر ممکن نہیں۔

آپ نے نماز کے موضوع پر قلم اُٹھا کر الجھاؤ کے شکار حضرات کیلئے اطمینان کا راستہ نکالا ہے تا کہ وہ نماز کی ایمانی لذت حاصل کرسکیں، چنانچہ نماز سے متعلقہ کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں تشنگی پائی جائے، کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں عبادت کا بیان ہے جس میں مقصدِ عبادت، مطلب عبادت، فلسفۂ عبادت، اہمیتِ نماز، فوائدِ نماز، مقبولِ نماز کے علاوہ بہت سے پہلوؤں پر قلم اُٹھایا گیا ہے، دوسرا باب طہارت کے فقہی مسائل پر مشتمل ہے، تیسرا باب طہارت کے اہم پہلو 'وضو' کے بارے میں ہے، چوتھا باب لباس اور ستر کیلئے خاص کیا گیا ہے، جبکہ پانچواں باب تاریخی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں مساجد کی تاریخ، شرعی حیثیت اور آداب کو واضح کیا گیا ہے، چھٹا باب اَوقاتِ نماز اور ساتواں باب اذان کی تفصیلات پر مشتمل ہے، آٹھواں باب صف بندی کے موضوع کو لئے ہوئے ہے، نواں باب اِمامت، نمازِ باجماعت کے عنوان پر ہے جس میں عورت کی اِمامت جیسے نازک فقہی مسئلہ پر مستند شرعی نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے، دسواں باب 'سترہ' کیلئے خاص ہے جبکہ گیارھویں باب میں مختلف

Marfat.com

نمازوں کی تعدادِ رکعات پر سیر حاصل بحث موجود ہے جو نمازِ تراویح، عیدین، وِتر، اِشراق جیسی نمازوں کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے، جبکہ بارہواں اور آخری باب مسنون طریقۂ نماز پر مشتمل ہے، جو نماز اور کتاب کی جان قرار دیا جا سکتا ہے، اِس باب میں بہت سارے مسائل پر فاضل مصنف نے تفصیل سے قلم اُٹھایا ہے جو اُن کے وسیع مطالعہ کی دلیل ہے، عورتوں کے طریقۂ نماز پر بھی ایک مستقل بحث اس باب میں شامل کی گئی ہے۔

فنی اِعتبار سے بھی یہ کتاب ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے کہ کتاب کی اجمالی فہرست کے ساتھ ساتھ تفصیلی فہرست بھی دی گئی ہے اور ہر باب کو ایک نئے صفحہ سے شروع کرتے ہوئے ذوقِ جمال کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ ہر باب 'بسم اللہ' سے شروع ہوتا ہے جس کے اگلے صفحہ پر باب نمبر اور عنوان باب کے نیچے اس باب کے متعلقہ قرآنی آیت، حدیثِ نبوی یا پھر شعر درج کیا گیا ہے، خصوصیت سے کتاب کے آخری باب 'مسنون طریقۂ نماز' میں نماز کی ان تمام حالتوں کو تصویری خاکوں سے واضح کیا گیا ہے جہاں عام طور پر قاری اُلجھن کا شکار ہو سکتا ہے اور منقولات کے ساتھ معقولات کا بھی ایک درجہ تک اہتمام کیا گیا ہے۔

کتاب کے آخر میں اَسماءُ الحسنیٰ کے فضائل، اَسماءُ الحسنیٰ کا معانی کے ساتھ خانوں میں اندراج، دُعائے قنوت اور قنوت پڑھنے کا طریقہ، بارگاہِ ایزدی میں التجائیہ دعا اور نظم ''سر جھکا اے بے نماز!'' کے علاوہ یاداشتوں کیلئے مخصوص صفحہ سے کتاب کے اِشاعتی حسن کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

''صلوٰۃ النبی ﷺ کے حسین مناظر'' میں برمحل شعروں سے بھی کام لیا گیا ہے اور واقعات سے بھی چاشنی پیدا کی گئی ہے، اعلیٰ کاغذ، نفیس پرنٹنگ، فور کلر ٹائٹل اور مضبوط جلد سے کتاب کا گیٹ اَپ خوبصورت ہو جاتا ہے، اس کتاب پر جامعۃ الاحسان الاسلامیہ، کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرزاق حفظہ اللہ نے مہر تصدیق وتوثیق ثبت کی ہے، جبکہ دیباچہ پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب نے تحریر فرمایا ہے، جن کے بقول 'یہ کتاب نمازِ مسنونہ کا اِنسائیکلوپیڈیا ہے اور عامۃ المسلمین کیلئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔''

یہ کتاب اِس اہمیت کی حامل ہے کہ اسے اپنی لائبریری کیلئے ضرور حاصل کیا جائے، اِن شاء اللہ 'صلوٰۃ النبی ﷺ کے حسین مناظر'' آپ کے بک شیلف کیلئے خوبصورت اِضافہ ہوگی اور یقیناً آپ صَلّوا کما رأیتمونی أُصلّی کے منظر دیکھنے پر قادر ہوں گے۔

مبصر : عبدالشکور ظہیر حفظہ اللہ

بصد شکریہ: ماہنامہ محدّث لاہور

جلد نمبر ۳۴ شمارہ نمبر ۳، مارچ ۲۰۰۲ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصدیق وتوثیق

حمداً ومنًّا للحميد المنّان الذى جعل الصلوٰة قرة العينين والأعيان وسبيل معرفة الحنّان لكل انس وجان وراحة للبنان والجنان وحصولا للجنان ذوات الأفنان والياقوت والمرجان وزيادة لليقين والأيمان وثقلا للوزن والميزان وزيارة للرحيم الرحمن وكل ذلك بأخلاص الخبر للأذقان فهل جزاء الأحسان الا الأحسان ثم الصلوٰة والسلام على اشرف خلقه محمد واله وصحبه وتابعيهم بأحسان امابعد:—

یہ کتاب توحید وسنت کے مظاہر ومناظر اور ملت کے اسرار وظواہر پر مشتمل عظیم عمل نماز کی ایسے دلکش پیرائے اور احسن انداز سے عکاسی کرتی ہے جو دل کو سکون وسرور، ذہن کو صفا، آنکھوں کو جلا ونور بخشتا ہے اور ہر صاحب فکر ونظر کیلئے مینارہ نور اور امر حکیم وجادۂ مستقیم کا کام دیتا ہے، اگر چہ اہلِ علم کے نزدیک کسی بندے کی تصنیف وتالیف سے کلی اتفاق ضروری نہیں ہوتا لیکن اس کی اصابت وصلابت اور سداد ومراد کا انکار ضرور معیوب ہوتا ہے

الغرض کتاب مجموعی طور پر لازوال مقاصد اور فرائد وفوائد پر مشتمل ہے اور پھر مؤلف حفظہ اللہ تعالیٰ کے امتیازی انداز نے تو اس کو اس موضوع کی ہزاروں کتب میں سے کئی ایک پر کئی اعتبار سے ممتاز کر دیا ہے،

جس کا صحیح اندازہ اپنے انداز واندازے سے ایک صاحبِ قلبِ سلیم وفکرِ عمیم پڑھنے کے بعد ہی کر سکتا ہے، رب رحیم وکریم سے عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کو حقیقی امتیاز بخشتے ہوئے مؤلف اور جمیع معاونین کیلئے توشۂ آخرت اور ہر قاری کیلئے نوشتۂ سعادت بنائے۔ (آمین)

﴿والحمدلله الذى بنعمته تتم الصالحات وله الحمداوّلاً وآخرًا﴾

عبد الرزاق عفی اللہ تعالیٰ عنہ

(شيخ الحديث)

جامعة الاحسان الاسلامية

گجر چوک منظور کالونی کراچی

۱۲ جمادی الاول ۱۴۲۱ھ

مطابق ۱۳۔ اگست ۲۰۰۰ء

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

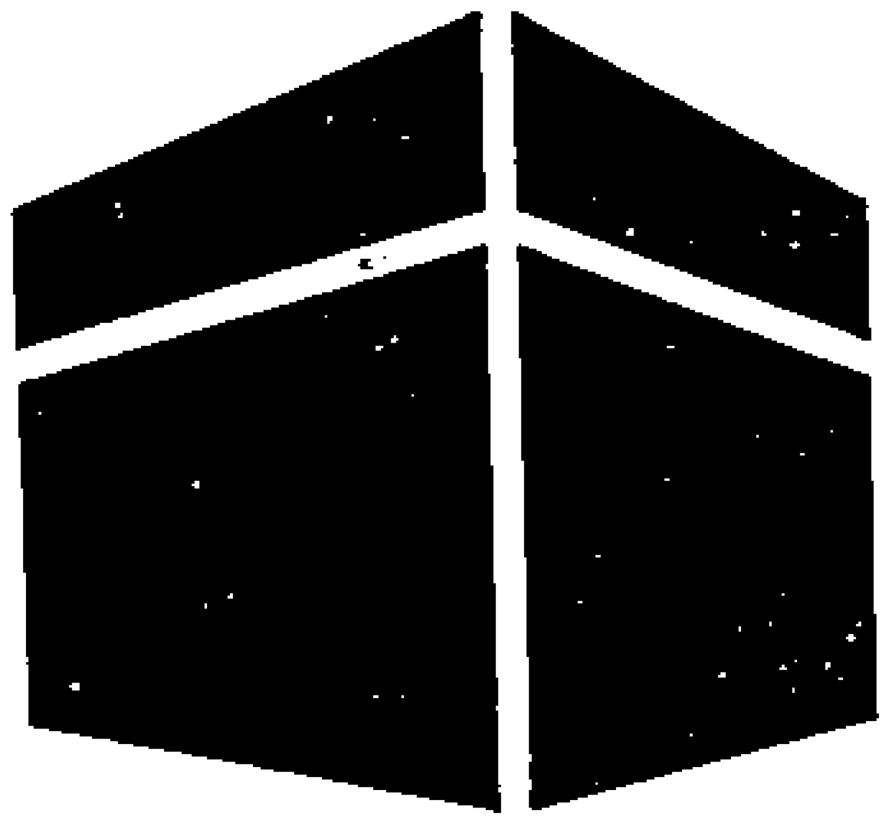

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب 1

عبادت

فرمانِ الٰہی

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ﴾

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی بندگی کیلئے پیدا کیا ہے۔

(الذاریات: ۵۶)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ — فی کتابہ الکریم

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي
أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ
عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ
دَاخِرِينَ

اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا یقیناً جو لوگ غرور میں آ کر میری عبادت سے روگردانی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخور ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عبادت

انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے مختلف روحانی قوتیں پنہاں کر دی ہیں ان روحانی قوتوں کو اگر صحت مند غذا ملتی رہے تو ان کی نشوونما مثبت انداز میں ہوتی ہے اور اگر صحت مند غذا نہ دی جائے تو ان مخفی قوتوں کا رُخ منفی ہو جاتا ہے جس سے شر پروان چڑھتا ہے غرض جو فطرت قدرت نے باطن میں رکھی تھی قرآن میں اسے یاد دلاتے ہوئے یوں فرمایا: ﴿فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ﴾ [1]

یعنی صحیفۂ فطرت میں جو چھپی ہوئی کتاب تھی جسے ہر شخص نہ دیکھ سکتا تھا اس کو وحی کے ذریعہ سب کے سامنے کھول کر رکھ دیا اور اس کی پوری وضاحت کر دی کہ یہی اسلامی شریعت ہے اور قرآن کریم کی عملی تعلیم کا تصور رسول اکرم ﷺ کی ۲۳ سالہ دورِ نبوت کی زندگی کے ساتھ پیش کیا، جس کی تشریح و تفصیل زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اُسی تفصیل کا اہم حصہ عبادت پر مبنی ہے جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔

مقصدِ عبادت

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ [2]

میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔

اس آیتِ کریمہ سے یہ بات واضح ہوئی کہ مقصدِ عبادت ہی درحقیقت مقصدِ تخلیق کائنات ہے۔

اگر انسان بحیثیت عبداللہ ہونے کے اپنے اس مقصد کو پالے، تو ہم یہ کہیں گے کہ اس شخص نے درحقیقت زندگی کے اصل مقصد کو پالیا اور اگر انسان بحیثیت اللہ کا بندہ ہونے کے اپنے اس مقصد کو کھودے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ زندگی کے مقصد میں ناکام رہا۔

[1] الواقعہ:۷۸

[2] الذاریات:۵٦

Marfat.com

عبادت کا مطلب

عبادت کا لفظ ''عبد'' سے بنا ہے عبد کے معنی بندے اور غلام کے ہیں اس لئے عبادت کے معنی بندگی اور غلامی کے ہوئے جو شخص کسی کا بندہ ہو، اور وہ اُس کی خدمت میں بندہ بن کر رہے اور اُس کے ساتھ اس طرح پیش آئے جس طرح غلام اپنے آقا سے پیش آتا ہے تو یہ بندگی اور عبادت ہے یعنی اپنے معبود کے تابع رہ کر زندگی گزارنے، اس سے تعلق کے اظہار میں سرگرمی دکھانے، اس کا نمونہ بن جانے، اس کی اطاعت میں اپنے وجود کو کھپا دینے، اس کی مہربانیوں کے گُن گانے اور اس کے احسانوں کا شکر بجالانے کا نام عبادت ہے۔

اس کے برعکس اگر ملازم ہر ماہ تنخواہ تو پوری وصول کرے لیکن مالک کا حکم بجانہ لائے تو اُسے نہ صرف نافرمانی اور سرکشی کہتے ہیں بلکہ زیادہ واضح الفاظ میں اس عمل کو نمک حرامی کہا جاتا ہے۔

سچے عابد کی ذِمّہ داری

۱۔ عابد کا پہلا کام یہ ہے کہ اپنے آقا ہی کو آقا سمجھے اور یہ خیال کرے کہ جو میرا مالک ہے جو مجھے رزق دیتا ہے میری حفاظت اور نگہبانی کرتا ہے اور میری ہر ضرورت کا ہمہ وقت خیال رکھتا ہے اس سے وفاداری مجھ پر فرض ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا میری وفاداریوں کا قطعاً حقدار نہیں ہے۔

۲۔ ہر وقت آقا کی اطاعت کرے اُسکے احکام بجالائے کبھی اُس کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑے اور اپنے آقا کی مرضی کے خلاف نہ خود کبھی کوئی کام کرے اور نہ کبھی دوسرے کی بات مانے غلام ہمہ وقت غلام ہے اُسے یہ حق ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے آقا کے احکامات میں سے انتخاب کرے کہ یہ بات مانوں گا اور یہ بات نہیں مانوں گا یا اتنی دیر کیلئے اپنے آقا کا غلام ہوں اور باقی وقت میں اس کی غلامی سے آزاد ہوں۔

۳۔ اپنے آقا کا ادب اور اُس کی تعظیم کرے، اس اَدب و تعظیم میں بھی غلام کی مرضی کا دخل نہیں ہونا چاہئے بلکہ ادب و تعظیم کا وہی طریقہ اختیار کرے جو آقا نے اسے تعلیم فرمایا ہو، اور جو وقت آقا نے اپنی دربار میں حاضری کا مقرر فرما دیا ہو اس وقت ضرور حاضر ہو اور اس بات کا ثبوت دے کہ میں اُس کی وفاداری اور اطاعت میں ثابت قدم ہوں بس یہی تین چیزیں ہیں جن سے مل کر عبادت بنتی ہے یعنی

(i) اپنے آقا سے وفاداری۔

(ii) آقا کی اطاعت۔

(iii) اس کا ادب و احترام۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ! ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ﴾ [1]
اِسی بات کا متقاضی ہے کہ جن و انس صرف اللہ تعالیٰ کے وفادار ہوں اور اُسکے خلاف کسی کے وفادار نہ ہوں صرف اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی اِطاعت کریں، اُس کے خلاف کسی اَور کا حکم نہ مانیں، صرف اسی کے آگے اَدب و تعظیم سے سر جھکائیں اَور کسی دوسرے کے آگے سر نہ جھکائیں، انہی تین چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کے جامع لفظ میں بیان کیا ہے اَور یہی مطلب ان تمام آیات کا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے پس عبادت کے ان معنوں سے ظاہر ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہو سکتی ہے کیونکہ وہی ہر لحاظ سے کامل و اَکمل ہے تمام خوبیوں کا جامع اَور تمام نقائص سے پاک ہے، رب العالمین ہے، رحمٰن اَور رحیم ہے، مالکِ یوم الدین ہے، وہ محسنِ اَزلی ہے تمام تر حمد وثنا اسی کیلئے لائق و زیبا ہے، اسی کے رنگ میں رنگا جانا اِنسانیت کیلئے باعثِ فخر و زینت ہے اَور اسی کے سامنے جھکنا اِنسانیت کی معراج ہے۔

عبادت کی ضرورت

جو لوگ دین کی حقیقت سے شناسائی نہیں رکھتے اَور عابد و معبود کے تعلق سے بھی بے خبر ہیں ان کا خیال ہے کہ عبادت ایک لغو فعل ہے اَور ہمیں اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ ایک مضر کام ہے اس سے خوشامد اَور چاپلوسی کی عادت پڑتی ہے دیکھا جائے تو یہ تمام اِعتراضات بذاتِ خود لغو ہیں اَیسے اعتراض کرنے والے دراصل فطرتِ انسانی سے بے خبر ہیں اَور حقیقت سے بہت دور جا پڑے ہیں کیونکہ اگر ہم عبادت کے مذکورہ بالا معنوں پر غور کریں تو ان اِعتراضات کی لغویت خود بخود ظاہر ہو جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ محسن کی حمد و ثناء اَور اس پر فدا ہو جانے کی خواہش انسان کی فطرت کا ایک حصہ اَور اس کی ضمیر کی ایک آواز ہے وہ اُسکے ارتقاء کی سیڑھی ہے جس کے ذریعہ وہ اَپنے مقصدِ پیدائش تک پہنچتا ہے، عبادت سے وصلِ الٰہی اَور اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے یہاں تک کہ انسان حقیقی معنوں میں اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔

عبادت سے اللہ تعالیٰ کا کوئی ذاتی مفاد وابستہ نہیں اَور نہ ہی اُسے اس کی ضرورت ہے، اگر کوئی عبادت نہ کرے تب بھی اس کی خدائی میں کچھ فرق نہیں آئے گا یہ محض اس کا فضل و کرم اَور اُس کی ربوبیت کا فیضان ہے کہ اس نے اَپنے بندوں کو پیدا کیا اَور پھر ان کی راہنمائی فرمائی اَور عبادت کے ذریعہ تکمیل انسانیت کی کئی راہیں اُن پر کھول دیں، غرض عبادت میں بندے کا اَپنا فائدہ اَور اُسکی اپنی بھلائی ہے۔

---

[1] الذاریات:۵۶

Marfat.com

اسی لئے اِرشادِ باری ہے: ﴿وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ.........﴾ [1]

جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرتا ہے وہ اپنا ہی فائدہ کرتا ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ عبادت دراصل بندگی کو کہتے ہیں اور جب آپ خدا کے بندے ہی پیدا ہوئے ہیں تو آپ کسی وقت اور کسی حال میں بھی اس کی بندگی سے آزاد نہیں ہو سکتے جس طرح آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں اتنے گھنٹے یا اتنے منٹوں کیلئے خدا کا بندہ ہوں اور باقی وقت میں اس کا بندہ نہیں ہوں، اس طرح آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ میں اتنا وقت خدا کی عبادت میں صرف کروں گا اور باقی اوقات میں مجھے آزادی ہے کہ جو چاہوں کروں آپ تو خدا کے پیدائشی غلام ہیں اس نے آپ کو بندگی ہی کیلئے پیدا کیا ہے لہٰذا آپ کی ساری زندگی اس کی عبادت میں صرف ہونی چاہئے اور کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی آپ کو اس کی عبادت سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

یہ بات بھی آپ کے علم میں ہونی چاہئے کہ عبادت کے معنی دنیا کے کام کاج سے الگ ہو کر ایک کونے میں بیٹھ جانے اور اللہ اللہ کرنے کے نہیں ہیں بلکہ عبادت کا مطلب یہ ہے کہ اس دُنیا میں آپ جو کچھ بھی کریں خدا کے قانون کے مطابق کریں آپ کا سونا، جاگنا، کھانا پینا، اور چلنا پھرنا غرض سب کچھ خدا کے قانون کی پابندی میں ہو آپ جب اپنے گھر میں بیوی بچوں، بھائی بہنوں اور عزیز رشتہ داروں کے پاس ہوں یا اپنے دوستوں میں محوِ گفتگو ہوں یا روزی کمانے کیلئے لوگوں سے لین دین میں مصروف ہوں اس وقت بھی خدا تعالیٰ کے احکام کا خیال رہے اور کبھی اس کی مقرر کردہ حدوں سے تجاوز نہ کریں حتیٰ کہ جب آپ رات کی تاریکی میں ہوں اور کوئی گناہ اس طرح کر سکتے ہوں کہ دُنیا میں کوئی بھی دیکھنے والا نہ ہو، اُس وقت بھی آپ کو یاد رہے کہ آپ کا رب آپ کو دیکھ رہا ہے۔ دنیا کو چھوڑ کر کونوں اور گوشوں میں ہزار دانے کی تسبیح لے کر جا بیٹھنا اور منکوں پر اللہ کا نام جپتے رہنا اور حق ھو کے نعرے لگانا عبادت نہیں ہے بلکہ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر خدا کے قانون کی پابندی کرنا اصل عبادت ہے، کمالِ بندگی تو یہ ہے کہ جو چیزیں خدا سے غافل کرنے والی ہیں ان میں مشغول ہو اور پھر خدا سے غافل نہ ہو اسی کی طرف قرآن کریم میں اشارہ کیا گیا ہے:

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [2]

جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کا فضل (رزقِ حلال) تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

[1] سورۃ الفاطر: ۱۹

[2] سورۃ الجمعہ: ۱۰

Marfat.com

عبادت کا عمومی فلسفہ

عبادت کے دو حصے ہیں ایک اللہ تعالیٰ کا خوف اور دوسرا اللہ تعالیٰ سے محبت یہ دونوں باتیں انسان کو پاکیزگی کے چشمہ کی طرف لے جاتی ہیں اور اس کی روح خوف اور محبت سے سرشار ہو کر اُلوہیت کی طرف بہتی ہے اور عبدیت کا حقیقی رنگ اُس میں پیدا ہو جاتا ہے اور دُنیا کی ساری محبتوں کو فانی سمجھ کر وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی محبت میں کھو جاتا ہے، خوف اور محبت دو ایسی چیزیں ہیں کہ بظاہر ان کا جمع ہونا محال نظر آتا ہے کہ ایک شخص جس سے خوف کھائے اس سے محبت کیسے کر سکتا ہے......؟

مگر اللہ تعالیٰ کا خوف اور اللہ تعالیٰ کی محبت دونوں منفرد حیثیت اور ایک الگ رنگ رکھتی ہیں انسان خدا سے جتنی محبت کرے گا اُتنا ہی اس سے ڈرے گا اور اُسی قدر اس کے دِل میں برائیوں سے نفرت اور بھلائیوں کی حسرت و طلب پیدا ہوگی انسان جوں جوں محبتِ الٰہی میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے عبادت میں اُسے توں توں ایک لذّت اور سرور حاصل ہوتا چلا جاتا ہے جو دنیا کی تمام لذّتوں سے منفرد اور بالاتر ہے۔

نماز کی اہمیت

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں نماز پڑھنے کی بار بار تاکید کرتا ہے اور باقاعدگی سے نماز پڑھنے والوں کی تعریف اور نہ پڑھنے والوں یا اس میں سستی برتنے والوں کی مذمت کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ [1]

رحمٰن کے سچے بندے وہ ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اس پر ہمیشگی اِختیار کرتے ہیں۔

دوسری جگہ اِرشاد فرمایا: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ [2]

نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً درمیانی نماز کی۔

جنابِ رسالت پناہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے بھی نماز کی بڑی تاکید اور فضیلت و اہمیت آئی ہے۔

چنانچہ سرکارِ دو عالم ﷺ کا اِرشاد ہے:

”نماز دین کا ستون ہے، جس نے نماز باقاعدگی سے پڑھی اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے ترک کیا اس نے دین کو گرا دیا، اسلام اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی نماز ہے، روزِ قیامت پہلا حساب

---

[1] سورۃ المؤمنون: ۱۰

[2] سورۃ البقرۃ: ۲۳۹

Marfat.com

نماز کا لیا جائے گا'' دن اَور رات میں کل پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اَور ہر نماز کو اَپنے اَپنے وقت پر فرض کر دیا گیا ہے، چنانچہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَاباً مَّوْقُوْتاً﴾ [1]

بے شک ایمان والوں پر نماز اَوقاتِ مقررہ میں فرض کی گئی ہے۔

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نماز کو اُسکے مقررہ وقت پر پڑھنا لازمی ہے البتہ مسافر کیلئے ظہر وعصر اَور مغرب وعشاء جمع کرنے کی رعائت ہے جس کی تفصیل مستقل باب میں آگے آرہی ہے۔ (اِن شاءاللہ)

رسول اللہ ﷺ کا اِرشاد ہے:

﴿اَلْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃَ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ﴾ [2]

ہمارے اور کفار کے درمیان نماز ہی کا فرق ہے لہٰذا جس شخص نے اسے چھوڑا اُس نے کفر کیا۔

یہی وجہ ہے کہ تارکِ نماز سے جہاد کرنے کا حکم ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

فَاِنْ تَابُوا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَخَلُّوا سَبِیْلَھُمْ [3]

اگر (کافر) توبہ کرلیں اَور نماز پڑھنے لگیں اَور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر ان کا راستہ خالی کردو یعنی ان سے جنگ نہ کرو۔

دوسری آیت میں کہا گیا ہے:

فَاِنْ تَابُوا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ [4]

اگر (کافر) توبہ کرلیں، نماز پڑھیں اَور زکوٰۃ دیں تو پھر وہ تمہارے بھائی ہیں۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اِسلامی بھائی بننے کیلئے نماز کی اَدائیگی ضروری ہے اَور جو شخص اِسے اَدا نہیں کرے گا وہ دِینی بھائی کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔

---

[1] سورۃ النساء:۱۰۳

[2] اخرجہ احمد و ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی مستدرکہ وقال صحیح والترمذی فی کتاب الایمان باب ماجاء فی ترک الصلاۃ ج۲ ص۸۶

[3] سورہ توبہ:۵

[4] سورہ توبہ:۱۱

Marfat.com

نماز کے فوائد

نماز کے روحانی فوائد سے تو ہر مسلمان آگاہ ہے اور اس پر یقین بھی رکھتا ہے لیکن نماز روحانی فوائد کے ساتھ ساتھ بے شمار جسمانی اور معاشرتی فوائد سے بھی مزین ہے۔ جس کا مختصر خاکہ مندرجہ ذیل ہے:

ا۔ فرض شناسی:۔

چونکہ ہم نے زندگی میں قدم قدم پر خدا کے احکام بجالانے ہیں اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم میں اپنا فرض پہچاننے کی صفت پیدا ہو، جو شخص یہ جانتا ہی نہ ہو کہ فرض کے معنی کیا ہیں تو وہ احکام کی اطاعت کبھی کر ہی نہیں سکتا، اسی لئے دن اور رات میں پانچ مرتبہ اُسے فرض شناسی کی عملی طور پر تربیت دی جاتی ہے۔

۲۔ احساسِ بندگی:

دِن میں پانچ مرتبہ ہمیں یہ یاد دلایا جاتا ہے کہ ہم رب کے بندے ہیں اور اس کی بندگی ہمیں ہر کام میں کرنی ہے صبح اٹھتے ہی سب کاموں سے پہلے مسجد کی حاضری یہی احساس دِلاتی ہے پھر جب ہم دن میں اپنے کام کاج میں مصروف ہوتے ہیں اُس وقت بھی تین مرتبہ اسی یاد کو تازہ کیا جاتا ہے اور جب ہم رات کو سونے لگتے ہیں تو ایک بار پھر اسی کا اعادہ کیا جاتا ہے اسی لئے قرآن میں نماز کو ذکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۳۔ خوفِ الٰہی:

اذان سنتے ہی ایک مسلمان کا اپنے بستر کو چھوڑ دینا، دفتر دُکان سے اُٹھ جانا، مجلس برخاست کر دینا اور ہر مصروفیت کو خیر باد کہہ کر سیدھا مسجد کو چلے آنا، اِس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس کے دِل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر موجود ہے وہ سمجھتا ہے کہ میرے لئے تمام دُنیا سے چھپ جانا ممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے چھپنا اور بچنا ممکن نہیں۔ دُنیا کی سزاؤں سے تو کچھ دے دلا کر بچا جا سکتا ہے لیکن رب کی سزا سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ یہی وہ یقین وایمان ہے جو آدمی کو احکامِ الٰہی کی پیروی پر اُبھارتا ہے اور خلاف ورزی کرنے سے رُوکتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اس مفہوم کو یوں ادا کیا گیا ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ [1]

''بیشک نماز (اِنسان) کو بدی اور بے حیائی سے روکتی ہے''

---

[1] سورة العنكبوت: ٤٥

۴۔ وفاشعاری وفرمانبرداری کی مشق:

نماز درحقیقت بندگی (Complement) کے ساتھ ساتھ وفاشعاری، فرمانبرداری (Loyally) کی عادت ڈالنے کا ایک مقدّس کورس ہے، جس کیلئے خالقِ اَرض وسماء نے ۲۴ گھنٹوں میں پانچ پیریڈ مقرر فرمائے ہیں اذان کی شکل میں اللہ تعالیٰ کے سپاہیوں کو آواز دے کر بُلایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے یہ سپاہی مختلف اَطراف سے کھنچے چلے آتے ہیں اَور اس اذان کی آواز کو سن کر بھی جو لوگ اپنی جگہ بیٹھے رہتے ہیں وہ اِس بات کا ثبوت (Proof) پیش کرتے ہیں کہ وہ اِس قدر نکمّے اَور نالائق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سپاہیوں کی صف میں شامل ہونے کے اُہل نہیں ہیں، نماز کے بیشمار معاشرتی فوائد بھی ہیں جنھیں آئندہ صفحات میں ان شاءاللہ العزیز ''باجماعت نماز'' کے عنوان کے تحت رقم کیا جائے گا۔

نماز ذِکرِ الٰہی کا حسین ذریعہ ہے

اے ابن آدم تو نے سونے اور چاندی کے انبار لگا کر بھی اَپنے آپ کو سکونِ قلب کی دولت سے محروم رکھا۔

رقص و سرود کی محفلیں سجائیں، مگر سکون نہ ملا۔
جوئے اور سٹے کے بازار گرم کئے، مگر سکون نہ ملا۔
تھرتھراتے پاؤں سے پائل کی آواز سنی، مگر سکون نہ ملا۔
چاند، تاروں تک تیری رسائی ہوئی، مگر سکون نہ ملا۔
مینا و ساغر کے کئی کئی دور چلے، مگر سکون نہ ملا۔
منشیات کا بے دریغ اِستعمال کیا، مگر سکون نہ ملا۔
وحشت و درِندگی کی اِنتہا کردی، مگر سکون نہ ملا۔
کھیل ، کود میں زِندگی کھپادی، مگر سکون نہ ملا۔
ہوس میں اپنے اور پرائے کی تمیز گنوادی، مگر سکون نہ ملا۔
تیرے کلچر نے فحاشی وعریانی کو فروغ دیا، مگر سکون نہ ملا۔

اے ابن آدم! اے سکونِ قلب کے متلاشی انسان! خدا کی رحمت تجھے پکار پکار کر کہہ رہی ہے:

﴿اَلاَ بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [1]

اطمینان اَور سکونِ قلب اللہ کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔

[1] سورۃ الرعد:۲۸

لیکن اس کیلئے صبر و تحمل اُور محنت درکار ہے، اگر انسان گھبرا جائے اُور ذکرِ الٰہی سے تھک جائے تو اُسے اِطمینان نصیب نہیں ہوتا۔

ذرا کاشت کار پر نگاہ ڈالئے کہ وہ کس قدر محنت کرتا ہے اُور آنے والے تمام خطرات کا تنہا مقابلہ کرتا ہے پھر مصائب پر صبر بھی کرتا ہے اُور زمین میں ڈھیروں غلہ بکھیر آتا ہے، بظاہر دیکھنے والے یہی کہتے ہیں کہ اس نے دانے ضائع کر دیئے، لیکن چند ماہ بعد وہ وقت بھی آتا ہے کہ جب وہ ان بکھرے دانوں سے خرمن جمع کر لیتا ہے وہ اللہ ﷻ کی ذات پر حسنِ ظن رکھتا ہے اُور صبر کرتا ہے یہی مثال مؤمن کی ہے کہ جب وہ اللہ ﷻ سے اپنا ایک تعلق قائم کر کے اس کی یاد میں اِستقامت اُور صبر کا مظاہرہ کرتا ہے تو پھر ربُّ العالمین بھی اس پر اَپنے بے پایاں فضل وکرم کی بارش کرتا ہے۔

تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک یہ مختلف حرکات وسکنات وہ "حسین مناظر" ہیں جن کی بدولت ایک مسلم اَپنے قلبِ پریشاں کو ایک پرسکون اُور اطمینان بخش وادی میں چھوڑ دیتا ہے اُور زُبان یادِ الٰہی کی حلاوت سے لطف اَندوز ہوتی ہے،

کبھی قیام کی حالت میں اَپنا دِل تھامے خدا کو یاد کرتا ہے اُور کبھی رکوع کی حالت میں اس کی عظمت کے اِعتراف میں جھک جاتا ہے اُور کبھی جبینِ نیاز کو خاک آلود کر کے سبحان ربی الاعلیٰ کا وِرد کرتا ہے۔

جس سے بندہ کی ذلت وپستی کا اِعتراف اُور معبودِ حقیقی کی رِفعت و بلندی کا اِعلان ہوتا ہے یہی وہ سجدہ ہے جو انسان کو ہزار سجدوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہیے (اِقبالؔ)

فلسفۂ نماز

اصل عبادت دِل کی اس کیفیت کا نام ہے جو اَپنے معبودِ برحق کی خوشنودی کے حصول کیلئے ہمیشہ بے چین رہتی ہے اُور اسی کیفیت کے تحت اِنسانی اَعمال کا صدور بھی عبادت کہلاتا ہے چونکہ اِنسانی بناوٹ کچھ اس قسم کی ہے کہ جسم کا اَثر رُوح پر اُور رُوح کا اَثر جسم پر پڑتا ہے، اگر اِنسان کا دِل کسی صدمے اُور غم سے دوچار ہو تو جسم مرجھا جاتا ہے، چہرے سے جوانی کی بہار جلد خزاں میں بدل جاتی ہے اُور بالوں کی رنگت قبل از وقت چاندی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے ﴿اَلْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَم﴾ کہ غم آدھا بڑھاپا ہے۔

جنابِ رسالت مآب ﷺ کی داڑھی مبارک میں آپ ﷺ کے جاں نثاروں نے چند بال سفید دیکھے تو عرض کی

"اللہ کے رسول ﷺ آپ کے بالوں میں سفیدی بہت جلد آ گئی ہے"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:- ﴿شَیَّبَتْنِیْ ھُوْد﴾ (مجھے سورۃ ھود نے بوڑھا کر دیا ہے)

اس کے برخلاف اگر انسان خوش وخرم رہتا ہے اور اس کے دل میں کوئی صدمہ پنہاں نہیں ہوتا تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا چہرہ نکھرآ تا ہے، جسم میں تازگی اور چستی محسوس ہونے لگتی ہے سو انسان کی اس فطرتی کیفیت اور اس کے اس طبعی قانون کے مطابق اسلام نے نماز میں چند افعال و اقوال ایسے شامل کئے ہیں تاکہ وہ ظاہری ہیئتیں جن سے ادب کا اظہار ہوتا ہے اس کے باطن میں بھی یہ ہیئتیں وہی جذبات پیدا کر دیں اور اسکے بالمقابل روح کا تذلل اور انکسار ان حرکاتِ ادب کے پیدا کرنے کا موجب بنے پس نماز کے ظاہری افعال و اقوال مخصوص اوقات کی تعیین، قبلہ رو ہونا اور مقامِ قلب پر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، رکوع وسجود کرنا اور دوزانوں ہو کر بیٹھ جانا صرف قلبی کیفیت کو بدلنے کیلئے مقرر ہیں یا یوں کہیے کہ یہ تمام افعال قلبی کیفیات ہی کے نتائج وثمرات ہیں۔

نماز کی فضیلت وفرضیت

لوگوں کی فطری سطح اور مختلف ادوار میں مختلف تقاضوں کے مطابق شریعتیں بدلتی رہی ہیں لیکن نماز ہر شریعت میں واجب ومشروع رہی چنانچہ قرآنِ مجید کے مطالعہ سے یہ سربستہ راز بھی عیاں ہو جاتا ہے۔

۱۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام یوں دعا فرماتے ہیں:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ﴾ [۱]

اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا دے۔

۲۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے:

﴿وَکَانَ یَاْمُرُ اَھْلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ﴾ [۲]

وہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت شعیب علیہ السلام پر کفار کی طرف سے یوں طنز کیا گیا:

﴿قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾ [۳]

۱۔ سورۃ ابراھیم:۴۰

۲۔ سورۃ مریم:۵۵

۳۔ سورۃ ھود:۸۷

Marfat.com

کہنے لگے، اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ سکھلاتی ہے کہ ہم ان (بتوں) کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے تھے۔

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کیلئے حکم الٰہی:

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ [1]	ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اُس کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ مصر میں اپنی قوم کیلئے گھر بنادو اور اَپنے گھروں کو قبلہ (مسجد) بنا کر نماز کی پابندی کرو۔

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نماز کی فرضیت کا اِعتراف اُس عمر میں کیا جس عمر میں بچے بولا نہیں کرتے

اِنِّىْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا o وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا [2]	میں بے شک اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب عنایت فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے اور جہاں بھی رہوں مجھے مبارک بنایا ہے اور جب تک زندہ ہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں مشترکہ طور پر اِرشاد فرمایا!

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ [3]	اور ان سب کو ہم نے اِمام بنایا کہ ہمارے حکم سے ان کی ہدایت کرتے تھے ہم نے ان کے پاس نیک کام کرنے، نماز پڑھنے کی اور زکوٰۃ دینے کی وحی بھیجی تھی اور یہ سب ہماری ہی عبادت کیا کرتے تھے۔

۷۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی زندگی کے ایک حسین منظر کو قرآن کریم نے یوں دکھایا:

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّىْ فِى الْمِحْرَابِ﴾ [4]

فرشتوں نے اسے اس وقت پکارا جب وہ محراب میں نماز کی حالت میں کھڑے تھے۔

ان قرآنی آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز مختلف شریعتوں میں اور مختلف اَدوار میں موجود رہی ہے۔ انسانوں کے تقاضے ہر دور میں مختلف رہے ہیں اسی لئے شریعتیں بھی مختلف تھیں مگر نماز ہر دور کے انسانوں

---

[1] سورۃ یونس: ۸۷

[2] سورۃ مریم: ۳۰، ۳۱

[3] سورۃ الانبیاء: ۷۳

[4] سورۃ آل عمران: ۳۹

Marfat.com

کے تقاضوں کے مطابق تھی جس طرح ایمان باللہ ہر دور کے انسانوں کیلئے ضروری تھا، نماز بھی ہر دور کے ہر انسان کیلئے ضروری ہے اس آخری اِمت کیلئے بھی قرآن کریم کے سفر میں قدم قدم پر ﴿وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃ﴾ کے بورڈ آویزاں نظر آتے ہیں اس کی فرضیت کا یہ عالم ہے کہ بیماری کے عالم میں بھی جب آدمی بسترِ مرگ پر ایڑیاں رگڑ رہا ہو، اگر اس کے حواس قائم ہیں تو نماز اس پر بھی معاف نہیں ہے۔

اِرشادِ نبوی ﷺ ہے کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ عبادت نماز ہے:

۱۔ ﴿عنِ ابنِ مسعودٍ ؓ قَالَ سألتُ النبیَّ ﷺ ایُ الاَعمالِ أحبُّ اِلی اللہِ قال الصَّلٰوۃُ لِوقتِہا﴾ [۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے آپ ﷺ نے فرمایا! ''نماز کو اس کے وقت پر اَدا کرنا۔''

۲۔ مَن صلّٰی صَلٰوتَنا واسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنا واکلَ ذَبِیْحَتَنَا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ وذمۃ رسولہ [۲]

جس نے ہماری نماز پڑھی (طریقِ نبویؐ کے مطابق) اُور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اُور ہمارا ذبیحہ کھایا پس وہ مسلمان ہے، اُس کیلئے اللہ اور اُسکے رسول کا ذمہ ہے۔

۳۔ ﴿اُمرتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حتّٰی یَشْھَدُوا ان لااِلٰہ الا اللہُ وَاَنَّ محمدا رسُولُ اللہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْ تُوا الزَّکٰوۃَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذَالِکَ عَصَمُوْا مِنِّی دِمَاءَ ھُمْ وَاَمْوَالِھِمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلامِ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللہِ﴾ [۳]

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے (اس وقت تک) لڑتا رہوں جب تک کہ وہ ﴿لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌرَّسُولُ اللہِ﴾ کی گواہی نہ دیں اُور نماز قائم نہ کریں اُور زکوۃ نہ دیں جب وہ ایسا کرلیں تو ان کی جان اُور مال مجھ سے محفوظ ہوجائیں گے سوائے اِسلام کے حق کے اُور ان کا حساب اللہ کے سپرد ہے۔

۴۔ ﴿الصلٰوۃُ الخمس والجمعۃُ الی الجمعۃِ ورمضانُ الی رمضانَ مُکَفِّرَاتٌ لِما بینھن اِذا اجتنب الکبائر ....﴾ [۴]

پانچویں نمازیں، اِیک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، اِیک رمضان سے دوسرے رمضان تک ان تمام گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوں بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

[۱] بخاری، ج۱، ص۷۶، اتفق ... اصحاب الشعبہ علی اللفظ المذکور یعنی (علی وقتھا) وخالفھم علی بن حفص وھو شیخ صدوق من رجال مسلم فقال الصلاۃ فی اوّل وقتھا اخرجہ الحاکم والدار قطنی والبیھقی: فتح الباری

[۲] بخاری، ج۱، ص ۵۶ واخرجہ النسائی فی الایمان

[۳] بخاری، ج۱، ص۸: مسلم، ج۱، ص۳۷

[۴] مسلم، ج۱، ص۱۶۶ فی الطھارۃ والامام احمد فی مسندہ ۶۳/۲

۵۔ ﴿عَنْ اَبِی هُرِیرةَ ﷺ انّهٗ سَمِعَ رَسولَ الله ﷺ یَقُولُ اَرَأیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهراً بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْهِ کلّ یومٍ خمسًا ما تقولُ ذالک یَبْقٰی مِنْ دُرَنِهٖ قالوا لا یبقٰی مِنْ دُرَنِهٖ شیئاً قال فذالک مثل الصّلواتِ الخمسِ یمحُو اللهُ بها الخَطایَا﴾ [1]

حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنا،''فرماتے تھے تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو، جس میں روزانہ وہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر میل باقی رہے گی؟''صحابہ ﷺ نے عرض کیا، نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا! پس یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی ہے کہ اس کے جسم پر سے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

٦۔ حضرت انس ﷺ سے روایت ہے:

﴿قال النبیُّ ﷺ انّ احدَکم اذا صلّٰی یُناجِیْ رَبَّهٗ﴾ [2]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔

۷۔ مسند احمد کی روایت ہے حضرت ابوذر غفاری ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں کے موسم میں ایک مرتبہ باہر تشریف لے گئے اور درخت کی ٹہنی کو پکڑ کر ہلایا موسمِ خزاں کی وجہ سے پتے جھڑنے لگے آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر ﷺ! جب کوئی مسلمان خالصتاً رضائے الٰہی کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ بھی اس کے جسم سے اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس درخت کے پتے گر رہے ہیں۔ [3]

اولاد پر نماز کے لیے سختی

۸۔ اسلام کا ہر حکم بلوغت پر فرض ہوتا ہے آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین شخص مرفوع القلم ہیں ان میں سے ایک نابالغ بچہ ہے جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے اس پر کوئی گرفت نہیں ہے۔

اس کے باوجود نماز کی اہمیت کے پیشِ نظر قبل از بلوغت (کم سنی) میں اسے پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب ﷺ عن ابیہ عن جدہ سے مروی ہے کہ

---

[1] بخاری ج۱ ص۷٦، نسائی ج۱ ص۸۱، فتح الباری ج۲ ص۱۰

[2] بخاری، ج۱، ص۷٦

[3] رواہ احمد ج۵ ص۱۵۹ انظر مرعاۃ ج۲ ص۲۸۱

Marfat.com

﴿قال رسولُ اللہِ ﷺ مُروا اَولادَ کُم بالصلوٰۃِ وھم اَبناءِ سبعِ سنین واضربوا ھم علیھا وھم ابناء عشر سنین وفرّقوا بینھم فی المضاجع﴾ [1]

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو انہیں (نماز نہ پڑھنے پر) سزا دو نیز دس سال کے بچوں کو الگ الگ بستروں پر سلاؤ

۹۔ عن ابنِ عمرؓ قال قال رسولُ اللہ ﷺ الذی تفوتہ صلوٰۃ العصر فکأنّما وُتِرَ اھلُہ ومالُہ [2]

حضرت ابن عمرؓ سے رِوایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا!

جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہوگئی گویا کہ اُس کا اَہل وعیال اَور مال واَسباب (سب کچھ) لُٹ گیا۔

۱۰۔ حضرت سمرہ بن جندب ؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اما الذی یُثلغ رأسُہ بالحجرِ فانہ یأ خذ القرآن فیر فضہ وینام عنِ الصلوٰۃِ المکتوبۃِ......﴾ [3]

جس شخص نے قرآن یاد کر کے بھلا دیا اَور فرض نماز پڑھے بغیر سوجاتا ہو تو اس کا سر پتھر سے کچلا جائے گا۔

قرآنی آیات اَور احادیثِ صحیحہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نماز تمام فرائض میں سب سے اہم فریضہ ہے جو کسی بھی حال میں معاف نہیں ہے البتہ حائضہ اَور نفاس والی خاتون پر انہیں ایام میں نماز معاف ہے نماز کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم میں کثرت سے اس کی تاکید کی گئی ہے۔

اِسلام کے تمام اَحکام زمین پر بذریعہ جبریل علیہ السلام یا دیگر اقسامِ وحی سے اُتار دیے گئے لیکن نماز ایک واحد فریضہ ہے جسے زمین پر نازل نہیں کیا گیا بلکہ رسول اکرم ﷺ کو آسمانوں پر بلا کر تحفے کے طور پر پیش کیا گیا نماز کو یہ اِمتیاز بھی حاصل ہے کہ باقی تمام اَحکام صرف وحی کر دیے گئے لیکن نماز کیلئے دو دن تک برابر جبریل علیہ السلام آتے رہے اَور نماز کی عملی تربیت دی گئی۔

جبریل علیہ السلام نے دو دن مسلسل نماز پڑھائی جس سے اَوقات اَور طریقہ دونوں کی تعلیم فرمائی۔

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! دن میں دو مرتبہ کراماً کاتبین کی ذمہ داریاں (Duties) تبدیل ہوتی ہیں (فجر کے وقت اَور عصر کے وقت) جو فرشتے عصر کو آتے ہیں

---

[1] رواہ ابو داؤد والحاکم من حدیث عمر و بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وھما والترمذی والدارقطنی من حدیث عبد الملک بن الربیع بن سبرۃ الجھنی نحوہ، تلخیص الحبیر ج۱ ص۱۸۳

[2] رواہ بخاری ج۲ ص۳۷ ومسلم فی باب ما ذکر فی الذی تفوتہ صلاۃ العصر مستخرج، ج۲ ص ۲۱۹ والنسائی ج۱ ص ۴۶۱۰ والبیھقی فی السنن الکبری ج۱ ص۴۴۵ والبغوی فی شرح السنہ ج۲۱۳/۳۰۷۰ مستخرج علی صحیح مسلم ج۲ ص۲۱۹

[3] بخاری کتاب الجمعہ ح۱۰۷۵ ومسلم: الرؤیا ح۴۲۲۰ ومسند احمد (البصریین) ح۱۹۲۳۶

Marfat.com

وہ فجر میں چلے جاتے ہیں اور جو فجر میں آتے ہیں وہ عصر کو چلے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان فرشتوں سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا وہ بتاتے ہیں الٰہی جب ہم گئے تھے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم آئے تھے تو بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ [1]

یہ کس قدر عظمت کی بات ہے کہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی عدالت میں فرشتے آپکی اس عبادت کی گواہی دیتے ہیں جو آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر انجام دیتے ہیں اور ہمارے ہی معاشرے میں کتنے لوگ ایسے بھی ہونگے جن کے بارے میں فرشتے صرف دو ہی شہادتیں دیتے ہونگے کہ جب ہم گئے تھے تو وہ سو رہے تھے اور جب ہم واپس آئے تھے تو وہ کرکٹ کھیل رہے تھے۔

ع:- یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔

مقبول نماز

نماز کی مقبولیت کیلئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے ادا کی جائے۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ سنت نبوی ﷺ کے عین مطابق ادا کی جائے۔

چنانچہ رحمتِ عالم ﷺ کا اِرشاد ہے: ﴿صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي﴾ [2]

نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [3]

رسول کی اِطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

دوسری جگہ اِرشاد فرمایا: ﴿اَطِيعُوا اللهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا اَعْمَالَكُمْ﴾ [4]

اللہ کی اِطاعت کرو اور رسول کی اِطاعت کرو (ان کا خلاف کر کے) اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

واضح ہوا کہ پیغمبر کی مخالفت اعمال کی بربادی کے مترادف ہے اس لئے اپنے اعمال کا اجر کھرا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ وہ عمل ہادیِ برحق ﷺ کی پیروی میں کیا جائے۔

---

[1] اخرجه البخاری بلفظ ملائكة بالليل وملائكة بالنهار: رقم الحديث (٧٤٢٩) ومسلم فی كتاب المساجد ومواضع الصلاة الحديث (٢١٠) والنسائی باب فضل الصلاة الجماعة والامام مالك فی الموطا الحديث (٨٢) والامام احمد فی مسنده (٢) الحديث (١٠٣١٩)۔

[2] بخاری ج١ ص٨٨ كتاب الاذان

[3] سورة النور: ٥٦

[4] سورة محمد: ٣٣

Marfat.com

فی زمانہ بہت سے لوگوں کو یہ سوال کرتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص رفع الیدین نہ کرے تو کیا اس کی نماز نہیں ہوگی؟......، جو آمین بالجہر نہیں کہتا کیا اس کی نماز برباد گئی؟...... حالانکہ ختم المرسلین ﷺ نے نہایت ہی آسان اَنداز میں اس طرح کے ہر سوال کا اِیک ہی جواب دے دیا ہے کہ "نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے" یہ بالکل اَپنے مضمون میں واضح حکم ہے کہ امت پر میرا طریقہ لازم ہے اَور یہی وہ طریقہ ہے جس سے نماز مزین ہو کر اَپنے معبود کی نظر میں شرفِ قبولیت حاصل کرتی ہے۔

چنانچہ رسولِ خدا ﷺ نے جہاں ہم کو تمام اَحکامِ قرآن، اَپنے قول و فعل کی شکل میں دے دیئے ہیں وہاں نماز کا الٰہی حکم بھی آپ ﷺ نے عملی صورت میں ہم تک پہنچایا ہے۔ لہٰذا اِرشادِ ربانی ہے:

﴿مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ: جو کچھ تمہیں رسول دے اُسے لے لو﴾ [1]

کے تحت رسولِ اکرم ﷺ کا تفویض کردہ مکمل طریقہ نماز اس کی اپنی اصلی ہیئت کے ساتھ قبول کرنا ہر مسلمان کا لازمی فریضہ ہے درحقیقت اِسلام وہی کچھ ہے جو رسولِ اکرم ﷺ نے اَپنے ۲۳ سالہ دورِ نبوّت کی زِندگی میں قول و فعل اَور تقریر کی صورت میں پیش کیا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْناً فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ [2]

جو شخص (رسولِ اکرم ﷺ) کے لائے ہوئے اِسلام کے سوا کسی اَور دین کو تلاش کرے گا تو اس سے ہر گز قبول نہ کیا جائے گا تو پھر نبی کریم ﷺ کی سکھلائی ہوئی نماز کے خلاف اگر کوئی شخص نماز اَدا کرے گا تو وہ کیونکر قبول ہوگی؟

سنت کا نافرمان

بخاری شریف میں رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْ خُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى قِيْلَ وَمَنْ اَبٰى قَالَ مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى......﴾ [3]

میری اُمت کا ہر شخص جنت میں داخل ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے جنت میں جانے سے اِنکار کر دیا، پوچھا گیا کون اِنکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اِطاعت کی وہ جنت میں

---

[1] سورۃ الحشر: ۷

[2] سورۃ آل عمران: ۸۵

[3] رواه بخارى فى باب الاعتصام ج۲ ص ۱۰۸۱ واخرجه ايضاً الحاكم وقال هذا حديث صحيح على شرط شيخين ولم يخرجاه هذا وهم منه لانه اخرجه البخارى

Marfat.com

داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے (گویا) جنت میں داخلے سے انکار کر دیا۔

حضورِ اکرم ﷺ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی سنت سے منہ موڑنے والے گویا سنت سے منہ موڑنے والے نہیں ہیں بلکہ جنت سے منہ موڑنے والے ہیں۔

واضح ہوا کہ جس شخص نے رسولِ اکرم ﷺ کی غلامی کا طوق اپنے گلے سے اتار پھینکا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جنت میں جانے کے لائق ہی نہیں ہے، اس لئے مسلمانوں کو پیغمبر علیہ السلام کی نافرمانی سے خوف کرنا چاہئے اور اپنی ہر قسم کی عبادت اور زندگی کے دیگر طور طریقوں کو سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق گزارنا چاہئے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نجات دہندہ قرار پاسکیں۔

اور نبی کریم ﷺ کی سنت سے محبت ہمیں جنت میں نبی کریم ﷺ کی رفاقت عطا کرے گی۔

چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

✓ ﴿مَنْ أَحَبَّ سُنَّتِيْ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ وَمَنْ أَحَبَّنِيْ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ﴾ [1]

جس نے میری سنت سے محبت اُس نے مجھ سے محبت کی
اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ساتھ ہوگا۔

یہ فرمان ہمیں یہ ترغیب دیتا ہے کہ پیارے رسول ﷺ کی پیاری سنتوں سے محبت کریں حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھیں، انھیں اپنائیں، دِل میں بسائیں، گھر میں سجائیں اور ہر قیمت پر عمل میں لائیں۔

ترکِ نماز پر وعید

رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے معاذ! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے''

انھوں نے کہا! اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا!

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں (جب وہ ایسا کرلیں تو پھر) بندوں کا اللہ پر حق یہ ہے کہ وہ ان کو سزا نہ دے۔ [2]

نماز دراصل وہ ذریعہ ہے جس سے انسان اپنا مقامِ عبدیت پہچانتا ہے اور مالک کے حضور سجدہ ریز ہو کر مالک کا حق ادا کرتا ہے اس کے ترک کرنے پر بندہ اپنے مالک کا حق ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

[1] ترمذی فی العلم ۲/۹۶

[2] بخاری کتاب الجهاد والسير: ح ۲۶٤٤ و مسلم كتاب الايمان، ترمذی، ابو داود، ابن ماجه

Marfat.com

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

﴿بَیْنَ الْعَبْدِ وَبَیْنَ الْکُفْرِ تَرْکُ الصَّلٰوۃ﴾ [1]

بندے اُور کفر کے درمیان فرق صرف نماز کا ہے۔

یعنی جس نے نماز ترک کی وہ کفر سے منسلک ہوا دوسری حدیث جو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اس کے الفاظ یہ ہیں!

﴿اَلْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ﴾ [2]

ہمارے اوراُن کے درمیان نماز کا عہد و پیمان ہے پس جس نے اِسے ترک کیا اُس نے کفر کیا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی:

﴿لاتترک صلوۃ مکتوبۃ متعمداً فمن ترکھا متعمداً فقد برأت منہ الذمّۃ﴾ [3]

جان بوجھ کر کبھی نماز ترک نہ کرنا کیونکہ جس نے جان بوجھ کر اسے ترک کیا وہ شک کے ذِمّہ سے نکل گیا۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا﴾ [4]

(ان نیک لوگوں کے بعد) ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اُور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے ایسے لوگ عنقریب دوزخ میں داخل ہونگے۔

دوسری جگہ اِرشاد فرمایا:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ﴾ [5]

اگر کافر توبہ کرلیں اُور نماز قائم کریں اُور زکوٰۃ دیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کہ دینی بھائی بننے کیلئے نماز اُور زکوٰۃ کی ادائیگی شرط ہے۔

---

[1] اخرجہ مسلم فی الایمان ۲/۶۹ باب الطلاق الکفر علی تارك الصلاۃ ، وابن ماجہ فی باب ماجاء فیمن ترك الصلاۃ ج۱ ص۷۵ وامام احمد فی مسندہ ۲/۴۴۳ انظر المستخرج علی صحیح مسلم ج۱ ص۱۵۹

[2] رواہ الترمذی تحفہ الاحوزی ج۷ ص۳۰۸ ،ابن ماجہ ج۱ ص۷۵

[3] ابن ماجہ من حدیث ابی الدرداء ورواہ الحاکم فی المستدرك من طریق جبیر بن نفیر وغیرہ تلخیص الحبیر ج۲ ص۱۴۸

[4] سورۃ مریم:۵۹

[5] السورہ التوبہ:۱۱

تارکِ نماز کا حکم

بے نماز کے کافر ہونے پر تمام صحابہ کرام نے اتفاق کیا چنانچہ عبداللہ بن شقیقؒ بیان کرتے ہیں:

﴿كان اصحاب رسولِ الله ﷺ لا يرون شيأ مِن الاعمال تركه كفر غير الصلوٰة﴾ ۱

تمام صحابہ کرام نماز کے علاوہ کسی چیز کے ترک کو کفر خیال نہیں کرتے تھے۔

لہٰذا نماز ایک ایسا عمل ہے جس کے ترک کا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں ہے، کیونکہ حج اور زکوٰۃ مالداروں پر فرض ہیں، روزے تندرست پر فرض ہیں، جب کہ نماز کیلئے کوئی عذر نہیں ہوسکتا مثلاً اگر بیمار ہے تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ نہیں سکتا تو لیٹ کر اشارے سے پڑھے، لیکن ترک کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

مسند احمد کی روایت ہے رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿الجفاء كل الجفاء والكفر والنفاق من سمع منادى الله فلا يجيبه﴾ ۲

سب سے بڑا ظلم، سب سے بڑا کفر اور سب سے بڑا نفاق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منادی کرنے والا اذان دے اور سننے والا اسے سن کر قبول نہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿من حافظ عليها كانت له نوراً وبرهاناً ونجاتاً يوم القيامة ومن لم يحافظ عليها لم تكن له نوراً وبرهاناً ولا نجاتاً وكان يوم القيامة مع قارون وفرعون وهامان وابى بن خلف﴾ ۳

جو شخص نماز کی حفاظت کرتا ہے تو اس کیلئے نماز باعثِ روشنی، برہان اور نجات کا سبب ہوگی اور جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اُس کیلئے نہ نور ہوگا، نہ برہان اور نہ نجات ہوگی نیز قیامت کے دن اُس کا حشر قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

مذکورہ روایت سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ترک نماز بہت بڑے نقصان کا موجب ہے لہٰذا ہر مسلمان کو اس کی حفاظت اور مداومت کرنی چاہئے اور اگر تقاضائے بشری سے کبھی شیطان کا غلبہ ہو بھی جائے تو فوراً نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اس فریضے کو ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے بندوں پر بے حد مہربان اور بے حد شفقت فرماتا

---

۱ رواه الترمذى تحفة الاحوزى ج۷ ص۳۰۹ ورواه الحاكم من هذا الوجه تلخيص الحبير ج۲ ص۱۴۹

۲ مسند امام احمد ج۵ ص۳۱۱

۳ الدارمى :رقم ۲۷۱۷ ص۲۰۸ ج۱ واحمد فى مسنده ج۲ ص۵۷۴ مسند عبد الله بن عمرو بن العاص

Marfat.com

ہے حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک خاتون اَپنے دو بچوں کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے گھر میں داخل ہوئی یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا، خاتون نے عرض کیا میں بھوکی ہوں اَور میرے بچے بھی بھوکے ہیں، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا عائشہ! کچھ ہوتو اِسے دے دو،

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تین کھجوریں دے دیں اُس نے ایک ایک کھجور اَپنے دو بچوں میں تقسیم کردی اَور باقی ماندہ ایک کھجور اَپنے منہ کی طرف لے جانے لگی دونوں بچوں نے اَپنے اَپنے حصے کی کھجور اَپنے منہ میں ڈال کر اپنی ماں کے ہاتھ کو پکڑلیا اَور مطالبہ کیا کہ یہ کھجور بھی ہمیں دیں اُس ماں نے اُس کھجور کے دو حصے کئے اَور آدھی آدھی دونوں بچوں کو تقسیم کردی اَور خود بھوکی رہ گئی۔

جناب رسالت مآب ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا "عائشہؓ! تونے دیکھا، اِس ماں کو اَپنے بچوں سے کتنا پیار ہے۔ عرض کی ہاں اللہ کے رسول ﷺ! اِسے اپنی اولاد سے بہت محبت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا! عائشہ! قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جتنی محبت یہ ماں اَپنے بچوں سے کرتی ہے اللہ تعالیٰ اَپنے بندوں سے اِس سے بھی کہیں زیادہ پیار کرتا ہے۔"

غالباً اسی پیار کا یہ نتیجہ ہے کہ اگرچہ ہم گناہوں کی دلدل میں گھرے ہوئے ہیں لیکن اُس نے تا حال روزی کے دروازے ہم پر بند نہیں کئے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿خمس صلوٰتٍ اِفترضَ هُنّ الله تعالیٰ مَن احسن وضوء هُنّ صلاهنّ لِو قتهِنّ واتمّ ركوعهُنّ وخشوعهُنّ كان له عَلَى اللهِ عهد ان يَغْفِرَ لَهُ ومَن لَمْ يفعلْ فليس لهُ على اللهِ عهد اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وانْ شاء عَذَّبَهُ﴾ [1]

پانچ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے پس جس شخص نے ان نمازوں کیلئے اچھی طرح وضو کیا اَور اُنھیں پانچ وقتوں میں اَدا کیا، رکوع کو خوبی کے ساتھ ادا کیا اَور حضورِ قلب سے نماز کو اَدا کیا اُس کیلئے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اُسے بخش دے گا اَور جس نے ایسا نہ کیا اس کیلئے کوئی وعدہ نہیں اگر اللہ چاہے تو اُس کو بخش دے اَور اگر چاہے تو اُس کو عذاب دے۔

---

[1] رواه احمد ٥/٤١٧ وابوداؤد ١/٢٠١ كتاب الصلاة باب فى من لم يوتر و رواه مالك فى الموطا ١/١٠٨ والنسائى نحو فى كتاب الصلاة باب المحافظة على الصلوٰة الخمس ١/٢٣٠ وابن ماجه كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها باب ماجاء فى فرض الصلوات الخمس والمحافظه عليها ١/١٤٠ عن عبادة بن الصامت القيس ١/ ٢٨٣

تارکِ نماز کے حکم کے بارہ میں مؤخرالذکر حدیث کی بناء پر علماء کے مابین اختلاف ہے جن کے نزدیک تارک نماز کافر ہے ان کے دلائل وہ تمام روایات وقرآنی آیات ہیں جنہیں ہم ''ترک نماز پر وعید'' کے عنوان اور ''تارک نماز کے حکم'' کے عنوان کے تحت درج کر چکے ہیں (صفحہ نمبر ۴۵،۴۶ پر ملاحظہ فرمائیں)

اور جن علماء نے تارک نماز کے کافر ہونے کے خلاف فتویٰ دیا ہے اُن کے نزدیک حضرت عبادہ بن صامت ؓ کی حدیث دلیل ہے کہ اگر ترکِ نماز سے آدمی کافر ہو جاتا تو پھر ﴿اِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُ﴾ اور ﴿اِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ﴾ کے الفاظ بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں کیونکہ کافر ومشرک کیلئے بخشش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کی صراحت قرآن کریم میں مختلف مقامات پر فرمادی گئی ہے۔

بے نماز کیلئے ﴿اِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُ﴾ (اگر اللہ چاہے تو اسے بخش دے) کے الفاظ اسے کفر کے فتویٰ سے بے نیاز کرتے ہیں علاوہ ازیں رسولِ اکرم ﷺ کی ! ایک اور حدیث جس میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ ﷻ اپنے حقوق چاہے تو معاف فرمادے لیکن حقوق العباد ہرگز معاف نہیں فرمائے گا جب تک کہ متعلقہ شخص خود اپنا حق معاف نہ کردے اور نماز خالصتاً حقوق اللہ میں سے ہے۔

البتہ وہ روایات جن میں کفر کے الفاظ بالصراحت وارد ہوئے ہیں وہ تنبیہا ہیں تا کہ لوگ اس اہم فریضے سے غافل نہ ہوں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

باجماعت نماز کی فضیلت

۱۔ حضرت عثمان ؓ سے مروی ہے کہ جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اس کو آدھی رات کے برابر قیام کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی اسے تمام رات قیام کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ [۱]

۲۔ حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا!

﴿صلوٰةُ الجماعةِ تفضل صلوٰة الفذِ بسبع وعشرينَ درجةً﴾ [۲]

جماعت کی نماز تنہا نماز سے ثواب میں ستائیس درجے زیادہ ہوتی ہے۔

---

[۱] اخرجه مسلم فی کتاب المساجد ومواضع الصلاة ج۱ ص٤٥٤ الحديث ٢٦٠ والترمذی فی الصلاة ج۱ ص٤٣٣ الحديث ٢٢١ والدارمی الحديث ١٢٢٣

[۲] اخرجه البخاری فی الأذان ج۲ برقم ٦٤٣ ومسلم فی کتاب المساجد ومواضع الصلوة ١/٤٥٠ الحديث ٢٤٩، ٦٥٠ والنسائی فی الامامة ج۲ ص٨٠ والموطاء ج۱ ص١٢٩ والامام احمد فی مسنده ٢ الحديث ٥٣٣١ بلفظ البخاری المستخرج علی صحيح مسلم

Marfat.com

۳۔ ﴿عن ابی هريرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ اذا أقيمت الصلوٰة فلا صلوٰة الا المكتوبة﴾ [۱]

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا!

جب تکبیر کہی جائے تو اس وقت فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں ہوتی۔

نوٹ:۔ بعض لوگ فرض نماز کے کھڑے ہو جانے کے بعد الگ سے اپنی سنتیں پڑھتے رہتے ہیں جو حدیث کی صریحاً خلاف ورزی ہے تکبیر کے بعد اپنی سنتیں وغیرہ چھوڑ کر فوراً فرض نماز میں شامل ہو جانا چاہئے اور چھوڑی ہوئی سنتوں کو فرضوں کے بعد دوبارہ پڑھ لینا چاہئے۔

۴۔ ﴿عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا استأ ذنت امرأة احدكم الى المسجد فلا يمنعنّها﴾ [۲]

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔

۵۔ عَن اِبُن عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوُلَ اللهِ ﷺ لا تَمُنَعُوُا نِسَاءَ کُمُ الُمَسَاجِدَ وَبُيُوتَهُنَّ خَيُرٌ لَّهُنَّ [۳]

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا!

عورتوں کو مسجد میں جانے سے نہ روکو، البتہ ان کے گھر ان کیلئے زیادہ بہتر ہیں۔

مندرجہ بالا ہر دو روایات سے معلوم ہوا کہ عورتوں پر مسجد کی حاضری مردوں کی طرح فرض نہیں ہے البتہ اگر کوئی خاتون مسجد میں آنا چاہے تو اسے رخصت ہے (وہ مسجد میں آسکتی ہے) مگر خوشبو اور بے پردگی سے گریز کرے۔

نوٹ:۔ تفصیلی بحث درکار ہو تو ہماری کتاب ''خیر خواہی'' میں صفحہ نمبر ۴۶ تا ۵۲ کا مطالعہ ان شاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔

۶۔ عَن اَبِی الدَّرُدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مامن ثَلٰثَةٍ فی قريةٍ وَلا بدوٍ وَلاتقام فيهم الصَّلوٰة الا قداستحوذَ عَلَيهِمُ الشَّيطٰنُ فعليک بِالُجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَاُكل الذِّئبُ الُقَاصِيَةَ [۴]

---

[۱] مسلم فی کتاب صلاة المسافرین وقصرها ج۳ الحدیث ۶۳ ، ۷۱۰ ص۴۹۳

[۲] فتح الباری فی النکاح و مسلم فی کتاب الصلاة ج۱ ص۳۳۶ والنسائی فی الکبری فی کتاب المساجد ۱/۲۶۰ والدارمی فی کتاب الصلاة ۱/۳۳۰ والامام احمد فی مسنده ۲/۱۳ وابن خزیمة ۳/۹۰ الحدیث ۱۶۷۷

[۳] ابو داؤد ج۱ ص۸۴ فی الصلاة رواه ابو داؤد فی الصلاة واصله فی الصحیحین بدون قوله ﴿وبیوتهن خیر لهن﴾ وهذا الزیارة اخرجها ابن خزیمة فی صحیحه والحاکم ج۱ ص۲۰۹ وصححه والبیهقی ۳/۱۳۱ مرعاة

[۴] ابو داؤد ج۱ ص۸۱ فی الصلاة وکذا احمد والنسائی غن ابی الدرداء......الخ رواه ابو داؤد فی الصلاة باب التشدید فی ترک الجماعة ۱/۸۱ والحاکم ۱/۲۴۶ والبیهقی ۳/۵۴ وکذا النسائی وابن خزیمة واحمد۔

حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

جس بستی یا گاؤں میں تین آدمی رہتے ہوں اور وہ (آپس میں) جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان اس طرح حملہ آور ہوتا ہے جس طرح ریوڑ سے الگ ہوجانے والی بھیڑ پر بھیڑیا حملہ کرتا ہے۔

۷۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا!

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے یہ قصد کرلیا تھا کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کیلئے اذان دی جائے، میں کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور خود ان لوگوں کے گھروں کو ان سمیت آگ لگادوں جو مسجد میں نہیں آئے۔ [1]

جماعت سے نماز پڑھنے کے فوائد

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

۱۔ باجماعت نماز سے اسلامی اتحاد، تنظیم اور اس کی اطاعت کی اہمیت واضح ہوتی ہے اسلام کے غلبہ کیلئے اجتماعی کوششوں کی فکر فروغ پاتی ہے باہمی الفت و تعاون اور ہمدردی کا سبق ملتا ہے اور ان اسباب کو مسلمان باجماعت نماز کی شکل میں دن میں پانچ مرتبہ دہراتے ہیں، بار بار اکھٹے ہونے سے ایک دوسرے سے تعارف ہوتا ہے ایک دوسرے کے دکھ درد کا پتہ چلتا ہے غریبوں اور حاجت مندوں کے کام آنے کے مواقع میسر آتے ہیں۔

۲۔ انسان فطرۃً اجتماعی ہے جسے اللہ جل جلالہ نے اجتماعی زندگی گزارنے کیلئے پیدا کیا ہے یعنی ہر انسان کے فطری تقاضے کچھ اس طرح ہیں کہ وہ دوسروں کے ساتھ رہنے پر مجبور ہے۔

بطورِ مثال:۔

ہر انسان میں خالقِ انسان نے جنسی طاقت ودیعت فرمائی ہے تاکہ نوعِ انسانی کی بقاء کی ضمانت فراہم ہوسکے انسان اس فطری تقاضے کے مطابق ازدواجی زندگی گزارنے پر مجبور ہے اور نتیجتاً وہ صاحبِ اولاد ہو جاتا ہے اولاد سے محبت بھی فطرت میں ودیعت فرمائی گئی ہے۔

اس طرح خاندان کی تشکیل وجود میں آجاتی ہے دینِ فطرت نے انسانی ضرورت کے پیشِ نظر تربیت کے احکام کو بھی اجتماعیت کے مقاصد کو سامنے رکھ کر تدوین فرمایا ہے مثلاً اسلامی شریعت نے صلہ رحمی، بھائی

[1] بخاری ج۱/ص۸۹، والموطا کتاب الندا للصلاۃ والدارمی کتاب الصلاۃ

Marfat.com

چارہ، ہمسائے کے حقوق، مساوات اور رہبانیت کے حرام ہونے اور مسلمان کے باہمی اُمور کو اہمیت دینے کیلئے اِسطرح کے اجتماعات کو اِسلامی زِندگی کا لازمی جُز بنا دیا ہے، اِسلامی اِجتماعیت کے اس فلسفہ کو سمجھ لینے کے بعد مغربی تمدن کے اِجتماعات کے مزاج اور روح میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔

مغربی اِجتماعات

یہ اِجتماعات کلبوں، ہوٹلوں، سینما گھروں اور رقص و سُرود کی محفلوں کی شکل میں منعقد ہوتے ہیں، ان میں سے کوئی اجتماع ایسا نہیں ہے جو انسانی فطرت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو، اولمپک کھیل کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے یہ لوگ کہتے ہیں!''اس سے انسانوں میں ربط پیدا ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے متعارف ہونے کا موقع میسّر آتا ہے'' دنیا جانتی ہے کہ اولمپک کھیل ہوں یا دوسرے کھیل، کلب ہوں یا سینما گھر، ان میں کون سے انسانی مسائل حل کیے جاتے ہیں؟ اور ان کھیلوں پر مظلوم عوام کے اربوں ڈالر خرچ کر کے ان اِجتماعات سے انسان کو کیا دیا جاتا ہے؟ جبکہ اِسلامی اِجتماعات جن جن مقامات پر منعقد ہوتے ہیں ان میں ایک فلسفہ، ایک معنویت، ایک درس اور ایک تحریک موجود ہوا کرتی ہے۔ نمازِ پنجگانہ کی جماعت، جمعہ کا اِجتماع، عیدین کا اِجتماع اور حج کا اِجتماع ہمارے دعوے کا بیّن ثبوت ہیں۔

اِمام کے بغیر جماعت نہیں

جماعت کی نماز آپ کبھی بھی اِمام کے بغیر نہیں پڑھ سکتے ہیں حتّی کہ دو آدمی بھی مل کر نماز پڑھیں گے تو ایک اِمام ہوگا اور دوسرا مقتدی، جماعت کھڑی ہو جائے تو اس سے الگ ہو کر نماز پڑھنا سخت ممنوع ہے بلکہ ایسی نماز ہوتی ہی نہیں،

حکم یہ ہے کہ جو بھی آتا جائے وہ اس اِمام کے پیچھے جماعت میں شریک ہوتا جائے یہ سب چیزیں محض رسمی نہیں ہیں بلکہ ان میں آپ کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ مسلمان کی حیثیت سے زِندگی بسر کرنی ہے تو اس طرح جماعت بن کر رہو، تمہاری جماعت، جماعت ہی نہیں ہوسکتی جب تک کہ تمہارا کوئی اِمام نہ ہو اور جماعت بن جائے تو اس سے الگ ہونے کے معنی یہ ہیں تمہاری زِندگی مسلمانوں کی سی زِندگی نہیں رہی گویا با جماعت نماز تنظیم سازی کی عملی تربیت ہے۔

Marfat.com

نماز اَور شخصیت سازی

اَسباب وعلل کی اس دنیا کو روزانہ مختلف حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کبھی اسے کامیابی حاصل ہوتی ہے تو کبھی ناکامی، کامیابی کی صورت میں خوش ہونا اَور ناکامی کی صورت میں غمگین ہونا ایک قدرتی عمل ہے لیکن انسان اگر مضبوط شخصیت کا مالک ہو تو وہ خوشی کے عالم میں آپے سے باہر ہوتا ہے اَور نہ ہی ناکامی کی صورت میں بدحواس ہوتا ہے، نفع کی صورت میں خدا کا شکر بجالاتا ہے اَور نقصان کی صورت میں صبر کا دامن تھام لیتا ہے، قرآن کریم میں ایک مضبوط انسان کی یوں تعریف کی گئی ہے!

﴿لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ﴾[1]

تا کہ جب کوئی چیز تم سے جاتی رہے تو تم اسکا رنج نہ کرو

اَور جب کوئی چیز تمہیں حاصل ہو تو اس پر اِترایا نہ کرو۔

کامیابی کی صورت میں خوش ہونا، ناکامی کی صورت میں ناخوش ہونا تو ایک طبعی امر ہے، بے ثبات انسان وہ ہے جو بدلتے موسم کی طرح اَپنے اُصول بدلتا رہے آرام وآسائش کی صورت میں یہ زِندگی اسے بہت بھلی لگے اَور معمولی حادثہ پیش آنے پر یہی زِندگی اس کیلئے عذاب بن جائے، ہر شخص کی شخصیت کو فقر وفاقہ، تنگدستی وخوشحالی، صحت وبیماری، محبت اَور عداوت کے متضاد آئینوں میں پہچانا جاتا ہے

ایک دن انسان کو اَپنا بچھڑا ہوا محبوب نظر آتا ہے تو زِندگی جنت نعیم بن جاتی ہے،

اَور دوسرے دن اَپنا عزیز بیٹا بیمار ہوتا ہے تو وہی زِندگی عذابِ جحیم بن جاتی ہے،

ایک دن کاروبار میں نفع ہوتا ہے تو خوشی سے پھول جاتا ہے،

دوسرے دن خسارہ ہوتا ہے تو خوشی کے اس غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے۔

لہٰذا ہر انسان کو اپنی زِندگی میں بے پناہ ناکامیوں اَور کامیابیوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، ان حالات کا مقابلہ کرنے اَور مشکلات کے مقابلے میں چٹان کی طرح مضبوط انسان بننے کی ضرورت ہے، تا کہ سکون و آرام کی زِندگی گزار سکے۔

قرآن کریم اس کا جو طریقہ بتاتا ہے وہ طریقہ خیر وشر کے تصور اَور اس کے معیار کے تعین میں مضمر ہے۔

ہم مال ودولت کی فراوانی کو خیر اَور اس کی قلت کو شر تصور کرتے ہیں جب کہ یہ چیزیں خام مال کی طرح ہیں جنہیں ہم خیر وشر میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم کے نزدیک با اُصول ثابت قدم اَور صابر انسان کے آٹھ اوصاف ہیں آپ کو تعجب ہو گا کہ ان اوصاف میں بنیادی (پہلی) اَور آخری صفت نماز سے مربوط ہے۔

[1] سورۃ الحدید:۲۳

اِرشادِ الٰہی ہے:-

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا o اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا o وَ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا o اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ o الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ o وَالَّذِيْنَ فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ o لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ o وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ o وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ o اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ o وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ o اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ o فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ o يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ o [1]

ترجمہ:- بے شک انسان بڑا لالچی اور بے صبرا پیدا ہوا ہے جب اسے کوئی تکلیف چھو جائے تو گھبرا جاتا ہے اور جب آسودگی ملے تو بخیل بن جاتا ہے سوائے ان نمازگزاروں کے جو (درج ذیل اوصاف کے حامل ہیں)

۱۔ اپنی نماز پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔

۲۔ اور جن کے اموال میں سائل اور محروم کیلئے ایک حصہ مقرر ہے۔

۳۔ اور جو لوگ روزِ قیامت کی تصدیق کرتے ہیں۔

۴۔ اور جو لوگ اپنے رب کے عذاب سے خائف رہتے ہیں۔

۵۔ اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے البتہ اُن میں اُن کی ملامت نہیں کی جائے گی، جو ان کے سوا اوروں کی خواہش کرتے ہیں وہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں

۶۔ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد و پیمان کا لحاظ رکھتے ہیں۔

۷۔ اور وہ لوگ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔

۸۔ اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ جنت میں عزت والے ہیں۔

ان آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نمازی شخص تکلیف کی صورت میں نہیں گھبراتا اور

---

[1] سورۃ المعارج آیت ۱۹ تا ۳۵

Marfat.com

آسودگی کی صورت میں اس میں تبدیلی نہیں آتی یعنی گردشِ روزگار نمازی کی مضبوط شخصیت پر اثر انداز نہیں ہوسکتی وہ ہر حالت میں پُرسکون اَور اَپنے پروردگار کے فیصلوں پر راضی رہتا ہے۔

اِرشادِ اِلٰہی ہے:۔

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ یعنی مدد حاصل کرو صبر اَور نماز سے۔[1]

درحقیقت اللہ کی طرف رجوع کرنے اَور اُس ذاتِ عظیم پر تکیہ کرنے سے انسان میں قوت اَور ثبات پیدا ہوتا ہے اَور ہر مصیبت میں گرفتاری کے بعد نماز ہی وہ ذریعہ ہے جہاں انسان کے دِل کو سکون ملتا ہے فرض نمازوں کی ادائیگی باجماعت فرض ہے اسے ہر صورت جماعت کے ساتھ اَدا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے البتہ سنت اَور نوافل وغیر گھر میں پڑھنے مسنون ہیں۔

جنابِ رسالت پناہ ﷺ کا فرمان ہے کہ

''گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔'' [2]

اس سے مراد فرض کے علاوہ نمازیں ہیں کہ انہیں گھروں میں پڑھتے رہنا چاہئے تاکہ گھر والوں کو اَور چھوٹے بچوں کو بھی اُس کی عادت پڑے اَور ہمارے گھر بھی برکتوں اَور رحمتوں کے گہوارے بن جائیں اَور دیکھنے والے کو بھی اندازہ ہو کہ یہ کسی مسلم کا گھر ہے۔

نماز کے سبب جہاں اپنی جسمانی نظافت وطہارت کا انسان خیال رکھے گا وہاں لامحالہ اُس جگہ کی صفائی کا بھی لازمی خیال رکھے گا جہاں اُس نے نماز اَدا کرنی ہے جس کے نتیجے میں جسم، لباس اَور گھر سب صاف ستھرے اَور پاک رکھے جائیں گے۔

---

1. سورۃ البقرۃ:۵:٤٥

2. رواہ ابوداؤد ٢٠٤٢ و مسند احمد ٢ /٣٦٧ و ابن ابی شیبۃ ٢/٢٥٦ و مشکوۃ ص ٩٢٦ کما فی اطراف الحدیث ج٧ ص ٧٢

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

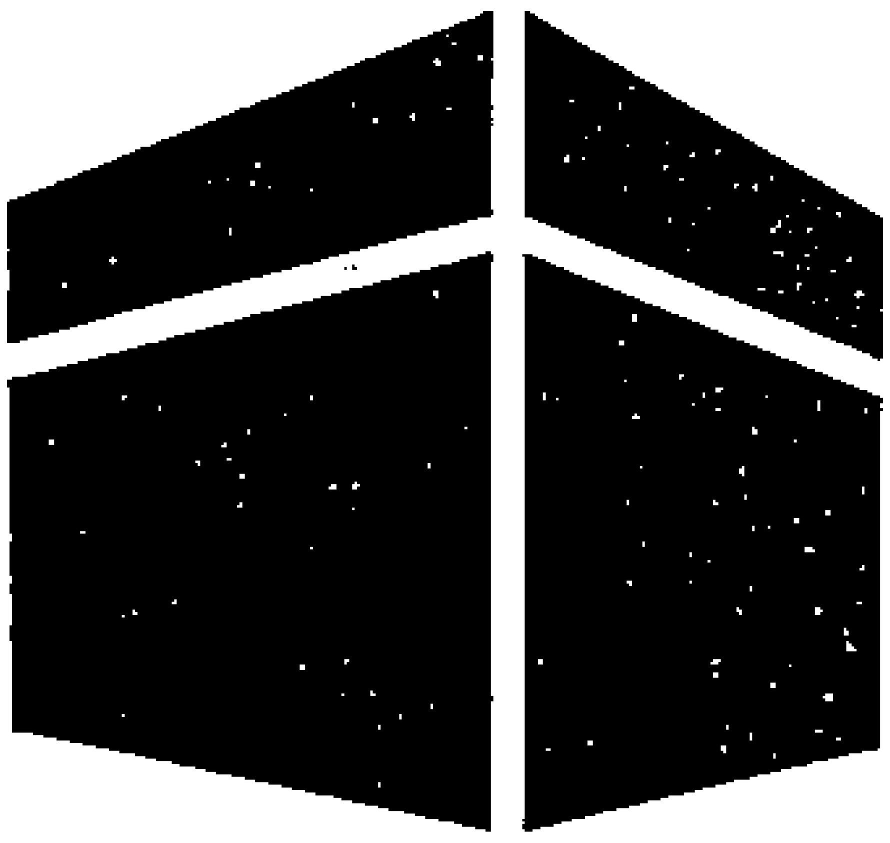

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۲

طہارت

فرمانِ الٰہی

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ

بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ سبحانہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے

(سورۃ البقرہ:۲۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں،
محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں
اللہ کے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طہارت

مذاہبِ عالم میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو پاکیزگی اور طہارت کو نہ صرف اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے بلکہ اسے جزوِ ایمان قرار دیتا ہے۔

جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا!

﴿اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِيْمَانِ﴾ [1] پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔

خالقِ ارض وسماء کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ [2]

بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

سورۃ مائدہ میں ارشاد ہوا ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا﴾ [3]

اگر تم جنابت (ناپاکی) کی حالت میں ہو تو غسل کر کے پاک صاف ہو جاؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُوْرَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ﴾ [4]

(رحمت کے) فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس گھر میں تصویر، کتا یا جنبی آدمی ہو۔

---

[1] اخرجه مسلم فی کتاب الطهاره ج۱ ص۲۰۳ الحدیث ۲۲۳
والترمذی فی الدعواة ۵/۳۵ رقم الحدیث ۳۵۱۷ والدارمی فی المقدمه ۱/۱۷۴، رقم الحدیث ۶۵۳

[2] سورۃالبقره: ۲۲۲

[3] سورۃالمائده: ۶

[4] رواه ابوداؤد فی الطهارة ج۱ ص۳۰ باب فی الجنب یؤخر الغسل والنسائی واخرجه ابن ماجه ولیس فی حدیثه ولا جنب

Marfat.com

اس حدیث کو سامنے رکھیں اور دیکھیں کہ کہیں ہم نے اپنے گھروں کے دروازے رحمت کے فرشتوں پر بند تو نہیں کر دیے؟

کتنے کلمہ پڑھنے والے ایسے ہیں جو غسلِ جنابت کے نام سے بھی واقف نہیں ہیں اور کتنے مسلمان ایسے ہیں جو پاکی و پلیدی کے مسائل سے شناسا نہیں ہیں، ایک مسلمان ہونے کے ناطے ان احکام سے آگاہی ضروری ہے جو شارع علیہ السلام نے اس ضمن میں صادر فرمائے ہیں۔

بول و براز کے آداب و مسائل

۱۔ بیت الخلاء میں داخل ہوں تو پہلے بایاں قدم داخل کریں۔ [۱]

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہونے کا قصد کرتے تو فرماتے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ﴾ [۲]

اے اللہ! میں بے شک تیری پناہ پکڑتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔

۳۔ پاخانہ بیٹھتے وقت قبلے کی طرف نہ تو منہ ہو اور نہ پیٹھ (اگر سامنے دیوار قریب ہو تو جائز ہے)۔ [۳]

۴۔ گوبر، ہڈی اور کوئلے سے اِستنجا نہ کیا جائے۔ [۴]

۵۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لعنت کے دو کاموں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا وہ کیا ہیں؟''
آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کے راستے میں یا سایہ دار درختوں کے نیچے پاخانہ کرنا''۔ [۵]

---

[۱] مستدرك حاكم كتاب الصلاة رقم الحديث ٧٩١ عن انس ابن مالك

[۲] اخرجه بخارى فى كتاب الوضو ٢٩٢/١ الحديث ١٤٢ ومسلم فى كتاب الحيض ٢٨٣/١ الحديث ٣٧٥/١١٢ وابوداود فى كتاب الطهارة ج١ ص٢ الحديث ٤ والترمذى فى كتاب الطهارة ١٠/١ الحديث ٥ والامام احمد فى مسنده ج٣ ص١٢ الحديث ١١٩٥٣ انظر ارواء الغليل للالبانى ج١ ص ٩١/٩٠

[۳] بخارى ج١ ص٢٦، ابوداود كتاب الطهارة، ابن ماجه كتاب الطهارة، الدارمى كتاب الطهارة، مسند احمد

[۴] دارقطنى ص٨٠ وابوداؤد ج١ ص٣٩ والبيهقى ج١ ص١٠٩

[۵] اخرجه مسلم فى كتاب الطهارة ج١ ص٢٢٦ الحديث ٢٦٩ وابوداؤد فى كتاب الطهارة ٧٠٦/١ الحديث ٢٥ والامام احمد فى مسنده ج٢ ص٤٩٣ الحديث ٨٨٧٥ انظر المستخرج على صحيح مسلم ص٣٢٤ ج١.

Marfat.com

۶۔ دائیں ہاتھ سے ہرگز استنجا نہ کیا جائے۔ [۱]

۷۔ استنجے میں تین پتھر یا ڈھیلے استعمال کئے جائیں۔ [۲]

۸۔ (اگر بیت الخلاء کا انتظام نہ ہو) تو آبادی سے دور جانا چاہئے تاکہ لوگوں کی نظر نہ پڑے۔ [۳]

۹۔ کیڑے مکوڑوں کے سوراخوں (بلوں) میں پیشاب نہ کیا جائے۔ [۴]

۱۰۔ بیت الخلاء میں بیٹھ کر کلام نہ کیا جائے۔ [۵]

۱۱۔ بول و براز کے دباؤ کے وقت نماز نہ پڑھی جائے، پہلے ان سے فارغ ہو یا جائے۔ [۶]

۱۲۔ پیشاب کے چھینٹوں سے لازمی طور پر بچا جائے ورنہ باعثِ عذابِ قبر ہوگا۔ [۷]

۱۳۔ کھڑے پانی میں پیشاب وغیرہ نہ کیا جائے۔ [۸]

۱۴۔ غسل خانہ میں پیشاب نہ کیا جائے۔ [۹]

۱۵۔ مریض ہونے کی صورت میں کسی برتن میں پیشاب وغیرہ کیا جا سکتا ہے۔ [۱۰]

۱۶۔ قضائے حاجت کے وقت قدموں پر بیٹھے۔ [۱۱]

کموڈ (کرسی نما ڈبلیوسی) اس حکم کے منافی ہے اِلّا یہ کہ معذور ہو۔

۱۷۔ پیشاب کرتے وقت سلام کا جواب نہ دیں۔ [۱۲]

---

[۱] بخاری ج۱ ص۲۷ باب النھی عن الاستنجا بالیمین۔

[۲] رواہ الدارمی ج۱ ص۱۲۳ باب الاستطابة

[۳] رواہ ابوداؤد ج۱ ص۲ کتاب الطھارة

[۴] رواہ ابوداؤد ج۱ ص۵ کتاب الطھارة باب النھی عن البول فی الحجر

[۵] ابوداؤد ج۱ ص۳ کتاب الطھارة باب کراھیة الکلام عند الخلا۔

[۶] ابوداؤد ج۱ ص۱۲، والدارمی والنسائی معناہ

[۷] بخاری ج۱ ص۳۵ کتاب الوضو وابوداؤد کتاب الطھارة وابن ماجه کتاب الطھارة ومسند احمد والدارمی

[۸] رواہ مسلم فی کتاب الطھارة ج۱ ص۱۳۸

[۹] رواہ ابوداؤد، والترمذی، والنسائی، واخرجه ایضا احمد، و ابن ماجه، و ابن حبان، والحاکم مرعاة ۲/۶۲۔

[۱۰] رواہ ابوداؤد فی کتاب الطھارة والنسائی فی کتاب الطھارة

[۱۱] بخاری ج۱ ص۲۷

[۱۲] اخرجه مسلم فی کتاب الحیض ۱/۲۸۱رقم ۱۱۵/۳۷۰ وابوداؤد فی کتاب الطھارة ۱/۸۸۔۸۹رقم۳۳۱

Marfat.com

۱۸۔ استنجے سے فارغ ہو کر ہاتھ کو مٹی (یا صابن وغیرہ) سے رگڑ کر صاف کریں۔ ۱

۱۹۔ بیت الخلاء میں جانے سے پہلے ایسی انگوٹھی وغیرہ اُتار دی جائے جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہو۔ ۲
لیکن یہاں تو ظلم یہ ہے کہ مسلم قوم پورے قرآنِ مجید کو تعویز بنا کر بیت الخلاء میں لے جاتی ہے۔

۲۰۔ بیت الخلاء سے باہر نکلتے وقت پہلے دایاں قدم باہر رکھیں۔ ۳

۲۱۔ فراغت کے بعد بیت الخلا سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھیں:
﴿غُفْرَانَکَ : اے اللہ میں تجھ سے بخشش کا طلب گار ہوں﴾ ۴

۲۲۔ قضائے حاجت بیٹھتے وقت بائیں قدم پر دباؤ ڈالیں۔ ۵

غسل کن حالات میں کرنا چاہیے

اِرشادِ باری ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا﴾ ۶

اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو (غسل کر کے) پاک ہو جاؤ۔

۱۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے:

﴿اِذَا مَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ﴾ ۷

جب مرد و زن کی شرم گاہیں باہم مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے چاہے منی کا اِخراج ہو یا نہ ہو (دخول پر غسل واجب ہو جاتا ہے)

۲۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ﴿اَلْمَاءُ بِالْمَاءِ﴾ ۸

---

۱ ابو داؤد ج۱ ص۷

۲ رواہ اصحاب السنن وابن حبان والحاکم من حدیث الزہری عن انس :تلخیص الحبیرفان فی الحدیث کلام ج۱ ص۱۰۷

۳ مستدرك حاكم كتاب الصلاة رقم الحديث ۷۹۱ عن انس ابن مالك

۴ قال القاضی الشوکانی فی نیل الاوطار ھذا الحدیث اخرجہ الخمسہ الاالنسائی وصححہ الحاکم وابو حاتم، تحفۃ الاحوزی ج۱ ص۴۲/۴۳

۵ قال ابن حجر فی تلخیص ج۱ ص۱۰۷ رواہ الطبرانی والبیہقی

۶ سورۃ المائدہ :۶

۷ مسلم ج۱ ص۱۵٦

۸ اخرجه مسلم في كتاب الحيض ۲۲۹/۱ الحديث ۸۰، ۲٤۳، مستخرج على مسلم ج۱ ص۳۸۸

پانی، پانی سے ہے یعنی انزال پر غسل ہے انزال چاہے جماع کی شکل میں ہو یا کسی اَور صورت میں جب بھی منی خارج ہو غسل کرے البتہ مذی اَور ودی کے خارج ہونے پر وضوء ہے غسل نہیں ہے۔

مذی، ودی اَور منی میں فرق

ان تینوں کے شرعی اَحکام الگ الگ ہیں اس لئے ان کے فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔

(الف) مَذی

عموماً منی سے قبل سفید دودھیا رنگ کا پانی خارج ہوتا ہے، یا جنھیں جریان کا مرض لاحق ہوتا ہے انھیں پیشاب سے قبل یہ پانی خارج ہوتا ہے بالخصوص جب پیشاب کافی دیر بعد کریں تب اس کا اثر زیادہ معلوم ہوتا ہے، طاقتور اَور گرم چیزوں کے اِستعمال سے یہ عارضہ بڑھ جاتا ہے اَور خواتین کو بھی یہ مرض لاحق ہوتا ہے لیکن خواتین کی اس بیماری کا انگریزی نام لیکوریا (Leucorrhoea) اور طب یونانی میں سیلانُ الرحم کہا جاتا ہے۔

(ب) وَدی

یہ سفید رنگ (Transparent Colour) کا پانی ہوتا ہے یہ پانی مذی کے پانی کی نسبت زیادہ لیسدار ہوتا ہے، عموماً جوانی کی عمر میں یہ عارضے لاحق ہو جاتے ہیں، اگر شادی تاخیر سے ہو اَور خوراک مرغن ہو تو اس مرض میں اِضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کا ہونا، دماغی کام میں دِل نہ لگنا، کمر میں درد محسوس ہونا عموماً آنکھوں کے سامنے اَندھیرا چھا جانا اَور چکر آنا اس مرض کی خاص علامتیں ہیں۔

(ج) مَنی

اِحتلام کی حالت میں یا جماع کے وقت عین لذت کے ساتھ خارج ہوتی ہے۔

اَنڈے کی سفیدی سے کافی مشابہ ہوتی ہے بے حد چکنی اَور بدبودار ہوتی ہے۔

یہی وہ پانی ہے جس سے حضرتِ انسان کی تخلیق ہوئی اَور جسے قرآن نے ''نطفہ'' کا نام دیا۔

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ﴾ [1]

بے شک ہم نے انسان کو نطفے (قطرۂ پانی) سے پیدا کیا۔

اس ضمن میں چند ایک اَحادیث درج کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

جب تمہارا پانی تیزی سے خارج ہو تو غسل کرو۔ [2]

---

[1] سورۃ الدھر:۲

[2] بیہقی ج۱ص۲۸۳:دار الفکر

Marfat.com

۲۔ جب انسان کو بدخوابی ہو لیکن کپڑوں پر منی نہ پائے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے،
حضرت اُم سلیمؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا، یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے سے نہیں شرماتا! کیا جب عورت کو بدخوابی (اِحتلام ہو) تو کیا وہ غسل کرے؟
آپؐ نے فرمایا ہاں! جب وہ پانی (منی کا اثر جسم یا کپڑوں پر پائے) تب ضرور غسل کرے۔ [۱]

۳۔ اگر آدمی نیند سے بیدار ہو اور تری پائے تو اُس پر غسل کرنا لازم ہے اگر چہ اُسے بدخوابی یاد نہ ہو اور اگر تری (گیلا پن) منی سے نہیں ہے بلکہ پیشاب وغیرہ کی وجہ سے ہے تو غسل واجب نہیں ہے
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آدمی تری پائے مگر بدخوابی اُسے یاد نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ نے اِرشاد فرمایا! وہ غسل کرے، پھر پوچھا گیا کہ آدمی کا خیال ہے کہ اسے بدخوابی ہوئی ہے مگر وہ تری نہیں پاتا آپ ﷺ نے فرمایا وہ غسل نہیں کرے گا۔ [۲]

۴۔ حضرت سعید ابن المسیب ؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ الاشعری ؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا ''میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے آپ سے شرم آتی ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا! پوچھو میں آپ کی ماں ہوں، کہا:
''آدمی عورت کو ڈھانپ لیتا ہے مگر اِنزال نہیں ہوتا (تو کیا اس پر غسل ہے؟)''
عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ''جب دونوں ختان مل جائیں تو غسل واجب ہے۔ [۳]
اگر دونوں ختان آپس میں نہ ملیں اَور نہ اِنزال ہو تو مرد اَور عورت میں سے کسی پر غسل ضروری نہیں ہے اس پر سب کا اتفاق ہے۔

حیض اَور نفاس کے بعد غسل واجب ہے

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿وَلَا تَقْرَبُوْا هُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ...... الأية﴾ [۴]
حضرت فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ''جتنے روز تمہیں پہلے

---

[۱] بخاری فی کتاب العلم ج۱ الحدیث ۱۳۰ ومسلم فی کتاب الحیض ج۱/الحدیث ۳۲/۳۱۳ وغیرھما من الائمۃ الحدیث مستخرج علی مسلم
[۲] ابو داؤد ۳۱/۱، ترمذی تحفۃ الاحوذی ۳۱۱/۱ مکتبہ حقانیہ، شرح ابن ماجہ ۸۱۷/۳
[۳] مؤطا امام مالک برقم الحدیث ۷۳ ص ۳۳ ورواہ الشافعی فی کتاب الام ج۷ ص ۳۱
[۴] سورۃ البقرۃ: ۲۲۲

حیض آیا کرتا تھا۔ اتنے روز نماز چھوڑ دو پھر غسل کر کے نماز پڑھو۔ [1]

مذکورہ حدیث میں اگرچہ حیض کا حکم بیان ہوا ہے لیکن نفاس کا حکم بھی یہی ہے جس طرح حیض کی حالت میں عورتوں پر نماز معاف ہوتی ہے، نفاس کی حالت میں بھی نماز معاف ہے۔ [2]

مختلف شروحاتِ حدیث میں صحابہ کرام کے اِجماع سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ نفاس اور حیض دونوں کا اِیک ہی حکم ہے، البتہ رمضان کے روزے اگر ان دِنوں میں آئیں تو ان کی قضاء لازم ہے۔

❁ فائدہ:-

مختلف خواتین کیلئے حیض (Menses) کی مدّت مختلف ہوتی ہے اور یہی حیض کا آنا عورت کی بلوغت کی علامت ہے پس ہر خاتون اَپنے ایامِ ماہانہ کی تعداد یاد رکھے اور اتنے دن پورے کرنے کے بعد اگر خون پھر بھی جاری رہے تو وہ اِستحاضہ کی بیماری ہے۔

عموماً تین، پانچ یا سات روز تک حیض جاری ہو کر بند ہو جاتا ہے، اِستحاضہ کی حالت میں غسل کر کے نماز وغیرہ شروع کر دینی چاہئے جوں جوں عمر بڑھتی چلی جاتی ہے ان ایام میں کمی آتی چلی جاتی ہے۔

اِیک خاتون کو کم از کم اِیک دن اور اِیک رات اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک (Menses) آتے ہیں البتہ زیادہ لمبی عمر میں حیض بند ہو جاتا ہے اور اس عورت کو "بانجھ" کہا جاتا ہے اس بندش کے بعد خاتون بچے دینے کے قابل نہیں رہتی ایسا عموماً چالیس اور پچاس سال کے لگ بھگ ہوتا ہے۔

❁ نفاس:-

یہ خون وضع حمل (Delivery) کے بعد زچگی کی حالت میں جاری ہوتا ہے۔

جو عموماً چالیس دن تک جاری رہتا ہے۔ وضع حمل نارمل طریقے سے ٹھیک نو ماہ بعد ہو یا وقت سے قبل اِسقاطِ حمل (Abortion) ہو دونوں صورتوں میں یہ خون جاری ہوتا ہے دراصل یہ پیٹ کی صفائی کا اِیک قدرتی عمل ہے، دورِ حاضر میں چونکہ زیادہ تر ڈیلیوری کیسز (Delivery Cases) میٹرنٹی ہومز وغیرہ میں ہوتے ہیں وہاں پر موجود تجربہ کار (Lady Doctors) کا عملہ پیٹ کے سسٹم کو کچھ اس طرح صاف (Wash) کر دیتا ہے کہ اَچھے طریقہ سے صفائی ہو جانے کے بعد ۴۰ دن سے قبل نفاس کا یہ خون بند ہو جاتا ہے جب یہ خون بند ہو جائے تو پاک صاف نہا لینا چاہئے اور نماز وغیرہ شروع کر دینی چاہئے، چالیس دن پورے کرنے ضروری نہیں ہوتے۔

---

[1] اخرجه البخاری فی کتاب الحیض ۱/۵۰۰ و مسلم فی کتاب الحیض ۱/ ۲۶۲،۲۶۲
و ابوداؤد فی کتاب الطهارة ۱/ ۷۳ و کذا الترمذی ۱/ ۲۱۷

[2] عون المعبود ج۱ ص ۱۲۳

Marfat.com

اِحتلام کے بعد غسل واجب ہے

اِس کی تفصیل صفحہ نمبر ۶۵ جز (ج) کے تحت گزر چکی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

اِسلام قبول کرنے پر غسل کیا جائے

جو شخص کفر سے نکل کر اِسلام میں داخل ہوا اس پر بھی غسل واجب ہے کیونکہ کفر میں طہارت و پاکیزگی نہیں ہے جس طرح کافر روحانی طور پر ناپاک و پلید رہتا ہے اس سے کہیں زیادہ جسمانی طہارت سے بھی محروم ہوتا ہے، اس لئے اِسلام میں داخل ہوتے ہی اُسے یہ اِحساس دلایا گیا کہ مذاہب عالم میں اِسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو پاکیزگی اَور طہارت کو ایمان کا جُز قرار دیتا ہے چنانچہ حضرت ثمامہ بن اُثال ؓ نے جب اِسلام قبول کیا تو رسول اکرم ﷺ نے اسے غسل کرنے کا حکم دیا۔ [1]

حضرت قیس بن عاصم ؓ کے قبولِ اِسلام پر بھی آپ ﷺ نے غسل کا حکم دیا۔ [2]

موت بھی غسل کو واجب کر دیتی ہے

کوئی بھی مسلمان (مرد ہو یا عورت) جب اِس دارِ فانی سے رخصت ہوتا ہے تو شریعت نے تدفین سے قبل تغسیل و تکفین کا حکم دیا ہے چنانچہ رسولِ اکرم ﷺ کی صاحبزادی اَور حضرت عثمان ؓ ذوالنورین کی زوجہ محترمہ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جب وفات ہوئی آپ ﷺ نے اُنہیں غسل دینے کا حکم جاری فرمایا۔ [3]

اِسی طرح اِیک موقع پر رسولِ اکرم ﷺ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا کہ ''اگر تو مجھ سے پہلے مری تو میں تمہیں غسل دوں گا۔'' [4]

جمعہ کے دن غسل

جمعہ کا دن مسلم برادری کیلئے اِیک ہفتہ واری چھوٹی عید کا منظر پیش کرتا ہے، شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اِرشاد ہے:

﴿غُسْلُ یَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ مُحْتَلِمٍ﴾

جمعہ کا غسل ہر بالغ پر ضروری ہے۔ [5]

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۶۶، ۶۷ قال فی معجم المفهرس اجه البخاری

[2] ابو داؤد ج ۱ ص ۵۱ باب الرجل یسلم فیؤمر بالغسل و ترمذی ج ۱ ص ۷۷ باب فی الاغتسال عندما یسلم الرجل

[3] بخاری فی کتاب الجنائز ۳، ۱۵۵ و مسلم ج ۲/ ۶۴۷، ۳۷، ۹۴۹

[4] احمد و الدارمی و ابن ماجه و ابن حبان و الدارقطنی و البیهقی: تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۰

[5] بخاری کتاب الجمعة رقم ۸۳۰ مسلم کتاب الجمعة رقم ۱۳۹۷، ۱۴۰۰ والنسائی کتاب الجمعة رقم ۱۳۵۸ وغیرهم

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اِذا جَاءَ اَحَدُكُم اِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ﴾ [1]

جب تم سے کوئی جمعہ کیلئے آئے تو اسے چاہئے کہ وہ غسل کرے۔

ان دونوں روایتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے مگر حضرت سمرہ بن جندبؓ کی روایت جسے احمد، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ واجبی حکم حقیقتاً تاکید کے لئے تھا اصلاً جمعہ کا غسل مستحب ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے وضو کیا اس نے اچھا کیا اور جس نے غسل کیا اس نے بہت ہی اچھا کیا'' [2]

اس سے حکم کی اصل غایت واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کا پہلا حکم استحبابی تھا (واللہ اعلم)

☆ عید کے روز غسل کرنا بھی مسنون ہے۔ [3]

اِحرام کیلئے غسل کرنا

اِحرام چاہے عمرہ کیلئے ہو یا حج کیلئے اِحرام سے قبل غسل کرنا مسنون ہے، حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اِحرام باندھنے سے قبل غسل کرتے ہوئے دیکھا۔ [4]

کیا غاسلِ میت بھی غسل کرے؟

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ غَسَلَ مَيِّتاً فَلْيَغْسِلْ وَمَنْ حملَهُ فَلْيَتوضَأ﴾ [5]

جو شخص میت کو نہلائے اسے چاہئے کہ نہلانے کے بعد وہ بھی غسل کرے اور جو کندھا دے وہ وضو کرے۔

یہ حکم استحبابی ہے حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ میت کو نہلانے کے بعد وضو کر لیتے اور بعض نہیں کرتے تھے اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اِنتقال کے بعد ان کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو غسل دیا غسل کے بعد باہر آئیں اور صحابہ سے کہا کہ سردی سخت ہے اور میرا روزہ ہے کیا میرے لئے غسل کرنا ضروری ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ [6]

---

[1] احمد ج۲ ص۲۰۳ رقم الحدیث ٤٤٦٦ ،بخاری ج۱ ص۱۲۰ کتاب الجمعة ،وفی مسند احمد بلفظ الی الجمعة
[2] ابوداؤد کتاب الطہارت رقم ۳۰۰ والنسائی کتاب الجمعة رقم ۱۳۶۳ مسند احمد رقم ۱۹۲۳۱ والترمذی کتاب الجمعة رقم ٤٥٧
[3] نیل الاوطار
[4] ترمذی ج۱ ص۱۰۲ ، بیہقی ج۷ ص۶۷ طبع دارالفکر و تلخیص الحبیر ج۲ ص۲۳۵
[5] الترمذی ج۱ ض۱۱۸ ،النسائی ابوداؤد ج۲ ص٤٥٠
[6] موطا إمام مالك ج۱ ص۲۰٤

غسل کرنے میں چند اِحتیاطیں

۱۔ ہر عمل کا دارومدار چونکہ نیت پر ہے اس لئے ہر کام سے پہلے اس کے اِرادے (نیت) کا ہونا بے حد ضروری ہے اِرادے کے بغیر اگر غسل کیا جائے گا تو غسل نہیں ہوگا، مثلاً کسی شخص کو نہانے کی حاجت ہو اَور وہ ندی کے کنارہ جا رہا ہو اَور اس کا پاؤں پھسلے اَور اچانک ندی میں جا گرے اَور اسے اِیک دو غوطے بھی آ جائیں حتی کہ سر سے پاؤں تک بھیگ جائے اَور کوئی پکڑ کر باہر نکال لے پھر بھی اس کا غسل نہیں ہوگا چونکہ اس بھیگنے میں اس کی نیت نہانے کی نہیں تھی۔

۲۔ غسل کا آغاز بسم اللہ پڑھ کر کریں اگر غسل کسی ٹب وغیرہ سے کر رہے ہیں تو ٹب میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو اچھی طرح دھولیں۔ [۱]

بعد اَزاں جسم کے جس جس حصے پر پلیدی لگی ہو اُسے زائل کیا جائے۔ [۲]

۳۔ جس طرح نماز کا وضو کیا جاتا ہے اُس طرح وضو کیا جائے البتہ پاؤں چھوڑ دیں اَور غسل کے بعد آخر میں پاؤں دھولیں۔ [۳]

۴۔ جسم کے ہر حصے پر پانی پہنچایا جائے اَور جسم کو ملا جائے اَور پانی اس حد تک بہایا جائے کہ یہ یقین ہو جائے کہ کوئی جگہ خشک نہیں رہی۔ [۴]

۵۔ ناف کے اَندرونی حصے میں پانی پہنچانے کی کوشش کریں۔

۶۔ پلید جگہ پر بیٹھ کر غسل نہ کریں اس لئے کہ ناپاک چھینٹیں جسم پر پڑ کر جسم کو ناپاک کر دیں گی۔

۷۔ غسل پردے میں کرنا چاہئے اگر دیوار وغیرہ نہ ہو تو کھلے میدان میں برہنہ غسل ہرگز نہیں کرنا چاہئے اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے پانی رکھا اَور آپ ﷺ کیلئے پردے کا اِنتظام کیا تب آپ ﷺ نے غسل فرمایا۔ [۵]

☆ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ حیا والا ہے اَور حیا کو پسند کرتا ہے پس جب تم میں سے کوئی نہائے تو چھپ کر نہائے۔ [۶]

---

۱ بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا ج۱ ص۳۹
۲ بخاری عن میمونہ رضی اللہ عنہا ج۱ ص۳۹
۳ بخاری عن میمونہ رضی اللہ عنہا ج۱ ص۳۹
۴ بخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا و عن جابر رضی اللہ عنہ ج۱ ص۴۱
۵ بخاری عن میمونہ رضی اللہ عنہا ج۱ ص۳۹
۶ ابو داؤد ص۷۰ ج۴ عون المعبود باب النہی عن التعری والبیہقی ج۱ ص۳۳۷، ۳۳۸ رقم ۹۸۴

Marfat.com

۸۔ کھڑے ہوئے پانی میں جنبی آدمی غسل نہ کرے:

﴿لا یغتسلُ احدُکم فی الماءِ الدّائمِ وھو جنبٌ﴾[1]

''جنبی آدمی کھڑے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے۔''

☆ حیض اُور نفاس والی عورت کیلئے بھی یہی حکم ہے۔

حائضہ عورت کیلئے تلاوتِ قرآن کا حکم

دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی علماء کے مابین اِختلاف موجود ہے۔

ایک فریق کا یہ مؤقف ہے کہ حائضہ، جنبی اُور نفاس والی عورت نہ تو قرآن کو چھو سکتی ہے اُور نہ تلاوت کر سکتی ہے، اس مؤقف کی دلیل کتب اَحادیث میں مروی وہ روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

﴿لا تقرأ الحائض و لا الجنب شیئاً من القرآن﴾[2]

یعنی حائض والی اُور جنبی (چاہے مرد ہو یا عورت) قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھے اس روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ حائضہ اُور جنبی قرآن کی تلاوت تک نہیں کر سکتے، ہاتھ لگانا تو بہت دور کی بات ہے تادمِ تحریر بندہ بھی اسی فتوے کا قائل رہا ہے۔

لیکن اس کتاب کی تالیف کے وقت حتی المقدور یہ کوشش کرتا رہا کہ تحقیق کے بعد جب صحت ثابت ہو جائے تب اُس مسئلے کا اندراج کیا جائے اُور ضعف کا علم ہو جانے کے بعد اس سے قطعی اِجتناب کیا جائے۔

اس کوشش کے باوجود بھی اگر کہیں ضعیف حدیث درج ہوگئی ہو تو اسے محض تقاضائے بشری اُور بندہ کی کم علمی پر محمول کیا جائے کیونکہ دینِ حنیف ہر قسم کی کجی اُور تمام عیوب سے پاک ہے۔

چنانچہ مذکورہ روایت کو اس کتاب میں تحریر کرنے سے قبل جب اس کی تحقیق کی تو اس کے ضعف کا پردہ فاش ہوا۔ خود اِمام ترمذی نے بھی اسے معلول[3] قرار دیا ہے۔

صاحبِ عون المعبود فرماتے ہیں کہ حائضہ اُور جنبی کیلئے قرأتِ قرآن کی ممانعت میں متعدد اَحادیث مروی ہیں لیکن سب میں ضعف ومقال ہے۔

---

[1] مستخرج علی مسلم ج۱ ص۳۳۷ والامام احمد فی مسندہ ۴۳۳/۲ رقم ۸۲۰۷

[2] ترمذی ۱۹/۱ وابوداؤد ۳۰/۱، ابن ماجہ ج۱ ص۴۴ بلفظ لایقرا الجنب والحائض شیأ من القران ص۴۴

[3] معلول اُس روایت کو کہا جاتا ہے جس کی سند بظاہر صحیح اور متصل معلوم ہو لیکن اُس میں کچھ مخفی اُمور، اوہام واغلاط رواۃ آجائیں جن کی بنا پر حدیث صحیح نہ رہے۔

Marfat.com

لہٰذا حیض اُور نفاس والی کیلئے قرأتِ قرآن سے ممانعت والی کوئی بھی روایت صحت کے درجے کو نہیں پہنچتی اس لئے حائضہ اُور نفاس والی کیلئے قرأتِ قرآن میں رخصت دی جاسکتی ہے۔

جنبی کیلئے (چاہے وہ مرد ہو یا عورت) الگ سے صراحت موجود ہے کہ نہ وہ قرآن کو چھوئے اُور نہ تلاوت کرے جنابت پر حیض اُور نفاس کی حالت کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جنابت کے بعد طہارت کا حصول مرد و عورت کے اِختیار میں ہے، وہ جب بھی غسلِ جنابت کرلیں گے انہیں طہارت حاصل ہو جائے گی جب کہ حیض اُور نفاس کا معاملہ عورت کے اِختیار میں نہیں ہے حیض یا نفاس کی حالت میں اگر غسل کر بھی لے تب بھی پاک نہیں ہوگی۔

اس لئے کہ حیض اُور نفاس کی ایک مخصوص مدت ہے اُور اُس مدّت تک وہ خون جاری رہتا ہے لہٰذا حیض اُور نفاس کو جنابت پر قیاس کرنا قطعی غلط ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے:

﴿قال ابن عباس اخبرنی ابو سفیان ان ھر قل دعا بکتاب النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم فقرأہ فاذا فیہ بِسمِ اللہِ الرّحمٰن الرّحیم ویا اھل الکتب تعالوا الٰی کلمۃٍ سواءٍ بَیننَا وَبَینکم(الآیۃ)ان لا نعبُدَ الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیأ الٰی قولہٖ مسلمون﴾ [1]

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ مجھے ابوسفیان نے بتایا کہ ہرقل نے نبی کریم ﷺ کا نامۂ مبارک منگوایا اور اُسے پڑھنا شروع کیا تو اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان (آیتِ قرآنی) درج تھی۔

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم ویا اھل الکتب تعالو الی کلمۃ سوا بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہٖ شیأ الیٰ قولہ مسلمونo﴾ تک [2]

یہ حدیث اس کے واضح دلیل بن سکتی ہے کہ ھرقل جیسا مشرک جسے قرآن نجس کہتا ہے، جب اس کے خط میں رسول اکرم ﷺ نے قرآن کی آیت لکھی اُور اُس نے پڑھی، تو ایک مؤمنہ عورت جو محض قدرتی امر کی وجہ سے مجبور ہے وہ قرآن کی تلاوت کیوں نہیں کرسکتی؟

نوٹ:۔ اس مسئلے میں اگر تفصیلی بحث درکار ہو تو ہماری کتاب ''خیر خواہی بجواب ہدایت یا گمراہی'' کے صفحہ نمبر ۱۸ تا ۲۷ کا مطالعہ ان شاءاللہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔

---

[1] بخاری ج ۱ ص ٤٤

[2] بخاری ج ۱ ص ٤٤

طہارت کے متفرق مسائل

۱۔ دورانِ غسل ایک بال برابر بھی جگہ خشک نہیں رہنی چاہئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جنابت سے غسل کرتے ہوئے ایک بال برابر جگہ بھی خشک رکھی اللہ ﷻ اس کے ساتھ ایسا اور ایسا سلوک کرے گا۔[1]

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، ''میں نے غسلِ جنابت کر کے فجر کی نماز پڑھی پھر میں نے ناخن کے برابر خشک جگہ دیکھی اس کا کیا حکم ہے؟ جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا اگر تم خشک جگہ پر گیلے ہاتھ پھیر دیتے تو کافی تھا۔[2]
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم پر اگر ایسی چیز لگی ہو جس کے اندر پانی داخل نہ ہوسکتا ہو جیسے ناخن پالش (NailPolish) وغیرہ تو اُس کو ہٹائے بغیر غسل نہیں ہوگا اور نہ ہی وضو ہوگا کیونکہ اس سے لوشن (Lotion) کی ایک تہہ چڑھ جاتی ہے جو پانی کو جسم تک پہنچنے نہیں دیتی البتہ مہندی کا رنگ غسل اور وضو کا مانع نہیں ہے کیونکہ مہندی جلد پر اپنی تہہ نہیں چڑھاتی بلکہ جلد کو رنگ دیتی ہے۔

۳۔ دورانِ غسل یا غسل کے بعد کلمۂ شہادت پڑھنا سنت سے ثابت نہیں ہے۔

۴۔ پانی کم سے کم مقدار میں استعمال کرنا چاہئے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پانی کے استعمال میں اس قدر احتیاط فرماتے کہ وضو کیلئے ایک مُد (۱۰ چھٹانگ) اور غسل کیلئے ایک صاع (اڑھائی کلو) تک استعمال فرماتے تھے۔[3]

۵۔ دورانِ غسل اگر کوئی ایسا حدث پیش نہ آئے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو غسل سے پہلے کیا ہوا وضو کافی ہے اور اس سے نماز وغیرہ پڑھی جاسکتی ہے۔
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ
﴿لایَتَوَضَّأ بَعْدَ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ : غسلِ جنابت کے بعد وضو نہیں کیا کرتے تھے﴾[4]

۶۔ بعض علاقوں میں خواتین بالوں کی باریک باریک مینڈھیاں اس طرح گوندھ لیتی ہیں کہ پورا سر بالوں میں بند ہو کر رہ جاتا ہے ہمارے ملک پاکستان میں زیادہ تر صوبہ سرحد کی خواتین اس طرح کی

---

[1] ابوداؤد ج۱ ص۳۳ (میر محمد کراچی) و مسند احمد ج۱ ص۲۰۳ رقم الحدیث ۷۲۷۔
[2] ابن ماجه ج۱ ص۴۸ (قدیمی کراچی) باب من توضأ فترك موضعاً لم يصبه الماء
[3] اخرجه البخاری فی کتاب الوضوء ۳٦٤/۱ و مسلم فی کتاب الحیض ۲۵۸/۱ مستخرج علی مسلم ۳۷۳/۱
[4] ابن ماجه ص۴۳ باب فی الوضوء بعد الغسل

Marfat.com

مینڈھیاں بناتی ہیں عرب میں بھی اِس کا کثرت سے رواج تھا ان کے بنانے پر کافی وقت اُور محنت صرف ہوتی ہے اِس لئے شریعت نے بھی اس میں رعایت رکھی ہے۔

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کی، کہ میں اُپنے سر پر چوٹی باندھتی ہوں کیا غسل جنابت کیلئے کھولنا ضروری ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں سر پر تین لپ پانی ڈال لینا ضروری ہے اُور اس کے بعد سارے بدن پر پانی بہا کر پاک ہو سکتی ہو۔[1]

۷۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب وہ غسل حیض کرنے لگیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اَپنے بال کھول لو اُور غسل کرو۔[2]

مندرجہ بالا ہر دو رِوایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر چٹیا کس کر بندھی ہو تو اسے کھولنا ضروری نہیں ہے اُور اگر عام چٹیا ہے جو پل بھر میں کھولی اُور باندھی جا سکتی ہے تو اسے کھولا جائے لیکن دونوں صورتوں میں پانی کا بالوں کی جڑوں تک پہنچنا ضروری ہے۔

۸۔ شیر خوار بچہ جس کی غذا صرف دودھ ہو اُور وہ کھانا نہ کھاتا ہو اُور وہ کپڑوں پر پیشاب کر دے تو پانی کے چھینٹے مارنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ [3]

۹۔ اگر شیر خوار لڑکی ہو تو کپڑے کو دھویا جائے۔ [4]

۱۰۔ حائضہ عورت مسجد میں داخل نہ ہو۔ [5]

۱۱۔ جنبی عورت اُور مرد بھی قرآنِ مجید نہ پڑھیں اُور مسجد میں نہ جائیں۔ [6]

۱۲۔ حائضہ یا جنبی کو پانی میسّر نہ ہو تو تیمم سے غسل اُور وضو دونوں ہو سکتے ہیں۔

﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ [7]

۱۳۔ اِستحاضہ کی بیماری ہو تو ایامِ حیض کے دنوں کی گنتی پوری کر کے غسل کر لینا چاہئے اُور نماز بھی شروع کر دینی چاہئے۔ [8]

---

[1] مسلم فی الحیض ۱/۱۵۹ و ابوداؤد فی الطھارۃ ۱/۶٤ والترمذی فی الطھارۃ ۱/۱۷۵ مستخرج ج۱ ص۳۷۵
[2] ابن ماجہ ص٤٧ باب فی الحائض کیف تغتسل
[3] بخاری فی کتاب الوضو ج۱ ص۳۹۰ و مسلم فی الطھارۃ ج۱ /۲۳۸ مستخرج ج۱ ص۳٤۵
[4] ابوداؤد ج۱ ص٥٤ باب بول الصبی یصیب الثوب
[5] رواہ ابوداؤد کتاب الطھارۃ رقم الحدیث ۲۰۱
[6] بلوغ المرام
[7] سورۃ المائدۃ: ٦
[8] صحیح مسلم فی کتاب الحیض ۱/۲٦٤ بحوالہ مستخرج ۱/۳۸۲

Marfat.com

۱۴۔ جنابت کی حالت میں قرآنِ پاک نہ پڑھا جائے حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ نے وضو فرمایا، پھر قرآن پاک کی چند آیات پڑھیں اور فرمایا! جو شخص جنابت کی حالت میں نہ ہو اس کیلئے ایسا ہی ہے لیکن جو جنابت کی حالت میں ہو وہ ایک آیت بھی نہ پڑھے۔ [۱]

۱۵۔ جنابت کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا یا بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ [۲]

۱۶۔ حالتِ جنابت میں کسی سے مصافحہ کرنا، سلام دعا کرنا یا بات چیت کرنا جائز ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ مدینہ کی ایک گلی میں رسول اکرم ﷺ سے میرا آمنا سامنا ہوا میں چونکہ جنبی تھا اس لئے وہاں سے ملے بغیر کھسک گیا گھر جا کر غسل کیا اور پھر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا رسول اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: ابو ہریرہ ؓ تم کہاں چلے گئے تھے؟

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے عرض کیا میں حالتِ جنابت میں تھا اس لئے آپ سے ملنا اور آپ کے پاس بیٹھنا پسند نہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ اِنَّ الْمُؤمِنَ لَا یَنْجُسُ: سبحان اللہ مؤمن کسی بھی حالت میں ناپاک نہیں ہوتا﴾ [۳]

۱۷۔ جنابت کی حالت میں کھانے پینے کی رخصت ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حالتِ جنابت میں کوئی چیز کھانا چاہتے تو کھا، پی لیتے البتہ کھانے سے پہلے ہاتھ ضرور دھوتے تھے۔ [۴]

۱۸۔ جنبی مرد یا عورت مسجد سے گزر سکتے ہیں (اگر اس کے سوا چارہ نہ ہو) لیکن ٹھہر نہیں سکتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت جابر ؓ سے یہی مروی ہے۔

۱۹۔ حالتِ جنابت میں زبانی اللہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر حالت میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ [۵]

۲۰۔ جنبی آدمی یا عورت سونے سے قبل اگر غسل نہ کر سکے تو کم از کم اسے وضو ضرور کر لینا چاہئے البتہ وضو سے قبل استنجا ضرور کرے۔ [۶]

---

[۱] رواہ ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰ طھارۃ باب فی الجنب یقرأ القران کما فی البیھقی ج ۱ ص ۱۵۳
[۲] ابوداؤد ج ۱ ص ۳۰
[۳] بخاری ج ۱ ص ۴۲ باب الجنب یخرج ویمشی فی السوق و مسلم فی کتاب الحیض ۱/۲۸۱
[۴] ابن ماجہ ج ۱ ص ۴۴ باب فی الجنب یاکل ویشرب
[۵] مسلم مع شرح نووی فی کتاب الحیض باب ذکر اللہ فی حال الجنابۃ وغیرھا ج ۴/۶۸
[۶] بخاری ج ۱ ص ۴۳ باب الجنب یتوضا ثم ینام

Marfat.com

۲۱۔ حیض اَور جنابت میں مسلمان عورت کا جسم اَور کپڑے پاک رہتے ہیں (سوائے مخصوص حصوں کے) اس لئے دونوں حالتوں میں خاوند اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا وغیرہ کھا، پی سکتا ہے حتیٰ کہ اس کا جھوٹا بھی کھایا، پیا جا سکتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں حالتِ حیض میں پانی پیتی اَور برتن نبی کریم ﷺ کو دے دیتی آپ ﷺ اس برتن میں اس جگہ منہ رکھ کر پانی پیتے جہاں سے میں نے پیا تھا اس طرح ہڈی سے کچھ گوشت کھا کر نبی کریم ﷺ کو دیتی تو آپ اسی جگہ سے کھاتے جہاں سے میں نے کھایا ہوتا۔ ۱

۲۲۔ حالتِ حیض میں خاوند اپنی بیوی سے بوس وکنار کر سکتا ہے، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ اپنی ازدواجِ مطہرات سے بوس وکنار فرما لیا کرتے تھے جب کہ وہ حیض کی حالت میں ہوتی تھیں۔ ۲

۲۳۔ حالتِ حیض میں عورت سے نفرت کرنا یا اس کا کھانا پینا اَور برتن وغیرہ الگ کر دینا یہ یہودیوں کا طریقہ رہا ہے اسلام میں حائضہ سے صرف صحبت کرنا منع ہے البتہ میل ملاپ کی ممانعت نہیں ہے۔ ۳

۲۴۔ حائضہ عورت سوائے بیت اللہ کے طواف کے حج کے تمام مناسک اَدا کر سکتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے سفر پر تھیں کہ ان کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا وہ رونے لگیں آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اگر اس سال میں حج کا ارادہ نہ کرتی تو اَچھا تھا رسول اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بات سمجھ گئے اَور فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ ﷻ نے آدم زادیوں کیلئے لکھ دی ہے لہٰذا جب تک پاک صاف نہ ہو جاؤ بیت اللہ کے طواف کے سوا باقی سارے مناسک اَدا کرتی رہو۔ ۴

۲۵۔ اگر جوتوں کو نجاست لگ جائے تو جوتے مٹی پر رگڑنے سے نجاست دور ہو جاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانی کی طرح مٹی بھی نجاست کو دور کرنے والی ہے چنانچہ ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا!

''جب کوئی آدمی مسجد میں آئے اَور اَپنے جوتے کو پلٹ کر دیکھے اگر جوتوں میں غلاظت لگی ہو تو انھیں زمین پر رگڑ کر صاف کر لے پھر انہیں جوتوں میں نماز پڑھ لے۔'' ۵

---

۱ مسنم فی کتاب الحیض ۱/۲۴۵ مستخرج علی مسلم
۲ مسلم کتاب الحیض ج ۱/۲۴۳ بخاری کتاب الحیض ۱/۴۸۳ الحدث ۳۰۳
۳ مسلم کتاب الحیض ۱/۲۴۶ وابو داؤد فی الطہارۃ ۱/۶۵،۶۶
۴ بخاری ج ۱ ص ۳۴۰ باب المعتمر اذ اطاف طواف العمرۃ ثم خرج ہل یأجر من طواف الوداع
۵ ابو داؤد کتاب الصلاۃ رقم الحدث ۵۵۵

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ پاک جوتے میں نماز پڑھی جاسکتی ہے البتہ نماز میں جوتے پہننا فرض نہیں ہیں، شارع ﷺ سے اس کا خلاف بھی ثابت ہے، تفصیلی بحث آئندہ صفحات میں کریں گے۔ (ان شاء اللہ)

۲۶۔ اگر کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو برتن کو سات بار دھونا چاہئے البتہ ایک مرتبہ مٹی سے دھویا جائے، حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس برتن کو پاک کرنے کا یہی طریقہ بتایا ہے جس برتن میں کتا منہ ڈال دیتا ہے۔[1]

۲۷۔ مردہ حلال جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے، اس کا مصلّٰی وغیرہ بھی بنایا جاسکتا ہے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دیکھا، کچھ لوگ مری ہوئی بکری کو گھسیٹتے ہوئے لے جارہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا! اگر تم اس کا چمڑا اتار لیتے تو اچھا ہوتا، لوگوں نے عرض کیا! یہ مردار ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

﴿یطهرها الماء والقرظ : چمڑے کو پانی اور کیکر کی چھال پاک کر دیتی ہے﴾[2]

۲۸۔ زمین میں اگر پیشاب کی نجاست لگی ہو تو اسے مٹی سمیت کھرچنا ضروری نہیں ہے البتہ پانی کا ڈول بہا کر اسے چھوڑ دیں اور خشک ہونے دیں خشک ہو کر وہ خود بخود پاک ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، مسجد نبوی میں ایک دیہاتی نے پیشاب کر دیا لوگ اُسے مارنے کیلئے دوڑے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہادو اس لئے کہ تم مشکل پیدا کرنے کیلئے نہیں بلکہ آسانی پیدا کرنے کیلئے بھیجے گئے ہو۔[3]

۲۹۔ غلاظت اور نجاست دور کرنے کیلئے بایاں ہاتھ استعمال کیا جائے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ وضو اور کھانے کیلئے دایاں ہاتھ استعمال فرماتے۔ استنجا اور دوسری نجاست دور کرنے کیلئے بایاں ہاتھ استعمال کرتے۔[4]

۳۰۔ کپڑے پر اگر تر منی لگے تو اسے دھویا جائے اور اگر خشک ہو جائے تو اسے کھرچ کر بھی پاک کیا جاسکتا ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے کپڑوں پر اگر منی لگ جاتی اور وہ تر ہوتی تو میں دھو دیا کرتی تھی اور اگر خشک ہوتی تو اسے رگڑ کر صاف کر دیا کرتی تھی۔[5]

---

[1] مسلم باب حکم ولوغ الکلب ج۱ ص ۱۳۷
[2] ابو داؤد ج۲ کتاب اللباس ص۵۶۹
[3] بخاری ج۱ ص ۳۵ باب صب الماء علی البول فی المسجد
[4] ابو داؤد ج۱ کتاب الطهارة ص ۵ باب کراهیة مس الذکر بالیمین فی الاستبراء
[5] احمد، دارقطنی ج۱ ص ۱۸۰

Marfat.com

نوٹ:۔ اگر جسم کے کسی حصے پر منی لگ کر خشک ہو جائے تو اس کا کھرچنا شارعؑ سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اُسے دھونا ہی بہتر ہے۔ (واللہ اعلم)

۳۱۔ بلّی کا جھوٹا پاک ہے ابوقتادہؓ کی بیوی کبشہ بنت کعب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن میں نے ابوقتادہؓ کو وضو کیلئے برتن میں پانی دیا اتنے میں ایک بلّی آئی اور برتن میں سے پانی پینے لگی ابوقتادہؓ نے اس کیلئے برتن ٹیڑھا کر دیا یہاں تک کہ اس نے پانی پی لیا۔ ابوقتادہؓ نے مجھے حیرت زدہ دیکھ کر کہا کہ کیا تو تعجب کر رہی ہے؟ میں نے کہا، ہاں! کہنے لگے نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے کہ بلّی ناپاک نہیں ہے یہ ان میں سے جو ہمہ وقت گھروں میں آتی جاتی رہتی ہیں۔ [1]

۳۲۔ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿لا تشربوا فِی آنیةِ الذهبِ والفِضهِ ولا تأکلوا فِی صحافِها﴾ [2]

سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان پلیٹوں میں کھاؤ۔

پانی اور اُسکے مسائل

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾ [3]

اور ہم نے تمام جاندار چیزیں پانی سے بنائیں کیا پھر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے؟

اللہ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت پانی ہے جس پر ہر جاندار کی زندگی کا دارومدار ہے عالم ہستی میں

سمندر کا مدوجزر، دریاؤں کا تلاطم،
بل کھاتی ندیاں، لہلہاتی کھیتیاں،
بُلبلوں کی چہک، پھولوں کی مہک،
آسمان کے دامن میں بادلوں کے رواں دواں قافلے
نسیم صبح کے تازہ و سرد جھونکے
رخسارِ گل پر شبنم کے چمکتے قطرات
رفعتِ کوہسار پر سجے برف کے انبار
کڑکتی گرجتی اور چمکتی بجلیاں، اٹکتی مٹکتی اور مچلتی تتلیاں،

یہ سب زِندگی کی اُمید کی روشن کرنیں ہیں جن کا اصل محرک یہی پانی ہے، چنانچہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] ترمذی ج۱ ص۱۴ باب ماجاء فی فضل طھور الھرۃ ابوداؤد ج۱ ص۱۱،۱۰ باب سور الھرۃ، نسائی ج۱ ص۶۳ باب سور الھرۃ
[2] بخاری ۲۵۵/۶ اطعمه باب الاکل فی افاء مفضض کذافی البیهقی ص۴۱ ج۱ ومسلم ۱۴/۳۷ اللباس والزینة باب التحریم الذهب والحریر علی الرجال واباحته للنساء
[3] سورة الانبیاء: ۳۰

Marfat.com

﴿وَهُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ﴾ ۱

وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے آسمانوں سے پانی برسایا

جس کے ذریعہ اس نے ہر چیز کو روئیدگی عطا کردی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر ہم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہیں تو یہ ہمارے بس میں نہیں ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ ۲

کرۂ ارض پر موجود زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں پانی کی ضرورت نہ ہو، دُنیا میں آتے وقت غسل پانی سے اور دُنیا سے جاتے وقت بھی غسل پانی سے، گویا پانی کے اس فلسفے نے یہ واضح کردیا کہ زندگی کی ابتداء سے زندگی کی انتہاء تک تم کسی صورت مجھ سے بے نیاز نہیں ہو۔

''پھر اے جن وانس تم اللہ کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''

پانی کا حکم

پانی کا اصل سب کے نزدیک طاہر ومطہر ہے خواہ اس کی مقدار کثیر ہو یا قلیل جب تک کہ کوئی پلیدی اس پر اثر انداز نہ ہو، ہاں اگر پانی کی مقدار اتنی زیادہ ہو کہ پلیدی کے اثر کو قبول نہ کرے تو وہ پاک ہے جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے۔

۱۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا:

''یارسول اللہ ﷺ ہم لوگ سمندروں کا سفر کرتے ہیں اور ہمارے پاس پینے کا پانی بہت تھوڑا ہوتا ہے اگر ہم اس سے وضو کریں تو پینے کا پانی ختم ہوجائے گا تو کیا ہم سمند کے پانی سے وضو کرسکتے ہیں''؟

آپ ﷺ نے فرمایا! ﴿هُوَ الطَّهُوْرُ مَاؤُهٗ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهٗ﴾ ۳

اس کا پانی پاک ہے اور ''اس کا مردار (مچھلی وغیرہ) حلال ہے۔

---

۱ سورۃ الانعام: ۹۹.

۲ سورۃ الابراھیم: ۳٤

۳ ترمذی ج۱ ص۱۱ باب ماء البحر انہ طھور، ابوداؤد ج۱ ص۱۱ باب الوضوء بماء البحر

Marfat.com

۲۔ اگر پانی میں کوئی پاک چیز گر جائے جیسے آٹا وغیرہ تو وہ پانی پاک رہتا ہے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے اور آپ کی گھر والی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے ایک ایسے برتن سے غسل کیا جس میں گوندھے ہوئے آٹے کا اثر تھا۔[1]

۳۔ اگر پانی میں کوئی نجاست گر جائے اور وہ پانی قلیل مقدار میں ہو تو وہ ناپاک ہے اور اگر کثیر مقدار (پانچ من سے زیادہ ہو) تو اس کی تین چیزیں دیکھی جائیں گی۔

رنگ بو، اور ذائقہ، اگر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی بدل گئی تو وہ پانی ناپاک ہے اور اگر ان تینوں چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں بدلی تو وہ پانی پاک ہے۔[2]

چنانچہ حضرت ابوامامہ الباھلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا!

﴿انّ الماءَ لا یُنَجِّسه شیٌ الا ما غلب علی ریحه و طعمه و لونه﴾[3]

امام بیہقیؒ نے بھی لفظی تغیر کے ساتھ اس مفہوم کی روایت نقل کی ہے لیکن یہ روایت کثیر الطرق ہونے کے باوجود ضعیف ہے، کیونکہ کوئی ایک طریق بھی صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتا اس کے باوجود اصحاب الحدیث کا عمل اسی حدیث پر ہے آخر کیوں؟...... اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ یہ حدیث اپنے اصل کی توضیح ہے اور اس کا اصل یہ ہے، ﴿اِنَّ الماءَ طُهُورٌ لا یُنَجِّسُهٗ شَیٌٔ﴾[4]

اصل صحیح ہے جبکہ تشریح و توضیح والی راویت صحیح سے متعارض بھی نہیں ہے، صرف زائد ہے، لہٰذا اس کا ضعف تسلیم کرنے میں کوئی قباحت نہیں، جبکہ اس ضعیف روایت کے سوا دوسری کوئی صحیح روایت بھی نہیں ہے پھر اس ضعیف روایت کو اصل متن کے طور پر نہیں بلکہ تشریح اور توضیح کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، ظلم تو یہ ہے کہ لوگ صحیح کے مقابلے میں ضعیف کو حجت مان لیتے ہیں اور صحیح حدیث کو رد کر دیتے ہیں اس پر کچھ نقد نہیں اور اگر ہم نے صحیح کو اصل مان کر بطور توضیح کے ضعیف کو تسلیم کیا تو اس پر نقد و جرح کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

بقولِ شاعر: ؎ ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
لوگ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

---

[1] نسائی ج۱ ص ۷۱ باب الاغتسال فی قصعة فیها اثر العجین

[2] ترمذی مع تحفة الاحوذی ابواب الطهارة: ج۱ ص ۱۸۰

[3] ابن ماجه ص ۴۰ و للبیهقی الماء طهور الا ان تغیر ریحه او طعمه او لونه بنجاسة تحدث فیه

[4] بلوغ المرام ص ۱۰ باب المیاه اخرجه الثلاثة و صححه احمد

Marfat.com

ایسے ضعف کو تسلیم کرنا جو صحیح کے مخالف نہ ہو محدثین کے اُصول کے منافی نہیں ہے لیکن صحیح کے مقابلے میں ضعیف کو حجت تسلیم کرنا تو سراسر اُصولِ حدیث کے خلاف ہے۔

اِستعمال شدہ پانی

اس پانی سے مراد وہ پانی ہے جس سے ایک مرتبہ وضو یا غسل کیا جا چکا ہو یہ پانی طاہر ہے مطہر نہیں ہے یعنی خود تو پاک ہے لیکن دوسری کسی چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں گھر میں بیمار پڑا ہوا تھا اور بات سمجھنے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھا تھا، نبی کریم ﷺ میری عیادت کیلئے تشریف لائے،

آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر ڈالا[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو میں اِستعمال ہونے والا پانی ناپاک نہیں ہوتا اگر وہ ناپاک ہوتا تو رسول اللہ ﷺ وہ پانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر نہ ڈالتے۔

اسی طرح بعض دوسری اَحادیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا! کہ جس پانی سے غسل یا وضو کر لیا جائے اس سے دوبارہ وضو یا غسل نہ کیا جائے۔

البتہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت بھی ملتی ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں غسلِ جنابت نہ کرے لوگوں نے پوچھا، اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (جس کے پاس اور پانی نہ ہو) وہ کیا کرے؟ انہوں نے جواب دیا، اس میں سے پانی بھر کر نہائے[2]

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر غسل سے پانی ناپاک نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے کیوں منع فرماتے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ (اپنی زوجہ) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بچے ہوئے پانی سے غسل فرماتے[3]

ابنِ خزیمہ میں وارد ہے کہ:

آپ ﷺ کی ازواج میں سے کوئی غسل فرماتیں پھر آپ ﷺ غسل کیلئے تشریف لاتے تو وہ کہتیں کہ میں جنبی

---

[1] اخرجه بخاری ۱/۶٤ باب صبّ النبی ﷺ وَضوئه..... ومسلم نووی ۱۱/۵۰ فرائض فی فاتحة

[2] مسلم مع نووی ۳/۱۸۸

[3] اخرجه مسلم فی کتاب الحیض ۱/۲۵۷ مستخرج علی مسلم

Marfat.com

تھی، آپ ﷺ جواب میں اِرشاد فرماتے!

﴿اِنَّ الْمَآءَ لا یُجْنِبُ : بیشک پانی جنبی نہیں ہوتا﴾ [1]

جھوٹا پانی

(الف) مسلمان کا جھوٹا پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے، چاہے مسلمان جنبی ہو یا حائضہ عورت، ان تمام کا جھوٹا پاک ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ رب العالمین کا یہ فرمان ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ : یقیناً مشرک ناپاک ہیں﴾ [2]

اب یقیناً آپ کے ذہنوں میں یہ سوال اُٹھ رہا ہوگا کہ جب مشرک ناپاک ہیں تو ان کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟ سو یہ نجاست، عقیدہ اور عمل کی نجاست ہے یعنی اس سے مراد اُن کے بدن کی نجاست نہیں ہے کہ وہ کسی کپڑے کو ہاتھ لگائیں تو وہ ناپاک ہو جائے یا کسی اشیائے خورد ونوش کو ہاتھ لگائیں تو وہ ناپاک ہو جائے ایسا نہیں ہے، بلکہ آپ کفار و مشرکین کی دکانوں سے سودا سلف کے حصول کیلئے خرید و فروخت کر سکتے ہیں البتہ ان کا جھوٹا اِستعمال نہ کرنے اور ان کے برتن بغیر دھوئے اِستعمال نہ کرنے کی صراحت حدیثِ پاک میں موجود ہے۔

(ب) حلال جانوروں کا جھوٹا بھی بالاتفاق پاک اور پاک کرنے والا (طاہر ومطہر) ہے۔

حلال جانوروں سے مراد وہ تمام جانور ہیں جن کا ہم گوشت کھاتے ہیں یا دودھ پیتے ہیں۔

(ج) حرام جانور (جن کا ہم گوشت وغیرہ نہیں کھاتے) جیسے خچر، گدھے، جنگلی جانور، شکاری پرندے وغیرہ ان کا جھوٹا بھی پاک ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا ہم گدھوں کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرلیں، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا! تمام درندوں کے بچے ہوئے پانی سے وضو کر سکتے ہو۔ [3]

نوٹ:- خنزیر اور کُتا اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، یہ نجس العین ہیں اور ان کا جھوٹا ہرگز پاک نہیں ہے۔

---

[1] اصحاب السنن یعنی ابی داؤد والترمذی والنسائی و ابن ماجہ وکذا الدارمی والدارقطنی وابن خزیمہ والحاکم بلوغ المرام ص ۱۲

[2] سورۃ التوبہ:۲۸

[3] دارقطنی مع مغنی ج۱ ص۶۲ باب الآسار والبیهقی ج۱ ص۴۲۴

Marfat.com

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سفر پر تھے راستے میں ایک شخص کو ایک بڑے حوض پر بیٹھے ہوئے پایا، حضرت عمرؓ جو اس سفر میں آپ کے شریک تھے انہوں نے اس شخص سے پوچھا! ''کیا رات کے وقت جنگلی جانور تمہارے اس حوض میں منہ ڈالتے ہیں؟''

اتنے میں (اس شخص کے جواب کا انتظار کئے بغیر) نبی کریم ﷺ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

''اے حوض والے! عمر بلا وجہ تکلف کر رہے ہیں، تم ان کے سوال کی پروانہ کرو، جنگلی جانوروں نے اُپنے پیٹوں میں جو پانی لیا ہے وہ ان کا تھا، اُور جو بچ گیا وہ ہمارا ہے، یہ پینے کا پانی ہے اُور پاک ہے۔''[1]

حضور اکرم ﷺ نے حوض والے کو حضرت عمرؓ کا جواب دینے سے اس لئے روکا، کیونکہ وہ پانی پاک تھا لہذا یہ بتانے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ جنگلی جانور یہاں آتے ہیں یا نہیں۔

کتے کا جھوٹا پانی

یہ پانی بالاتفاق ناپاک ہے حتیٰ کہ وہ برتن بھی ناپاک ہے جس میں کتے نے منہ ڈالا ہو چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

''جب کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال لے تو اُسے چاہئے کہ اس برتن کو (پاک کرنے کیلئے) سات مرتبہ پانی سے دھوئے اُور ایک مرتبہ مٹی سے مانج لے۔''[2]

نوٹ:- بلّی کا جھوٹا پاک ہے جس کی تفصیل صفحہ نمبر ۷۸ پر ''طہارت کے متفرق مسائل'' کے عنوان کے تحت جز نمبر ۱۳ میں گزرچکی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] دارقطنی ج۱ ص۲۶

[2] بخاری ۵۸/۱ کتاب الوضوء باب اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبعاً و مسلم: ۱۸۲/۳ کتاب طہارۃ باب حکم ولوغ الکلب

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

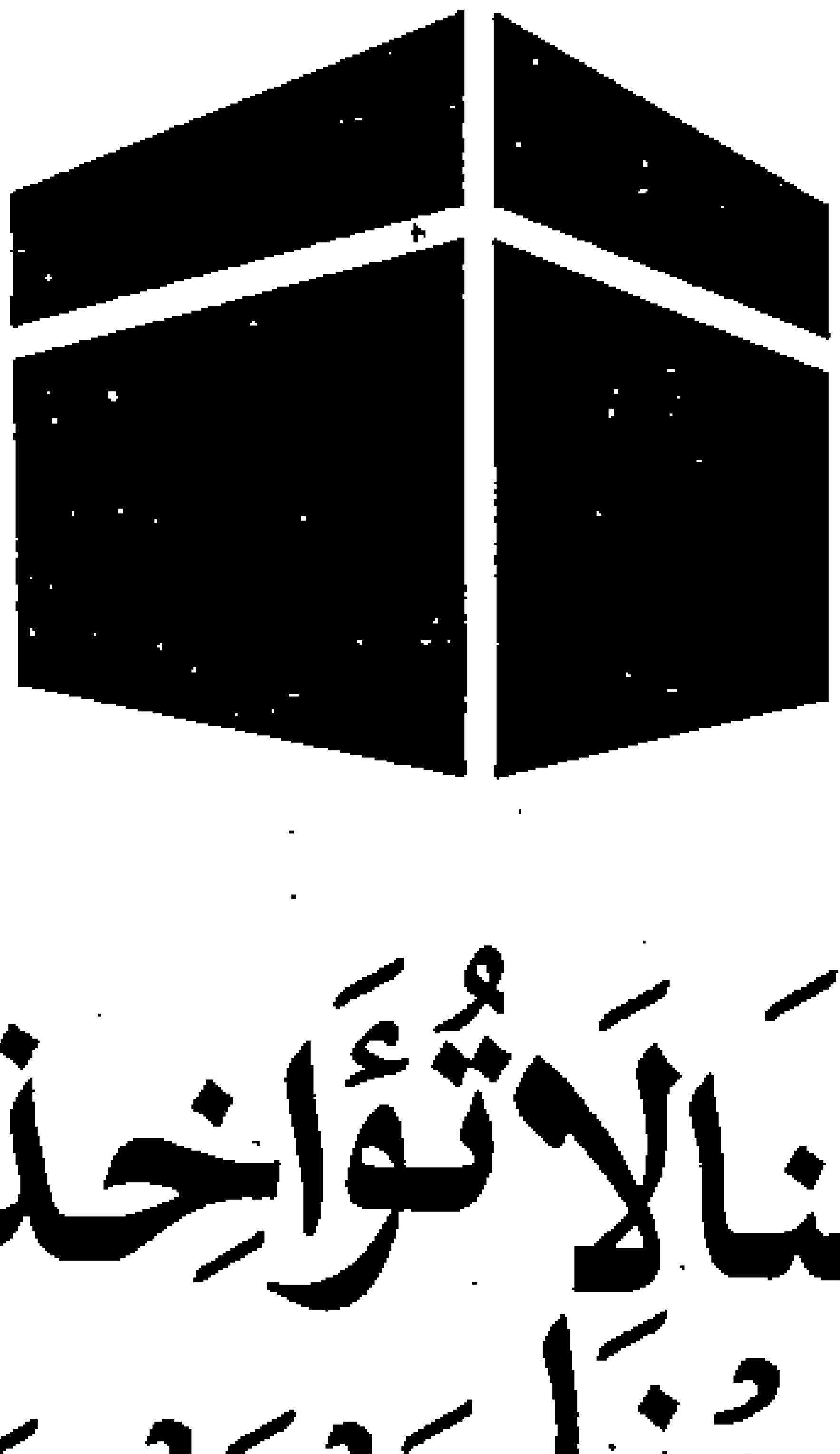

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۳

وضو

فرمانِ رسولؐ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبَلُ صَلٰوۃً بِغَیْرِ طُھُوْرٍ

بیشک اللہ تعالیٰ بغیر وضو کے نماز قبول نہیں کرتا۔

(مسلم ۱/۲۹۰،۲۹۱)

Marfat.com

درود شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صل علیٰ محمد
وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت
علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم
انک حمید مجید ۝
اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ
اٰل محمد کما بارکت علیٰ
ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم
انک حمید مجید ۝

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وضوء

وضو ان اَوصافِ حمیدہ میں سے ایک ایسا وصف ہے اور ان اَعمالِ صالحہ میں سے ایک ایسا عمل ہے جن کے ثمرات اُس دن نمایاں ہونگے جس دن نیکی کا بدلہ تو ملے گا لیکن اِنسان نیکی کر نہ سکے گا جس دن جرائم پیشہ اَفراد کے جُرموں کی سزا ملے گی لیکن مجرم نیا جرم کر نہ سکے گا۔

وضو چاہے موحد کرے یا بدعتی اُس کا ایک اَپنا رنگ ہے اَور وہ ایسا پکا رنگ ہے کہ مر کر مٹی ہو جانے کے بعد بھی جب اِنسان دوسرا صور پھونکے جانے کے بعد قبروں سے اُٹھ کھڑے ہونگے تب بھی یہ رنگ ان کے اعضاء پر چڑھا ہوا ہوگا چنانچہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن میں حوضِ کوثر پر پانی پلا رہا ہونگا اَور کچھ لوگ میری طرف آئیں گے جن کے اعضاء چمکتے ہونگے، اُن کو دیکھ کر میں پہچان لوں گا کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں لیکن فرشتے انہیں مجھ سے دور کر رہے ہونگے، میں کہوں گا یہ میری اُمت کے لوگ ہیں انہیں آنے دو لیکن مجھے بتایا جائے گا۔

﴿اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ﴾ [1]

بے شک آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے دین میں آپ کے بعد کیا کیا تبدیلیاں کی ہیں۔

یہ سن کر میں کہوں گا!

﴿سُحْقاً سُحْقاً لِمَنْ غَیَّرَ بَعْدِیْ﴾ (ایضا)

لعنت ہو اُن لوگوں کیلئے جنہوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کیں۔

---

[1] بخاری ج۲/ص ۹۷۷،۹۷۶ کتاب الحوض

Marfat.com

وضو کی فرضیت

قرآن وحدیث سے وضو کی فرضیت ومشروعیت ثابت ہے چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے:

۱۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [۱]

اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا کرو اور سر کا مسح کرو اور پاؤں کو ٹخنے سمیت دھولو۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿لا تُقْبَلُ صَلاةُ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ﴾ [۲]

تم میں سے کوئی شخص بے وضو ہو جائے تو دوبارہ وضو کئے بغیر اُس کی نماز نہیں ہوگی۔

مندرجہ بالا دونوں فرامین سے وضو کی فرضیت ثابت ہوتی ہے لیکن یاد رہے کہ جس طرح وضو کی فرضیت اور مشروعیت کے احکامات نماز کے بارے میں وارد ہوئے ہیں اس طرح کے احکامات کسی اور عبادت کے لئے ثابت نہیں ہیں، لہٰذا بڑے اعتماد کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر عبادت وضو کے بغیر ہوسکتی ہے سوائے نماز کے۔

مسواک

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا اگر میں اپنی اُمت پر اس بات کو مشکل نہ جانتا تو میں لوگوں کو یہ حکم دیتا کہ وہ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھیں اور ہر نماز کے لئے مسواک کیا کریں۔ [۳]

۲۔ مسواک اُن دس باتوں میں سے ایک ہے جنہیں رسولِ اکرم ﷺ نے فطرت قرار دیا ہے۔ جنہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رسولِ اکرم ﷺ سے بیان کیا ہے۔

---

[۱] سورۃ المائدہ:٦

[۲] مسلم: فی کتاب الطھارۃ ۱/۲۰٤ و ابوداؤد فی الطھارۃ ۱/۱۵،۱٦ وبنحوہ اخرجہ البخاری: فی کتاب الطھارۃ ۱/۲۸۲ کما فی المستخرج علی مسلم ج۱ ص۲۹۱

[۳] اخرجہ مسلم فی کتاب الأیمان ۱/۲۲۰ وابوداؤد فی الطھارۃ ۱/۱۲ والنسائی فی کتاب المواقیت ۱/۲۱٤ کما فی المستخرج ج۱ ص۳۱۲

Marfat.com

فطرت کی دس باتیں

۱۔ لبوں کے بال کٹوانا۔ ۲۔ داڑھی کا بڑھانا۔
۳۔ مسواک کرنا۔ ۴۔ ناک میں پانی چڑھانا۔
۵۔ ناخن کٹوانا۔ ۶۔ انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا۔
۷۔ بغل کے بال اکھیڑنا۔ ۸۔ زیر ناف بال مونڈنا۔
۹۔ استنجا میں پانی کم استعمال کرنا۔ ۱۰۔ کلی کرنا۔ [۱]

مسواک سے پڑھی جانے والی نماز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا وہ نماز جو مسواک کر کے پڑھی گئی ہو اُس نماز سے جو بغیر مسواک کئے پڑھی گئی ستر درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے۔ [۲]

مسواک منہ کی صفائی اور رب کی رضاء ہے

﴿عن عائشةؓ قالت قال رسولُ اللهِ ﷺ السّواکُ مطهّرة للفم مرضاة للرب﴾ [۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مسواک منہ کی صفائی اور رب کی رضا کا ذریعہ ہے۔''

مسواک انبیاء کی سنت ہے

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:
چار باتیں انبیاءِ کرام کی سنت ہیں۔

۱۔ حیا کرنا، ختنہ کرانا۔
۲۔ خوشبو لگانا۔
۳۔ مسواک کرنا۔
۴۔ نکاح کرنا۔ [۴]

---

[۱] مسلم ۱/۱۲۹
[۲] اخرجه ابن خزیمة ۲/ ۲۱۱ والحاکم ۱/ ۱۳۶ واحمد ۶/ ۱۴۶ والبزار فی مسنده ۱/ ۲۴۴، ۵۰۱
[۳] الدارمی ج۱ ص ۱۲۵ باب السواك مطهرة للفم، النسائی باب السواك اذا قام من اللیل ج۱ ص ۵
[۴] ترمذی ج۲/ ۱۲۸ ابواب النکاح

Marfat.com

دوسرے کی مسواک اِستعمال کرنا

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ مسواک کرتے اَور مجھے دے دیتے تاکہ میں مسواک کو دھو ڈالوں لیکن میں (دھونے سے پہلے) خود مسواک کرتی پھر دھو کر رسولِ اکرم ﷺ کو دے دیتی۔ [۱]

۲۔ مرضِ وفات میں جب رسول اللہ ﷺ کی اس فانی زِندگی کا آخری دن تھا اُس وقت آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تشریف فرما تھے اتنے میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آئے ان کے پاس اِیک مسواک تھی رسول اللہ ﷺ نے مسواک کی طرف دیکھا،

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا! ''کیا مسواک لے کر آپ کو دوں؟''

رسولِ اکرم ﷺ نے سر کے اشارہ سے فرمایا: ''ہاں!''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسواک لے کر جنابِ رسالت پناہ ﷺ کو دے دی لیکن کمزوری کی وجہ سے آپ ﷺ مسواک کو چبا کر نرم نہ کر سکے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا! کیا میں اِسے نرم کر کے دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا ''ہاں!''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مسواک لی اَور اسے چبا کر نرم کیا اَور جھاڑ کر رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی آپ ﷺ نے مسواک کی اَور اچھی طرح مسواک کی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

اللہ نے میرے اَور آپ ﷺ کے لعاب کو دُنیا کے آخری دن اَور آخرت کے پہلے دن جمع کر دیا پھر رسولِ اکرم ﷺ نے تھوکنے کیلئے اِیک تشت منگوایا اَور اس میں مسواک کر کے تھوکتے جاتے تھے۔ [۲]

مندرجہ بالا دونوں روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اِیک دوسرے کی مسواک اِستعمال کر سکتے ہیں۔ (بشرطیکہ اُسکی رضامندی شامل ہو)۔

---

[۱] ابو داؤد ج۱ ص۸،۷ باب غسل السواک

[۲] بخاری ج۲ ص۶۳۸ باب مرض النبی ﷺ (عن عائشہؓ)

Marfat.com

برگر فیملی کے فینسی تکلفات

ہمارے ہاں جو طبقہ پیسے کے اِعتبار سے سوسائٹی میں اُونچا ہو جاتا ہے اُور اُن کے کلچر میں انگریزی تہذیب سما جاتی ہے تو اُن کا رَہن سہن، اُٹھنا، بیٹھنا، وضع قطع، گفتگو کا انداز، کھانے پینے کے آداب، گھروں کا ماحول اُور سجاوٹ، پیرہن کے انداز، بالوں کی کٹنگ، دوستی اُور دشمنی کے معیار، بے حجابی کا طوفان اُور عریانیت کا سیلاب سب کچھ یورپ کی طرز پر اَپنالیا جاتا ہے۔

ان کے مزاج اُور طبیعتیں اِس قدر فینسی اُور نازک ہو جاتی ہیں کہ اِیک دوسرے کے جراثیم ان پر دوسروں کی بنسبت بہت جلد حملہ آور ہوتے ہیں پھر احتیاطی تدابیر کا یہ عالم ہو جاتا ہے کہ گھر میں کنگھا الگ، تولیہ الگ، صابن الگ حتیٰ کہ بعض گھروں میں کھانے پینے کے برتن تک الگ کر دیئے جاتے ہیں۔

رسولِ اکرم ﷺ نے مسلمان کے جس جھوٹے کو شفاء قرار دیا ہے، یہ فیملی اُسے حرام تصور کرتی ہے جو اِسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔

مسواک کرنے کا طریقہ

رسولِ اکرم ﷺ مسواک کو اَپنے منہ میں اچھی طرح دانتوں پر رگڑتے (دائیں بائیں اُور اوپر نیچے ہر طرح سے پھیرتے) حتیٰ کہ مسواک کو اَپنی زبان پر بھی پھیرتے۔ [1]

یہی طریقہ مسنون ہے اُور ہمیں اسی طریقہ پر مسواک کرنی چاہئے۔

ٹوتھ برش اُور ٹوتھ پیسٹ کا مسئلہ

ٹوتھ برش وغیرہ کا اِستعمال اُن چیزوں میں سے ہے جنہیں شریعت نے مباح رکھا ہے اُور اس کا اِستعمال شریعت کی کسی نص سے متصادم بھی نہیں، مسواک اُور برش میں اِیک علت بھی مشترک ہے اُور وہ ہے منہ اُور دانتوں کی صفائی پس اس علت کا اِشتراک اِس کے جواز کیلئے کافی ہے۔

جس طرح ابوداؤد میں رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے کہ جب اِنسان اِستنجا سے فارغ ہو ﴿ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى الْاَرْضِ : تو اَپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر صاف کرے﴾ [2]

عصرِ حاضر میں بالخصوص شہروں میں کچے مکانات اُور کچی جگہوں کا رواج ختم ہو گیا ہے اب ٹائلیں،

---

[1] مسلم فی کتاب الطهارة ۱/ ۲۲۰ و ابوداؤد فی کتاب الطهارة ۱/ ۱۳ والنسائی فی کتاب الطهارة ۱/ ٦٣ وفی البخاری ج۱/ ٤٢٣ باب کیف یستاك، کما فی مستخرج / ۲۱۳

[2] ابوداؤد ج۱ ص۷ باب الرجل یدلك یده با الارض اذا استنجی

Marfat.com

ماربل اور موزائک وغیرہ استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا ہاتھوں کو زمین پہ رگڑنے کی وہ غایت ہی ختم کر دی گئی ہے چونکہ مٹی نہیں ہے اور مٹی کے بغیر رگڑنا منشائے حدیث کے خلاف ہے اب ہر گھر میں بیت الخلاء کے ساتھ بیسن لگا دیئے جاتے ہیں اور مٹی کی جگہ صابن رکھ دیا جاتا ہے لہٰذا بیت الخلاء سے فراغت کے بعد ہر شخص صابن سے ہاتھ دھو لیتا ہے جس سے وہی پاکیزگی اور طہارت حاصل ہوتی ہے جو مٹی سے حاصل ہو رہی تھی اب یہاں چونکہ دونوں میں حصولِ طہارت کی علت مشترک ہے اس لئے کوئی مفتی شاید یہ فتویٰ نہ دے کہ حدیث میں تو مٹی سے رگڑنے کا حکم ہے پھر صابن سے ہاتھ کیونکر پاک ہونگے، بلکہ مشترک علت کے سبب صابن کے جواز کا فتویٰ دیا جائے گا اسی طرح اگر کوئی شخص برش اس نیت سے کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے منہ کی صفائی کی تاکید فرمائی ہے لہٰذا برش اور ٹیوب کے استعمال سے منہ کی صفائی مسواک سے بھی زیادہ اچھی اور کم وقت میں ہوسکتی ہے تو ممکن ہے رب العالمین اس کے اخلاص کے سبب اسے وہی اجر و ثواب عطا کرے جو مسواک کرنے والے کیلئے مخصوص ہے۔ بشرطیکہ برش کرنے والا مسواک کو سنت سمجھتا ہے اور اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مسواک کے بارہ میں وضعی تصوّرات

بستر بند جماعتوں سے اکثر یہ سنا گیا ہے کہ مسواک ایک بالشت لمبی ہو اور انگلی برابر موٹی اور اسے جیب میں کھڑا نہ رکھا جائے ورنہ اس سے بواسیر کی بیماری پیدا ہوگی یہ سب توہمات اور فرضی خیالات ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں اس قسم کی پابندیاں شامل نہیں ہیں۔

وضو سے پہلے بسم اللہ

اسلام کی تعلیم میں ہر اچھے کام کا آغاز بسم اللہ سے کیا جاتا ہے۔

حضرت سعید بن زید ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

﴿لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ [1]

"اس کا وضو نہیں جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی۔"

اگرچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور بعض دیگر محدثین کا اس حدیث پر کلام ہے پھر اس کی اصل صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ہر اچھے کام کا آغاز بسم اللہ سے کیا جانا چاہیئے۔

---

[1] ترمذی ج۱ ص۶ باب التسمية عند الوضوء

Marfat.com

بسم اللہ پوری اَور آدھی کا مسئلہ

بعض علماء اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں کہ وضو سے پہلے اَور کھانے سے پہلے پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھنی چاہیے بلکہ صرف ''بسم اللہ'' کہنا چاہیے کیونکہ اَحادِیث میں لفظ بسم اللہ وارد ہوا ہے پوری بسم اللہ نہیں ہے۔

اگر چہ یہ مسئلہ اِختلافی نہیں تھا پھر بھی اِختلافی بنادیا گیا حالانکہ ہر زبان کا یہ اندازِ گفتگو مسلّم ہے جسے زبان کا اَدب قرار دیا جاتا ہے۔

بعض دفعہ ہم کُل بول کر جز مراد لیتے ہیں اَور بعض دفعہ جز بول کر کُل مراد لیا جاتا ہے جس طرح قرآن کریم میں منافقین کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ بجلی کی گرج سنتے ہیں تو موت کے ڈر سے ﴿یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ : اپنی انگلیاں اَپنے کانوں میں دے لیتے ہیں﴾ [1]

''اُنگلی'' کا اِطلاق اُوپر کے پور یعنی ناخن سے لے کر نیچے کے آخری پور تک ہوتا ہے لیکن دُنیا جانتی ہے کہ کوئی بھی شخص پوری اُنگلی اَپنے کان میں نہیں ڈالتا کان پر صرف اُوپر کے پور رکھے جاتے ہیں لیکن ذکر پوری اُنگلی کا کیا گیا یعنی کُل بول کر جُز مراد لیا گیا۔

اور کبھی جز بول کر کُل مراد لیا جاتا ہے جیسے قرآن کریم میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ﴾ :رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ [2]

اِس آیت میں حکم صرف رکوع کا ہے، جبکہ اِس سے مراد مکمل نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا ہے۔

ہم کسی سے کہیں کہ تم اپنی فلاں تکلیف میں ''الحمد'' پڑھ کر دَم کر لیا کرو تو وہ صرف لفظِ ''الحمد'' کو نہیں پڑھتا رہے گا بلکہ ''الحمد'' سے لے کر ''ولا الضالین'' تک پوری سورت پڑھے گا۔

یا کسی سے کہا جائے کہ قل ھواللہ سناؤ تو وہ پوری سورۃ اِخلاص سنائے گا نہ کہ صرف وہی لفظ کہے گا جو ہم نے کہا ہے، ہم نے اگر چہ جز بولا ہے لیکن جز بول کر کُل مراد لیا اَور سننے والے نے بھی ہماری مراد کو سمجھا۔

اِسی طرح وضو سے قبل یا کھانے سے قبل اگر چہ لفظ بسم اللہ وارد ہے تاہم یہاں بھی جز بول کر کُل مراد لیا گیا ہے یعنی بسم اللہ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ مکمل دُعا پڑھی جائے جو بسم اللہ کے نام سے معروف ہے جسے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کہا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

---

1. سورۃ البقرۃ : ١٩
2. سورۃ البقرۃ : ٤٣

وضو کی نیت

تمام شرعی اُمور میں شارع علیہ السلام نے نیت کو لازمی اَمر قرار دیا ہے۔

چنانچہ اِرشادِ نبوی ﷺ ہے: ﴿ اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّیاتِ: تمام اَعمال کا دارومدار نیت پر ہے ﴾ ۱

زبان سے نیت کے الفاظ خاص اس موقع کیلئے ثابت نہیں ہیں وضو سے قبل بھی وضو کی نیت (ارادے) کا ہونا ازحد ضروری ہے، اگر بغیر ارادے کے یہ اَعضاء دُھل بھی جائیں تو بھی وضو نہیں ہوگا۔ مثلاً: کسی دوست نے دوسرے دوست سے مذاق کرتے ہوئے اسے جھیل یا ندی میں دھکا دے دیا اَور اسے اِیک دو غوطے بھی آ گئے اَور اس نے کلی بھی کر لی تب بھی وضو نہیں ہوگا کیونکہ اس عمل میں وضو کی نیت شامل نہیں ہے۔

وضو کا مسنون طریقہ

۱۔ پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھوں کو دھویا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے جب کوئی شخص سو کر اُٹھے تو اَپنے ہاتھوں کو برتن میں ڈالنے سے پہلے تین مرتبہ دھولے اس لئے کہ اُسے نہیں معلوم کہ اُس کے ہاتھ نے رات کس حال میں گزاری۔'' ۲

۲۔ یوں تو وضو کا طریقہ متعدد اَحادِیث میں موجود ہے لیکن ہم چند ایک اَحادِیث درج کئے دیتے ہیں جس میں مسنون وضو کا طریقہ بتایا گیا ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیلئے پانی منگوایا سب سے پہلے تین مرتبہ اَپنے ہاتھ دھوئے پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اَور تین مرتبہ کلی کی اَور ناک میں پانی چڑھا کر ناک سنکی پھر چہرہ دھویا، تین مرتبہ کہنیوں سمیت دونوں بازو دھوئے پھر سر کا مسح کیا پھر تین مرتبہ ٹخنوں سمیت پاؤں دھوئے پھر کہا، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

میرے اس وضو کی طرح جس نے وضو کیا اَور پھر دو رکعت نماز پڑھی تو اِس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ۳

---

۱ بخاری ج۱ ص۲ فی باب کیف بدء الوحی، والایمان والنذور، والحیل و مسلم: الامارۃ، والترمذی

۲ بخاری ۲۸/۱ باب الاستنسار و مسلم فی باب کراھۃ غمس المتوضی...... ۱۳۶/۱

۳ بخاری ۲۷/۱، ۲۸ باب الوضوء ثلاثاً ثلاثاً

Marfat.com

۳۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا حضور نبی کریم ﷺ کس طرح وضو فرمایا کرتے تھے؟ پس حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے وضو کیلئے پانی منگوایا اور دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان کو دو دو مرتبہ دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی دے کر ناک کو تین بار جھاڑا پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر دونوں بازو کو کہنیوں سمیت دو دو مرتبہ دھویا، پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا، پھر دونوں پاؤں دھو لئے۔ ۱

یہی روایت بخاری و مسلم میں یوں وارد ہے (وضو کے بعد حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا)

﴿هكذا كان وضوء رسول الله ﷺ : رسولِ اکرم ﷺ کا وضو اسی طرح تھا﴾ ۲

متعدد احادیث سے ماخوذ وضو کا مسنون طریقہ

1- وضو بسم اللہ پڑھ کر شروع کریں۔ ۳

2- دائیں ہاتھ سے پانی لے کر ہاتھوں کو پہنچوں تک تین مرتبہ دھوئیں اور انگلیوں کا خلال بھی کریں۔ ۴

3- سیدھے ہاتھ سے منہ میں پانی لے کر کلی کریں پھر ناک میں پانی چڑھائیں۔ ۵

4- اگر روزہ نہ ہو تو پانی چڑھانے میں مبالغہ کریں اور ناک کو بائیں ہاتھ سے سنکیں۔ ۶

5- دونوں ہاتھوں سے چہرے کو دھوئیں۔ ۷

6- ایک چلو پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے ڈالیں اور نیچے سے داڑھی میں انگلیاں ڈال کر خلال کریں۔ ۸

7- پھر سیدھے بازو کو کہنی سمیت دھوئیں پھر بائیں بازو کو بھی کہنی سمیت دھوئیں۔ ۹

8- دونوں ہاتھوں کو تر کر کے سر کا مسح کریں، پیشانی سے شروع کریں اور پیچھے گدی تک لے جائیں پھر اسی طرح واپس گدی سے پیشانی تک ہاتھ لے آئیں۔ ۱۰

9- مسح صرف ایک مرتبہ کریں۔ ۱۱

---

۱ مؤطا امام مالک ۱/۱۲،۱۳ العمل فی الوضوء والنسائی ۱/ ۲۸ باب حدّ الغسل

۲ مسلم اخرجه فی كتاب الطهارة ۱/ ۲۱۰ ، واخرجه ابوداؤد فی الطهارة ۱/ ۳۰ والامام احمد فی مسنده ۱/ ۱۵۲ والبخاری فی كتاب الوضوء ۱/ ۳۴۷

۳ نسائی ۱/ ۲۵ عن انس رضی اللہ عنہ

۴ مسلم ۱/ ۱۱۹ عن عثمان رضی اللہ عنہ

۵ بخاری ۱/ ۲۷ و مسلم ۱/ ۱۲۰

۶ نسائی ۱/ ۲۷

۷ بخاری ۱/ ۲۶ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

۸ حاکم عن انس رضی اللہ عنہ وترمذی عن عثمان رضی اللہ عنہ

۹ بخاری ۱/ ۲۸

۱۰ بخاری ۱/ ۳۱ عن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ

۱۱ بخاری ۱/ ۳۲

Marfat.com

10- انگشتِ شہادت اور انگوٹھے کو تر کر کے انگلی سے کان کے اندر کے حصے کا اور انگوٹھے سے کان کے باہر کے حصے کا مسح کریں۔ [1]

11- پہلے دایاں پاؤں دھوئیں پھر بایاں پاؤں (ٹخنے سمیت) دھوئیں۔ [2]

12- ہاتھ کی چھنگیا انگلی سے پاؤں کا خلال کریں۔ [3]

13- وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھیں۔ [4]

﴿اَشْهَدُ اَنْ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيْكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ﴾

14- اگر چاہیں تو وضوء کے بعد تولیہ استعمال کر سکتے ہیں۔ [5]

گردن کا مسح

گردن کا مسح سر کے مسح کے ساتھ شامل ہے، ''وضو کا مسنون طریقہ'' کے عنوان کے تحت حضرت عبداللہ بن زید بن عاصمؓ کی روایت نقل کی جا چکی ہے، جو مؤطا امام مالک، نسائی اور بخاری، مسلم میں موجود ہے۔ [6]

گردن کا علیحدہ سے مسح کرنے کی کوئی صحیح اور مرفوع روایت نہیں ہے۔

البتہ احناف گردن کے مسح کے ضمن میں درج ذیل روایات پیش کرتے ہیں:

(الف) حضرت موسیٰ بن طلحہؓ سے مروی ہے:

﴿من مسح فقاه مع رأسه وقى من الغلّ﴾ [7]

جس نے سر کے ساتھ اپنی گردن کا مسح کیا وہ کینے سے بچ گیا۔

(ب) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

﴿من توضأ ومسح بيديه على عنقه وقى الغلّ يوم القيمة﴾ [8]

---

[1] ابوداؤد ۱/۳۲ عن عبداللّٰہ بن عمرؓ

[2] بخاری ۱/۲٦ عن عثمانؓ

[3] ابوداؤد ۱/۲۰ عن مستوردؓ

[4] مسلم ۱/۱۲۲ عن ابن عمرؓ

[5] ترمذی ۱/۹ عن عائشہؓ

[6] مؤطا امام مالك ۱/۱۲،۱۳ العمل فی الوضوء والنسائی ۱/ ۲۸ باب حدّ الغسل

[7] تلخیص الحبیر ج۱ ص۹۲ رقم ۹۷ وشرح احیاء العلوم للزبیدی

[8] تلخیص الحبیر ج۱ ص۹۲ رقم ۹۷ وشرح احیاء العلوم للزبیدی

Marfat.com

جس نے وضو کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے گردن کا مسح کیا وہ قیامت کے دن (گلے کے) طوق سے محفوظ رہے گا۔ [1]

علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی نے اگرچہ ان روایات کو ضعیف تسلیم کیا، مگر فرمایا کہ فضائل و مستحبات میں ضعیف احادیث قابلِ عمل ہوتی ہیں۔ [2]

لیکن سچ تو یہ ہے کہ یہ روایات ضعیف نہیں بلکہ موضوع ہیں۔

چنانچہ علامہ نووی رحمہ اللہ شارح مسلم (شرح المہذب) میں فرماتے ہیں:

﴿هٰذَا مَوْضُوْعٌ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ ﷺ﴾

یعنی گردن کے مسح والی حدیث موضوع و من گھڑت ہے یہ نبی کریم ﷺ کا کلام نہیں ہے۔

ظلم تو یہ ہے کہ باقی تمام وضو ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے کیا گیا لیکن گردن کا مسح تمام وضو میں واحد عمل ہے جسے ہاتھوں کی پشت (اُلٹے ہاتھوں) سے کیا جاتا ہے، جس میں شاید بقول خواجہ قاسم رحمہ اللہ کے یہ حکمت ہے کہ "یہ سنت نبوی ﷺ کے بالکل اُلٹ ہے" اسی لئے اُلٹے ہاتھوں کو ترجیح دی گئی ہے۔

پاؤں پہ مسح کریں یا دھوئیں

تمام اہلِ سنت کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ پاؤں دھوئے جائیں۔

حتیٰ کہ اصحاب الحدیث اور اصحاب الرائے میں بھی کوئی فرق نہیں، لیکن ہمارے ہاں کلمہ پڑھنے والوں کا ایک طبقہ پاؤں دھونے کے بجائے پاؤں کے مسح کا قائل ہے حتیٰ کہ اس مسئلہ پر بسا اوقات مختلف فرقوں سے تعلق رکھنے والے باہم بحث مباحثہ اور مناظرہ بازی پر اُتر آتے ہیں شہر کے گلی کوچوں میں ایسے ہینڈ بل، پوسٹر اور اشتہارات وغیرہ نہ چاہتے ہوئے بھی دیکھنے کو کثرت سے مل جاتے ہیں۔

دراصل یہ مسئلہ اختلافی نہیں تھا لیکن دوسرے فرقوں سے امتیاز پیدا کرنے کیلئے اسے اختلافی بنا دیا گیا قرآن کریم کی وہ آیت جسے ہم نے وضو کی فرضیت کے تحت سرِ فہرست نقل کیا ہے اگر عربی زبان سے تھوڑی بہت سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی غور و خوض کرے تو یہ سربستہ راز اس پر بھی عیاں ہو سکتا ہے بات صرف اتنی ہے کہ مسح کرنے کے قائلین "اَرْجُلَكُمْ" کے الفاظ کو "وَامْسَحُوْا" کے تحت سمجھتے ہیں

---

[1] تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۹۳ رقم ۹۸

[2] السعایہ

Marfat.com

اُور پاؤں دھونے کے قائلین اسے "فَاغْسِلُوْا" کے تحت سمجھتے ہیں۔

حقیقت کیا ہے اسے جانچنے کیلئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ (اَرْجُلَکُم) "فَاغْسِلُوْا" کا مفعول ہے یا "وَامْسَحُوْا" کا قرآنِ کریم کی اس آیت کو سامنے رکھیں اُور دیکھیں کہ "فَاغْسِلُوْا" کے تمام مفاعیل کا "لام" کلمہ مفتوح ہے جیسے: "وُجُوْهَكُمْ" میں (ہ) اُور: "اَیْدِیَکُمْ" میں (ی) اُور اگر "اَرْجُلَکُم" کو "وَامْسَحُوْا" کا مفعول بنایا جائے تو اس کے پہلے مفعول پر حرفِ جار "ب" داخل ہے، ملاحظہ فرمائیں:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ﴾ [1]

اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اَپنے چہرے کو اُور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولیا کرو اُور سر کا مسح کرو اُور پاؤں کو ٹخنے سمیت دھولو۔

یعنی وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِكُمْ (مسح کرو اَپنے سروں کا) اس کے بعد "وَاَرْجُلَكُمْ" میں واؤ عاطفہ موجود ہے۔ اگر ہم قریب سے عطف لیں تو حرفِ جار کا عمل اس پر بھی ہوگا اُور قرآن میں یہ لفظ "وَاَرْجُلَكُمْ" یعنی لام کی زبر کے ساتھ منقول ہے اگر یہ "وَامْسَحُوْا" کا مفعول ہوتا تو لام کی زیر کے ساتھ آتا پھر آیت اس طرح ہوتی "وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِكُمْ وَاَرْجُلِكُم" یعنی (ب) کا اِطلاق جیسے "رؤس" پر ہوا تو واؤ عاطفہ کے نتیجے میں "ارجل" پر بھی ہوگا جس طرح "رؤس" کے (سِ) کے نیچے زیر ہے اسی طرح "ارجل" کے (لِ) کے نیچے بھی زیر ہوتی جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ جس طرح (وُجُوْهَكُمْ) میں (ہَ) پر فتح ہے اُور (اَیْدِیَكُم) میں (یَ) پر فتح ہے اُور (اَرْجُلَكُم) میں (لَ) پر بھی فتح ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ (فَاغْسِلُوْا) کا مفعول ہے لہٰذا اُسے دھویا جانا ہی شریعت کی منشاء ہے۔

ہم دعا لکھتے رہے وہ دغا پڑھتے رہے
ایک ہی نقطے نے محرم سے مجرم کردیا

---

[1] سورة المائدة : ٦

وضو کے اَعضاء کتنی مرتبہ دھوئیں

اَعضاءِ وضو ایک مرتبہ، دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھونے مسنون ہیں اِس سے زِیادہ اسراف ہے۔

(ا) حدیث پاک میں مروی ہے، حضرت اِبن عباس ﷺ فرماتے ہیں:

﴿تَوَضَّأَ النَّبِیُّ ﷺ مَرَّةً مَرَّةً : رسولِ اکرم ﷺ نے ایک ایک مرتبہ وضو کیا﴾ [1]

(ب) حضرت عبداللہ بن زید ﷺ کہتے ہیں کہ

﴿اَنَّ النبیَّ ﷺ توضأ مرّتین مرّتینِ : نبی کریم ﷺ نے وضو کیا اور ہر عضو کو دو دو بار دھویا﴾ [2]

(ج) حضرت عثمان بن عفان ﷺ نے نبی کریم ﷺ کے وضو جیسا وضو کیا اور ہر عضو کو تین تین بار دھویا۔ [3] تفصیلی روایت ''وضو کا مسنون طریقہ'' کے عنوان کے تحت صفحہ ۹۴ پر گزر چکی ہے۔

(د) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد ﷺ وضو کر رہے تھے کہ ان کے پاس سے رسولِ اکرم ﷺ کا گزر ہوا اور فرمایا: ''ما هٰذا السَّرَفُ یا سعد''

اے سعد! یہ کیا اِسراف ہے؟ انہوں نے عرض کی، کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ﴿وانْ کُنْتَ عَلٰی نَهرٍ جارٍ﴾ [4]

اگرچہ تو بہتی نہر پر بھی وضو کرے (تب بھی اِسراف ہے) (تین سے زیادہ مرتبہ کو اسراف کہا گیا ہے)

وضو کا بچا ہوا پانی پینا

حضرت ابو حیہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی ﷺ کو وضو کرتے دیکھا پس انہوں نے اَپنے ہاتھوں کو دھویا پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی دیا اور تین مرتبہ چہرہ دھویا اور تین مرتبہ بازو (کہنیوں سمیت) دھوئے پھر ایک مرتبہ سر کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھویا۔

﴿ثم قامَ فَاَخَذَ فَضْلَ طهرِهٖ فشربَهُ وهو قائمٌ﴾ [5]

پھر کھڑے ہوئے اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے کھڑے پیا اور کہا کہ مجھے یہ بات پسند آئی کہ میں تمہیں دکھاؤں کہ رسولِ اکرم ﷺ کس طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] بخاری ۱/۲۷ [2] بخاری ۱/۲۷ [3] بخاری ۱/۲۷
[4] ابن ماجہ ج۱ ص۳۴ باب ماجاء فی القصد فی الوضوء .....فیہ
[5] الترمذی ج۱ ص۸ باب فی الوضوء النبی ﷺ کیف کان: والنسائی ج۱ ص۲۸ باب عدد غسل الیدین

Marfat.com

فضائلِ وضو

۱۔ جنابِ رسالت مآب ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا:

''کیا میں تمہیں گناہوں کے مٹانے اور درجات کے بلند کرنے والی چیز نہ بتاؤں؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں (ضرور بتایئے) آپ ﷺ نے فرمایا (طبیعت) کی کراہت کے باوجود مکمل وضو کرنا، مسجد کی طرف قدم بھرنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، یہ دشمن کے مقابلے میں اپنے آپ کو مضبوط کرنا ہے۔ [۱]

۲۔ حضرت عبداللہ بن ضابحی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا:

جب مؤمن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے اعضاء کو دھوتا ہے تو اس کے ہر عضو سے گرنے والے پانی کا آخری قطرہ اس عضو کے آخری گناہ کو لے کر گرتا ہے۔ [۲]

۳۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا اور وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھا اس پر جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ جس سے چاہے داخل ہو جا۔ [۳]

۴۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اپنی اُمت کو دیگر اُمتوں کے مابین کیسے پہچانیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ : کہ وضو کے اثر سے چمکنے والے اعضاء کو دیکھ کر پہچان لوں گا﴾ [۴]

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جنت میں مؤمن کو وہاں تک زیور پہنایا جائے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ [۵]

۶۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے خوب اچھی طرح وضو کیا پھر دو رکعتیں (تحیۃ الوضوء) کے طور پر ادا کیں:

﴿وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّة : اس کیلئے جنت واجب ہے﴾ [۶]

---

۱ اخرجه مسلم فی کتاب الطهارة ۱ ۲۱۹ والترمذی فی کتاب الطهارة ۱/ ۷۲،۷۳
والإمام احمد فی مسنده ۲ ۳۱۵ رقم ۷۲۲۸، ابن ماجه فی الطهارة ۱/ ۱٤۸

۲ اخرجه النسائی فی کتاب الطهارة باب مسح الاذنین مع الرأس ۱ ۷٤ وابن ماجه فی الطهارة باب ثواب الطهور ۲۸۲ ومالك فی الموطا فی کتاب الطهارة حديث ۳۰
و احمد فی مسنده ۱ ۳٤۸، ۳٤۹ شرح سنن ابن ماجه ۱/ ٤۲

۳ مسلم فی کتاب الطهارة ۱/ ۲۰۹ و ابوداؤد فی کتاب الطهارة ۱/ ٤۲ ونحوه اخرجه الترمذی ۲/ ۳٤٤

۴ مسند احمد ج ۱ ص ۱۷۳ رقم ۲۱۷۹۲

۵ مسلم فی کتاب الطهارة ۱/ ۱۱۹ والنسائی فی کتاب الطهارة ۱ ۷۹ باب حلية الوضوء کما فی مستخرج ۱/ ۱۳۰

۶ مسلم کتاب الطهارة ۱/ ۲۰۹ وابوداؤد کتاب الطهارة ۱ ٤۲ والترمذی فی الصلاة ۲/ ۳۳ والنسائی فی الوضوء ۱/ ۷۸

Marfat.com

وضو کی حکمتیں

(ا) ترکِ غفلت:-

وضو انسان کو ظاہری و باطنی گناہوں اور غفلت ترک کرنے پر آمادہ کرتا ہے اگر نماز بغیر وضو کے پڑھنی جائز ہوتی تو انسان اسی طرح پردۂ غفلت میں سرشار رہتا اور غافلانہ طور پر نماز میں داخل ہو جاتا اس غفلت کو اُتارنے کیلئے وضو شروع کیا گیا تا کہ انسان باخبر اور باحضور ہو کر اللہ ﷻ کے آگے سربسجود ہو۔

(ب) اَعضاء کی چمک:-

گناہوں اور سستی کے باعث جو روحانی نور اعضاء سے سلب ہو چکا ہوتا ہے، وضو کرنے سے دوبارہ لوٹ آتا ہے یہی وہ روحانی نور ہے جو قیامت کے دن وضوء کے اَعضاء کو نمایاں طور پر چمکتا ہوا ظاہر کرے گا۔

(ج) آدابِ شاہی:-

جب اُمراء اور سلاطین کی دربار میں لوگ حاضری دیتے ہیں تو نہا دھو کر صاف ستھرا لباس پہن کر حاضر ہوتے ہیں یا کم از کم ہاتھ منہ دھو لئے جاتے ہیں اس لئے جب بندہ بادشاہوں کے بادشاہ کی جناب میں حاضری کا شرف حاصل کرتا ہے تو کم از کم وہ اَعضاء جو عموماً لباس سے باہر کھلے رہتے ہیں اور گرد و غبار سے متاثر ہوتے ہیں انہیں دھو کر تازگی حاصل کر کے اور پھر تازہ دم ہو کر اللہ ﷻ کے گھر مسجد میں حاضری سے مشرف ہوں۔

وضو کا باقی ماندہ پانی پینے کا راز

اس میں شاید یہ حکمت ہو کہ

''اے اللہ! جس طرح تو نے وضو کرنے سے میرے ظاہری اَعضاء کے گناہ جھاڑ دیئے اور میرے ظاہر کو پاک کر دیا اس طرح اس پانی سے میرے باطن کو بھی پاک و صاف کر دے۔'' (واللہ اعلم)

وضو کے بعد دُعا کی حکمت

پانی کا اثر انسان کے بیرونی اَعضاء پر تو واضح تھا لیکن دِل تک اس کی دسترس قادرِ مطلق کی نصرت کے سوا ممکن نہ تھی اس لئے اس مقصد کے حصول کیلئے دستِ سوال دراز کیا گیا۔

وضو کے طبی فوائد:-

(الف) اعصابی امراض کے ماہرین کے تجربات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو ٹھنڈا کرنے سے جذبات اور خیالات کی رَو کو بدلا جا سکتا ہے۔ وضو کے ذریعہ پراگندہ خیالات کی رَو کو بدل کر انسانی ذہن کو ذکرِ الٰہی کی طرف پھیرا جاتا ہے۔

(ب) ماہرینِ امراضِ جلد کا کہنا ہے کہ پانی جس قدر پیا جائے اور جس قدر جلد کو بار بار تر رکھا جائے اُسی قدر جلد میں تازگی، شگفتگی اور تراوٹ پیدا ہوتی ہے۔ بالخصوص چہرے پر قبل از وقت جھریاں نہیں پڑتیں یہ تمام فوائد وضو سے باآسانی حاصل ہوتے ہیں۔

عمامہ پر مسح

عمامہ سے مراد ایسا کپڑا جسے اِنسان عزت کے طور پر اپنے سر پر باندھ لیتا ہے ایسے کپڑے کو پاک و ہند میں ''دستار اور پگڑی'' بھی کہا جاتا ہے۔

اللہ رب العزت اپنے بندوں کے ساتھ بے حد رحیم و کریم ہے یہ بھی اُس کے رحم و کرم میں سے ہے کہ اُس نے دین کو اس آخری اُمت پر رحمت اللعالمین ﷺ کے ذریعہ نہایت ہی سہل بنا دیا ہے، اُمت کو شریعت کی عطا کردہ آسانیوں اور سہولتوں سے ضرور مستفید ہونا چاہئے، چنانچہ حدیث میں وارد ہے:

۱۔ حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ!

﴿رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ مَسَحَ عَلٰى عِمَامَتِهٖ وَخُفَّيْهِ﴾

میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ [1]

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّاَ فِيْ سَفَرِهٖ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ وَعَلَى الْعِمَامَةِ﴾ [2]

بے شک نبی کریم ﷺ نے دورانِ سفر وضو کیا پس اپنی پیشانی اور پگڑی پر مسح کیا۔

مذکورہ اَحادیث سے واضح ہوا کہ اگر سر ننگا ہو تو سر پر مسح کیا جائے جس کی وضاحت گزشتہ صفحات میں ''وضو کا مسنون طریقہ'' کے عنوان کے تحت صفحہ نمبر ۹۶ جز ۸ پر گزر چکی ہے اور اگر سر پر عمامہ وغیرہ باندھا ہو تو پھر عمامہ کا مسح بھی کیا جا سکتا ہے البتہ پیشانی چونکہ سامنے کھلی رہتی ہے اس لئے عمامہ کے ساتھ پیشانی کا مسح بھی مسنون ہے۔

[1] بخاری ج۱ ص۳۳
[2] رواہ مسلم ج۱ ص۱۳۴ باب المسح علی الخفین

Marfat.com

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکیلے سر کا مسح اور اکیلے پگڑی کا مسح یا سر اور پگڑی دونوں کا مسح فکل صحیحٌ ثابتٌ (ان میں سے) ہر ایک طریقہ صحیح اور ثابت ہے۔ [1]

موزوں، جُرابوں اور نعلین پر مسح

موزوں اور جرابوں کیلئے حدیث میں الگ الگ الفاظ وارد ہوئے ہیں، موزوں کیلئے لفظ ''خُف'' جس کا تثنیہ ''خُفَین'' ہے اور جرابوں کیلئے لفظ ''جَوْرَب'' جس کا تثنیہ ''جَوْرَبَیْن'' ہے، وارد ہوا ہے۔

پاک و ہند میں موزوں اور جرابوں میں فرق نہیں کیا جاتا عموماً ہم ہر اُس چیز کو موزہ کہہ دیتے ہیں جو پاؤں پر پہنی جائے اور پھر اُسے جوتے کے اندر استعمال کیا جائے لیکن اہلِ عرب کی یہ لسانی وسعت ہے کہ وہ ''خف'' اُس موزے کو کہتے ہیں جو چمڑے سے تیار کیا گیا ہو اور ''جورب'' اُس موزے کو کہتے ہیں جو کپڑے سے تیار کیا گیا ہو چاہے وہ کپڑا اُونی ہو یا سوتی، باریک ہو یا موٹا، ہر شکل میں اُسے جورب کہا جاتا ہے مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں تحفۃ الاحوذی [2]۔

شارع علیہ السلام سے ''جَوْرَب'' اور ''خُف'' دونوں پر مسح ثابت ہے۔

(الف) چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کو وضو کرا رہا تھا (دورانِ وضو) میں نبی کریم ﷺ کے موزے اتارنے لگا لیکن آپ ﷺ نے مجھے روک دیا اور فرمایا میں نے انہیں وضو کر کے پہنا تھا ''فَمَسَحَ عَلَیْھِمَا'' پس آپ ﷺ نے ان دونوں پر مسح کیا۔ [3]

(ب) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

جب کوئی شخص وضو کر کے موزے پہنے تو وہ اُن پر مسح کرے۔ [4]

(ج) حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو پگڑی اور موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ [5]

اسی طرح جرابوں اور جوتوں پر بھی مسح ثابت ہے، چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿توضأ النبیُّ ﷺ وَمَسَحَ عَلَی الْجَوْرَبَیْنِ وَالنَّعْلَیْنِ﴾ [6]

کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔

---

1. نیل الاوطار ۱/ ۱۹۵، ۱۹۶ باب جواز المسح علی العمامة 2. تحفة الاحوذی ج۱ ص ۱۰۰
3. مسلم مع نووی ج۳ ص ۱۷۰ والبخاری ج۱ ص۳۳ باب اذا دخل رجلیه وهما طاهرتان (نور محمد کراچی)
4. دارقطنی ۱/ ۳۰۲ وابن خزیمه
5. ابن ابی شیبه ج۱ ص۲۳، ۱۷۹ واحمد ۴/ ۱۷۹ وفی البخاری ۱/ ۳۳ و ابن ماجه ص۴۲ انظر کشف النقاب ج۲ / ۴۳۲، ۴۳۳
6. ترمذی مع تحفة الاحوذی ۱ ص۲۷۶ و ابوداؤد ج۱ ص ۲۱ باب المسح علی الجوربین

آثارِ صحابہ

جرابوں اور نعلین کے مسح کے بارہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار بھی صحیح سند سے ثابت ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسولِ اکرم ﷺ کی سنت کے سچے متبع تھے اپنی زندگی میں کوئی موقع ایسا ضائع نہیں کرتے تھے کہ جناب رسالت پناہ ﷺ کا اُسوہ سامنے ہو اور وہ اس پر عمل پیرا نہ ہوں چنانچہ حضرت علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب (تحفۃ الاحوذی) میں مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چند آثار نقل فرمائے ہیں جو قارئین کی افادیت کیلئے پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر:

﴿عن كعبِ بنِ عبدِاللهِ قال رأيتُ عليًا بالَ فمسحَ على جوربيهِ ونعليهِ ثم قال يُصلّي﴾ ۱

کعب بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ پیشاب سے فراغت کے بعد (جب وضو کیا) تو اپنی جرابوں اور اپنے جوتوں پر مسح کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔

۲۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا اثر:

﴿عن ابراهيم ان ابن مسعودٍ رضي الله عنه كان يمسحُ على خفيهِ ويمسحُ على جوربيهِ وسنده صحيح﴾ ۲

ابراہیم (تابعی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے موزوں اور اپنی جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

۳۔ حضرت براء بن عازِب رضی اللہ عنہ کا اثر:

﴿عن اِسماعيل بن رجا عن ابيهِ قال رأيتُ بن عازب يمسح على جوربيه ونعليه﴾ ۳

حضرت اسماعیل بن رجا اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو دیکھا اپنی جرابوں اور اپنے جوتوں پر مسح کرتے تھے۔

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اثر:

﴿عن قتادةَ عن انسِ بنِ مالكٍ رضي الله عنه انَّهُ كان يَمْسَحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ﴾ ۴

حضرت قتادہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ (انس بن مالک رضی اللہ عنہ جرابوں) پر مسح کیا کرتے تھے۔

---

۱ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۱۶ و مصنف عبد الرزاق ج۱۹۹

۲ تحفۃ الاحوذی ج۱ ص۲۷۷ ۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۱۶

۴ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۱۶

Marfat.com

۵۔ حضرت ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ کا اثر:

﴿عن خالد بن سعد قال كان ابو مسعود الانصاری یمسح علی الجوربین له من شعر و نعلیه﴾ ۱

حضرت خالد بن سعد فرماتے ہیں کہ ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ اپنی جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے جو بالوں سے بنی ہوتی تھیں اور اپنے جوتوں پر بھی (مسح کیا کرتے تھے)۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر:-

﴿عن ابی خلاس عن ابن عمر انه كان یمسح علی جوربیه و نعلیه﴾ ۲

ابو خلاس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا کرتے تھے۔

ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ بھی مزید سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار موجود ہیں۔

جنہیں امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے تہذیب السنن میں بیان فرمائے ہیں۔

اس طرح کل تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں۔ ۴

مرفوع احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کے واضح ہو جانے کے بعد ایک مسلمان کو اس کا خلاف نہیں کرنا چاہئے۔

پاؤں کے کس حصے پر مسح کیا جانا چاہئے؟

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ''اگر دین کا انحصار عقل پر ہوتا تو ہم اُوپر کے حصے کی بجائے پاؤں کے نچلے حصے کا مسح کرتے''، لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اُپنے پاؤں کے اُوپر کے حصے کا مسح فرمایا۔ ۳

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ اس روایت سے صرف مسح کا محل ہی معلوم نہیں ہوا بلکہ اسلام کی اصل اَساس بھی معلوم ہوئی کہ دین کسی بڑے سے بڑے شخص یا عالم دین، کسی مدبر، مفکر اُور فقیہ کی سوچ کا نام نہیں ہے اُور نہ ہی کسی کی عقل دین کا معیار بن سکتی ہے، دین تو صرف وہی ہے جو نبی کریم ﷺ نے فرمایا، کیا یا کسی کو کرتے دیکھا اُور پسند فرمایا! اس کے علاوہ کچھ بھی دین نہیں ہے۔

سمجھ میں نکتۂ دین آ تو سکتا ہے
تیرا دماغ ہی قیاس خانہ ہو تو کیا کہیے

۱ مصنف عبد الرزاق ج ۱ ص ۱۹۹ وفی مصنف ابن ابی شیبة بلفظ عن خالد بن سعید عن عقبة بن عمرو أنه مسح على على جوربين من شعر مصنف ابن ابی شیبة ۱/ ۲۱۵ باب المسح على الجوربين

۲ وتحفة الاحوذی ۱/ ۱۰۰

۴ ابوداؤد ۱ / ۲۲ دارقطنی ۱/ ۱۹۹

۳ مصنف عبدالرزاق ۱/ ۲۷۸ وفی مصنف ابن ابی شیبة قریب من هذا بحواله تحفة الاحوذی ۱/ ۱۰۰

Marfat.com

موزوں اُور جرابوں پر مسح کب جائز ہے؟

موزوں اُور جرابوں پر مسح صرف اس وقت جائز ہے جب موزے اُور جرابیں وضو کر کے بحالتِ وضو پہنے گئے ہوں بے وضو پہنے گئے موزے یا جرابوں پر مسح نہیں کیا جاسکتا۔

اس ضمن میں صفحہ ۱۰۳ پر "الف، ب" جز کے تحت دو اَحادِیث درج کر چکے ہیں جن میں یہ صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں موزوں اُور جرابوں پر مسح اس لئے کر رہا ہوں کہ میں نے انہیں باوضو ہو کر پہنا تھا۔

مدّتِ مسح

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اگر ہم نے موزوں کو پاکیزگی (وضو) کی حالت میں پہنا ہو تو سفر میں تین دن اُور تین رات تک مسح کریں (جنابت کے سوائے کسی اُور وجہ سے نہ اُتاریں)۔ [1]

اس کے علاوہ بھی بہت سی اَحادِیث موجود ہیں جن سے مسافر اُور مقیم کی مدت کا فرق واضح ہوتا ہے۔ [2]

وہ اُمور جن سے مسح کی رعایت ختم ہو جاتی ہے

گزشتہ صفحات میں تحریر کردہ اَحادِیثِ صحیحہ کی بنا پر مندرجہ ذیل تین اُمور ایسے سامنے آتے ہیں جن سے مسح کی رعایت ختم ہو جاتی ہے۔

۱۔ جب مسح کی مدت پوری ہو جائے، یعنی مقیم ایک دن اُور ایک رات تک مسح کرے تو اس کی مدت پوری ہو گئی اسی طرح اگر مسافر اپنی تین دن اُور تین رات کی مدت پوری کرے تو مزید مسح کی گنجائش باقی نہ رہے گی اب اُسے موزے اُتار کر پھر سے وضو کر کے پہننے ہونگے۔

۲۔ جنبی ہو جانا، یعنی بیوی سے ہم بستر ہونا، یا محتلم ہو جانا یہ دونوں صورتیں انسان پر غسل کو واجب کر دینے والی ہیں لہٰذا موزے اُتار کر غسل کرنا ضروری ہوگا۔

۳۔ بے وضو ہو کر موزوں کو اُتار لینا، یعنی جب آپ نے موزے پہنے تو آپ وضو سے تھے لیکن ابھی آپ کی مدت باقی تھی کہ آپ نے موزے اُتار دیئے اُور ایسے وقت اُتارے جب آپ کو وضو کی حاجت تھی یعنی آپ باوضو نہیں تھے تو اب دوبارہ اسی حالت میں موزے پہن کر مسح نہیں کیا جاسکتا بلکہ دوبارہ وضو کر کے موزے پہنے جائیں گے۔

---

[1] تحفۃ الاحوذی ۹۷/۱ والنسائی ۳۲/۱ وابن خزیمہ ۱۳/۱، ۱۴ رقم ۱۷ کما فی کشف النقاب ۴۰۱/۲، ۴۰۲ ومسند احمد ۲۳۹/۴، ۲۴۰، [2] مصنف عبدالرزاق ج ۱ ص ۲۰۳ تا ۲۰۸۔

Marfat.com

زخم کی پٹی پر مسح

اَعضاءِ وضو میں سے کسی حصے پر اگر زخم ہو اور اس زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہو تو اس پر مسح کر لینا کافی ہے، اسے کھول کر اس عضو کا دھونا ضروری نہیں ہے، البتہ باقی ماندہ حصہ دھویا جائے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی تو انہوں نے اپنے بازو پر پٹی باندھ رکھی تھی اور وضو کے دوران اس پٹی پر مسح کر لیا کرتے تھے، انہیں رسولِ اکرمؐ نے یہی حکم دیا تھا۔ [۱]

وہ اُمور جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے

۱۔ پیشاب، پاخانہ کرنا۔ [۲]

﴿پیشاب و پاخانہ کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، فراغت کے بعد دوبارہ وضو کیا جائے﴾

۲۔ ریاح کا خارج ہونا۔ [۳]

﴿مقعد کے راستے جو ریاح خارج ہوتے ہیں اُن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے﴾

۳۔ سو جانا۔ [۴]

﴿لیٹے ہوئے یا سہارے سے بیٹھے ہوئے آنکھ لگ جانا یعنی نیند کا آ جانا نواقضِ وضو میں سے ہے البتہ اگر صرف بیٹھے بیٹھے اُونگھا ہے تو اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا﴾۔ [۵]

۴۔ مذی کا خارج ہونا۔ [۶]

﴿یہ ایک رقیق قسم کا مادہ ہے جس کے اِخراج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے﴾
اسکی مزید وضاحت ''طہارت'' کے باب میں صفحہ ۶۵ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۵۔ اونٹ کا گوشت کھانا۔ [۷]

﴿اُونٹ کا گوشت کھانے سے دوبارہ وضو کیا جائے﴾

---

[۱] ابن ماجه ص۴۸ باب المسح علی الجبائر
[۲] سورة المائده: ۶، ترمذی ج۱/ ص۹ عن عائشةؓ
[۳] بخاری ۲۵/۱ عبادهؓ باب لایتوضأ من الشك
[۴] ابوداؤد ۲۵/۱ عن عبادهؓ باب لا یتوضأ من الشك
[۵] مسلم کتاب الطهاره ۱۶۳/۱
[۶] بخاری ۳۰/۱ عن علیؓ
[۷] مسلم ۱۵۸/۱ عن جابر بن سمرهؓ

Marfat.com

یہاں عقل معترض اَور سائل ہے کہ اُونٹ کے گوشت میں آخر ایسی کونسی قباحت ہے کہ جس کے کھانے سے وضوٹوٹ جاتا ہے لیکن یہ بات اُصولی طور پر ایک مسلم کے دِل و دماغ میں ہمیشہ رہنی چاہیئے کہ کوئی بات ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے اگر وہ بات نطقِ رسالت ﷺ سے ثابت ہے تو وہی دین اَور وہی شریعت ہے صرف یہی نہیں بلکہ شارع علیہ السلام کی امر کردہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو انسانی عقل کا دائرہ کار متعین کرتی ہیں اَور فہم وفراست کی حدوں کا تعین کرتی ہیں۔

مثلاً رِیاح خارج ہونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے، کیا اِسے عقل تسلیم کرتی ہے؟ ریاح کے اِخراج کا ایک مخصوص محل ہے اگر صَرف اسے دھونے کا حکم ہوتا تو یہ عقل کے عین مطابق تھا لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے کہ جس مقام سے ریاح خارج ہوئے اسے تو چھوا تک نہیں گیا مگر ہاتھ سے لیکر پاؤں تک سارے اعضاء دھوڈالے گئے جو عقل کے صریحاً خلاف ہے۔

اَور ایسا اس لئے ہے کہ کامل دین کو ناقص عقلوں کے رحم وکرم پر چھوڑ نا قرین انصاف نہ تھا۔

اے ہادئ برحق تیری ہر بات ہے سچی
دیدہ سے بھی بڑھ کر ہے تیرے لب سے شُنیدہ

۶۔ بے ہوش ہوجانا۔ [1]

کسی حادثے، گہرے صدمے، یا کسی نشہ آور دوائی اَور دوائی کے استعمال سے اگر بے ہوشی ہوتو اس سے بھی وضوجاتا رہتا ہے، اس لئے کہ بے ہوش ہوجانے کے بعد اِنسان کے اعضاء اس کے کنٹرول سے باہر ہوجاتے ہیں اَور ذہنی طور پر بھی چونکہ اس کی عقل ماؤف ہوجاتی ہے اس لئے بے ہوش ہونے والے شخص کو یہ علم ہی نہیں ہوتا کہ ہوا خارج ہوئی ہے یا نہیں۔

۷۔ ہم بستر ہونا۔

قرآن کریم میں آتا ہے (اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ) یہاں ''لمس'' سے مراد اپنی بیوی سے ہم بستر ہونا ہے یہ ناقضِ وضو بھی ہے اَور موجبِ غسل بھی یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ جو چیزیں غسل کو واجب کرتی ہیں وہ تمام نواقضِ وضو بھی ہیں۔

لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ جو چیزیں ناقضِ وضو ہوں وہ موجبِ غسل بھی ہوں۔

اس کی مزید تفصیل باب ''۲'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

[1] المنتقی ج۱/ص ۱٦٤

۸۔ شرم گاہ کو بغیر کپڑے کے چھونا۔

اگر چہ دو مختلف روایات کے سبب علماء کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن راجح مذہب یہی ہے کہ بغیر کسی حائل چیز کے شرم گاہ کا چھونا ناقضِ وضو ہے، اس ترجیح کی وجہ معلوم کرنے سے پہلے ہر دو روایات کا جاننا ضروری ہے۔

(الف) حضرت طلق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ جو شخص اپنی شرم گاہ کو چھوئے کیا اس پر وضو ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔ [1]

(ب) دوسری روایت حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا سے ہے جس میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلا يُصَلِّ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ﴾

جو شخص اپنی شرم گاہ کو چھوئے وہ اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک کہ وضو نہ کرلے۔ [2]

تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا کی روایت متأخر ہونے کے سبب ناسخ اور حضرت طلق رضی اللہ عنہ کی روایت متقدم ہونے کے باعث منسوخ ہے، رسولِ اکرم ﷺ سے حضرت طلق کی ملاقات ہجرت کے ابتدائی زمانہ میں ہوئی جب مسجدِ نبوی کی تعمیر کی جارہی تھی اور حضرت بسرہ بنت صفوان کی روایت جس میں وضو دوبارہ کرنے کا ذکر ہے وہ آخری زمانہ کی ہے، لہٰذا اس اختلاف میں متقدم پر متأخر کو ترجیح ہوگی۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ [3]

۹۔ تہبند (مرد کا) ٹخنے سے نیچے لٹکانا۔

ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور اس کا تہبند ٹخنے سے نیچے لٹک رہا تھا۔

آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا: ﴿اِذْهَبْ فَتَوَضَّأْ﴾ جاؤ دوبارہ وضو کر کے آؤ۔ [4]

(اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تہبند ٹخنے سے نیچے لٹکانا ناقضِ وضو ہے)

---

[1] قال ابن حجر فی بلوغ المرام ص ۳۱ اخرجه الخمسة وصححه ابن حبان

[2] قال الحافظ فی بلوغ المرام ص ۳۱ اخرجه الخمسة وصححه الترمذی وابن حبان وقال البخاری هو اصح شیء فی هذا الباب

[3] تحفة الاحوذی ۱/ ۸۶، ۸۷ وعون المعبود ۱/ ۷۱، ۷۲

[4] رواه ابوداؤد فی کتاب الصلاة رقم ۵۴۳ وفی کتاب اللباس رقم ۳۵٦۳ ومسند احمد (باقی مسند الانصار) ۲۲۱۳۳

Marfat.com

(۱۰) مُرتد ہو جانا۔

اِرتداد اِختیار کرنا یا کفریہ کلمات منہ سے نکالنا یا شرک کا مرتکب ہونا بھی نواقضِ وضو میں سے ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا اِرشاد ہے: ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾[1] (اے نبی ﷺ) اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے بھی تمام عمل برباد کر دیئے جائیں گے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبادت کے تمام کام شرک اَور اِرتداد وغیرہ سے برباد ہو جاتے ہیں وضو چونکہ عمل بھی ہے اَور عبادت بھی اس لئے اِرتداد سے اِس کا ضائع ہونا یقینی ہے۔

وہ چیزیں جن سے وضو نہیں ٹوٹتا

۱۔ جسم سے خون نکلنا:۔

اگر چہ اَحناف کے نزدیک خون کا نکلنا ناقضِ وضو ہے لیکن حق یہ ہے کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا بخاری شریف میں باب ''من لم یری الوضو الا من المخرجین'' کے تحت لکھا ہے:

﴿وقال الحسنُ مازالَ المسلمونَ يُصلُّونَ في جرَاحاتِهم﴾[2]

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ اَپنے زخموں سمیت نماز پڑھتے رہے۔ اَور یہی مذہب رہا ہے حضرت طاؤس، محمد بن علی، عطا اَور اہلِ حجاز کا۔

۲۔ قے آنا:۔

اگر چہ کچھ روایات قے کے ناقضِ وضو ہونے کے بارے میں مروی ہیں اس کے باوجود صحیح یہی ہے کہ قے کرنا ناقضِ وضو نہیں ہے کیونکہ قے سے وضو کو واجب کرنے والی روایات تمام کی تمام ضعیف اَور صحت کے درجہ سے گری ہوئی ہیں۔

۳۔ نکسیر پھوٹنا:۔

قے کی طرح نکسیر بھی ناقضِ وضو نہیں۔

۴۔ قہقہہ لگانا:۔

قہقہے کے ناقضِ وضو ہونے کی جو روایت اَحناف پیش کرتے ہیں وہ رِوایت مرسل اَور ضعیف ہے چنانچہ اِمام دارقطنی رحمہ اللہ نے نہایت واضح دلائل کے ساتھ ان کے ضعف کو ثابت کیا ہے۔[3]

[1] سورۃ الزمر: ٦٥، [2] رواہ البخاری ج ١/ ٢٩
[3] دارقطنی ج ١ ص ٢٢٩، ٢٤١ طبع نشر السنۃ ملتان

Marfat.com

وضو کے متفرق مسائل

۱۔ اگر کسی شخص کو کوئی عارضہ لاحق ہو مثلاً بواسیر، سلسل بول، لیکوریا، گیس یا اِستحاضہ وغیرہ تو اس کیلئے اس دینِ رحمت میں یہ گنجائش رکھی گئی ہے کہ وہ اِیک وقت کی نماز کیلئے اِیک بار نیا وضو کرے اَور پھر پوری نماز اُسی اِیک وضو سے پڑھ لے اس دوران اگر مذکورہ امراض میں سے کوئی بھی عارضہ پیش اۓ تو اُس کی پروا نہ کرے البتہ دوسری نماز کیلئے پھر سے وضو کرے۔

حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کو اِستحاضہ کا مرض تھا آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿توضئی لکل صلوٰۃ : ہر نماز کیلئے (نیا) وضو کرو﴾ [1]

۲۔ ناپاک جگہ پر بیٹھ کر وضو نہ کیا جائے کیونکہ ناپاک چھینٹیں جسم اَور کپڑوں کو ناپاک کر سکتی ہیں۔

۳۔ وضو کی حالت میں اگر کوئی چیز کھائیں تو نماز سے پہلے کلی کر لینی چاہیے۔ [2]

۴۔ اِیک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں بشرطیکہ وضو برقرار رہے۔ [3]

۵۔ اگر دورانِ وضو اعضاء میں سے کچھ حصہ خشک رہ جائے تو معلوم ہونے پر دوبارہ وضو کرے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے اِیک شخص کے پاؤں کا کچھ حصہ خشک دیکھا تو فرمایا:

﴿اِرجع فاحسن وضوء ک : لوٹ جاؤ اَور اچھی طرح وضو کرو﴾ [4]

۶۔ اگر دورانِ نماز وضو ٹوٹ جائے تو نماز چھوڑ کر نیا وضو کیا جائے اَور مکمل نماز لوٹائی جائے۔ [5]

۷۔ اگر دورانِ جماعت وضو ٹوٹ جائے تو ناک پر ہاتھ رکھ کر صف میں سے نکل جائے۔ [6]

۸۔ اِیک شخص دوسرے شخص کو وضو کرا سکتا ہے۔ [7]

---

[1] ترمذی عن عائشہؓ ص ۱۰

[2] بخاری ج۱ ص ۳٤ باب الوضو من غیر حدث

[3] مسلم ج۱ ص ۱۳۵ و ابوداؤد ج۱ ص ۲۳ باب الرجل یصلی صلوات بوضوء واحد واخرجه النسائی ج۱ ص ۳۲، ۳۳، کشف النقاب ج۲ ص ۳۹

[4] اخرجه مسلم فی الطهارة ۱/۲۱۵ وابوداؤد فی الطهارة ۱/٤۳ وابن ماجه فی الطهارة ۱/۲۱۸ کما فی مستخرج ۱/۳۰۵

[5] ابوداؤد ج۱ ص ۱٤٤

[6] ابوداؤد کتاب الصلوة رقم الحدیث: ۹٤۰، وابن ماجه اقامة الصلوة والسنة فیها رقم الحدیث: ۱۲۱۲

[7] بخاری کتاب الوضوء ص ۲۵

۹۔ نماز میں ریح خارج ہوجانے کا وسوسہ ہو تو اُس وقت تک نماز پڑھتا رہے جب تک کہ آواز یا بو محسوس نہ کرے۔[۱]

۱۰۔ اکثر مساجد میں وضوخانہ کی دیوار پر یہ الفاظ لکھے ہوتے ہیں کہ ''وضو کے دوران باتیں کرنا منع ہے'' اُور حوالے کے طور پر ''الحدیث'' لکھا ہوتا ہے، بندہ کو کوشش کے باوجود ایسی کوئی حدیث نہیں مل سکی۔

۱۱۔ وضوء کی جو ترتیب رسولِ اکرم ﷺ سے ثابت ہے اُسی ترتیب سے کرنا چاہئے، اپنی مرضی سے کوئی شخص ترتیب میں ردوبدل کا مجاز نہیں ہے،

اَللّٰہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [۲]

تمہارے لئے رسولِ اکرم ﷺ کی زِندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۱۲۔ غسلِ جنابت کیلئے کیا جانے والا وضو نماز کیلئے کافی ہے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے بشرطیکہ دورانِ غسل کوئی ایسا حدث لاحق نہ ہو جو نواقضِ وضو میں سے ہو۔ [۳]

۱۳۔ وضو کھڑے ہو کر بھی کیا جاسکتا ہے آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر ایک مشکیزے سے وضو کیا۔[۴]

۱۴۔ نماز کے سوا دوسری کسی بھی چیز کیلئے شارع علیہ السلام سے وضو کی فرضیت ثابت نہیں ہے۔

۱۵۔ وضو کے ہر ہر عضو پر مختلف قسم کی دعائیں پڑھنا سنت سے ثابت نہیں ہے۔

۱۶۔ بعض لوگ جماعت کے ہوتے ہوئے وضو خانے میں بیٹھے مسواک کرتے رہتے ہیں فرض نماز اُور جماعت کی اہمیت کے پیشِ نظر ایسا کرنا خلافِ شرع ہے۔

۱۷۔ مرد کسی عورت کے اور عورت کسی مرد کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرے۔ [۵]

۱۸۔ وضو کے بعد ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں نہ ڈالیں۔ [۶]

۱۹۔ وضو کے بعد اگر چکنی چیز کھائیں، پئیں تو کلی ضرور کریں۔ [۷]

۲۰۔ وضو ہر پاک پانی سے کیا جاسکتا ہے چاہے وہ پانی سمندر کا ہو، دریا کا ہو، بارش کا ہو یا کنوئیں وغیرہ کا۔

---

۱ بخاری کتاب الوضوء ج۱ ص۲۵
۲ سورۃ الاحزاب : ۲۱
۳ ابوداؤد ۱/۳۳ والترمذی کشف التقاب ج۲ ص ۴۸۰ باب الوضوء بعد الغسل
۴ بخاری کتاب الوضوء:رقم الحدیث ۱۳۵ و کتاب الاذان ،مسلم :صلاۃ المسافرین وقصرها:رقم الحدیث ۱۲۷۸
۵ ابوداؤد ۱/۱۱ باب النهی عن ذلك و کشف النقاب ج۲ ص۷۳ ۷۴ باب کراهیة فضل طهور المرأة
۶ طبرانی فی الاوسط، الجامع الصغیر للالبانی ۱/۱۳۹
۷ بخاری ۶ / ۳۸۰ مسلم شرح نووی ۴/۴۶،۴۷ کتاب الحیض باب.الوضوء مما مست النار

تیمّم

اگر پانی میسر نہ ہو یا بیماری اَور زخم وغیرہ کی بنا پر پانی اِستعمال کرنے سے تکلیف کے بڑھ جانے کا خدشہ ہو، تو وہ غسل اور وضوء کیلئے تیمم کرے یہ غسل اَور وضوء دونوں کو کفایت کرتا ہے[1]

حضرت جابرؓ سے رِوایت ہے کہ ہم کچھ لوگ اِیک سفر پر روانہ ہوئے، ہم میں سے ایک آدمی کو پتھر لگا اَور اس کے سر پر زخم ہو گیا پھر وہ محتلم ہو گیا۔ اس نے اَپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا میرے لئے تیمّم کرنے کی گنجائش ہے؟ انہوں نے جواب دیا، ''تمہارے پاس تو پانی ہے اس لئے تیمم کی کوئی گنجائش نہیں ہے'' اس نے پانی سے غسل کیا اَور مرگیا، جب ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں واپس آئے اور آپ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا! ان لوگوں نے اسے مار ڈالا، اللہ انہیں مارے، جب انہیں اس مسئلے کا علم نہیں تھا تو انہوں نے کیوں دریافت نہ کیا، اس شخص کیلئے اِتنا کافی تھا کہ وہ تیمم کر لیتا اَور اَپنے زخم پر کپڑا باندھ کر مسح کر لیتا اَور باقی جسم دھو لیتا[2]

تیمّم کی مشروعیت کا پس منظر

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ بنی مصطلق کے غزوہ سے واپسی پر دورانِ سفر میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا، رسولِ اکرم ﷺ نے اُس کی تلاش کیلئے قافلے کو رکوا دیا حتیٰ کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا اَور لوگوں کے پاس وضو کیلئے پانی میسر نہیں تھا۔ لوگوں نے ابوبکر صدیقؓ سے شکایت بھی کی کہ تمہاری بیٹی کی وجہ سے سارا قافلہ پریشان ہوا ہے اَور نماز کا بھی مسئلہ ہو گیا ہے کہ بغیر وضو کیوں کر پڑھی جائے، صدیق اکبرؓ نے بھی عائشہؓ کو سخت سست کہا کہ تمہاری وجہ سے یہ تاخیر ہو رہی ہے اِتنے میں اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو پریشانی کا مداوا کرتے ہوئے درجِ ذیل آیت اُتاری:[3]

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ﴾[4]

اگر تم مریض ہو یا سفر پر ہو یا تم قضائے حاجت سے فارغ ہوئے ہو یا تم عورتوں سے مل چکے ہو پھر تمہیں پانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کرو، پس اَپنے چہروں اَور ہاتھوں کا مسح کرو۔

رسولِ اَکرم ﷺ کا فرمان ہے: الصعیدُ الطیبُ وُضوءُ المسلم وانْ لم یجد الماء عشرَ سنینَ[5]
پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے اگرچہ دس سال تک پانی میسر نہ آئے۔

[1] سورۃ المائدۃ: ٦، [2] ابوداؤد ص ٩؛ عن جابرؓ، [3] بخاری کتاب التیمم ج ١ ص ٤٧، ٨؛
[4] سورۃ النساء: ٤٣؛ وسورۃ المائدۃ: ٦ [5] نسائی ١/ ٦١ باب الصلوۃ بوضوء واحد و ابن حبان ٢/ ٣٠٣

تیمّم کا طریقہ

۱۔ مٹی کی کسی بھی جنس سے بشرطیکہ وہ پاک ہو تیمم کریں۔ ﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾ [۱]

۲۔ اَپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو زمین پر ماریں اَور پھر ان پر پھونک ماردیں (تاکہ زیادہ مٹی جھڑ جائے) پھر ان دونوں ہاتھوں کو اَپنے چہرے پر پھیر دیں (جس طرح عموماً دعا کے بعد پھیر لئے جاتے ہیں) اَور ہتھیلی کی پشت پر پہنچوں تک ہاتھوں کو پھیر لیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں مذکور ہے:

﴿فَضَرَبَ النَّبِيُّ ﷺ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِيهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ﴾ [۲]

۳۔ دوسری رِوایت میں پھونک کی جگہ جھاڑنا آیا ہے یعنی ہاتھوں کو جھاڑ دے اَور چہرے سے پہلے ہاتھوں کے مسح کا بھی ذکر ہے، اَور چہرے پر ہاتھ پھیرنا بعد میں مذکور ہے، لہٰذا دونوں صورتیں جائز ہیں، چاہے ہاتھوں کا مسح پہلے کرے یا چہرے کا چنانچہ حدیث میں وارد ہے:

﴿ضَرَبَ بكفّه ضربةً على الارضِ ثم نَفَضَهَا ثم مَسَحَ بِهَا ظهرَ كَفِّه بِشِمالِهِ اوظهر شماله بكفه ثم مسح بهما وَجْهَهُ﴾ [۳]

تیمّم توڑنے والی چیزیں

۱۔ وہ تمام چیزیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اُن سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے جن کی تفصیل صفحہ: ۱۰۷ پر نواقضِ وضو کے تحت گزر چکی ہے۔

۲۔ جس عذر کی بنا پر تیمم کیا تھا اُس عذر کا زائل ہو جانا۔

مثلاً اگر پانی کی عدمِ دستیابی کی بنا پر تیمم کیا تھا اَور تیمم کے بعد پانی میسر آ گیا تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اَور اگر بیماری کے سبب تیمم کیا ہو اَور پھر بیماری جاتی رہے تو بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(على هذا القياس)

---

[۱] سورة المائدة : ٤

[۲] بخاری ١ : ٤٨ عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ باب هل نفخ فی یدیه

[۳] بخاری ١ : ٥٠ عن عمار رضی اللہ عنہ باب التیمم ضربة

Marfat.com

تیمّم کے متفرق مسائل

۱۔ جو کام وضو سے کئے جاسکتے ہیں وہ تمام کام تیمّم سے کئے جاسکتے ہیں۔

۲۔ جو اُمور وضو بغیر نہیں ہوتے وہی تیمّم بغیر نہیں ہوتے، اگر کوئی شخص تیمّم سے نماز پڑھ چکا ہو اور پھر نماز کے بعد اُسے پانی میسر آجائے تو اُسے نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔

۳۔ اگر تیمّم کر چکنے کے بعد نماز پڑھنے سے پہلے پانی میسر آجائے تو تیمّم ٹوٹ جائے گا اور نماز وضو سے پڑھنی ہوگی۔

۴۔ وضو کی طرح تیمّم سے پہلے بھی بسم اللہ کہے اور دِل میں تیمّم کی نیت کرے۔

۵۔ اگرچہ تیمّم کے بارے میں یہ صراحت موجود نہیں ہے کہ ایک تیمّم سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں یا نہیں پھر بھی تیمّم وضو کے قائم مقام ہے اس لئے جب اِیک وضو سے کئی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں تو تیمّم سے کیوں نہیں پڑھی جاسکتیں۔

۶۔ تیمّم وضو اور غسل دونوں کا قائم مقام ہے اگر پانی میسر نہ ہو یا کسی عذرِ شرعی کی بنا پر پانی اِستعمال نہ کرنا ہو تو دونوں صورتوں میں تیمّم کافی ہے۔ (البتہ مغابن دھونے ہونگے)

۷۔ اگر جسم کے کسی حصے پر زخم ہو اور غسل کرنا فرض ہو تو پہلے تیمّم کرے، پھر زخم پر پٹی باندھے اور اس پٹی پر مسح کرے اور باقی جسم دھولے۔[1]

---

[1] رواہ ابو داؤد فی الطہارۃ ص ۱۲۵ باب فی المجروح تیمم وابن ماجہ مع شرح: ج۲ ص ۷۰ (معطائی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

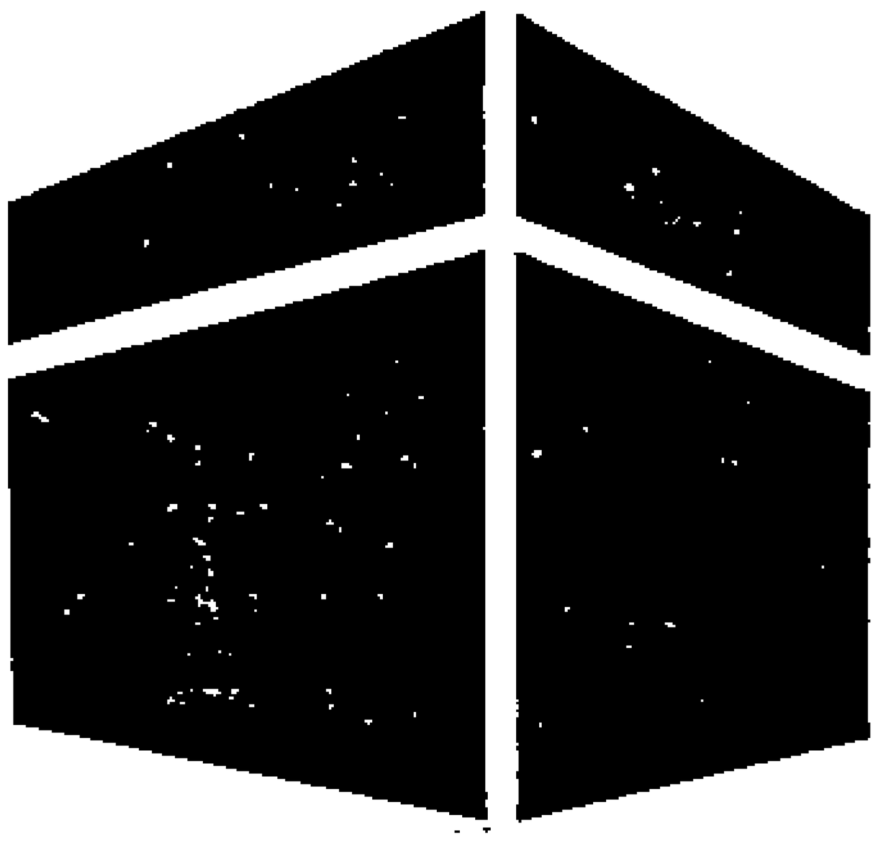

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۴

لِباس

فرمانِ الٰہی

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ

تقویٰ اور پرہیزگاری کا لباس سب سے بہتر (لباس) ہے۔

(سورۃ اعراف:۲٦)

فرمانِ رسول

اِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ

بے شک اللہ خود بھی خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔

(مسلم ج ۲/ص ۸۹ باب تحریم الکبر، ابوداؤد فی اللباس ج ۳ ص ۵۹ ، ماجاء فی الکبر، والترمذی فی البر والصلہ ج ۳ ص ۳٦)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

ولا تمش فی الارض مرحا

قرآن کریم ۱۸/۳۱

زمین پر اکڑ کر نہ چل۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لباس کا بیان

لباس ہر انسان کی شخصیت و کردار کا آئینہ دار ہوتا ہے لباس کے ذریعہ ہم مختلف قوموں کی تہذیب و ثقافت سے معرفت حاصل کرتے ہیں، تہذیب و ثقافت کی معرفت میں لباس کو اس قدر گہرا دخل ہے کہ آپ صرف لباس دیکھ کر یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ فلاں شخص پٹھان اور فلاں پنجابی ہے، فلاں سندھی اور فلاں بلوچی ہے، حتیٰ کہ غیر ملکی افراد کو بھی ان کے لباس اور وضع قطع سے پہچان لیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے جس طرح جسمانی طہارت و پاکیزگی کی تاکید فرمائی ہے، لباس سے متعلق ہدایات بھی اسی شان و شوکت سے بیان فرمائی ہیں۔

صاف ستھرا اور خوبصورت لباس آپ کی شخصیت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اگر آپ میں غرور اور تکبر نہ ہو اور ریاکاری کا وصف بھی کارفرما نہ ہو تو خوبصورت لباس سے آپ کی شخصیت میں ایک گونا گوں نکھار آ جاتا ہے اور یہ گمان کرنا کہ میرا لباس اچھا ہو جوتے اچھے ہوں تاکہ اپنے حلقۂ احباب میں اچھی نظر سے دیکھا جاؤں تو یہ نہ تو غرور ہے اور نہ ہی ریا، چنانچہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے ایک موقع پر ریاکاری سے بچنے کی تلقین فرمائی، تو صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کا لباس خوبصورت ہو، اُس کے جوتے اچھے ہوں تو کیا یہ بھی ریا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں!'' ﴿إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ﴾[1] بیشک اللہ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔

گویا آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ پر واضح فرما دیا کہ اچھا لگنے کی خواہش میں لباس کا حسن و جمال ریا کے زُمرے میں نہیں آتا اِلاّ یہ کہ اُن حدود سے تجاوز کرے جو شریعت میں متعین ہیں۔

آپ یقیناً میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ہر انسان ہمیشہ دوسروں کیلئے لباس پہنتا ہے چنانچہ جب وہ گھر میں تنہا موجود ہو تو تہبند اور ایک بنیان یا سخت گرمی کے دنوں میں صرف تہبند میں بھی

---

[1] مسلم ٢/٨٩ باب تحریم الکبر و ابو داود فی اللباس ٤/٥٩ و الترمذی فی البر و الصلة ٤/٣٦٠

Marfat.com

رہ لیتا ہے لیکن اُسے جب یہ کہا جائے کہ وہ اسی لباس میں طارق روڈ سے خریداری بھی کر کے آجائے تو ایسا کرنا شاید اُس کیلئے ممکن نہ ہو وہ اپنی دہلیز سے باہر قدم رکھنے سے پہلے اپنے لباس اَور حلیے پر نظر ڈالتا ہے یہی وہ جذبہ خودنمائی ہے جسے شریعت نے حسن و جمال سے تعبیر کیا ہے۔

پس جب آپ لباس دوسروں کیلئے پہنتے ہیں تو آپ کو لامحالہ دوسروں کی پسند اَور ناپسند کا لازمی طور پر خیال رکھنا ہوگا پھر آپ جس سوسائٹی اَور جس ماحول میں رہتے ہیں اُس کا بھی خیال رکھنا ہوگا اسی طرح اگر آپ مسلمان ہیں تو پھر آپ کو ایک مسلم معاشرے اور اسلامی سوسائٹی کو سامنے رکھ کر اپنے لباس اَور وضع قطع کو ترتیب دینا ہوگا۔

چنانچہ حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں ایک دفعہ مدینہ منورہ میں چلتا جا رہا تھا کہ مجھے پیچھے سے یہ آواز سنائی دی کہ ''اپنا تہبند اُوپر اُٹھالو'' کیونکہ اس سے آدمی ظاہری نجاست سے بھی محفوظ رہتا ہے اَور باطنی پلیدی سے بھی، میں نے مُڑ کر دیکھا تو نبی کریم ﷺ کی آواز تھی میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ تو ایک معمولی سی چادر ہے اس میں کیا تکبر اَور غرور ہوسکتا ہے! نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا! ''کیا تمہارے لئے میری اتباع ضروری نہیں ہے؟''۔

میں نے آپ ﷺ کا جواب سن کر فوراً آپ ﷺ کی تہبند کی طرف نظر ڈالی، کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کا تہبند نصف پنڈلی تک اُونچا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ کپڑے کا ٹخنے سے اُوپر رکھنا (مردوں کیلئے) ظاہری اَور باطنی نجاستوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ بہت ہی معنی خیز ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب کپڑا نیچے لٹکے گا تو راستے کی گندگی اَور غلاظت سے خراب ہوگا جو طہارت کا ذوق رکھنے والوں کیلئے گراں ہے، پھر ایسا کرنا غرور اَور تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے جو باطنی غلاظت ہے اَور اگر یہ مصلحتیں نہ بھی ہوں تو مؤمن کیلئے اپنے رب کا یہ فرمان کافی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [1]

تمہارے لئے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

ایک حدیث میں تو آپ ﷺ نے بظاہر اس معمولی جرم کی بہت ہی لرزہ خیز سزا بیان فرمائی ہے سزا سے جرم کی نوعیت واضح ہو جاتی ہے کہ جو شخص غرور اَور گھمنڈ میں اپنے کپڑے ٹخنے سے نیچے رکھے گا، قیامت کے دن (اللہ اس سے اس قدر ناراض ہوگا) کہ اس کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ [2]

---

[1] سورۃ الاحزاب: ۲۱۔ [2] ابوداؤد: ج۲ ص ۵٦٤ و کذا م ۵٦٦،۵٦٦

نماز میں کامل زِینت اَپنائیں

ہر مرد و عورت کیلئے ضروری ہے کہ وہ نماز کیلئے پاکیزہ، صاف ستھرا اَور اَچھے لباس کا انتخاب کرے۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾[1] ہر مسجد میں زینت کی چیزیں اختیار کرو۔

زینت سے مراد یہ نہیں ہے کہ اِنسان تکلفات میں پڑ کر نماز کیلئے شیروانی، جبہ، ٹوپی، دستانے اَور جرابیں خریدے بلکہ اس سے مراد وہی زینت ہے جس کو ایک مسلمان مسلم معاشرے میں رہتے ہوئے اپناتا ہے اَور اس کے کچھ ضابطے اَور تقاضے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:-

لباس کے اِسلامی آداب

۱۔ فضول خرچی اَور تکبر سے گریز کرتے ہوئے اَچھے سے اَچھا لباس پہنے۔[2]

۲۔ لباس ایسا پہنا جائے جس سے اِنسانی ستر چھپ جائے اَور وہ زِینت دینے والا ہو۔[3]

۳۔ ہر شخص اپنی مالی حیثیت کے مطابق لباس پہنے، اللہ تعالیٰ نے اُسے جو نعمت عطا کی ہے اَور اس پر جو احسان کیا ہے اس کے جسم پر اس کا اَثر نظر آنا چاہئے لیکن اِتنا قیمتی لباس نہ ہو کہ جس سے اس کی شہرت ہو کیونکہ شہرت کا لباس پہننے والے کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذِلت کا لباس پہنائے گا۔

۴۔ ایسے کپڑے نہ پہنے جس میں سے بدبو آتی ہو۔[4]

۵۔ خالص ریشم سے تیار کردہ لباس مرد اِستعمال نہ کرے اگر کپڑے میں دو چار اُنگل برابر ریشم کی پٹی لگی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ اگر خارش کا مرض لاحق ہو تو ریشمی لباس (بطورِ علاج) پہنا جاسکتا ہے۔[5]

۶۔ اَیسا لباس نہ پہنا جائے جس سے کفار کی مشابہت ہو۔[6]

۷۔ کوئی مرد کسی عورت کی مشابہت نہ رکھے اَور کوئی عورت کسی مرد کی مشابہت نہ کرے۔[7]

۸۔ قمیض کی آستینیں پہنچوں تک رکھی جائیں یہی مسنون ہے۔[8]

۹۔ عورت کا لباس اس قدر نیچا ہو کہ اس کے قدم چھپ جائیں۔[9]

۱۰۔ کپڑا پہننے کا آغاز دائیں ہاتھ سے کریں۔[10]

---

[1] سورۃ الاعراف: ۳۱ [2] نسائی ج۲ ص۲۹۷، ۲۹۸ واحمد [3] سورۃ الاعراف: ۲۶
[4] ابوداؤد: ۵۶۳/۲ [5] بخاری ۸۶۷/۲ وفی مسلم: ۱۹۲/۲، ۱۹۳، حاکم ۲۱۲/۳ کتاب اللباس
[6] مسلم: ۱۹۳/۲ [7] بخاری: ۸۷٤/۲ [8] ترمذی: ابوداؤد
[9] ترمذی ۲۰۲/۵ کشف النقاب، نسائی ۲/ص ۲۹۷
[10] بخاری: ج۲ ص ۸۱۰ ومسلم: ۲۲/٦، والترمذی کما فی مشکوٰۃ ج۲ ص ۳۷٤

Marfat.com

۱۱۔ اگر عمامہ باندھے تو شملے رکھے اور ان دونوں کو کندھوں کے درمیان لٹکتا ہوا چھوڑ دے۔ [۱]

۱۲۔ عورتیں ایسے باریک لباس استعمال نہ کریں جن سے بدن جھلکتا ہو۔ [۲]

۱۳۔ کوئی شخص زعفرانی رنگ کے کپڑے نہ پہنے اور نہ ہی (جسم پر) زعفرانی رنگ لگائیں۔ [۳]

۱۴۔ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ لَبِسَ الْحَرِيْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَلْبَسْهُ فِي الْآخِرَةِ﴾ [۴]

جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں اُسے نہیں پہنے گا

اس حدیث سے اگرچہ ریشم کی ممانعت مطلق وارد ہوئی ہے لیکن دوسری احادیث میں مردوں پر اس کے حرام ہونے کی صراحت ہے، چنانچہ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہاتھ میں ریشم اور دوسرے ہاتھ میں سونا لے کر فرمایا: ﴿إِنَّ هٰذَيْنِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ أُمَّتِيْ﴾ [۵]

یہ دونوں چیزیں (ریشم اور سونا) میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

۱۵۔ یوں تو کسی بھی رنگ کا لباس پہنا جا سکتا ہے سوائے زعفرانی زرد رنگ کے، جس کی صراحت پیچھے گزر چکی ہے لیکن رسولِ اکرم ﷺ سفید لباس کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ [۶]

۱۶۔ خواتین اپنے محرم کے سامنے ہاتھ پاؤں اور چہرے کے سوا کچھ نہ کھولیں، البتہ نامحرم سے مکمل حجاب ہونا ضروری ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ﴾ [۷]

اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں کو کہیں کہ اپنے اوپر اپنی چادر لٹکائیں۔

۱۷۔ کوئی مرد سونے کی انگوٹھی استعمال نہ کرے چنانچہ آپ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اُتار کر پھینک دیا اور فرمایا کہ کیا تم جہنم کا انگارہ حاصل کر کے اپنے ہاتھ میں ڈال رہے ہو؟ رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے کے بعد لوگوں نے اسے کہا! یہ انگوٹھی اُٹھا لو، اس شخص نے جواب دیا، جسے رسول اللہ ﷺ نے پھینکا، میں اسے نہیں اُٹھاؤں گا۔ [۸]

۱۸۔ ایک پاؤں میں جوتا اور ایک پاؤں ننگا نہ ہو، یا تو دونوں میں جوتا ہو، یا دونوں سے اُتار لیں۔ [۹]

---

[۱] رواہ مسلم فی کتاب الحج رقم ۲۴۲۱ وروواہ النسائی فی کتاب الزینۃ رقم ۵۲۴۸، [۲] مسلم ۲/۲۰۵
[۳] بخاری، مسلم ۲/۱۹۳، [۴] بخاری ۲/۸۶۷ باب لبس الحریر، مسلم ۲/۱۹۲
[۵] ابوداؤد ۱/۵۶ باب فی لبس الحریر، [۶] نسائی ۳/۲۹۷ الامر بلبس البیض من الشیاب
[۷] سورۃ الاحزاب: ۵۹، [۸] مسلم ۲/۱۹۵ باب الحریم خاتم الذھب علی الرجال، [۹] مسلم ج۲ ص۱۹۷

Marfat.com

۱۹۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت کریں اور ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت کریں۔ [۱]

۲۰۔ جوتا پہنتے وقت پہلے دایاں قدم ڈالیں اور اُتارتے وقت پہلے بایاں نکالیں۔ [۲]

۲۱۔ جوتے بیٹھ کر پہننا مسنون ہے۔ [۳]

۲۲۔ مردوں کی خوشبو میں صرف مہک ہو، عورت ایسی خوشبو استعمال کرے جس میں رنگ ہو مہک نہ ہو۔ [۴]

۲۳۔ انگشت شہادت یا درمیانی اُنگلی میں انگوٹھی نہ پہنی جائے۔ [۵]

نماز میں عورت کا لباس

ہر عورت سر سے لے کر پاؤں تک اَپنے آپ کو لباس میں ڈھانپ کر رکھے۔

رسولِ اَکرم ﷺ کا فرمان ہے: ﴿لَا تُقْبَلُ صَلٰوۃُ حَائِضٍ اِلَّا بِخِمَارٍ﴾ [۶]

جب عورت بالغ ہو جائے تو بغیر دوپٹے کے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

لباس اس قدر ڈھیلا ڈھالا ہو کہ اس سے اِنسانی اعضاء واضح نہ ہوں، عورت اَور مرد کی نماز کے طریقہ اَدائیگی میں شریعت نے کوئی فرق نہیں رکھا، البتہ لباس کے معاملے میں خصوصی طور پر فرق رکھا گیا ہے۔

کیونکہ عورت سر سے پاؤں تک مکمل ستر ہے اَور ستر کا چھپانا فرض ہے، اگر چہ فی زمانہ مغرب سے مغلوب ہو کر بے پردگی، بے حیائی اَور فیشن پرستی کو ترقی کی علامت سمجھ لیا گیا ہے حقیقتاً یہ چیزیں اسلامی قدروں کو مٹانے اَور یہودیت کو فروغ دینے کیلئے مسلمانوں میں رائج کی گئی ہیں، افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے بھی مغرب کی اِس سازش کو نہ سمجھا بلکہ اس کی زُلفِ پریشاں کے اَسیر ہو کر رہ گئے۔

عصرِ حاضر کی خواتین سر چھپانے کو عیب سمجھنے لگیں اَور جو خواتین دوپٹہ اوڑھتی ہیں تو وہ بھی اس قدر باریک ہوتا ہے کہ سر کے بال اَور مواضع حسن و جمال اس سے مخفی نہیں ہوتے اَور کچھ خواتین اس طرح کا دوپٹہ بناتی ہیں کہ وہ سر پر ٹکتا ہی نہیں۔

ابوداؤد کی رِوایت ہے کہ رسولِ اَکرم ﷺ کی خدمت میں باریک کپڑے پیش کئے گئے ان میں سے ایک کپڑا آپ ﷺ نے حضرت دِحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہ کو دیا اَور اس کے دو ٹکڑے کر کے فرمایا:

''ایک سے اَپنا کرتا بنالینا اَور دوسرا ٹکڑا اپنی بیوی کو دوپٹے کیلئے دے دینا''

۱۔ بخاری ۲/۸۷٤، ۲۔ مسلم ۲/۱۹۷، ۳۔ ابوداؤد مع عون المعبود ٤/۱۱۷
٤۔ ترمذی ۲/۱۰۲ وابوداؤد مع عون المعبود ٤/۱۲۸، ۵۔ مسلم ۲/۱۹۷
٦۔ ترمذی: کتاب الصلاۃ رقم ۳٥٤ ومرعاۃ ۱/۲۱۰ ابوداود في الصلاۃ وابن ماجه في الطهارۃ

Marfat.com

جب وہ شخص کپڑا لیکر روانہ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا! اپنی بیوی کو یہ بھی بتا دینا کہ اس کے نیچے کوئی دوسرا کپڑا لگا لے (تا کہ اس کی باریکی سے سر کے بال نظر نہ آئیں)۔

لیکن مروجہ فیشن میں نصف (Half) آستینیں اور پشت تک کٹے ہوئے گلے، تنگ اور چست پاجامے، نیم عریاں ساڑھیاں، نفیس اور باریک لباس جس میں سے جسم کی سفیدی خوب جھلکتی ہو، کثرت سے رواج پاگئیں ہیں، بعض خاندانوں نے تو برقعے کو محض رواجاً اپنا رکھا ہے، برقعے کے ہوتے ہوئے بھی پردے نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، جبکہ عورت کی نماز درست ہونے کیلئے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ پورے جسم کا ڈھکا ہونا ضروری ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

''میں نے دوزخیوں کی دو جماعتیں دیکھی ہیں، ایک جماعت ان لوگوں کی ہوگی جن کے پاس بیلوں کی دُموں کی طرح کوڑے ہوں گے وہ اُن سے لوگوں کو ظلماً ماریں گیں۔

دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہونگی، مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود اُن کی طرف مائل ہونے والی ہونگی اُن کے سر بڑے بڑے اُونٹوں کی کُہانوں کی طرح ہونگے جو جھکے ہوئے ہونگے یہ عورتیں نہ تو جنت میں داخل ہونگی اور نہ ہی اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی، جب کہ جنت کی خوشبو بہت دور سے سونگھی جا سکتی ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿المرأۃُ عورۃٌ فاذا خرجتْ استشرفھا الشیطانُ﴾ [1]

عورت قابلِ ستر ہے جب وہ نکلتی ہے تو اسے شیطان جھانکتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ قمیص اتنی لمبی ہو کہ اس سے پاؤں کے بالائی حصے چھپ جائیں اور اگر کسی کے ہاں! ایک ہی چادر ہو اور وہ سر سے نیچے تک اُپنے جسم کو ڈھانپ کر نماز پڑھے تو جائز ہے۔ [2]

نماز میں مرد کا لباس

اس عنوان کے تحت ہم کم سے کم لباس کا ذکر کریں گے اس لئے کہ زیادہ لباس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿لا یُصَلِّیَ اَحَدُکُم فِی الثَّوبِ الْوَاحِدِ لَیسَ عَلٰی عاتقِہ شَیٔ﴾ [3]

ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھو کہ تمہارے کندھے کھلے ہوئے ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مردوں کیلئے نماز میں کندھوں کا ڈھانپنا ضروری ہے اس کے علاوہ ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ بھی ڈھانپنا ضروری ہے کیونکہ یہ مرد کا ستر ہے۔

---

[1] ترمذی ۱۱۷۰، [2] بخاری، ابوداود عن ام سلمہ (مرعاۃ ۱/۵۰۳)، [3] بخاری ۱/۵۲

Marfat.com

ننگے سر نماز کا مسئلہ

پاک وہند میں سر ڈھانپنے کا مسئلہ بھی اختلافی شکل اختیار کر گیا ہے، بعض لوگ سر ڈھانپنے کے اس قدر مخالف ہیں کہ اپنے پاس ٹوپی یا رومال کے ہوتے ہوئے بھی سر پر رکھنا گوارا نہیں کرتے اور بعض ننگے سر کے اس قدر خلاف ہیں کہ گویا ان کے نزدیک، پگڑی، ٹوپی یا رومال کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں، اس لئے انہوں نے مساجد میں کھجور کے پتوں سے تیار کردہ ٹوپیوں کا اہتمام کیا ہے۔

ظلم تو یہ ہے کہ "خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ" سے استدلال کرتے ہیں اور زینت پر عمل پیرا ہونے کیلئے کھجور کے پتوں کی بدنما ٹوپیاں سروں پہ سجالیتے ہیں۔

جسے آفس میں پہنتے ہوئے شرمائیں، مارکیٹ میں جاتے ہوئے ہچکچائیں،
سسرال والوں کی ملامت سے گھبرائیں، اسے رب کی دربار میں سجا کے آئیں،
دِل یہ چاہے کہ اس زینت پر آنسو بہائیں، تُف ہے ایسی زینت پر!!!

یہ ایک ایسا فلسفہ ہے جو عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہے، اگر یہ قید شریعت کی طرف سے ہوتی تو اس پر قطعاً کسی کو اختلاف کا کوئی حق حاصل نہ تھا، جہاں تک دونوں طرف سے دلائل کا تعلق ہے تو ہمیں کوششِ بسیار کے باوجود ایک حدیث بھی ایسی نہیں مل سکی جس میں رسولِ اکرم ﷺ کی نماز کا ذکر ہو اور حالتِ نماز میں سر پر ٹوپی، پگڑی یا رومال کا ذکر ہو آپ یہ جان کر تعجب کریں گے کہ جس صحابی نے بھی حضورِ اکرم ﷺ کی نماز کا ذکر کیا ہے اس نے سر کو نظر انداز کیا ہے، قارئین کی دلچسپی کیلئے فریقین کے دلائل اور پھر دونوں کا تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ حق تک رسائی آسان ہو سکے۔

سر ڈھانپنے والوں کے دلائل

۱۔ ﴿رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ مَسَحَ عَلٰی عِمَامَتِهٖ وَخُفَّیْهِ﴾ [1]
"میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے عمامہ اور موزوں پر مسح کرتے تھے۔"

۲۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نمازِ فجر سے پہلے قضاءِ حاجت کیلئے نکلے، قضاءِ حاجت کی، پھر لوٹے، پھر حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پانی ڈالا اور آپ ﷺ نے وضو کیا۔ پھر اس میں یہ الفاظ ہیں:
﴿ثُمَّ مَسَحَ بِنَاصِیَتِهٖ وَعَلَی الْعِمَامَةِ﴾ [2] "پھر اپنی پیشانی مبارک اور عمامہ پر مسح کیا"

[1] الصحیح البخاری ۱/۳۳ [2] صحیح مسلم ۲/۱۶۱

Marfat.com

۳۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ قد ارخی بین کَتِفَیْهِ﴾ ۱

”گویا میں آنحضرت ﷺ کو دیکھ رہا ہوں، ان کے سر پر کالی پگڑی تھی جس کا ایک ٹکڑا پیچھے دونوں کندھوں کے درمیاں چھوڑ دیا تھا۔“

۴. حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿دخلَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ یوم فتحِ مکۃ وعلیه عمامةٌ سوداءُ بغیرِ احرام﴾ ۲

”رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ (کے سرمبارک) پر کالی پگڑی تھی۔“

۵. حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿کانَ رسولُ اللّٰهِ ﷺ اِذا عَتَمَّ سَدَلَ عَمامَةَ بینَ کَتِفَیْهِ﴾ ۳

رسول اللہؐ جب بھی عمامہ باندھتے تو پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان اس کا ٹکڑا چھوڑ دیتے۔

۶. حضرت عبدالرحمٰن عوف فرماتے ہیں:

﴿عَمَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَدَلَهَا بَیْنَ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ﴾ ۴

رسول اللہؐ نے مجھے پگڑی باندھی اور میرے سامنے اور میرے پیچھے اس کا تھوڑا سا ٹکڑا چھوڑ دیا۔

۷. ابن ابی شیبہ میں اور مصنف عبدالرزاق میں اس کے مانند امام حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے:

﴿اِنَّ اَصحابَ النَّبِی ﷺ کانوا یَسْجُدُوْنَ وَاَیْدِیْهِمْ فی قَلَنْسُوَتِهٖ وعمامة﴾ ۵

”نبیؐ کے صحابہؓ نماز میں سجدہ کرتے اس حال میں کہ ان کے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان میں سے کوئی آدمی اپنی ٹوپی اور پگڑی پر سجدہ کرتا تھا۔“

۸۔ ﴿خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ۶ ”ہر نماز کے وقت اپنی زینت کی چیزیں پہن لیا کرو۔“

۹۔ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ﴿وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ یُزَیَّنَ لَهٗ﴾ ۷

---

۱ صحیح مسلم ۲/۲۷۳، ۲ صحیح مسلم ۲/۴۳۹ باب جواز دخول مکه بغیر احرام و ابو داؤد ۱/۵۶۳ باب فی العمائم، ۳ ترمذی ۲/۲۰۷ فی کتاب اللباس باب ماجاء فی العمائم السواد رقم ۱۶۵۸

۴ ابو داؤد ۲/۵۶٤ فی کتاب اللباس رقم ۳۵۵۷، ۵ البخاری ۱/۵۶ باب السجود علی الثوب فی شدة الحر

۶ سورة الاعراف: ۳۱

۷ بیهقی ۳/۹۹ باب ما یستحب للرجل ان یصلی فیه من الثیاب

"اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کیلئے زینت کی جائے۔"

۱۰۔ ﴿إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ﴾ [1]

بے شک اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔

مذکورہ بالا وہ دلائل ہیں جنہیں ننگے سر نماز پڑھنے کے خلاف پیش کیا جاتا ہے لیکن ان دسیوں دلائل میں سے ایک دلیل بھی ایسی نہیں ہے جس سے بالصراحت ثابت ہوتا ہو کہ رسولِ اکرم ﷺ نماز میں تھے اور آپ کے سر مبارک پر ٹوپی، عمامہ یا رومال یا دیگر کوئی کپڑا تھا زیادہ سے زیادہ اِن شواہد سے اِتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے وضو کرتے ہوئے اپنے عمامہ پر مسح کیا۔

۱۱۔ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے سر پر سیاہ عمامہ باندھا اور اس طرح ایک خطبہ کے دوران بھی۔

۱۲۔ سخت گرمی کے دنوں میں صحابۂ کرام نے کپڑوں پر، ٹوپیوں اور پگڑیوں پر سجدہ کیا۔

اس سے یہ اِستدلال کرنا کہ جب دورانِ وضو پگڑی نہیں اُتاری اور مسح بھی اس کے اُوپر کیا تو دورانِ نماز کیونکر اُتار دی ہوگی جب آپ ﷺ نے سیاہ عمامہ میں خطبہ دیا تو نماز میں اس کا اُتار دینا محال ہے، یہ استنباط اپنے اَندر کئی مسائل اور اِحتمالات رکھتا ہے۔

مذکورہ دلائل کا جائزہ

جس طرح رسول اللہ ﷺ سے عمامہ پر مسح ثابت ہے اسی طرح آپ ﷺ سے موزے اور جوتے پر بھی مسح ثابت ہے، جس طرح آپ ﷺ گھر سے باہر جاتے ہوئے سر پر عمامہ یا ٹوپی رکھ کر جاتے اس طرح موزے، جوتے اور انگوٹھی وغیرہ بھی پہن کر جاتے لیکن محض اس بنیاد پر کہ چونکہ آپ نے عام زِندگی میں موزہ، جوتا اور انگوٹھی اِستعمال کی اور دورانِ وضو موزے اور جوتے پر مسح بھی کیا لہٰذا ساری چیزیں نماز میں پہن کر آنا ضروری ہے، کیا یہ استدلال صحیح ہوگا؟ ہرگز نہیں!

جس طرح یہاں آپ لزوم کا فتویٰ نہیں دے سکتے اس طرح عمامہ پر مسح کرنے سے نماز میں عمامہ کے لزوم کا فتویٰ دینے کی جسارت بھی نہیں کرنی چاہئے۔

۲۔ کسی بھی اہل حدیث کا یہ نظریہ نہیں رہا ہے کہ اگر سر ننگا نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی یا سر پر ٹوپی، پگڑی یا رومال وغیرہ رکھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے ایسا نہ تو سلف صالحین میں سے کسی کا یہ عقیدہ رہا اور نہ مابعد لوگوں کا یہ عقیدہ ہے ہمارا اِختلاف صرف اس قدر ہے کہ پگڑی، ٹوپی اور رومال کے بغیر نماز پڑھنی جائز ہے اور اس جواز کے بھی بہت سے شواہد و براہین موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

[1] مسلم ۲/۸۹ باب تحریم الکبر وابو داؤد فی اللباس ۳/۵۹ ماجاء فی الکبر والترمذی فی البر والصلہ ۳/۳۶

ننگے سر نماز کے جواز کے دلائل

۱۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی روایت جس میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھو کہ کندھے ننگے ہوں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ستر کے ساتھ جو چیز ڈھانپنا ضروری تھی اس کا ذکر شارع علیہ السلام نے بالصراحت کر دیا، کندھے کے ساتھ ساتھ سر ڈھانپنے کی بھی وہی حیثیت ہوتی تو آپ ﷺ اس کے ڈھانپنے کا بھی حکم صادر فرماتے، کندھے ڈھانپنے کا حکم دینا اور سر کو نظر انداز کرنا ان دونوں کی حیثیتوں کے فرق کو واضح کرتا ہے۔

۲۔ لاتُقْبَلُ صَلٰوۃُ الْحَائِضِ اِلَّا بِخِمَارٍ [۱] عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کی نماز ننگے سر نہیں ہوتی۔ اس حکم سے یہ خود بخود واضح ہو جاتا ہے کہ مرد کی نماز ہو جاتی ہے اگر مرد کی نماز بھی ننگے سر نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ننگے سر کی ممانعت میں عورتوں کو خاص نہ کرتے بلکہ آپ ﷺ یا تو دونوں کو شامل فرماتے یا مطلق ننگے سر کی نفی فرماتے جس میں دونوں شامل ہوتے آپ ﷺ نے عورت کو مخصوص کر کے مردوں کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا۔

حضرت جابر ؓ کا ننگے سر کو سنت قرار دینا

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں کتاب الصلوٰۃ کے باب الصلوٰۃ بغیر رداءٍ کے تحت ایک روایت لائے ہیں، حضرت محمد بن منکدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا:

﴿وَهُوَ يُصَلِّىْ فِىْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا بِهٖ وَرِدَآئُهٗ مَوْضُوْعٌ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ تُصَلِّىْ وَرِدَائُكَ مَوْضُوْعٌ قَالَ نَعَمْ اَحْبَبْتُ اَنْ يَّرَانِىَ الْجُهَّالُ مِثْلُكُمْ رَاَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ يُصَلِّىْ كَذَا﴾ [۲]

''وہ اس وقت ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جب کہ ان کی (دوسری چادر) رکھی ہوئی تھی پس جب وہ نماز سے فارغ ہوئے ہم نے کہا اے ابو عبداللہ ؓ! (ایک کپڑے میں) تو نماز پڑھتا ہے جبکہ تیری (اوپر کی چادر) بھی رکھی ہوئی ہے، اس نے کہا ہاں! ایسا میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ تم جیسے جاہلوں کو یہ دکھا سکوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

(ف) اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دو چادروں کے ہوتے ہوئے ایک چادر میں نماز پڑھی جا سکتی ہے لہٰذا اگر کوئی شخص ٹوپی یا رومال وغیرہ کے ہوتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھتا ہے تو اس

---

۱ ترمذی: کتاب الصلاۃ رقم ۳۵۴ و مرعاۃ ۱/۲۱۰ ابو داود فی الصلاۃ و ابن ماجه فی الطهارة
۲ بخاری ج ۱ ص ۵۳

میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، نہ تو ٹوپی رکھ کر نماز پڑھنے سے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ٹوپی اُتارنے سے ثواب میں کمی واقع ہوتی ہے۔

اگر ثواب میں کسی بھی قسم کا کوئی نقص واقع ہوتا تو صحابہ کرام ﷺ جو نیکی اور ثواب کے کاموں میں سب سے زیادہ حریص تھے وہ ایسا کبھی نہ کرتے، پھر ایسا کیوں کیا گیا؟

اس میں بھی اخلاص کارفرما تھا ثواب کو گھٹایا نہیں گیا، بلکہ بڑھایا گیا، حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ کے پاس ثواب کی بڑھوتری کی ایک ہی دلیل تھی جسے واقعی دلیل کہا جاتا ہے اور وہ ہے:

"رأیتُ النبی ﷺ یُصَلّیْ کَذا" کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس نسبت نے حضرت جابر ﷺ کے عمل کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

اس حدیث میں کہیں کپڑوں کی قلت کا بھی ذکر نہیں، جو اکثر اس مؤقف کی مخالفت میں لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس دور میں کپڑوں کی قلت تھی، اگر کوئی کہے کہ کپڑوں کی قلت کا ذکر تو دوسری روایات میں موجود ہے تو میں عرض کروں گا کہ وہ دوسرے موقع کی بات ہے اور یہ دوسرے موقع کی ،

بفرضِ محال اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی ہمارا مؤقف واضح ہے کہ حضرت جابر ﷺ کے پاس دوسری چادر رکھی ہوئی تھی پھر بھی نماز ایک کپڑے میں پڑھی۔

تنگی میں ایک کپڑا اور وُسعت میں دو کپڑے

حضرت عمر فاروق ﷺ کے قول سے وسعت اور تنگی کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑا ہوا اور اس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا مسئلہ پوچھا، پس آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَوَ کُلُّکُمْ یَجِدُ ثَوْبَیْنِ﴾ : کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟

جب اللہ ﷻ تم پر وسعت کرے تو پھر تم بھی وسعت کرتے ہوئے دو دو کپڑوں میں نماز پڑھو، مثلاً نیچے کی چادر، اُوپر کی چادر، چادر اور قمیض، ازار اور قبا، سراویل اور قمیض ...... الخ۔[1]

(ف) تنگی اور غربت کی بندکلی بھی حضرت عمر فاروق ﷺ نے کھول دی کہ جب اللہ تنگی کرے تو ایک کپڑے میں پڑھو اور جب وسعت کرے تو دو کپڑوں میں نماز پڑھی جائے، تیسرے کپڑے کا وُسعت کے زمانے میں بھی ذکر نہیں ہے پھر حضرت عمر ﷺ نے جو دو کپڑے گن کر بتائے تو اس

[1] بخاری ۷۲/۱

Marfat.com

میں شلوار اَور قمیض، اِزار اَور رِداء، اِزار اَور قبا۔

اب اگر اس حدیث کی روشنی میں کوئی شخص شلوار اَور قمیض زیب تن کئے کھڑا ہے اَور وسعت کا زمانہ بھی ہے تو نماز کیلئے اُس کا یہ لباس ایک مکمل لباس ہے جس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں ہے۔

۴۔ سر پر ٹوپی یا پگڑی کو لازم قرار دینے والے عقلی طور پر یہ دلیل بھی دیا کرتے ہیں کہ سر پر کپڑے کا ہونا شریفانہ، مؤدبانا اَور مہذب طریقہ ہے حالانکہ وہ لوگ یہ بات کہتے ہوئے اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ بیت اللہ شریف، جو مساجد میں سب سے پہلی مسجد اَور سب سے بڑے رُتبہ کی جگہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے حاجی کو ننگے سر بلایا ہے، اگر یہ چیز اَدب و اِحترام اَور تہذیب کے خلاف ہوتی تو اللہ تعالیٰ اَپنے محترم اَور مقدس گھر میں اس بے ادبی کی اِجازت ہرگز نہ دیتا، بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اَدب و اِحترام اَور عاجزی و اِنکساری کا اصل اِظہار سر پر ٹوپی رکھنا یا عمامہ باندھنے میں نہیں بلکہ ننگے سر ہونے میں ہے۔

۵۔ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ کو بنیاد بنا کر پگڑی یا ٹوپی کو لازم قرار دینا نہ تو شریعت کی منشا ہے اَور نہ عقل اس کی تائید کرتی ہے اس لئے کہ اسبابِ زینت میں صرف ٹوپی اَور پگڑی ہی شامل نہیں ہے بلکہ ہمارے معاشرے میں وہاں زینت کے اَور بھی ساماں ہیں پھر اس آیت سے صرف سر کا کپڑا ہی کیوں لازم قرار دے دیا گیا ہے۔

(الف) اللہ نے زِیْنَتَکُمْ کہہ کر واضح کر دیا ہے کہ ہر دور کا ہر نمازی اس آیت کا مخاطب ہے جب ہر نمازی اس کا مخاطب ہے تو سب کے طبائع، مزاج، پسند اَور ناپسند کے معیار مختلف ہوں گے۔

ایک شخص لباس میں پاجامہ پسند کرتا ہے، تو دوسرا لُنگی پسند کرتا ہے،

تیسرا شلوار قمیص پسند کرتا ہے، تو چوتھا کُرتے اَور تہبند کو پسند کرتا ہے،

ایک سر پہ کپڑا پسند کرتا ہے، تو دوسرا ننگے سر کو ترجیح دیتا ہے۔

تو پھر ہم کسی ایک شخص کی پسند کو مختلف اَدوار کے مختلف لوگوں پر کیسے نافذ کر سکتے ہیں؟

(ب) اَور اگر زینت میں صرف سر ہی کو لیا جائے تو آپ کو بمشکل دس فیصد افراد ایسے ملیں گے جو سر پر کپڑے کو زینت قرار دیتے ہوں ورنہ نوّے فیصد لوگ سر پر کھلے اَور سجے بالوں کو زینت سمجھتے ہیں، اَور یہ اَیسی کھلی حقیقت ہے جس کا اِظہار مختلف زبانوں کے شعراء سے ہوتا ہے، جب وہ اَپنے محبوب کی زلفوں کی تعریف میں زمین و آسمان ایک کر دیتے ہیں لیکن شاید ہی آپ نے کسی شاعر

Marfat.com

کو اپنے محبوب کی ٹوپی یا رومال کے حسن و جمال کو بیان کرتے ہوئے سنا ہو۔
مثال کے طور پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

پوچھا جو اُن سے چاند نکلتا ہے کس طرح
زُلفوں کو رُخ پہ ڈال کر جھٹکا دیا کہ یوں (آرزو لکھنوی)

ہم ہوئے، تم ہوئے، کہ میر ہوئے
اُن کی زُلفوں کے سب اسیر ہوئے (میر تقی میر)

گرہ کھولی ذرا اس نے جو اپنی زُلفِ مشکیں کی
معطر ہو گیا آفاق، خوشبو اِس کو کہتے ہیں (ابراہیم ذوق)

اس زلف کا کیا کہنا جو دوش پہ لہرائی
سمٹے تو بنے ناگن پھیلی تو گھٹا چھائی (شفیق جونپوری)

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زُلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا (مؤمن خان مؤمن)

بجلیوں نے سیکھ لی ان کے تبسم کی اَدا
رنگ زلفوں کا چرا لائی گھٹا برسات کی (صبا افغانی)

زلف کا ذکر چلا ہے تو چلتے چلتے رسول اللہ ﷺ کی زلفِ مبارک کا ذکر بھی بر محل اور بر موقع معلوم ہوتا ہے اور ان شاء اللہ العزیز افادیت سے خالی نہ ہوگا۔

اگر ہمہ وقت رومال، عمامہ، پگڑی کو لازم قرار دے دیا جائے تو رسولِ اکرم ﷺ نے بال رکھنے کا جو حکم دیا ہے کہ انہیں نصف کان تک یا زیادہ سے زیادہ کندھے تک رکھا جائے، یہ حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے بلکہ رسولِ اکرم ﷺ نے سر کے بال منڈوانے کو خوارج کی نشانی قرار دیا ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں لائے ہیں محدثین کرام نے کتبِ احادیث میں خصوصیت کے ساتھ رسولِ اکرم ﷺ کے گیسو مبارک کے وصف میں مکمل ابواب باندھے ہیں (باب صفة شعر النبی ﷺ) ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرد کے سر پر بالوں کا ہونا اور ان کا نظر آنا منشائے حدیث ہے، چاہے وہ نماز کی حالت میں ہو یا نماز سے باہر دونوں صورتوں میں زینت سے خالی نہیں ہے۔

ہاں یہ پابندی ضرور لگائی جا سکتی ہے کہ بال خلافِ سنت نہ رکھے جائیں ورنہ ان کو چھپا دینے سے

Marfat.com

رکھنے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے، مثلاً داڑھی اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے اسے رکھنے اَور لٹکانے اَور ظاہر کرنے کا حکم ہے اب اگر کوئی شخص لوگوں سے شرما کر اُسے کاٹ دے تو یہ بھی حرام ہے اَور اگر کاٹے نہیں بلکہ لپیٹ کر اندر کی طرف موڑ کر چھپالے تو یہ بھی حرام ہے۔

چونکہ صحیح مسلم کتاب الطہارہ میں رسولِ اَکرم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿اَرْخُوا اللُّحیٰ : داڑھی کو لٹکاؤ﴾ یعنی نیچے کی طرف لٹکنے دو اُوپر کی طرف نہ لپیٹو کیونکہ اگر لپیٹ کر اس کے طول وعرض کو مخفی کر دیا جائے گا تو داڑھی رکھنے کا اِسلامی شعار چھپ جائے گا جس سے رکھنے کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا، اس لئے اس سے منع کیا گیا، چونکہ شارع علیہ السلام نے نماز کی حالت میں کسی بھی نماز کو سر پر کپڑا رکھنے کا حکم نہیں فرمایا اَور نہ ہی کپڑا اُتارنے کا حکم دیا اَور نہ ہی بالصراحت نماز کی حالت میں رسولِ اکرم ﷺ کے سر کی کیفیت کا کوئی ذکر ملتا ہے اَور اگر نماز کے علاوہ دیگر حالتوں میں عمامہ یا کسی دوسرے کپڑے کا ذکر ملتا ہے تو اس طرح کی رِوایات فریق مخالف کے پاس بھی موجود ہیں جن کا ذکر ہم ''ننگے سر نماز کے جواز'' کے ضمن میں کر چکے ہیں بلکہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی رِوایت اس باب میں اِیک واضح حیثیت رکھتی ہے جسے ہم بحوالہ بخاری شریف گزشتہ صفحات میں تحریر کر چکے ہیں علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اِیک قمیض میں نماز پڑھنے میں اُسے مرفوع بیان کرنے کی حدیث بھی موجود ہے چنانچہ حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اَپنے باپ سے رِوایت کرتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ:

﴿اَمَّنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِاللهِ فِیْ قَمِیْصٍ لیس علیهِ رِداءٌ فلمّا انْصَرَفَ قال اِنِّی رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یُصَلِّیْ فِیْ قَمِیْصٍ﴾ [1]	ہمیں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اِیک قمیض میں نماز پڑھائی اَور آپؓ پر دوسری کوئی چادر نہ تھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: بیشک میں نے رسولِ اکرمؐ کو اِیک ہی قمیض میں نماز پڑھاتے دیکھا ہے۔

ظاہر ہے کہ قمیض سر سے شروع نہیں ہوتی بلکہ کندھے اَور گلے سے شروع ہو کر گھٹنے سے نیچے تک چلی جاتی ہے جس سے سر کا ننگا ہونا ازخود واضح ہو جاتا ہے، ہاں اگر کوئی شخص یہ تاویل کرے کہ قمیض کا گلا بجائے گردن میں ڈالنے کے اُٹھا کر سر پر رکھ لیا جائے اَور اس طرح سر سمیت پورا جسم چھپ جائے گا تو میں

[1] ابو داؤد ج۱ ص۹۲ باب الرجل یصلی فی قمیص واحد

Marfat.com

عرض کروں گا کہ اس عمل سے خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ کے تقاضے کہاں تک پورے ہونگے؟

یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے، البتہ فن کی دُنیا میں ایک نئے کارٹون کا اِضافہ ضرور ہوگا۔

تعجب تو یہ ہے کہ ننگے سر کی مخالفت کرنے والے اور سر پر کپڑے کو لازم قرار دینے والے سب سے پہلے سورۃ الاعراف کی آیت خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ اس کے سیاق وسباق پر اگر غور کرلیا جائے تو مسئلہ خود بخود واضح ہوجاتا ہے۔

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ سے کیا مراد ہے؟

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ	اے اولادِ آدم! تم ہر مسجد کے
عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّکُلُوْا	نزدیک زینت اپنالیا کرو اور کھاتے
وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ...الخ [1]	پیتے رہو اور اسراف نہ کرو۔

یہ خطاب اولادِ آدم کو ہے اور اولادِ آدم میں صرف نمازی ہی شامل نہیں بلکہ یہود، ہنود، نصاریٰ اور مجوس سب شامل ہیں اگر یہ آیت نماز میں ٹوپی رکھنے سے متعلق ہوتی تو خطاب کا آغاز ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ سے شروع ہوتا ﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ﴾ سے خطاب شروع ہونے کے معنی ہی یہی ہیں کہ یہ حکم مطلق اِنسانوں کیلئے ہے مؤمنین کیلئے مخصوص نہیں ہے ہمارے اس خیال کو درج ذیل رِوایت سے بھی تقویت پہنچتی ہے۔

﴿عَنِ ابنِ عباسٍ قال کانتِ المرأۃُ تطوفُ بِالبیتِ وھی عُرْیانۃٌ......الخ﴾ [2]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مشرک عورتیں ننگی ہوکر بیت اللہ کا طواف کیا کرتی تھیں۔

جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فنزلَتْ ھٰذِہِ الآیۃ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عند کل مسجدٍ......﴾ [3]

پس اس ضمن میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ہر مسجد قابلِ اِحترام ہے اور بیت اللہ تو اُمّ المساجد ہے یہاں برہنہ طواف حرام ہے، بلکہ لباس اور زینت کے ساتھ آیا جائے۔ سنن نسائی میں بھی اس آیت کی

---

[1] سورۃ الاعراف: ۳۱، [2] مسلم ۲/۴۲۲؛ کتاب التفسیر، سنن نسائی ج۲ ص۳۴،۳۳

[3] مسلم ۲/۴۲۲؛ کتاب التفسیر، سنن نسائی ج۲ ص۳۴،۳۳

Marfat.com

یہی تفسیر مذکور ہے اِسے بلاوجہ کھینچ تان کر کے سر پر ٹوپی، عمامہ رکھنے کی دلیل تصور کرنا، قرآن میں اپنی رائے داخل کرنے کے مترادف ہے جو شرعاً حرام ہے۔

آخر میں مسلم شریف کی اِیک حدیث پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں، حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں:

﴿فخرج نبی اللہ ﷺ کانی انظرُ الیہِ الآنَ یقطر رأسہ ماءً و اضعاً یدہ علی شق راسہ......الخ﴾ [1]

نبی کریم ﷺ (عشاء کی نماز میں گھر سے نکل کر مسجد میں تشریف لائے) گویا کہ میں اب بھی (وہ منظر) دیکھ رہا ہوں کہ رسولِ اکرم ﷺ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ سر کی مانگ میں ڈال رکھا تھا یعنی آپ ﷺ اپنے بھیگے ہوئے گیسو اپنے ہاتھ سے سلجھا رہے تھے۔

اس سے ہمارے مؤقف کو بھرپور تقویت ملتی ہے کہ آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھانے کیلئے غسل کے فوراً بعد مسجد میں ننگے سر تشریف لائے صحابہ کرام ؓ نے نہ صرف بالوں سے پانی ٹپکتے ہوئے دیکھا بلکہ یہاں تک صراحت موجود ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک سر کی مانگ میں ڈال رکھا تھا اور ہاتھوں سے بالوں کو سلجھاتے ہوئے تشریف لائے، جبکہ آپ ﷺ سر کی مانگ بھی سر کے عین وسط میں بنایا کرتے تھے، اَب قارئین کرام از خود اِنصاف فرمائیں جب اللہ کے رسول ﷺ کا دستِ مبارک سر کے عین وسط میں یعنی بالوں کی جڑوں میں ہو تو پھر ٹوپی یا پگڑی کہاں ہوگی؟ (اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی)

اس بحث سے ہماری منشا یہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ کے سروں سے پگڑیاں اُتر جائیں اور ٹوپیاں ناجائز قرار دے دی جائیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کو فرض قرار دے دیا جائے بلکہ ہماری غایت صرف اتنی ہے کہ دونوں عمل جائز ہیں لہٰذا ہم کسی ایک کو اختیار کرنے کے مجاز ہیں بشرطیکہ دوسرے عمل کو بھی جائز سمجھتے رہیں۔ ؎

زُلفیں بکھیر دے کہ زمانے کو علم ہو
ظلمت حسین تر ہے شبِ ماہتاب سے

آہ کو چاہیئے اِیک عمر اَثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زُلف کے سر ہونے تک

---

[1] مسلم کتاب المساجد ۱.۲۲۹

جوتے سمیت نماز کا مسئلہ

عوام الناس میں سے اکثر لوگ اس مسئلے سے ناواقف ہیں، بالخصوص دیہاتی علاقوں میں تو جوتے پہن کر مسجد میں داخل ہونا قطعی حرام سمجھا جاتا ہے اور شہروں میں بھی صورتِ حال کچھ اسی طرح کی ہے اس کے برعکس اہل حدیث کا ٹائٹل استعمال کرنے والے کچھ ایسے نام نہاد مفتی بھی معاشرے میں بیساکھیوں کے سہارے زندہ ہیں جو علمِ دین کے حصول کی جستجو نہ رکھتے ہوئے بھی ''دارالافتاء'' کا کورس اُس عمر میں اعلیٰ نمبروں سے پاس کر لیتے ہیں جس عمر میں ابھی نماز بھی ان پر فرض نہیں ہوتی، ایسے لوگ مسلکِ حقہ کے بے داغ دامن پر ایک بدنما دھبہ ہیں، جو معاشرے میں رہ کر لوگوں کو جماعت سے متنفر کرنے، مساجد کو ویران کرنے اور تنظیمی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کے سوا کوئی خدمت انجام نہیں دیتے۔

ان کے فتووں کے سیاہ بادل جب شہروں اور دیہاتوں پر برستے ہیں تو علاقوں کے علاقے کیچڑ زدہ ہو جاتے ہیں جس میں قدم رکھتے ہی اجنبی راستوں کے راہی اکثر پھسل جایا کرتے ہیں۔

اگر کوئی سفید پوش کیچڑ سے بچ بچا کر سڑک کے کنارے چلنے کی کوشش کرے تو کیچڑ کی چھینٹیں اُسے بھی معاف نہیں کرتیں، کچھ ایسے ہی مفتیوں کا فتویٰ ہے کہ آپ جوتا اُتار کر نماز نہیں پڑھ سکتے جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح جوتا بھی فرض ہے، اُن کے نزدیک اللہ کے رسول ﷺ سے بغیر جوتے کے نماز پڑھنا گویا ثابت ہی نہیں ہے۔

یہ بہت بڑی دیدہ دلیری اور سینہ زوری ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی سمجھ میں جوتے کا مسئلہ جوتے بغیر سمجھ میں نہیں آنے گا، حالانکہ اس ضمن میں بھی شارع ﷺ نے اپنے واضح احکامات چھوڑے ہیں، اُن احادیثِ صحیحہ کو سامنے رکھا جائے تو مسئلے کی نوعیت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نماز میں نہ تو جوتا پہننا فرض ہے اور نہ اُتارنا لازم ہے۔

اگر جوتا پاک وصاف ہے اور اُسے کوئی غلاظت نہیں لگی ہوئی تو اُس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے یعنی جوتا پہن کر نماز پڑھنی صرف جائز ہے شریعت کی اس رعائت کو صرف جواز کی حد تک تسلیم کیا جائے یہی شریعت کی منشاء ہے۔

Marfat.com

اس بارہ میں چند اَحادِیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت شداد بن اَوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿خالِفُوا الیَھُودَ فانّھم لا یُصَلُّون فی نعالِھم وخفافِھم﴾ ۱

یہودیوں کی مخالفت کرو کیونکہ وہ اَپنے جوتوں یا موزوں سمیت نماز نہیں پڑھتے۔

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا:

﴿اکان النّبِیُّ ﷺ یصلّی فی نعلیه قال نعم﴾ ۲

کیا نبی کریم ﷺ جوتوں سمیت نماز پڑھ لیتے تھے انہوں نے جواب دیا ہاں۔

۳۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز کی اِمامت فرمارہے تھے کہ اَچانک آپ ﷺ نے اَپنے جوتے اُتار دیئے اَور انہیں بائیں جانب رکھ لیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے بھی اَپنے جوتے اُتار دیئے، نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جوتے اُترے دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے اَپنے جوتے کیوں اُتار دیئے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ کو دیکھ کر ہم نے بھی اُتار دیئے (ہم سمجھے کہ شاید حکم بدل گیا ہے)

آپ ﷺ نے فرمایا!

مجھے جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ آپکے جوتوں پر غلاظت لگی ہے اس لئے میں نے اُتار دیئے۔

﴿قال اِذا جاءَ احدُکم المسجدَ فلینظر فانْ رأی فی نعلَیه قذرًا او اذًی فلیمسح ولیصلّ فیھما﴾ ۳

اَور تم جب مسجد میں آؤ اَپنے جوتے دیکھ لیا کرو اگر گندگی لگی ہو تو اُسے صاف کر دیا کرو اَور پھر ان ہی جوتوں میں نماز پڑھ لیا کرو۔

بیان کی گئی اَحادِیث مبارکہ سے جوتے کا جواز ثابت ہوتا ہے اَور اس سے ان لوگوں کے نظریات کی بھی خوب نفی ہوتی ہے جو سرے سے مسجد میں جوتا پہننا ہی حرام سمجھتے ہیں۔

البتہ حدیث نمبر ۱، اَور حدیث نمبر ۳، میں رسولِ اَکرم ﷺ نے حکماً فرمایا ہے کہ یہودیوں کی مخالفت

۱ ابوداؤد ۱/۹۵ باب الصلاۃ فی النعل

۲ بخاری ۱/۵۶

۳ ابوداؤد باب الصلوۃ فی النعل ۱/۹۵

Marfat.com

کرو اور جوتوں میں ہی نماز پڑھو یہ حکم استحبابی ہے اور استحباب بھی جوتے کا پہن کر نماز پڑھنا نہیں ہے بلکہ یہود کی مخالفت ہے، صاحب عون المعبود فرماتے ہیں:

﴿فیکون استحباب ذلک مِن جِھةِ قصد المخالفة﴾ [1]

لہٰذا اس حکم کو فرض کا درجہ دینا نہ تو شریعت کی منشا ہے اور نہ ہی تقاضائے عدالت، اس طرح کے احکامات قرآن کریم میں بھی موجود ہیں جن پر پوری اُمت متفق ہے کہ یہ احکامات استحباب کا درجہ رکھتے ہیں نہ کے فرض کا مثلاً قرآن کریم میں سورۃ الجمعہ میں کہا گیا۔

﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ [2]

یعنی جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جایا کرو اور اللہ کا فضل (حلال رزق) تلاش کرو۔ یہاں بھی ''فانتشروا'' فعل امر ہے اب اگر کوئی اس سے یہ نتیجہ نکالے کہ جمعہ نماز ختم ہوتے ہی لوگوں کو کان سے پکڑ کر مسجد سے باہر نکال دیا جائے اور مساجد کو فی الفور تالے لگا دیئے جائیں تو یقیناً آپ اُسے احمق کہیں گے اس لئے کہ اس حکم سے قرآن کریم کی یہ مراد ہرگز نہیں ہے جو اُس نے لی ہے، جمعہ کا دن بے شک مبارک دن ہے لیکن نماز پڑھنے کے بعد بھی اگر تم روزی کمانا چاہتے ہو تو تمہیں رُخصت ہے۔

جوتے بغیر نماز کا مسئلہ

اس عنوان کے تحت اُن لوگوں کے رد میں دلائل پیش کئے جارہے ہیں جو جوتے اُتار کر نماز پڑھنے کو قطعاً جائز نہیں سمجھتے اور جوتا پہن کر نماز پڑھنے کو لازم قرار دیتے ہیں۔

(ا) سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا:

﴿فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى﴾ [3]

(اے موسیٰ!) اپنے جوتے اُتار دو اس لئے کہ تم ایک مقدس وادی طویٰ میں ہو۔

(یہود اس وجہ سے عبادت کے وقت جوتا استعمال کرنا حرام تصور کرتے ہیں)

---

[1] عون المعبود ۲۴۷/۱

[2] سورة الجمعه: ۱۰

[3] سورة طٰه: ۱۲

Marfat.com

عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیْ یَوْمَ الْفَتْحِ وَوَضَعَ نَعْلَیْهِ عَنْ یَسَارِهٖ[1] میں نے نبی کریم ؐ کو فتح مکہ کے دن نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ،آپ ؐ کی نعلین مبارک آپ ؐ کے بائیں جانب رکھی ہوئی تھی۔

نوٹ:- یاد رہے کہ بائیں جانب رکھنے کا حکم اس نمازی کیلئے ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو اور اگر جماعت میں ہو تو پھر بائیں طرف نہ رکھے بلکہ دونوں پاؤں کے درمیان رکھے جیسا کہ حدیث پاک میں بیان ہوا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا!

جب تمہارا کوئی نماز پڑھے اسے چاہئے کہ اپنے جوتے اپنے دونوں پاؤں کے مابین رکھے۔[2]

(فائدہ):- یہ حکم جماعت کیلئے ہے کیونکہ اگر بائیں طرف رکھے گا تو دوسرے کی دائیں جانب ہوگا اور اس سے دوسرے کے قدم بھی اس سے نہ مل سکیں گے اور صف میں شگاف پیدا ہو جائیں گے جو آدابِ صف بندی کی خلاف ہیں۔

اور پاؤں کے درمیان رکھنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ بالکل قدموں میں رکھے کیونکہ اس حالت میں وہ قعدہ نہیں بیٹھ سکے گا اور سجدے کے وقت بھی پیچھے والوں کو تکلیف ہو سکتی ہے تھوڑا سا آگے کر کے رکھ دے تا کہ التحیات میں بیٹھ سکے اور پیچھے والوں کو بھی تکلیف نہ ہو۔

ان دلائل وشوائد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جوتے بغیر نماز پڑھنا بھی جنابِ رسالت پناہ ﷺ سے ثابت ہے لہٰذا ان احادیث سے ان لوگوں کے باطل نظریات کی خوب نفی ہو جاتی ہے جن کے نزدیک جوتے کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں، ہمارا اعتراض نہ تو جوتا پہن کر نماز پڑھنے پر ہے اور نہ ہی جوتا اُتار کر نماز پڑھنے پر، ہمارا اعتراض صرف اور صرف سنت کی مخالفت کرنے پر ہے۔

مندرجہ بالا دونوں افعال میں سے جس ایک کی بھی نفی ہوگی اس سے سنت کا رد ضرور ہوگا جو ایمان کی سلامتی اور بقا کیلئے خطرناک ہے ہماری اس ساری گفتگو کا لب لباب یہی ہے کہ دونوں عمل سنت مطہرہ

---

[1] ابو داؤد ج ۱ ص ۹۵

[2] ابو داؤد ج ۱ ص ۹۶ ، ابن ماجہ

Marfat.com

سے ثابت ہیں لہٰذا دونوں جائز ہیں، البتہ جوتے کا تحفظ فی زمانہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے میں ہے جوتے اُتار کر نماز پڑھنے والوں کو اکثر ننگے پاؤں گھر جاتے دیکھا گیا ہے۔

بقول نظیرا کبرآبادی:

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں
بنتے ہیں آدمی ہی اِمام اَور خطبہ خواں
پڑھتے ہیں آدمی ہی نماز اَور قرآن یاں
اَور آدمی ہی اُن کی چُراتے ہیں جوتیاں
جواُن کوتاڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

اور درج ذیل مکالمے سے بھی نظیرا کبرآبادی کے خیال کی خوب تائید ہوتی ہے۔

ایک صاحب جماعت ہو جانے کے بعد مسجد میں داخل ہوئے، اپنی جیب سے سگریٹ کی ڈبیہ نکالی اور اُسے جوتے میں رکھ کر اور جوتے کو اپنے سامنے رکھ کر نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے،

ایک دوسرے شخص نے اُسے نصیحت کرتے ہوئے کہا:

''بھائی جوتا سامنے رکھ کر نماز پڑھنے سے رسول اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے، ہوسکتا ہے اِس حدیث کی مخالفت کرنے سے تمہاری نماز ہی نہ ہو۔''

اُس شخص نے برجستہ جواب دیا:

''اَرے صاحب! اَب آپ ہی بتائیں کہ میں کیا کروں؟
اگر جوتا سامنے رکھتا ہوں تو نماز نہیں ہوتی اور اگر جوتا پیچھے رکھتا ہوں تو جوتا نہیں ہوتا''۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

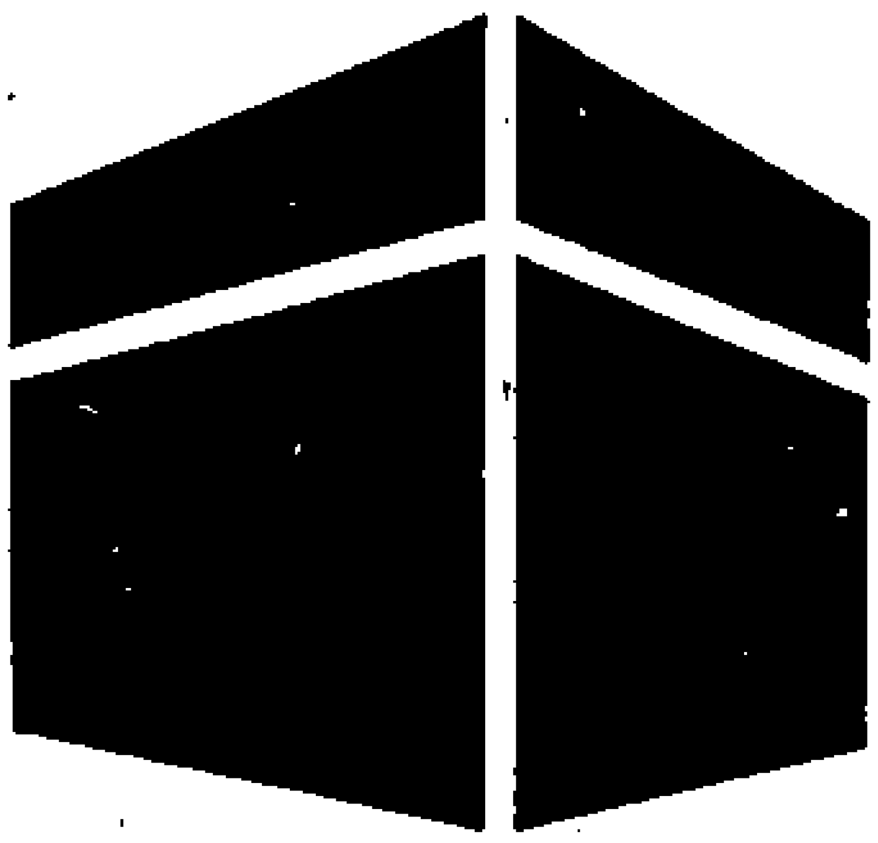

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا
اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۵

مساجد

حدیث نبوی شریف

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ مِثْلَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ

جس نے اللہ کیلئے مسجد بنائی اللہ اس کیلئے جنت میں اسی طرح کا گھر بنائے گا!

(مسلم، بیہقی)

اَلْمُؤْمِنُ فِی الْمَسْجِدِ کَالسَّمَکِ فِی الْمَاءِ وَالْمُنَافِقُ فِی الْمَسْجِدِ کَالطَّیْرِ فِی الْقَفَسِ

مؤمن مسجد میں ایسے ہوتا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور منافق مسجد میں ایسے ہوتا ہے جیسے پرندہ پنجرے میں

(عربی مقولہ)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اللہ کی مسجدوں کی تعمیر وہی لوگ کرتے ہیں جو
اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسجد کا مفہوم

مسجد کا لفظ اسمِ ظرف ہے جس کے معنی ہیں "سجدہ گاہ" یعنی وہ جگہ جہاں سجدہ کیا جائے۔

لغوی اِعتبار سے مسلمان جہاں بھی سجدہ ریز ہو وہ جگہ مسجد کہلانے کا حق رکھتی ہے لیکن اِصطلاحی معنوں میں مسجد صرف اور صرف اُس عبادت گاہ کا نام ہے جسے اہلِ اسلام نماز کیلئے وقف کر دیتے ہیں پھر وہ کسی کی ملکیت نہیں رہتی بلکہ وہ اللہ کا گھر کہلاتا ہے۔

مسلم شریف کی روایت ہے جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا:

﴿جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطُهُوْرًا﴾ [1]

میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک بنادی گئی ہے۔

جس کا مطلب ہے کہ مسلمان چاہے جنگل میں ہو یا ریگستان میں، کوہساروں کی بلندیاں چھو رہا ہو یا دریاؤں کے دوش پر سوار، اگر وہاں مسجد نہیں تو یہ عذر ترکِ نماز کی اِجازت نہیں دیتا بلکہ وہ ان تمام جگہوں پر نماز ادا کرے، دوسرا مفہوم یہ ہے کہ پوری سرزمین مسجد ہے اور مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ ہوتی ہے گویا اہلِ اسلام کیلئے یہ اِشارہ ہے کہ یہ سارا عالم تمہارا ہے اِسی مفہوم کو علامہ اِقبال نے یوں ادا کیا۔

چین و عرب ہمارا یہ ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم سب یہ سارا جہاں ہمارا

---

[1] بخاری ۱ ۶۲، مسلم ۱ ۱۹۹ کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ

Marfat.com

مسجد کی اہمیت وفضیلت

مسجد اسلام کا ایک ایسا شعار ہے جس کی نسبت خالقِ ارض وسماء نے اپنی طرف کی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ [1]

مسجدیں اللہ کیلئے ہیں پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

یوں تو کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی مخلوق اور اس کی ملکیت ہے لیکن جس کی نسبت وہ خود کہہ دے کہ یہ چیز میری ہے اس کی شان وشوکت کے کیا کہنے۔

جس چیز کو اپنا لیا جاتا ہے پھر اسے دشمن کے حوالے ہرگز نہیں کیا جاتا کیونکہ دشمن سے خیر کی توقع نہیں ہوتی اسی لئے ارشاد ہوا:

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾ [2]

مشرکوں کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدیں تعمیر کریں جب کہ ان کے ایمان کفر کی شہادت دیتے ہیں۔

اور یہ کام سراسر ایمان والوں کو زیب دیتے ہیں جو ایمان باللہ کے ساتھ نماز کی ادائیگی، زکوٰۃ کی ادائیگی اور خشیتِ الٰہی کے جذبے سے سرشار ہوں۔

چنانچہ اس حقیقت کو اللہ رب العزت نے یوں بیان فرمایا:

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ﴾ [3]

اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا انہیں لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں، پس انہیں سے توقع ہے کہ مقصود کو پہنچ جائیں۔

---

1. سورۃ الجن : ۲
2. سورۃالتوبہ : ۱۷
3. سورۃالتوبہ : ۱۸

Marfat.com

دُنیا کا بہترین خطہ

رسولِ اکرم ﷺ سے ایک مرتبہ سوال کیا گیا کہ دُنیا میں بہترین جگہ کونسی ہے اَور بدترین جگہ کونسی؟ آپ ﷺ نے یہ سوال حضرت جبریل علیہ السلام سے کیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ سے معلوم کرنے کا وعدہ فرمایا، چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر کہا!

"اے اللہ کے رسول ﷺ! آج میں اس سوال کی وجہ سے اللہ کے اِتنا قریب ہوا ہوں کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا، آج میرے اَور اللہ کے درمیان نور کے صرف ستر ہزار پردے باقی تھے، جواب میں اِرشاد فرمایا:

اللہ نے کہا ہے دنیا میں بدترین جگہ بازار ہیں اَور بہترین جگہ مساجد ہیں۔ [1]

اس سے اَندازہ ہوتا ہے کہ ربُّ العالمین کو مساجد کس قدر محبوب ہیں۔

سب سے بڑا ظالم

مسجدوں کی عظمت اَور شان کا یہ عالم ہے کہ جو بھی ان کی مخالفت کرتا ہے اللہ کی نظر میں سب سے بڑا ظالم کہلاتا ہے چنانچہ حکم ربانی ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِھَا اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَھُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْھَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ [2]

اس سے بڑھ کر اَور کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ کے ذکر کو بند کرادے اَور اس کی ویرانی کی کوشش کرے، ان لوگوں کو تو کبھی بے باک ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہیے، ان کی دُنیا میں بھی رسوائی ہوگی اَور آخرت میں بھی ان کیلئے سخت ترین سزا ہوگی۔

مسجد کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ جو شخص بحالتِ ایمان مسجد میں داخل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اَپنا مہمان کہتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام مسجد میں حاضر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں مہمان خانہ تیار کرتا ہے۔ [3]

---

[1] اخرجه مسلم مختصراً بدون واقعة جبرئيل باب اى البقاع احب الى الله وافضل: مستخرج على مسلم: ج١ ص٢٦٤، ابن حبان عن ابن عمر كما فى المشكاة ج١ ص٧١۔

[2] سورة البقره: ١١٤

[3] بخارى فى كتاب الاذان ج٢ ص١٧٣ ومسلم فى كتاب المساجد ومواضع الصلاة ج١ ص٤٦٣؛ كما فى المستخرج ج٢ ص٢٦٣

Marfat.com

آخرت کا نور

جولوگ رات کی تاریکی میں مسجد میں آتے ہیں قیامت کے دن اُن کیلئے خاص قسم کا نور ہوگا۔ [1]
رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جس کا دِل ہر وقت مسجد سے چمٹا رہتا ہے، یعنی ایک نماز پڑھ کر آتا ہے تو اسے دوسری کی فکر رہتی ہے فرمایا ایسے شخص کے مؤمن ہونے کی گواہی دو۔ [2]

مساجد جنت کے باغات ہیں

ایک مرتبہ رسولِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دِل نشین انداز میں فرمایا:
''جب تم جنت کے باغوں سے گزرا کرو تو وہاں کے پھل کھایا کرو''۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جنت کے باغات کونسے ہیں اور ہم اُن کے پھل کیوں کر کھا سکتے ہیں؟
آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کے باغات مساجد ہیں اور وہاں کے پھل سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا ورد کرنا ہے''۔ [3]

مسجد کی طرف اُٹھنے والے قدم

۱۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم مسجد سے دور رہتے تھے ایک مرتبہ میں نے ارادہ کر لیا کہ اپنا گھر بیچ ڈالوں اور مسجدِ نبوی ﷺ کے قریب اپنا گھر بنالوں لیکن رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس ارادے سے روک دیا اور فرمایا:

﴿اِنَّ لَكُمْ بِكُلِّ خَطْوَةٍ دَرَجَةٌ﴾ [4]

بے شک تمہارے ہر ایک قدم پر درجہ ہے۔

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قبیلہ بنو سلمہ کے کچھ لوگ مسجد کے پڑوس میں آباد ہونے لگے رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَا بَنِىْ سَلِمَةَ دِيَارُكُمْ تُكْتَبُ آثَارُكُمْ﴾ [5]

اے بنی سلمہ اپنے مکانوں کو لازم رکھو اس لئے کہ

---

[1] ابوداؤد: ج۱ ص۸۳
[2] ابن ماجہ: ج۱ ص۵۸ باب لزوم المساجد وانتظار الصلاۃ ورواہ الدارمی
[3] رواہ الترمذی کما فی المشکاۃ ج۱ ص۷۰ باب المساجد ومواضع الصلاۃ
[4] مسلم ج۲ ص۲۶۱۱، المسند المستخرج
[5] مسلم: ج۱ ص۱۴ کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ

Marfat.com

اللہ کے ہاں تمہارے قدموں کے نشان بھی لکھے جاتے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ مسجد سے دوری بھی خیر و برکت سے خالی نہیں ہے بشرطیکہ مسجد سے دُور رَہ کر بھی آدمی حاضری کے شرف سے محروم نہ رہے۔

۳۔ جب مسلمان آدمی گھر سے وضو کر کے نماز کے اِرادے سے مسجد کی طرف چلتا ہے تو وہ اس وقت سے نماز میں شمار کیا جاتا ہے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مسجد کی طرف جس قدر دوری سے آتا ہے اُسی قدر اَجر و ثواب زیادہ پاتا ہے''۔ [1]

۵۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''جب کوئی شخص پاک صاف ہو کر مسجد کی طرف نماز کی نیت سے چلتا ہے اللہ ﷻ اس کے اِیک قدم پر اِیک گناہ کو مٹاتا ہے اَور اس کے درجہ کو بلند کرتا ہے''۔ [2]

۶۔ رسولِ اکرم ﷺ کا زِندگی بھر یہ معمول رہا ہے کہ آپ ﷺ جب کبھی سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اَور دو رکعت نماز بطور شکرانہ کے اَدا فرماتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سنت کے شیدائی تھے، آپ ﷺ کو دیکھ کر اُن کا بھی یہی معمول بن گیا۔

مسجد کے بدلے جنت میں گھر

جنابِ رسالت پناہ ﷺ کا اِرشاد ہے:

﴿مَنْ بَنٰی لِلّٰهِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰهُ لَهٗ مِثْلَهٗ بَيْتًا فِی الْجَنَّةِ﴾ [3]

جس نے اللہ کیلئے مسجد بنائی اللہ اس کیلئے جنت میں اسی طرح کا گھر بنائے گا۔

چونکہ تمام اَعمال کا دار و مدار نیت پر رکھا گیا ہے اس لئے تعمیر مسجد سے قبل نیت کی اصلاح از حد ضروری ہے، نیت میں کہیں نمود و نمائش یا مسلمانوں کی اِجتماعیت کو دولخت کرنا ہرگز مقصود نہ ہو بلکہ خالصتاً خالقِ دو جہاں کی خوشنودی ہی مقصود ہو ورنہ وہ مسجدِ ضرار کہلائے گی۔

---

[1] ابو داؤد: ج ۱ ص ۸۲ باب ماجاء فی فضل المشی إلی الصلاة

[2] مسلم: المسند المستخرج ۲ ص ۲۶۲

[3] رواہ مسلم: ج ۵ ص ۱٤ مساجد و مواضع الصلاة، بیهقی ج ۳ ص ۵۸ ٤

مسجدوں کی درجہ بندی

۱۔ مسجد حرام:۔

یوں تو ہر مسجد اللہ کا گھر کہلاتی ہے اور دُنیا میں بہترین جگہ ہونے کا شرف رکھتی ہے لیکن ان تمام مساجد میں مسجدِ حرام (بیت اللہ) اُمُ المساجد کا درجہ رکھتی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے:

﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ﴾ ۱ : وہ پہلا گھر ہے جسے لوگوں کیلئے تعمیر کیا گیا۔

صرف اسی گھر کا طواف جائز رکھا گیا، یہی وہ مقدس گھر ہے جس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے مل کر کی۔

یہی وہ مقدس گھر ہے جہاں پڑھی جانے والی ایک نماز اللہ کے ہاں ایک لاکھ لکھی جاتی ہے۔

۲۔ مسجدِ نبوی:۔

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد سب سے پہلے یہی کام کیا کہ مدینہ پہنچتے ہی مسجدِ نبوی کی تعمیر کی۔ ۲

یہ مسجد نہ صرف عبادت گاہ تھی بلکہ ایک دینی درس گاہ، مجاہدین کی تربیت گاہ اور بیرونی سفراء کیلئے ملاقات کی جگہ تھی، مختلف لشکروں کیلئے احکامات بھی یہیں سے صادر کیے جاتے تھے۔ ۳

لشکر پر امیر کا تعین بھی اسی جگہ کیا جاتا حتیٰ کہ اگر کوئی قیدی پکڑا جاتا تو اسے بھی مسجدِ نبوی کے ستون سے باندھ کر جیل خانہ کا کام بھی اسی سے لیا جاتا۔ ۴ اسی مسجد میں ایک مقام صفہ تھا جسے بڑے اعتماد کے ساتھ دُنیا کی سب سے پہلی رہائشی (Residential University) یونیورسٹی کا نام دیا جا سکتا ہے، رسولِ اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق مسجدِ نبوی کے منبر سے لے کر آپ ﷺ کی آخری آرام گاہ تک کا درمیانی فاصلہ جنت کا ایک باغیچہ ہے اگر کوئی شخص مسجدِ نبوی میں نماز ادا کرتا ہے، اللہ رب العالمین اُسے ایک ہزار نمازوں کا ثواب عطا کرتا ہے۔ ۵

حاجی لوگ یہاں چالیس نمازیں پوری کرتے ہیں اور بعض تو اسے حج کا حصہ سمجھتے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ یہ خیال صحت سے خالی ہے۔

---

۱ سورۃ آل عمران: ۱۹٦

۲ ابو داؤد: ج۱ ص ٦٥

۳ مسلم: ج۲ ص ۹۳، ۹٤

۴ بخاری کتاب الصلاۃ (٤٤٢) ومسلم فی الجهاد والسیر (۳۳۱۰) والنسائی فی الطهارۃ وفی المساجد وابو داود

۵ مسلم کتاب الحج (۲٤۷٤) والنسائی فی المساجد (٦٨٤) مسند احمد۔

Marfat.com

۳۔ مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس):۔

مسلمانوں کا یہ قبلہ اوّل ہے جس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات سے کرائی تھی اس کے آس پاس انبیاء کی کثیر تعداد مدفون ہے یہاں پر ایک نماز کی ادائیگی کا ثواب مسجدِ نبوی کے ثواب کے برابر رکھا گیا ہے۔ یہی وہ تین مساجد ہیں کہ جن کے علاوہ دوسری کسی مسجد کی طرف بغرضِ زیارت رختِ سفر باندھنا حرام ہے۔[۱]

مسجد ایک دینی شعار ہے

مسجد دینِ اسلام میں ایک عظیم دینی شعار کی حیثیت رکھتی ہے مسجد اگرچہ خالصتاً خدا کی عبادت کیلئے بنائی جاتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک مذہبی، تعلیمی اور ثقافتی مرکز کی حیثیت بھی رکھتی ہے غزوات میں آنحضور ﷺ کا معمول تھا کہ رات بھر انتظار فرماتے تھے صبح کو جہاں سے اذان کی آواز آتی وہاں حملہ کرنے سے روک دیتے۔

چنانچہ ایک سفرِ جہاد میں آپ ﷺ کے کانوں میں ایک طرف سے اللہ اکبر کی آواز آئی تو آپ نے فرمایا یہ فطری شہادت ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز سنی تو فرمایا آگ سے نجات ہو گئی، صحابہ نے اِدھر اُدھر دیکھا تو معلوم ہوا چرواہے کی آواز ہے۔[۲]

تمام مجاہدین کو بھی یہی حکم تھا، ایک مرتبہ آپ نے ایک لشکر بھیجا تو یہ وصیت فرمائی:

﴿اِذَا رَاَیْتُمْ مَسْجِدًا اَوْ سَمِعْتُمْ صَوْتًا فَلَا تَقْتُلُوْا اَحَدًا﴾[۳]

اگر کہیں مسجد دیکھو یا اذان کی آواز سنو تو وہاں کسی شخص کو قتل نہ کرو۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو قبائل اسلام لائے تھے انہوں نے الگ الگ مسجدیں تعمیر کی تھیں اور ان میں پانچوں وقت غلغلہ تکبیر و اذان بلند ہوا کرتا تھا۔

مسجد دینِ اسلام کا ایک تابندہ نشان ہے مسجد کی عمارت انتہائی سادگی کے باوجود اپنے اندر مقناطیسی جاذبیت رکھتی ہے ایک عبادت گزار شخص کے دِل میں مسجد کیلئے بے پناہ محبت کے جذبات ہوتے ہیں کسی بھی قوم کی زندگی اُس کے دینی شعائر سے وابستہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں مسلمان مساجد کی تعمیر سے کبھی غافل نہیں رہے۔

[۱] بخاری کتاب الجمعة (١١١٥) ومسلم فی صلاة المسافرین......وابن ماجه فی اقامة الصلاة........

[۲] مسلم: ج١ ص١٦٦ باب الامساك عن......

[۳] ابو داؤد: فی کتاب الجهاد واحمد: ج٥ رقم الحدیث ١٥٧١٤

Marfat.com

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب ہماری قوم کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اَور عرض کیا کہ ہمارے ملک میں اِیک چرچ ہے آپ ﷺ نے اَپنے وضو کا پانی عنایت فرمایا اَور ہدایت کی کہ اس چرچ کو توڑ ڈالو اَور وہاں یہ پانی چھڑک کر مسجد بنالو چنانچہ اس قوم کے لوگوں نے اَپنے علاقے میں آ کر اِرشاد کی تعمیل فرمائی۔ [۱]

اس قسم کی بہت سی مساجد ہیں جو عرب کے گوشہ گوشہ میں تعمیر ہوئیں اَلبتہ اَحادِیث میں ان مسجدوں کا حال معلوم ہوتا ہے جو مدینہ اَور اس کے قرب وجوار میں تعمیر ہوئیں چنانچہ اِمام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں مسجد بنی زُریق کا صراحتاً ذکر فرمایا ہے۔

حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھ کر اَپنے محلے کی مسجد میں تشریف لاتے جہاں لوگ ان کے منتظر ہوتے وہ آ کر کہتے کہ مسجدِ نبوی ﷺ میں نماز ہو چکی ہے تب لوگ یہاں نماز پڑھتے۔ [۲]

آدابِ مسجد

مسجد اللہ کا گھر ہونے کے ناطے ایک مقدس جگہ ہوتی ہے لہٰذا اس کا اَدب واِحترام ہر مسلمان کا مذہبی اَور اخلاقی فریضہ ہے۔

۱۔ ﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ [۳]

مسجدیں اللہ کیلئے ہیں پس تم اللہ کے ساتھ کسی اَور کو نہ پکارو۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ کے گھر میں کسی اَور کے نام کی تختی یا کسی اَور کے نام کا وِرد اَور وظیفہ جس کا شرعی جواز کوئی نہ ہو نہیں کرنا چاہئے۔

مثلاً بعض مساجد میں مسجد کے گیٹ اَور محرابوں پر یا محمد، یا رسول اللہ، یا فاطمہ، یا حسن، یا حسین وغیرہ نام لکھے ہوتے ہیں جو قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کے صریحاً خلاف ہیں، اِس کو آپ یوں سمجھئے کہ آپ کے گھر، آپ کے فلیٹ، یا آپ کے بنگلہ پر آپ ہمیشہ اَپنے نام کی تختی پسند کرتے ہیں حتیٰ کہ کوئی دوست آپ کا کتنا ہی قریبی اَور گہرا کیوں نہ ہو آپ اَپنے بنگلہ پر اُس کے نام کی تختی ہرگز گوارا نہیں کرتے۔

---

[۱] نسائی: ج۱ ص۱۱٤ [۲] مسند احمد [۳] سورة الجن: ۱۸

ربّ العالمین اپنی مخلوق سے کہیں زیادہ غیرت والا ہے آخر وہ کیوں کر پسند کرے گا؟

مسلمانوں کو ان چیزوں سے اِجتناب کرنا چاہئے۔

۲۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں قدم اندر رکھیں اَور یہ دعا پڑھتے ہوئے داخل ہوں:

﴿اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ﴾ [۱]

اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

۳۔ مسجد میں داخل ہوکر اہلِ مسجد پر سلام کریں۔

۴۔ بہتر یہ ہے کہ دو رکعت نفل تحیۃ المسجد بھی اَدا کئے جائیں۔ [۲]

۵۔ مسجد میں نماز پڑھنے والے لوگوں کے سامنے سے گزرنے سے بچا جائے، حدیث میں آتا ہے جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کو نماز کے آگے سے گزرنے کا گناہ معلوم ہوجائے تو وہ چالیس (سال) تک کھڑا رہنا گوارا کرے گا لیکن نمازی کے آگے سے نہیں گزرے گا۔ [۳]

۶۔ مسجد میں دنگا فساد، لڑائی جھگڑا اَور شور وغل کرنا آدابِ مسجد کے منافی ہے۔ [۴]

۷۔ مسجد کو پاک صاف رکھا جائے ہر نمازی کا فرض ہے کہ مسجد میں صفائی کا اہتمام کرے۔ [۵]

۸۔ مسجد میں کچے پیاز، لہسن، مولی، ہینگ، تمباکو یا کوئی اَور بدبودار چیز کھا کر نہ آئیں۔ [۶]

۹۔ مسجد میں تھوکنا یا ناک صاف کرنا منع ہے۔ [۷] (وضوخانے اَور باتھ روم اس سے مستثنیٰ ہیں۔)

۱۰۔ مسجد میں خرید وفروخت کرنا یا اپنی کسی گمشدہ چیز کا اِعلان کرنا حرام ہے۔ [۸]

۱۱۔ جو لوگ مسجد میں پہلے آئیں وہ اگلی صفوں میں بیٹھیں، بعد میں آنے والے ان کی گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں۔ [۹]

۱۲۔ دورانِ خطبہ نہایت توجہ کے ساتھ بیٹھ کر خطیب کا خطبہ سننا چاہئے اَور دائیں بائیں! ایک دوسرے سے ہم کلام ہونا جمعہ کے ثواب کو ضائع کردیتا ہے۔ [۱۰]

۱۳۔ چھوٹے بچے جن سے مسجد میں پیشاب، پاخانہ کردینے کا ڈر ہو یا پاگل اَور مخبوط الحواس قسم کے لوگ جو مسجد کے اِحترام سے واقف نہیں ہوتے انہیں مسجد میں نہیں لانا چاہئے۔ [۱۱]

---

[۱] مسلم مع نووی ۵/۲۲۵ کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ باب ما یقول اذا دخل المسجد وفی البیھقی :۳/۴۶۶
[۲] مشکوٰۃ :۱/۶۷، مسلم: ۱/۲۴۸
[۳] بخاری:۱/۱۴۷ کتاب الصلاۃ ،باب اثم المارین یدی المصلی ورواہ مسلم :۳/۲۲۴
[۴] مشکوٰۃ:۱/۷۱ باب المساجد ومواضع الصلاۃ، [۵] سورۃ البقرہ : ۱۴، مشکوٰۃ :۱/۶۹
[۶] مشکوٰۃ :۱/۷۰ رواہ ابوداؤد، [۷] بخاری فی الصلاۃ (۳۹۸) ومسلم(۸۵۷) [۸] مشکوٰۃ :۱/ ۷۰
[۹] بخاری :۱/۱۲۴، [۱۰] مشکوٰۃ :۱/۷۱۔ [۱۱] ابن ماجہ :۱/۵۴ باب ما یکرہ فی المساجد

Marfat.com

۱۴۔ حضرت سائب بن یزید ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے قوم کی اِمامت کی اَور اتفاق کی بات ہے کہ اس نے قبلہ کی جانب تھوک دیا آپ ﷺ نے بچشم خود دیکھ لیا دِل میں مسجد کا اِحترام اِسقدر تھا کہ آپ ﷺ نے دیکھتے ہی صحابہ کرام سے کہہ دیا کہ آئندہ اسے امام نہ بنانا لوگوں نے اُسے اِمامت کرنے سے روک دیا، وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اَور سارا حال سنایا آپ ﷺ نے فرمایا یہ درست ہے ان لوگوں کو میں نے منع کیا تھا کیونکہ تم نے مسجد میں قبلہ رُخ تھوک کر اللہ اَور اس کے رسول کو اذیت دی ہے۔ ۱

۱۵۔ مسجد میں ایسا کوئی کام نہ کیا جائے جو دوسروں کیلئے اَذیت کا باعث بنے بلکہ اگر اذیت ناک چیز دیکھے تو اسے مسجد میں سے ہٹا دے اللہ اس کے بدلے اس کا گھر جنت میں بنائے گا۔ ۲

۱۶۔ حائضہ، جنبی یا محتلم مسجد میں داخل نہ ہوں۔ ۳

۱۷۔ بحالتِ جنابت کوئی عورت مسجد میں داخل نہ ہو۔ ۴

۱۸۔ مسجد میں خوشبو وغیرہ کا اہتمام کیا جائے۔ ۵

۱۹۔ مسجد میں ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا ممنوع ہے۔ ۶

۲۰۔ مسجد میں مشاعرہ منعقد نہ کیا جائے۔ ۷

۲۱۔ کوئی حائضہ عورت مسجد میں داخل نہ ہو جب تک پاک نہ ہو جائے۔ ۸

۲۲۔ اگر مسجد میں بیٹھے بیٹھے اذان ہو جائے تو نماز اَدا کئے بغیر مسجد سے باہر نہ جائیں۔ ۹

۲۳۔ مسجد میں بعض لوگ اَپنے لئے کوئی جگہ مخصوص کر لیا کرتے ہیں ایسا کرنا منع ہے۔ ۱۰

۲۴۔ مسجد میں اگر کسی شخص کو اُونگھ ستائے تو اُسے چاہئے کہ وہ جگہ بدل لے۔ ۱۱

۲۵۔ مسجد میں نہ تو قصاص لیا جائے اَور نہ حد قائم کی جائے۔ ۱۲

---

۱ مشکوۃ: ج۱ ص ۷۱ باب المساجد۔ ۲ ابن ماجه: ج۱ ص ۵۵ باب تطهير المساجد ......

۳ ابن ماجه: ج۱ ص۴۷ باب ماجاء في اجتناب الحائض المسجد

۴ ابوداؤد: ج۱ ص ۳۰۔ ۵ ابوداؤد: ۱/۶۶ ورواه احمد۔ ۶ ابوداؤد: ۱/۸۳

۷ ابوداؤد: ج۲ ص۶۱۷ كتاب الحدود ورواه الترمذی۔ ۸ ابوداؤد: ۱/۳۰

۹ مسلم: كتاب المساجد ومواضع الصلاة ۱/۴۵۳ وابوداؤد: في الصلاة ج۱ ص ۱۴۵ كما في المستخرج

۱۰ ابن ماجه: ج۱ ص۴۵۹ كما في البيهقي، ابن ابی شيبه ج۱ ص ۵۳۹

۱۱ ابوداؤد: ۱/۱۵۹۔ ۱۲ ابوداؤد: ۲/۶۱۷ كتاب الحدود

Marfat.com

۲۶۔ اگر کوئی شخص مسجد میں اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کرے تو اُسے اِن الفاظ کے ساتھ بددُعا دی جائے:

﴿لا رَدَّھَا اللہُ عَلَیکَ﴾ خدا کرے تجھے وہ چیز نہ ملے۔ [1]

۲۷۔ اگر کوئی شخص مسجد میں خرید وفروخت کرے تو اُسے اِن الفاظ کے ساتھ بددُعا دی جائے:

﴿لا اَربَحَ اللہُ تِجَارَتَکَ﴾ اللہ تجھے اس تجارت میں نفع نہ دے۔ [2]

۲۸۔ مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں قدم باہر نکالیں اور یہ دُعا پڑھیں:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسئَلُکَ مِن فَضلِکَ﴾ اے اللہ! تجھ سے تیرا فضل چاہتا ہوں۔ [3]

تعمیرِ مسجد میں بقدرِ وُسعت حصہ لینا

اگر کسی شخص کو اللہ نے خیرِ کثیر سے نوازا ہے اور وہ تنہا کسی مسجد کی تعمیر یا کئی ایک مساجد کی تعمیر کا اہتمام کرتا ہے تو یہ اس پر اللہ کا فضل ہے کہ اللہ نے اپنے گھر کی تعمیر کیلئے اُسے توفیق بھی دی اور ہمت بھی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص اگر تنہا مسجد بنانے کی سکت نہیں رکھتا تو وہ کسی مسجد میں حصہ دار بھی نہیں بن سکتا بلکہ جس کو جس قدر اللہ نے اِستطاعت بخشی ہو وہ اپنی اِستطاعت کے مطابق تعمیرِ مسجد میں حصہ ڈال کر اللہ کی جنتوں کا حق دار بن سکتا ہے۔

ا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو بلکہ اللہ کے ہاں معمولی نیکی بھی قابلِ اجر وثواب ہے''۔ اور حصہ ڈالنے کے کئی ایک طریقے ہیں کوئی پیسہ دیتا ہے۔ تو کوئی اشیاء مہیا کرتا ہے، تو کوئی وقت اور جسمانی محنت پیش کرتا ہے یہ سب تعاون کے مختلف انداز ہیں جو اللہ کی نظر میں یکساں محبوب ہیں۔

بیت اللہ کی تعمیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ پڑھ چکے ہیں دونوں باپ بیٹے نے مستری اور مزدور کا کام سرانجام دیا۔ مسجد قبا اور مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر کا واقعہ ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اینٹیں اُٹھا اُٹھا کر لا رہے تھے اور بڑی محنت اور لگن سے کام کر رہے تھے۔ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے جب انہیں اس محنت اور لگن سے کام کرتے دیکھا تو نہایت ہی شفقت سے اُن کے سر سے مٹی جھاڑنے لگے۔ [4]

---

[1] مسلم: کتاب المساجد ۱/۲٦۸ وأحمد رقم ۸٦۰۹ وابوداؤد: ۱/۷۳؛ کما فی المستخرج

[2] ترمذی کتاب البیوع (۱۲٤۲)؛ الدارمی فی الصلاۃ (۱۳٦۵)

[3] اخرجه مسلم فی کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا ۱/٤۹٤؛ واخرجه امام احمد فی مسنده ۵/٤۹۹ والبیھقی فی سنن الکبری فی کتاب الصلاۃ ۲/٦۱۹

[4] بخاری: ۱/٦٤ باب التعاون فی بناء المسجد

Marfat.com

۲۔ عہدِ نبوی ﷺ میں مسجد کی چھت کھجور کی چھڑیوں کی تھی! ایک رات بارش ہوئی تو پانی ٹپکا فرش پر کیچڑ ہوگئی، صحابہ کرام ﷺ نے یہ حال دیکھا تو اَپنے کپڑوں میں کنکریاں لالا کر بچھانے لگے، جنابِ رسالت مآب ﷺ نے صحابہ کرام کا یہ جذبہ دیکھا تو اُسے بہت پسند فرمایا۔[1]

۳۔ مسجد کیلئے اگر کوئی شخص زمین وقف کرے گا یا بنا بنایا مکان مسجد بنا دے گا تو وہ بھی اللہ کی جناب میں بے پناہ اَجر و ثواب پائے گا۔ [2]

اَلبتہ جو شخص ان کاموں میں سے کسی بھی کام پر مکمل اُجرت حاصل کرے گا وہ اگرچہ یہ شرف اَور یہ فضیلت حاصل نہ کر سکے گا پھر بھی اِخلاصِ نیت پر اللہ کے ہاں ضرور اَجر پائے گا۔

مسجد سے متعلقہ اُمور

ایسے بہت سے اُمور ہیں جو اگرچہ مسجد نہیں کہلاتے لیکن کسی نہ کسی حوالے سے مسجد کو آباد رکھنے میں اہم کردار اَدا کرتے ہیں، مثلاً مسجد کیلئے صفیں، چراغ یا فی زمانہ ٹیوب لائٹس اَور بلب وغیرہ پنکھے، لاؤڈ اِسپیکر، اِستنجا خانے، وُضو خانے، پانی کی موٹریں، کوئیں، ٹوٹیاں اَور اسی طرح کی جملہ ضروریات صدقہ جاریہ کا حکم رکھتی ہیں چاہے کوئی شخص تنہا یہ کام انجام دے یا باہمی تعاون سے اہلِ محلّہ مل کر یہ کام کریں دونوں صورتوں میں موجب اَجر و ثواب اَور باعثِ رضائے الٰہی ہے، اَلبتہ مسجد سے متعلق لوازِمات میں ضرورت کا ضرور خیال رکھا جائے، بلاضرورت اَور بلاوجہ خرچ اسراف کے ضمن میں آئے گا، اسی طرح مساجد کی تعمیر میں بھی ضرورت کو ہر صورت پیشِ نظر رکھا جائے۔

مثلاً اگر کسی محلّے کی آبادی دس، بارہ گھروں پر مشتمل ہے اَور آئندہ پچاس سالوں تک بھی اس میں بڑھوتری کے آثار موجود نہ ہوں تو وہاں مسجد اس حساب سے بنائی جائے تاکہ یہاں کے لوگ باآسانی نماز اَدا کر سکیں ایسی کئی جگہوں پر جانے کا اِتفاق ہوا جہاں آبادی کم اَور مساجد بہت وسیع وعریض تعمیر کی ہوتی ہیں، مثلاً دس، بارہ گھروں کی آبادی میں اگر کسی نے ایک ہزار گز کا پلاٹ مسجد کو وقف کیا ہے تو کوئی صاحبِ ثروت اس پورے پلاٹ پر ایک خوبصورت انداز سے تعمیر بھی کر دیتا ہے لیکن جب نماز کیلئے اِقامت کہی جاتی ہے تو چھ آدمی اِمام کے دائیں اَور چھ بائیں ہوتے ہیں اَور سلام پھرنے تک ایک صف بھی مکمل نہیں ہو پاتی اگر بصیرت سے کام لیا جاتا تو اسی رقم سے دو، دو سو گز کی پانچ مساجد تعمیر کی جا سکتی تھیں جس سے علاقے کی مساجد کی ضرورت بھی پوری ہوتی اَور اجر و ثواب میں بھی کئی گنا اِضافہ ہوتا۔

---

[1] ابو داؤد: ج ۱ ص ٦٦ باب الحصی فی المسجد

[2] فتح الباری

Marfat.com

ائمہ مساجد کا تقرر

ائمہ مساجد کے تقرر کا رواج اس وقت سے ہے جب سے تعمیر مسجد کا سلسلہ شروع ہوا رسول اللہ ﷺ کے دور سے اب تلک مساجد کو آباد رکھنے کا یہی طریقہ رائج ہے فرق صرف یہ ہے کہ فی زمانہ یہ کام اُجرت پر ہوتا ہے اور عہدِ نبوی ﷺ میں رضا کارانہ طور پر ہوتا تھا ائمہ کی اُجرت کے مسئلے پر ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں تفصیلی بحث کریں گے، یہاں صرف اس قدر وضاحت ضروری ہے کہ مساجد کو آباد رکھنے کا یہی ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

جنابِ رسالت پناہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جو قبیلہ مسلمان ہوتا اس میں جو شخص سب سے زیادہ قرآن کریم کا جاننے والا ہوتا اس قبیلے کا امام مقرر فرماتے اس منصب میں امیر، غریب، چھوٹے، بڑے، غلام اور آقا کا لحاظ رکھے بغیر صرف حفظ القرآن کو معیار بنا کر اس کا تقرر کر دیا جاتا۔

جُرہم قبیلہ جب اسلام لایا تو عمرو بن سلمہ جُرہمی ﷺ اس وقت سات آٹھ برس کے کم سن بچے تھے ان کا اپنا بیان ہے کہ قبیلے میں سب سے زیادہ قرآن کریم میں جانتا تھا بنا بریں وجہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے میرے قبیلے کا امام مقرر کر دیا جب کہ میری کم سنی کا یہ عالم تھا کہ میں ایک کرتے میں رہا کرتا تھا۔ [1]

(ا) امام کے انتخاب کیلئے رسول اللہ ﷺ نے چند رہنماء اُصول و دیعت فرمائے ہیں چنانچہ حضرت ابو مسعود انصاری ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو سب سے زیادہ قرآن کریم جانتا ہو۔
۲۔ اگر قرآن کریم پڑھنے میں سب برابر ہوں تو پھر وہ بنے جو حدیث سے زیادہ واقف ہو۔
۳۔ اگر اس میں بھی برابر ہوں تو پھر وہ بنے جس نے ہجرت میں پہل کی ہو۔
۴۔ اگر اس میں بھی برابر ہوں تو وہ امام بنے جو عمر میں بڑا ہو۔ [2]

(ب) حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دو مرتبہ حضرت عبد اللہ بن اُمِ مکتوم ﷺ کو اپنی عدم موجودگی میں مسجدِ نبوی ﷺ کا امام بنایا حالانکہ وہ نابینا تھے۔ [3]

(ج) حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے مروی ہے کہ شروع شروع میں نبی کریم ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری سے قبل مہاجرین عُصبہ میں ٹھہرے جو قباء کے قریب ایک مقام ہے یہاں حضرت حُذیفہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم ﷺ لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے ان کو قرآن کریم سب سے زیادہ یاد تھا۔ حضرت عمر ﷺ جیسے جلیل القدر صحابی بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ [4]

---

۱ بخاری: کما فی التلخیص ۲/۳۴
۲ مسلم: التلخیص ۲/۳۴
۳ ابوداؤد: ۱/۸۸ باب امامة الاعمی
۴ بخاری: ۱/۹۶ باب امامة العبد والمولیٰ

Marfat.com

مندرجہ بالا روایات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مساجد کی آبادی اور اسلامی معاشرہ کو متحدر کھنے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے جو اقدامات فرمائے ان میں آئمہ مساجد کا تقرر بھی ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

فی زمانہ ہر طرح کی فراوانی کے باوجود مساجد سے ہمیں وہ فوائد حاصل نہیں ہورہے جو عہدِ نبوی ﷺ، عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور عہدِ فقہاء رحمہم اللہ ومحدثین رحمہم اللہ میں اسلامی معاشرے کو حاصل رہے ہیں۔

مساجد کی بدحالی کا ذِمّہ دار کون؟

عصرِ حاضر میں اِمامت کا تصوّر یکسر بدل چکا ہے، موجودہ دور کا اِمام اِیک گھٹیا مخلوق سمجھا جاتا ہے جبکہ شریعتِ مطہرہ میں یہ اِیک عظیم منصب ہے، اس کی وقعت گرانے میں بعض ائمہ مساجد کا بھی کافی ہاتھ ہے، علم و فضل سے عاری اور اخلاقی پستیوں میں گھرے ہوئے چند بے وقعت اِمام اس کے اصل ذِمّہ دار ہیں۔

کچھ یہی حال مساجد کمیٹیوں کا بھی ہے، عمل سے بے بہرہ، دین سے دور اور اِخلاص سے عاری کمیٹیاں محض علاقائی اثر ورسوخ اور مالی طور پر مستحکم ہونے کے سبب مساجد کمیٹیوں کے عہدیدار بنادیئے جاتے ہیں یا بن جاتے ہیں، ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ مساجد میں ائمہ اور خطباء کے تقرر کا امتحان جہلاء کے سپرد ہے، اِمام نماز پڑھائے گا اور دو تین دن تک آزمائش (TRY) ہوگی، خطیب خطبہ دے گا اور کم از کم اِیک ماہ تک اُسے آزمائشی بنیاد (TRILE BASE) پر رکھا جائے گا، اِیک ماہ بعد جاہل نمازی فیصلہ کریں گے کہ نہیں اتنی بڑی مسجد کیلئے یہ خطیب صحیح نہیں ہے، اُس کی آواز میں ترنم نہیں اور اس کا لہجہ بھی درست نہیں ہے، بعض کہیں گے کہ اس کے بیان میں شیر کی سی گرج نہیں، دائیں سے آواز آئے گی کہ اُوپر خواتین نے بھی شکایت کی ہے کہ اس کی آواز مسحور کن نہیں ہے، بائیں طرف والے لب کشائی فرمائیں گے، ارے اس کا تو قد کاٹھ بھی مناسب نہیں ہے، دوسری صف سے بڑے میاں اپنی لاٹھی کو ٹکاتے ہوئے اور بتیسی کو سنبھالتے ہوئے قدرے غصّے کے انداز میں فرمانے لگے کہ چار رکعت پڑھانے میں پورے پندرہ منٹ لگادیئے۔

تیسری صف میں موجود پینٹ شرٹ میں ملبوس کلین شیو (Clean Shave) نوجوان بھی بابا جی کا کندھا دباتے ہوئے قدرے تضحیک کے اَنداز میں فرماتے ہیں، ”آپ پندرہ منٹ کی بات کرتے ہیں میں تو التحیات بھی مکمل نہ کر پایا تھا کہ سلام پھیر دیا گیا۔“

بالآخر ایک منصف مزاج شخص نے اپنے ہونٹوں کی گرہ کھولتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

''ہم یہ ساری باتیں برداشت کر لیتے مگر تین دن سے میں دیکھ رہا ہوں کہ روزانہ آدھا منٹ لیٹ آتے ہیں یوں اس اِمام مسجد یا خطیب صاحب کا تیا پانچا کر کے اس مسجد کا دروازہ اس پر ہمیشہ کیلئے بند کر دیا جاتا ہے وہ لاکھ اپنی ڈگریاں گنوائے اور تمغے دکھائے، مگر وہ لکیر کے فقیر اسکی ایک بھی نہ سنیں گے۔''

وہ کہتا رہے کہ میرے پاس مدینہ یونیورسٹی کی ڈگری ہے، ماموں کانجن سے فارغ ہوا ہوں، اور یہ دیکھو مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی تصدیق بھی ہے۔

ان میں سے ایک سفید پوش آگے بڑھ کر
اپنے ہاتھ کو جیب سے نکال کر
ڈبل پتی کا پان منہ میں ڈال کر
چہرہ اُٹھائے ، رُخسار پھلائے ،
سر اکڑائے اور تحکمانہ انداز اپنائے ،

بڑی بے نیازی سے فرماتے ہیں ''اَبے اُومَولبی یہ اَپنے کا گج ما گج اٹھا اور یہاں سے جا، پھر مڑ کے نہ آئیو! جب تمہاری بات بھی ہمارے پلے نہ پڑے ہے...... پھر تمہیں کاہے کو رکھے ہے۔''

ان کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک بزرگ اِرشاد فرماتے ہیں ہم نے تمہارے چار خطبے مکمل سنے ہیں مگر کسی خطبے میں ایک مرتبہ بھی ہنسی نہیں آئی اور نہ تم نے زُلیخا والا قصہ سنایا، لوگوں کے معیار اس قدر گر چکے ہیں کہ وہ ہر جگہ سطحی چیز کی تلاش میں رہتے ہیں اگر کسی جگہ کوئی عالم انہیں خالصتاً کتاب وسنت سے وعظ فرمائے تو وہ ان کے سر سے گزر جاتا ہے۔

اس لئے کہ ان کے دِل ودماغ جس چیز کے سننے کے عادی ہو چکے ہیں جب تک انہیں وہی کچھ نہ سنایا جائے ہاضمہ اعتدال پر نہیں آتا۔

سبق آموز لطیفہ

ایسے لوگوں کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے کسی گاؤں میں ایک نقلی حافظ چلے گئے اور پورے دس سال انہیں تراویح اور نماز پڑھاتے رہے، نماز اور تراویح کی ہر رکعت میں ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ اور ﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ﴾ پڑھتے رہے۔

دس سال بعد اچانک بیمار ہو گئے لوگ دوسرے حافظ کو پکڑ لائے، یہ بے چارے اصلی حافظ تھے،

Marfat.com

انہوں نے الم سے قرآنِ کریم پڑھنا شروع کر دیا دو رکعتوں میں! ایک پاؤ ختم کیا سلام کے بعد لوگ اِمام کو مارنے کیلئے تیار ہو گئے کہ یہ کیا چیز پڑھی ہے ہمارے اِمام صاحب تو ''بان، بین'' پڑھا کرتے تھے ان کے قرآنِ کریم میں تو اِیک مرتبہ بھی ''بَانُ، بِیُن ''نہیں آیا۔

فی زمانہ لوگوں کی کثیر تعداد ''بَـانُ، بِیُن '' کی عادی ہو چکی ہے، وہ اس سے زیادہ کچھ سننا پسند نہیں کرتے اس میں بنیادی نقص ہماری مساجد کے ماحول کا ہے، اگر وہاں علمی مجالس منعقد ہوں اَور مخلص ذی شعور علماء سے خدمات حاصل کی جائیں تو لوگوں کو یقیناً بدلا جاسکتا ہے۔

ع:- ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

یہ اِہتمام مساجد کمیٹیوں کو کرنا ہوگا اس لئے کہ دوسرے کو یہ اِختیار ہی نہیں ہوتا کہ وہ کسی مسجد میں جاکر اس قسم کے پروگرام کا اِنعقاد کر سکے، اِیک وجہ یہ بھی ہے کہ عوام الناس کے معیار پر علماء کو ڈھالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جہلاء کے سانچے میں علماء کو ڈھالنا اِیک مذموم اَور تباہ کن کوشش ہے، ایسا اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک مساجد جہلاء کے تسلط میں ہیں۔

معاشرے کی بہتری اَور اِصلاح اس میں ہے کہ عوام الناس علماء سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے کتاب وسنت کے سانچے میں ڈھل جائیں اَور علماء کی ذِمہ داری یہ ہے کہ وہ اَپنے کردار اَور افکار کو لوگوں کیلئے مثال بنائیں۔

اس وقت عوام الناس کا طرزِ عمل اَور طرزِ زِندگی اگر سطحی ہے تو اسے بلند کرنے میں علماء کو اپنی ذِمہ داری پوری کرنی چاہئے۔

سید ابو بکر غزنویؒ کا مقولہ

پاکستان کے سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کا دور تھا جناب سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ لاہور سے ٹرانسفر ہو کر بہاولپور ''اِسلامیہ یونیورسٹی'' میں وائس چانسلر کے عہدے پر فائز ہوئے، اُن دنوں بندہ! محترم جناب پروفیسر حافظ محمد عبد اللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کے زیر سایہ تعلیم حاصل کر رہا تھا، بہاولپور شہر میں مختلف پروگراموں کا اِنعقاد ہوتا، جن میں سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ بطور صدرِ مجلس یا مہمانِ خصوصی کے شرکت فرمایا کرتے تھے۔

عربی، اردو، فارسی اَور انگریزی اَدب پر کمال درجہ عبور حاصل تھا اُن کی لیاقت ان کے خطبات سے خوب جھلکتی تھی۔

Marfat.com

دورانِ خطابت اَدبی زبان کا اِستعمال فرماتے ،اُن کی گفتگو عوام الناس کے سر سے گزر جاتی بالآخر اِیک دن شہر کے کچھ معزّزین اَور بزرگ اس سلسلے میں سید صاحب سے ملے اَور درخواست کی،

''حضرت! آپ زبان سلیس اِستعمال کیا کریں تا کہ لوگ آپ کی بات سمجھ سکیں''

یہ سن کر سید صاحب نے نہایت متانت سے کہا!

''ابو بکر اَپنا معیار کیوں گرائے......لوگ اَپنا معیار اُونچا کریں کہ وہ ابو بکر کی بات سمجھ سکیں''

میری اس گزارش کا آج بھی یہی مطلب ہے کہ علماء کو اللہ نے چھکڑا نہیں بلکہ انجن بنایا ہے اَور انہیں انجن ہی رہنا چاہئے۔

دُنیا داروں کے دفتروں اَور گھروں کے طواف علماء کو زیبا نہیں، صبح سے شام تک سائیکل پر سوار، بنگلوں کے دروازے کھٹکا کر ''ٹیوشن پڑھالو'' کا اعلان کرتے پھرنا قرآن کریم کی تعظیم نہیں ہے، اگر علماء اَپنا مقام پہچانیں اَور معاشرہ انہیں وہ مقام دے تو ان شاء اللہ معاشرے کے قدم ضرور بالضرور اِصلاح کی جانب تیزی سے اُٹھنے لگیں گے۔ (واللہ المستعان)

اِمام زین العابدینؒ کی خودّاری کی عظیم مثال

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اِمام زینُ العابدین رحمہ اللہ (علیؒ بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم) المعروف بیمارِ کربلا، حرم شریف میں عبادت اَور ذکر میں مصروف تھے، حاکمِ وقت خلیفہ عبدالملک بن مروان جو بنی اُمیہ میں سے تھے تشریف لائے اَور آ کر اِمام زَینُ العابدین کے پاس بیٹھ گئے، جب اِمام موصوف ذکر و اذکار سے فارغ ہوئے تو دیکھا، خلیفہ ان کے پاس بیٹھے ہیں اِمام نے فرمایا:

''اے خلیفۃ المسلمین کیا مجھ سے کوئی کام ہے؟'' عرض کی ہاں! فرمایا کیا کام ہے؟

عرض کی...... میرا دِل چاہتا ہے کہ آپ مجھ سے کچھ مانگیں اَور میں آپ کو دوں تا کہ ہمیں ثواب ملے۔

آپ اپنی پسند کی کوئی بھی چیز مجھ سے مانگ سکتے ہیں، اِمام زَین العابدین رحمہ اللہ خاموش رہے۔

جب خلیفہ نے بہت اِصرار کیا تو اِمام موصوف نے فرمایا!

''جس کے گھر کا مہمان ہوں اس کے گھر میں بیٹھ کر اس کے غیر سے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔''

خلیفہ یہ سن کر شرم سے پانی پانی ہو گیا طواف وغیرہ سے فارغ ہو کر اِمام زین العابدین حرم سے باہر تشریف لائے تو خلیفہ بھی جو پہلے سے اِنتظار میں تھا حرم سے نکل کر سامنے آ گیا خلیفہ نے پھر اِصرار کیا کہ اب تو آپ اس کے گھر سے باہر آ گئے ہیں اب مجھ سے کچھ مانگیں۔

Marfat.com

اِمام زین العابدین رحمہ اللہ نے فرمایا!

''اَچھا تو بتاؤ! کیا مانگوں؟'' ''دین مانگوں یا دُنیا مانگوں''

خلیفہ نے کہا! ''حضرت دین تو میرے پاس نہیں ہے دین کے تو آپ وارث ہیں میرے پاس تو صرف دُنیا ہے، دُنیا میں سے جو مانگیں میں دینے کو تیار ہوں۔''

اِمام موصوف رحمہ اللہ نے فرمایا!

''اے خلیفۃ المسلمین! دُنیا تو میں نے اس سے بھی کبھی نہیں مانگی جس کی یہ ساری دُنیا ہے۔ آپ سے کیا مانگوں......؟''

جب تک خودداری کا یہ عالم تھا تب تک دین بھی اَپنے پورے جوبن پر تھا۔

خدا کرے وہ دن پھر لوٹ آئیں۔ (آمین)

جن جگہوں میں نماز پڑھنا ممنوع ہے

۱۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلْاَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةَ وَالْحَمَّامَ﴾ [۱]

کہ تمام زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اَور باتھ روم کے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان اَور غسل خانے نماز کیلئے ممنوع جگہ ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے!''لَا تُصَلُّوْا اِلَى الْقُبُوْرِ'' قبروں کی طرف نماز نہ پڑھو۔ [۲]

۲۔ ایسی جگہوں پر جہاں غلاظت وغیرہ ڈالی جاتی ہو۔ [۳]

۳۔ مذبح خانہ یعنی ایسی جگہ جہاں جانور وغیرہ ذبح کیے جاتے ہوں۔ [۴]

۴۔ راستوں اَور سڑکوں پر یعنی جو لوگوں کے گزرنے کی جگہیں ہوں۔ [۵]

۵۔ اُونٹوں کے باڑے میں جہاں اُونٹ وغیرہ باندھے جاتے ہوں۔ [۶]

۶۔ بیت اللہ کی چھت پر بھی نماز نہ پڑھی جائے۔ [۷]

---

[۱] ابو داؤد: ۱/۷۰، ترمذی: ۵/۱۸۲ کشف النقاب

[۲] مسلم مع نووی: ۷/۳۸ كتاب الجنائز باب النهى عن الجلوس على القبر والصلاة عليه

[۳] اخرجه ابن ماجه: ۱/۵۴ والترمذی: ۱/۴۶ والبغوی: ۲/۴۱۰ والطحاوی: ۱/ ۱۸۷

[۴] اخرجه ابن ماجه: ۱/۵۴ والترمذی: ۱/۴۶ والبغوی: ۲/۴۱۰ والطحاوی: ۱/ ۱۸۷

[۵] اخرجه ابن ماجه: ۱/۵۴ والترمذی: ۱/۴۶ والبغوی: ۲/۴۱۰ والطحاوی: ۱/ ۱۸۷

[۶] اخرجه ابن ماجه: ۱/۵۴ والترمذی: ۱/۴۶ والبغوی: ۲/۴۱۰ والطحاوی: ۱/ ۱۸۷

[۷] اخرجه ابن ماجه: ۱/۵۴ والترمذی: ۱/۴۶ والبغوی: ۲/۴۱۰ والطحاوی: ۱/ ۱۸۷

Marfat.com

۷۔ کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ میں اگر بُت وغیرہ موجود ہوں یا تصاویر ہوں تو اُن میں نماز نہ پڑھی جائے[1]

۸۔ ایسی مساجد میں بھی نماز نہیں پڑھنی چاہئے جہاں غیر اللہ کے نام کے قطبے آویزاں ہوں اور اُن سے مدد طلب کی گئی ہو۔

اِس لئے کہ یہ بھی بت پرستی کے زمرے میں داخل ہیں کیونکہ قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ مسجدیں اللہ کیلئے ہیں پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو، مزید وضاحت صفحہ ۱۵۶ پر گزر چکی ہے۔

جو کام مسجد میں کرنے جائز ہیں

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ جن اُمور کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے صرف وہی کام مسجد میں کئے جاسکتے ہیں بلکہ اس عنوان کا منشا صرف یہ ہے کہ اُن اُمور کا ذکر کردیا جائے جن اُمور کو مسجد میں کرنے سے بعض مسالک یا بعض لوگ شش وپنج کا شکار ہوتے ہیں اور اُن پر ناجائز ہونے کا شبہ کرتے ہیں۔

۱۔ کھانا پینا:۔

مسجد میں کھانا پینا جائز اُمور میں سے ہے، حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہم مسجد کے اندر روٹی اور گوشت وغیرہ کھالیا کرتے تھے۔ [2]

۲۔ سونا یا لیٹنا:۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوکر مسجد میں سو گئے، رسولِ اکرم ﷺ کو علم ہوا تو آپ ﷺ تشریف لائے دیکھا تو پہلو خاک آلود ہیں، آپ ﷺ شفقت بھرے انداز میں اپنے دستِ مبارک سے مٹی جھاڑتے جارہے تھے اور زبانِ مبارک سے کہتے جارہے تھے:

﴿قُمْ يَا اَبَا تُرَاب، قُمْ يَا اَبَا تُرَاب﴾ [3] اے ابوتراب اُٹھیئے، اے ابوتراب اُٹھیے۔

(ب) حضرت عبّاد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ کو مسجد میں اس طرح لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپ کا ایک پاؤں دوسرے پاؤں کے اُوپر تھا۔ [4]

(۳) مسجد میں سوال کرنا:۔

کوئی ضرورت مند اپنی حاجت اور ضرورت کا اظہار مسجد میں کرسکتا ہے۔

---

[1] ابن ابی شیبہ: عن ابن عباسؓ ۱/۴۹۶ کتاب الصلاۃ فی البیت فیه تماثیل

[2] ابن ماجه ج۲ ص۲۳۷ باب الاکل فی المسجد

[3] بخاری ج۱ ص۶۳ باب نوم الرجال فی المسجد و مسلم ج۵ ص۱۸۲

[4] بخاری ج۱ ص۶۸ باب الاستلقا فی المسجد

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے دریافت فرمایا!

''کیا تم میں سے آج کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا، جب میں مسجد داخل ہوا تھا تو اس وقت ایک سائل سوال کر رہا تھا میں نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰنؓ کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا دیکھا جو میں نے لے کر سائل کو دے دیا۔'' [1]

۴۔ جائز گفتگو:۔

ہر قسم کی جائز گفتگو مسجد میں کی جا سکتی ہے چاہے دُنیا سے متعلق بھی کیوں نہ ہو جائز ہے۔

جائز سے مراد یہ ہے کہ جھوٹ نہ ہو، غیبت نہ ہو، گالی نہ ہو اور فضول لغویات نہ ہوں۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں، ''فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک رسول اللہ ﷺ نماز ہی کی جگہ پر بیٹھے رہتے تھے اس دوران دیگر لوگ دورِ جاہلیت کی باتیں کرتے اور ہنستے رہتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی (ان کی باتیں سن کر) مسکراتے تھے۔ [2]

۵۔ نمازِ جنازہ:۔

اگرچہ بعض لوگ مسجد میں جنازہ کی نماز کو ناجائز سمجھتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ مسجد میں جنازہ پڑھنا جائز ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ مسجد میں جنازہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے دلیل کے طور پر رسول اللہ ﷺ کا عمل پیش کرتی ہیں اور فرماتی ہیں، ابنِ بیضاء کے دونوں بیٹوں سُہیل اور اُن کے بھائی (دونوں بھائیوں) کی نمازِ جنازہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں پڑھائی تھی۔ [3]

۶۔ جنگی مشقیں مسجد میں جائز ہیں:۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں کہ مسجد میں چند حبشی مسلمان نیزہ بازی کی مشق کر رہے تھے۔ رسولِ اکرم ﷺ اپنے گھر کی کھڑکی میں سے انہیں دیکھ رہے تھے جب کہ میں نے بھی رسولِ اکرم ﷺ کے کندھے پر ٹھوڑی رکھ کر یہ منظر دیکھا (یہ ایک خاص قسم کا مجاہدانہ کھیل تھا)۔ [4]

---

[1] ابو داؤد: ج۱ ص ۲۳۵ کتاب الزکوٰۃ باب المسألۃ فی المساجد

[2] مسلم: باب فضل الجلوس فی المسجد حتی تطلع الشمس مستخرج علی مسلم ج۲ ص ۲۶۳

[3] رواہ مسلم: ج۱ ص ۳۱۲، ۳۱۳

[4] بخاری: ج۱ ص ۶۵ باب اصحاب الحرب فی المسجد

Marfat.com

۷۔ مسجد میں دعوت دینا اور قبول کرنا:-

مسجد میں دعوت دینا اور قبول کرنا دونوں جائز ہیں ۔حضرت انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کو دعوت دینے کے ارادے سے مسجد میں حاضر ہوا۔ جبکہ آپ ﷺ صحابہ کرام ﷡ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے میں آپ ﷺ کے پاس قریب کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ''کیا تمہیں ابوطلحہ ﷛ نے بھیجا ہے؟'' میں نے کہا جی ہاں! پھر آپ ﷺ نے خود ہی پوچھا کیا کھانے کیلئے؟ میں نے جواب دیا جی ہاں! اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام ﷡ سے کہا اور چل پڑے اور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا۔ [۱]

۸۔ مشرکین کا داخلہ:-

کفار ہوں یا مشرکین ضرورتاً مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں ۔حضرت ثُمامہ بن اُثال ﷛ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں کافر و مشرک کا داخلہ ناجائز نہیں ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں یہود و نصاریٰ عام طور پر مسجد نبوی میں ہی آپ ﷺ سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ [۲]

۹۔ خواتین کی آمد:-

خواتین مسجد میں نماز اور دیگر تبلیغی اجتماعات وغیرہ میں بغرضِ شرکت آ سکتی ہیں اگرچہ بعض فقہا نے اِسے ممنوع قرار دیا ہے لیکن اس کا جواز رسولِ اکرم ﷺ کے فرمان اور عہدِ صحابہ و تابعین سے نصِ صریح سے ثابت ہے، عہد نبوی میں ازواجِ مطہرات اور دیگر صحابیات باجماعت نماز میں شرکت کیا کرتی تھیں اور ان کی صف سب سے آخر میں ہوا کرتی تھی۔

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ ﷞ کا بیان ہے کہ فجر کی نماز کے بعد جب ہم مسجد میں آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ کر آتی تھیں تو گلی میں اس قدر اندھیرا ہوتا تھا کہ ہمیں کوئی پہچان نہ سکتا تھا۔ [۳]

ii۔ عیدین کے اجتماع کیلئے رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے،''عورتیں بھی اس میں شریک ہوں، اگر اس کے پاس چادر نہ ہو تو وہ اپنی سہیلی کی چادر میں آ جائے حتیٰ کہ جن عورتوں نے نماز نہیں پڑھنی فرمایا کہ وہ بھی آئیں یہ مسلمانوں کے مصلیٰ سے الگ رہیں اور دُعا میں شریک ہوں''۔ [۴]

---

[۱] بخاری: ۱/ص ۶ باب من دعی لطعام فی المسجد

[۲] بخاری: ۱/۶۷۔ [۳] بخاری: ۱/۸۲ باب وقت الفجر

[۴] بخاری ۱/۱۳۳ باب خروج النساء ...... المصلی

Marfat.com

iii۔ عبداللہ بن عمرؓ نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''عورتیں بھی مسجد میں آئیں''
لیکن ان کے بیٹے بلالؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں انہیں روکوں گا،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ میں تجھے اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں پھر بھی تو کہتا ہے کہ میں انہیں روکوں گا، اس بات پر اتنے ناراض ہوئے کہ سخت قسم کے الفاظ منہ سے نکالے اُور اپنے بیٹے سے زِندگی بھر کلام نہیں کیا۔

مندرجہ بالا اَحادِیث سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ خواتین کو مسجد میں داخلے کی جو اِجازت رسول اللہ ﷺ نے انہیں دی ہے خواتین سے ان کا یہ حق دُنیا کا کوئی شخص چھیننے کا اِختیار نہیں رکھتا وہ چاہے فقیہ ہو یا محدّث ظلم تو یہ ہے کہ آج تک دُنیا کے کسی مفتی نے عورتوں کے بازار جانے کے خلاف بھی کوئی فتوئی نہیں دیا لیکن مسجد میں داخلے کی ممانعت پر بے شمار فتاوے موجود ہیں جن کے فتوے کی علت کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے، ماحول کی خرابی کے باعث عورتوں کو مساجد میں آنے سے روکا گیا ہے، ارے! کوئی تو اِن نام نہاد مفتیوں سے پوچھے کہ ماحول صرف مساجد کا خراب ہے؟

بازار اُور مارکیٹیں خواتین کیلئے پر امن ماحول کی ضامن ہیں؟ کالج اُور یونیورسٹیاں جہاں مخلوط تعلیم (Co-Education) ہے، جہاں وہ دیوانِ غالب، دیوانِ ناصر، دیوانِ میر اُور دیگر شعراء کی عشق و عاشقی سے لبریز غزلیات اِیک ساتھ بیٹھ کر پڑھتی ہیں اُور اَپنے ٹیچر کی زباں سے اس کی شرح، شرح صدر کے ساتھ سنتی ہیں، رکشوں، ٹیکسیوں اُور بسوں میں تنہا سفر کرتی ہیں، گھر کیلئے بینگن، کدّو اُور ٹنڈے خرید لاتی ہیں، حتیٰ کہ اَپنے خاوند کیلئے کپڑا مارکیٹ سے کپڑے بھی خود پسند کر لاتی ہیں، دکانداروں سے بھاؤ تاؤ خود طے کر لیتی ہیں، کیا وہاں کا ماحول انہیں پاکیزہ نظر آتا ہے؟ اُور خرابی صرف مسجد کے ماحول میں ہے؟

جہاں عورت پردے میں آتی ہے، پردے میں بیٹھتی ہے، خطبہ وغیرہ سن کر پردے میں واپس گھر چلی جاتی ہے اُور اِس دوران اُسے کسی مرد سے ہم کلام ہونے کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔

افسوس ان مفتیوں پر جنھوں نے اس مسجد کے دروازے عورت پر بند کر دیئے جو اللہ کی نظر میں اس صفحۂ ہستی پر سب سے بہترین جگہ ہے اُور ان مارکیٹوں اُور بازاروں کے دروازے ان پر کھول دیئے کہ جن سے بڑھ کر بدترین جگہ اللہ کی نظر میں اُور کوئی نہیں، افسوس صد افسوس !!!

Marfat.com

۱۰۔ دینی تعلیم:۔

عہدِ رسالت سے اب تک الحمداللہ مساجد کو دینی تعلیم و تدریس کیلئے اِستعمال کیا جاتا ہے جو شرعاً نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن اور مسنون عمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ بذاتِ خود اَصحابِ صفہ کو مستقل بنیادوں پر مسجد ہی میں تعلیم دِیا کرتے تھے، مدارسِ اِسلامیہ کا سلسلہ پہلے پہل مسجدوں سے شروع ہوا اور تقریباً چوتھی صدی ہجری تک باقی رہا، عہدِ نبوی ﷺ، عہدِ صحابہ ؓ اور عہدِ تابعین رحمۃ اللہ کے مابعد زمانہ تک مساجد نہ صرف عبادت گاہیں تھیں بلکہ اِسلامی یونیورسٹیوں کا درجہ رکھتی تھیں۔

۱۱۔ قیدی کو قید کرنا:۔

عہدِ نبوی ﷺ میں مسجد سے جیل خانہ کا کام بھی لیا گیا اگرچہ بعد میں قیدیوں کیلئے علیحدہ شعبہ قائم کیا گیا تاہم اس کے جواز کی گنجائش اب بھی باقی ہے، حدیث میں وارد ہے کہ

حضرت ثمامہ بن اُثال ؓ گرفتار ہو کر جب خدمتِ اَقدس میں حاضر کیے گئے تو آپ ﷺ نے مسجد کے اَندر ایک دن کی قید کے بعد ثمامہ ؓ کو چھوڑنے کا حکم دیا اسی دوران وہ مسلمان کے باہمی ربط، محبت اَور اَخلاق سے اس قدر متاثر ہو چکا تھا کہ رِہا ہوتے ہی اِسلام قبول کرلیا۔ [1]

مسجد کے مقاصد و فوائد

اصل غرض وغایت فریضہ نماز کی ادائیگی ہے، شرعی عذر کے بغیر گھر میں نماز پڑھنے کی اِجازت نہیں ہے۔

جنابِ رسالت پناہ ﷺ کا اِرشاد ہے اگر لوگوں کے گھروں میں عورتیں، بچے، بوڑھے اَور بیمار نہ ہوتے تو میں اپنی جگہ کسی کو اِمام مقرر کرتا اَور خود جا کر لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دیتا،

جو لوگ مسجد میں حاضر نہیں ہوتے ان کے وجود تو درکنار ان کے مسکن بھی رسول اللہ ﷺ نے اس صفحہ ہستی پر برداشت نہیں کیے بندگی کے ساتھ ساتھ مسجد میں حاضر ہو کر جماعت کے ساتھ نماز اَدا کرنے سے جہاں ثواب میں زیادتی واقع ہوتی ہے وہاں اَور بھی بہت سے فوائد ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ ذکرِ الٰہی کی کثرت رہتی ہے:۔

دیگر مذاہب کی عبادت گاہیں ہفتہ میں اِیک بار اَپنے پجاریوں کیلئے کھولی جاتی ہیں جبکہ مساجد صبح سے رات تک اذان کی شکل میں اِعلانِ توحید و رسالت سے گونجتی ہیں اَور پانچوں وقت مساجد ذکر اذکار، تلاوتِ قرآن، تسبیحات اَور نماز وغیرہ سے آباد رہتی ہیں۔

[1] بخاری: ج۱ ص۶۶

Marfat.com

۲۔ مساوات:-

امیر وغریب کا مسجد میں پہنچ کر بلا امتیاز ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملانے سے مساوات کا درس ملتا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

بندہ وصاحب ومحتاج وغنی ایک ہوئے
تیری دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے (اقبالؔ)

۳۔ وقت کی پابندی کا احساس پیدا ہوتا ہے:-

پانچوں اوقات میں مقررہ وقت پر اذان ہوتی ہے اور لوگ مقررہ اوقات میں جمع ہو کر نماز ادا کرتے ہیں گویا پانچ مرتبہ وقت کی پابندی کی تربیت دی جاتی ہے۔

۴۔ اتحاد اور تنظیم سازی:-

مسجد میں حاضری سے تنظیم سازی اور اتحاد کو تقویت ملتی ہے اور ایک امام کی آواز پر اُٹھنا بیٹھنا، قیام کرنا اور جھکنا صفوں میں اتحاد پیدا کرتا ہے۔

۵۔ بھائی چارے کا فروغ:-

مسجد میں باہم پانچ وقتہ ملاقات ایک دوسرے کے دُکھ درد سے روشناس کراتی ہے، جس سے محبت، اُلفت اور بھائی چارے کو فروغ ملتا ہے۔

۶۔ طہارت ونظافت کا حصول:-

نماز کیلئے چونکہ جسم اور لباس کی طہارت ضروری ہے اس لئے نماز کی پابندی کرنے سے انسان طبعی طور پر طہارت اور نظافت کا عادی ہو جاتا ہے۔

۷۔ روحانی شیرازہ بندی:-

دن بھر دُنیاوی اُلجھنوں میں گھرے رہنے سے انسان روحانی طور پر بکھر جاتا ہے، مسجد میں حاضری، جسمانی طہارت اور نماز کی شکل میں رب سے ہم کلامی، روحانی اعتبار سے اُس کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو پھر سے جوڑ دیتی ہے۔

Marfat.com

تعین قبلہ

نماز میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا ضروری ہے قبلہ سے مراد وہ مقدس کمرہ ہے جو مکہ مکرمہ میں مسجدِ حرام کے عین بیچ میں واقع ہیں جسے کعبہ اور بیت اللہ (اللہ کا گھر) بھی کہا جاتا ہے، پتھر کی بنی ہوئی مقدس عمارت عموماً سیاہ رنگ کے ریشمی غلاف سے ڈھکی رہتی ہے، اس کی لمبائی ۴۴ فٹ چوڑائی ۳۳ فٹ اور اونچائی ۴۵ فٹ کے قریب ہے اس کا دروازہ زمین سے تقریباً سات فٹ بلند ہے دروازے کی یہی وہ چوکھٹ ہے جسے ملتزم کہا جاتا ہے یہ دروازہ آبِ زم زم کے کنوئیں کی طرف کھلتا ہے۔

اس قبلہ کے اردگرد گول دائرہ کی شکل میں ایک وسیع وعریض مسجد ہے جسے ''مسجد الحرام'' کہا جاتا ہے، دُنیا کی تمام مساجد اسی مسجد کے تابع ہیں ہر مسجد کے رخ کا تعین مسجد حرام کی سمت میں کیا جاتا ہے۔

بیت اللہ سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اللہ ﷻ اس مقام میں رہتا ہے بلکہ اس مقدس مقام کو بیت اللہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب سے مذہب کی ابتداء ہوئی تب سے دُنیا میں یہ پہلی عمارت ہے جو خالصتاً اللہ کی عبادت کیلئے تعمیر کی گئی یہ مقدس عمارت کم وبیش تمام انبیاء کا قبلہ رہی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبل کسی وقت یہ عمارت سیلاب زدہ ہوکر منہدم ہوگئی تھی اور اس کے ارد گرد جو آبادی تھی وہ بھی اُجڑ گئی تھی چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی طرف سے اشارہ پاکر اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اسی جگہ بے آب وگیاہ وادی میں لا بسایا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے جوان ہونے پر باپ بیٹا دونوں نے مل کر یہ مقدس عمارت اپنی پہلی بنیادوں پر تعمیر کی اور اللہ کے فضل سے اب تک آباد ہے۔ آنحضرت ﷺ جب تک مکہ میں رہے تو اس کی طرف رخ کرکے نماز ادا کرتے رہے کیونکہ مکہ سے بیت اللہ کھڑے ہوکر فلسطین میں واقع بیت المقدس کی طرف رُخ کرنا آسان تھا (بیت اللہ اور بیت المقدس ایک ہی سمت میں ہوجاتے تھے) جبکہ مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔

کیونکہ بیت المقدس اور بیت اللہ دونوں مختلف سمتوں میں واقع تھے اس لئے آپ التجائی نظروں سے مالک ارض وسماء کی طرف چہرہ اُٹھاتے رہے بالآخر اللہ نے آپ کی دلی مراد کو پورا کرتے ہوئے اس بیت اللہ کو قیامت تک کیلئے امتِ مسلمہ کا قبلہ قرار دے دیا۔

لہٰذا درج ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

Marfat.com

☆ جو لوگ مسجدِ حرام میں نماز اَدا کرتے ہیں جہاں کعبۃ اللہ انھیں نظر آتا ہے وہ نماز میں عین کعبۃ اللہ کی طرف رخ کریں۔

☆ جن لوگوں کو کعبہ کی عمارت نظر نہیں آتی اَور وہ دور مقام پر رہتے ہیں یا دوسرے ممالک کے باسی ہیں ان کا قبلہ صرف مسجد حرام کی جہت ہوگی۔

☆ اِنسان خوف کی حالت میں ہو، یا کسی ایسی سواری پر سفر کر رہا ہو جسے ٹھہرانا اس کے اَپنے اِختیار میں نہ ہو یا ٹھہرانا موجبِ حرج ہو تو چلتی ہوئی سواری پر تعین قبلہ اَور اس کی پابندی اِیک مشکل عمل ہے ایسے موقع پر جس طرف آسانی ہو رخ کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے، یہی جہت اس کیلئے قبلہ تصور ہوگی۔

☆ اگر کسی نے سواری پر نماز شروع کی اَور اس وقت اس کا رخ قبلہ کی طرف تھا لیکن سواری کے چلنے کی وجہ سے اس کا رخ بدل گیا تو بھی اُسکی نماز کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

☆ اگر قبلہ کی سَمت کا پتہ نہیں چلتا اَور کوئی اسے بتانے والا بھی موجود نہیں ہے تو اپنی سمجھ اَور علم کے مطابق جس سمت کو وہ قبلہ تصور کر کے نماز پڑھے گا اللہ کے ہاں درست مانی جائے گی۔

☆ اگر دورانِ نماز بتایا گیا کہ قبلہ کی صحیح سمت یہ نہیں ہے تو نماز کی حالت میں سمت کو بدل لیا جائے۔

☆ اگر نماز کے بعد پتہ چلا تو نماز لوٹانے کے حکم کی صراحت نہیں ہے۔(واللہ اعلم)

☆ بیت اللہ کی عمارت کے اندر نفل نماز پڑھنی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے جبکہ چھت پر ممنوع ہے۔

بیت اللہ میں زوال کی قید نہیں ہے

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ يَا بني عبد مناف لا تمنعوا احداً طاف بهذا البيت وصلى اى ساعة شاء من ليل او نهار قال ابو عيسٰى حديث جبير بن مطعم حديثٌ حسنٌ صحيحٌ [1]	حضرت جُبیر بن مُطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ''اے عبدمناف کے خاندان کے لوگوں تم کسی شخص کو دن یا رات کی کسی گھڑی میں مسجدِ حرام کے اندر طواف کرنے اَور نماز پڑھنے سے نہ روکو۔''

اِمام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن صحیح ہے۔

حدیث کے الفاظ ''اى ساعة من ليل او نهار'' دن یا رات کی کوئی بھی گھڑی بیت اللہ میں طواف کرنے اَور نماز پڑھنے کو مانع نہیں ہے۔اَپنے موقف میں یہ واضح دلیل ہے۔

[1] ترمذی: ج۱ ص۱۰۶

Marfat.com

جمعہ کے دن زوال کی قید نہیں ہے

عن ایاس بن سلمه بن اکوع عن ابیه قال کنا نصلی مع رسول اللہ ﷺ الجمعة فنرجع وما نجد للحیطان فیئاً نستظلّ به ¹

حضرت ایاس بن سلمہ بن اکوع اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جمعہ پڑھ کر گھروں کو واپس جاتے تو دیواروں کا اتنا بھی سایہ نہ ہوتا تھا جس سے ہم سایہ حاصل کر سکتے۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعہ قبل الزوال یا زوال کے وقت پڑھا جا سکتا ہے، یعنی عام مساجد میں جمعہ کے دن زوال کے وقت پابندی نہیں ہے آپ جب بھی مسجد میں آئیں چاہے سورج سر پر ہو آپ نماز پڑھ لیں۔

تعیین قبلہ کی حکمت

نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مسلمان نعوذ باللہ اس عمارت کی پرستش کرتے ہیں اور اسے پوجتے ہیں جس طرح بت پرست مذاہب پتھر کی مورتیوں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

بلکہ مسلمان تو صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں صرف اسی کو اپنا کارساز، حاجت روا، مشکل کشا اور خالق و مالک مانتے ہیں دراصل بیت اللہ کو قبلہ مقرر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ نماز ایک مخصوص اجتماعی عبادت ہے جس میں یکجہتی اور اتحادِ عمل کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ سب کی توجہ ایک طرف رہے اس لئے عام حالات میں نماز پڑھتے وقت اس مقام کو سمت اور قبلہ مقرر کیا گیا ہے جسے توحید الٰہی کیلئے پہلا اور اصلی مرکز ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ مسلمانانِ عالم دن میں کم از کم پانچ مرتبہ اسی ایک سمت کی طرف منہ کرتے ہیں جس سے عالمگیر یکجہتی اور اتحادِ انسانیت کا حسین تصور دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔

لفظِ قبلہ و کعبہ کا غلط استعمال

مسلمانوں کا قبلہ صرف ایک ہے جس کا ذکر ہم گزشتہ صفحات میں بالصراحت کر چکے ہیں اس کے سوا نہ کوئی قبلہ ہے اور نہ ہی کعبہ، مگر پارٹیشن سے قبل چونکہ مسلمانوں نے ایک طویل عرصہ سکھوں اور ہندوؤں کے ساتھ گزارا ہے اس لئے پارٹیشن کے بعد بہت ساری چیزیں اُن سے ورثے میں مسلمانوں

---

¹ مسلم: ج۱ ص۲۸۳

Marfat.com

کو حاصل ہوئی ہیں، جہاں مسلمان بہت سے موقعوں پر شرک کا ارتکاب کرتے ہیں ان میں سے ایک بلا سوچے سمجھے لفظ ''قبلہ و کعبہ'' کا اِستعمال ہے، بیٹا اپنے باپ کو اپنے خطوط کے ذریعے عموماً انہیں الفاظ سے مخاطب کرتا ہے ''قبلہ و کعبہ، بزرگوار'' بعض دفعہ دوستوں میں بھی اِحتراماً ایک دوسرے کیلئے انہیں الفاظ کا تبادلہ ہوتا ہے جناب قبلہ حاجی صاحب، جناب قبلہ غریب نواز، محترم قبلہ ملک صاحب، جناب قبلہ و کعبہ چودھری صاحب۔

قبلہ و کعبہ کا یہ غلط اِستعمال اردو نثر نگاروں میں بھی بخوبی پایا جاتا ہے چونکہ قبلہ و کعبہ کی اصطلاح شرعی اعتبار سے بیت اللہ کیلئے مخصوص ہے حتیٰ کہ بیت اللہ کے علاوہ دیگر تمام مساجد خانۂ خدا کہلانے کے باوجود قبلہ و کعبہ کہلانے کا حق نہیں رکھتیں، جب مساجد کو یہ استحقاق حاصل نہیں ہے تو کوئی ملک، سیٹھ، چودھری یا عمر رسیدہ کوئی بزرگ اس کا حق دار کیسے ہوسکتا ہے؟

اس طرح تو ہر ضلع اور ہر بستی میں کئی کعبے اَور کئی قبلے پیدا ہو جائیں گے جو اِسلامی تعلیمات اَور توحید کی روح کے صریحاً خلاف ہیں اَور شرک کے زُمرے میں داخل ہیں اس قسم کے تمام مشرکانہ القابات سے بحیثیتِ مسلم اِجتناب ضروری ہے۔

قبروں میں مسجد اَور مسجد میں قبریں

نبی کریم ﷺ کا اِرشاد ہے:

۱۔ ﴿لا تُصَلُّوْا اِلَی الْقُبُوْرِ﴾ [۱] قبروں کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھنا۔

۲۔ ﴿لاتَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ﴾ [۲] قبروں کو مسجدیں نہ بنانا۔

۳۔ ﴿اَلْاَرْضُ کُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبَرَةِ وَالْحَمَامِ﴾ [۳]

تمام زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اَور باتھ روم کے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبرستان اَور غسل خانے نماز کیلئے ممنوع جگہ ہیں۔

اسی لیے قبرستان میں مسجد نہ بنائی جائے کیونکہ جب مقبرے اَور قبرستان میں نماز پڑھنے کی اجازت

---

[۱] مسلم کتاب الجنائز باب النهی عن الجلوس علی القبور و الصلاة علیه رقم الحدیث ۹۷۲

[۲] مسلم کتاب المساجد باب النهی عن بناء المسجد علی القبور رقم الحدیث ۵۳۲

[۳] ابو داؤد: ج۱ ص۷۰، ترمذی: ج۵ ص۱۸۲ کشف النقاب

Marfat.com

نہیں ہے تو لامحالہ مسجد بدرجہ اتم ممنوع ہوگی کیونکہ مسجد کی تعمیر کا بنیادی مقصد ہی نماز کی ادائیگی ہوتا ہے۔

تمام برائیوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ برائی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا! ﴿الاشراک باللہ﴾ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔

اسلئے شریعت نے نہ صرف شرک کو حرام قرار دیا ہے بلکہ اُن تمام ذرائع کو بھی حرام قرار دیا ہے جو شرک کا سبب بن رہے تھے۔

جب قبر مسجد میں بنائیں گے تو لامحالہ کسی نہ کسی صف کے رُخ میں بنے گی جو شرعاً حرام ہے اَلبتہ رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک کا معاملہ اِستثنائی صورت کا حامل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ پیغمبر وہیں دفن ہوتا ہے جہاں اس کی وفات ہو چونکہ آپ ﷺ کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ہوئی جو مسجد سے متصل تھا اذاں بعد مسجد میں توسیع کے باعث مسجد کے احاطے کے اندر آ گیا۔

مسجد سے متعلق متفرق مسائل

۱۔ سنت اَور نوافل وغیرہ گھر میں پڑھنے افضل ہیں۔ [۱]

۲۔ فرض نماز (مردوں کو) ہمیشہ مسجد میں پڑھنی بہتر ہے۔ [۲]

۳۔ اَوقاتِ ممنوعہ سے مسجدِ حرام (بیت اللہ) مستثنیٰ ہے۔ [۳]

۴۔ مسجد میں جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے قبل حلقہ بندی کا انعقاد منع ہے۔ [۴]

۵۔ اگر قبرستان کے سوا کوئی اَور جگہ مسجد کیلئے میسر نہ ہو اَور قبرستان میں مسجد بنانا ضروری ہو تو پہلے تمام قبروں کو مسمار کر دیا جائے، بالکل میدان بنا کر پھر مسجد کی تعمیر کی جائے تا کہ قبرستان کا وجود نہ رہے۔

۱ اخرجه مسلم فی صلاة المسافرين ج۱ ص ۵۴۰ والترمذی فی کتاب الصلاة ج۱ ص ۳۱۲

۲ بخاری (۶۸۹) کتاب الاذان، مسلم (۱۳۰۱) فی صلاة المسافرين ج۱ ص ۵۴۰ والترمذی (۴۱۲) فی کتاب الصلاة ج۱ ص ۳۱۲، نسائی (۱۵۸۱) قيام الليل وتطوع النهار، ابو داود (۸۸۰، ۱۲۳۵) والمؤطا فی کتاب الندا...... ومسند احمد والدارمی

۳ ترمذی: ج ۱ ص ۱۰۶، ابوداؤد کتاب المناسك (۱۶۱۸)، نسائی (۲۸۷۵) کتاب المناسك، ابن ماجه فی اقامة الصلاة والسنة فيها، مسند احمد (۱۶۱۴۳، ۱۶۱۶۸)، الدارمی (۱۸۴۵)، مشکواة: ج۱ ص ۹۴

۴ ترمذی کتاب الصلاة (۲۹۶)، ابوداؤد کتاب الصلاة (۹۱۱) مشکوة: ج۱ ص ۷۰ عن عمرو بن شعيب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

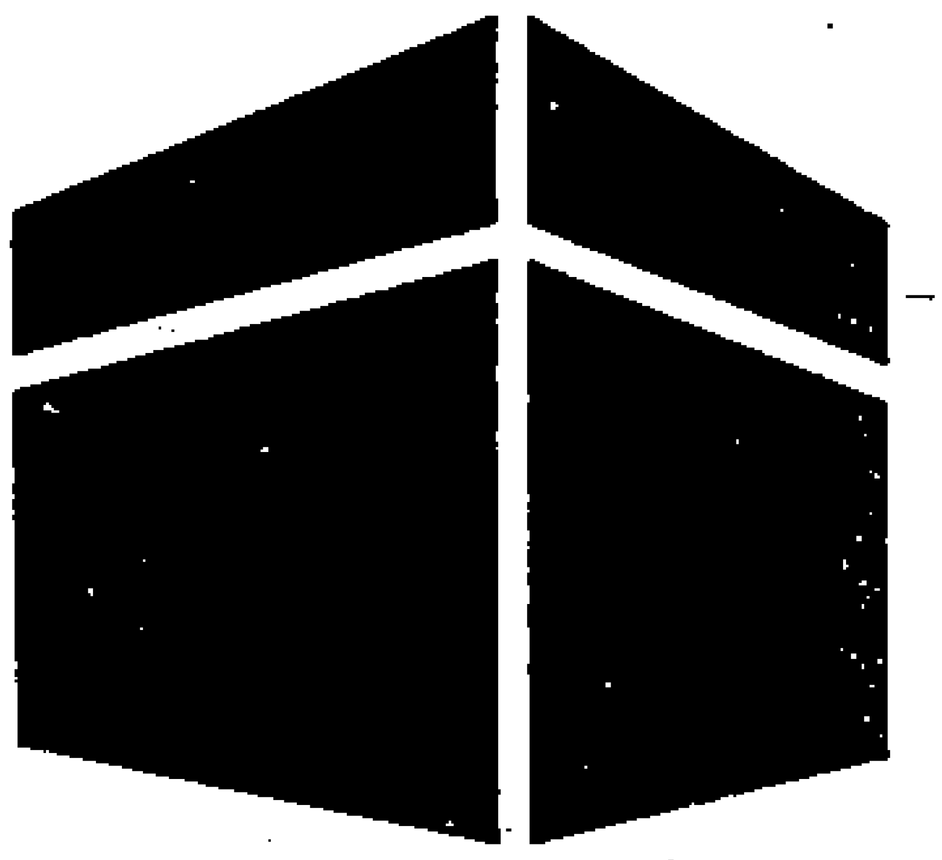

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا

اے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۶

اوقاتِ نماز

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

(سورۃ نساء: ۱۰۳)

بے شک نماز مؤمنوں پر اپنے وقت میں فرض ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم

فاقیموا الصلاۃ

ان الصلاۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتا

نماز قائم کرو، بیشک نماز مؤمنوں پر وقتِ مقررہ پر فرض کی گئی ہے۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وقت کی پابندی

اِسلام دین فطرت ہے اُور پابندی اُوقات فطرت کا تقاضا ہے دُنیا کا کوئی بھی ادارہ ہو جب تک اس کا ٹائم ٹیبل اُور اِیک شیڈول متعین نہ ہو تب تک وہ اپنی کارکردگی بہتر نہیں بنا سکتا اِیک ترقی پذیر ادارے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے کھلنے اُور بند ہونے کے اُوقات متعین ہوں، ملازمین کی ذِمہ داریاں مقرر ہوں، دوپہر کے کھانے (Lunch) وغیرہ کے اُوقات مقرر ہوں، اگر ان مقررہ اُوقات میں ہر ملازم اپنی من مانی کرنے لگے تو اس اِدارے، کارخانے اُور فیکٹری کا پورا نظام درہم برہم ہو جائے،

اِیک چھوٹے سے گھر کو لیجئے اگر وقت پر سونا اُور جاگنا نہ ہو تو بچے اسکول نہیں جا سکتے۔

تو پھر وہ خالقِ ارض وسماء جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے دُنیا کا کارخانہ چلا رکھا ہے، اُپنے اس کارخانہ میں کچھ اُصول اُور ملازمین کیلئے کچھ ذِمہ داریاں اُور اُوقاتِ کار کی پابندی مقرر نہ کرے یہ احکم الحاکمین کی حکمت کے خلاف ہے۔

جہاں وہ ہمیں کھانے کو دیتا ہے، پینے کو دیتا ہے، پہننے کو دیتا ہے اُور رہنے کو دیتا ہے وہاں اس کا یہ بھی حق ہے کہ ان نعمتوں کے شکرانے کیلئے اُس کی دربار میں وقتاً فوقتاً حاضر ہوا جائے تاکہ:

﴿اِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ﴾ کے مصداق بن کر اُس کی شفقتوں، رحمتوں اُور کرم نوازیوں کے مزید حق دار بن سکیں اِسی لئے اِیک مسلمان کیلئے ربُّ العالمین نے مختلف عبادتوں کے مختلف اُوقات مقرر فرمائے ہیں۔ یوں تو اس کی دربار میں حاضری اُور فریاد پیش کرنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، اُس نے ازل سے اُپنے درِ رحمت پر لکھ دیا ہے۔

﴿اُدۡعُوۡنِیۡ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ﴾ مجھے پکارو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا ہوں۔

Marfat.com

لیکن کچھ اَوقات اس نے اپنی پسند اَور مرضی سے بھی مقرر فرمائے ہیں، مثلاً حج کو لیجئے آپ ہر وقت نہیں کر سکتے اس کا اِیک وقت مقرر ہے، روزہ رکھنا ہو تو سحری اَور افطاری کے اَوقات مقرر ہیں، اسی طرح نماز پنجگانہ کیلئے بھی وقت کی تعیین فرمائی گئی ہے، جو مسلمان سپاہی ان اَوقات کی پابندیوں سے سرخرو ہو جاتا ہے وہ دُنیا کے کسی میدان اَور کسی بھی انسٹیٹیوٹ میں ناکامی کا منہ نہیں دیکھتا، وقت کی پابندی کی تربیت حاصل کرنے کیلئے نماز اِیک بہترین کورس اَور مساجد بہترین تربیت گاہ ہیں یہ کورس روزانہ پانچ شفٹوں پر مشتمل ہے۔

پہلی شفٹ فجر، دوسری شفٹ ظہر،

تیسری شفٹ عصر، چوتھی شفٹ مغرب،

پانچویں شفٹ عشاء، کہلاتی ہے۔

اور اگر کوئی اَوَرٹائم (OVER TIME) سے بھی فائدہ اُٹھانا چاہے تو تہجد اُس کے لیے بہترین موقع ہے۔

اَوقاتِ نماز کی حکمت

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو بغیر کسی تعیین اَوقات کے ہر انسان کو اُس کی مرضی پر چھوڑ دیتا اَور اسے یہ آزادی دے دیتا کہ وہ جب چاہے نماز اَدا کر لے، چاہے تو ساری نمازیں ایک ساتھ پڑھ لے یا مختلف اَوقات میں پڑھ لے تو اللہ ایسا کر سکتا تھا لیکن اِنسان چونکہ صرف ظاہر سے آگاہ ہے باطن تک اس کی رسائی نہیں ہے، اس سے وہ فوائد شاید حاصل نہ ہو سکتے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے تعیین اَوقات سے حاصل ہیں، مثلاً اگر گرمی کا موسم ہو تو اِنسان تھوڑے تھوڑے وقفے سے تھوڑا تھوڑا پانی پیتا رہتا ہے تاکہ گلہ بھی تر رہے اَور جسم سے جو پسینہ خارج ہوا ہے اس پسینہ میں ضائع ہونے والے پانی کی کمی بھی دور کی جا سکے،

اسی طرح اگر کپڑے کو کوئی داغ دار کرنے والی چیز لگ جائے اَور اسے فوری طور پر نہ دھویا جائے بلکہ یہ سوچ کر اسے رکھ دیا جائے کہ جس دن کپڑے دھلیں گے اُسی دن دھل جائے گا تو اس تاخیر سے اس داغ میں پختگی آ جائے گی شاید وہ داغ پھر کبھی نہ اُتر سکے۔

زِندگی کے سفر میں قدم قدم پر شیطان نے اَپنے جال پھیلا رکھے ہیں اُس کی پوری کوشش ہے کہ اِنسان کی سیرت داغ دار ہو جائے جس کا تریاق اللہ نے نماز کی صورت میں تیار کر دیا ہے۔

اِدھر داغ لگا، اُدھر دُھل گیا، پھر لگا، پھر دُھل گیا!

Marfat.com

اسی طرح یہ سلسلہ مسلمان کی زندگی میں عمر بھر جاری رہتا ہے۔

۲۔ اگر وقت مقرر نہ ہوتا تو لوگ بیک وقت جمع نہ ہوتے اَور اِسلام اِجتماعیت کی جس روح کو زندہ رکھنا چاہتا ہے اُس کا ہمیں موقع نہ ملتا۔

۳۔ اگر وقت کی تعیین اِنسان پر چھوڑ دی جاتی تو وقت کی پابندی کی اہمیت بھی جاتی رہتی اَور اس میں سستی ظاہر ہونے لگتی اَور رفتہ رفتہ اِحساسِ بندگی ہی ختم ہو جاتا۔

۴۔ مختلف اَوقات میں عبادت کا حکم اِس لیئے بھی دیا گیا، کیونکہ لمبے وقت میں دیر تک اَللہ کی طرف توجہ قائم رکھنا مشکل ہو جاتا بلکہ اس سے طبیعت اکتا جاتی، جیسے اِنسان عموماً ناشتہ، ظہرانہ، عصرانہ اَور عشائیہ باقاعدگی سے کرتا ہے اگر اسے کہا جائے کہ تو لمبے سفر پر جا رہا ہے ممکن ہے سارا دن کہیں کھانا ملے یا نہ ملے لہٰذا تو ناشتے کے وقت میں ہی عشاء تک کا کھانا کھا کر چلا جا تو اس سے غذا کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

اس کی طبیعت بوجھل ہو جائے گی، بدہضمی کا شکار ہوگا، صحت مند خون پیدا ہونے کے بجائے وہ مختلف بیماریوں میں گھر جائے گا، سو یہی معاملہ نماز کا بھی ہے۔

۵۔ اس طرح اِنسان دُنیا کے کاموں میں مصروف رہ کر بھی اَللہ ﷻ سے غافل نہیں ہوتا اَور دُنیا میں رہ کر بھی اپنی آخرت اَور عاقبت کو نہیں بھولتا جیسا کہ سرائیکی مقولہ ہے:

"ہتھ کار وَل، دِل یار وَل" کا مصداق بن جاتا ہے۔

۶۔ بعض لوگ یہ اِعتراض کرتے ہیں کہ فی زمانہ مشاغل اِس قدر بڑھ گئے ہیں کہ نمازوں کے لئے اِتنا وقت نکالنا مشکل ہے اِس اِعتراض کا جواب یہ ہے کہ نماز کی غرض صرف اِقرارِ عبدیت نہیں بلکہ اس کی غرض اِنسان کے نفس میں وہ اِستعداد و صلاحیت پیدا کرنا ہے جس کی مدد سے وہ مادّی دُنیا سے نکل کر روحانی عالم میں پہنچ سکے۔

پانچ وقت مقرر کرنے میں یہی حکمت ہے کہ اس کا دماغ جسمانی خواہشات میں اُلجھ کر نہ رہ جائے بلکہ اعلیٰ اَخلاقی قدروں کے حصول میں کوشاں رہے جو نماز کے مقاصد میں سے اعلیٰ مقصد ہے جسے قرآن مجید نے: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ[1] سے تعبیر کیا ہے۔

[1] سورة العنكبوت: ٤٥

Marfat.com

پانچ نمازوں کا تذکرہ قرآنِ مجید میں

اگر چہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ کا رسول چاہے قرآنِ مجید میں سے کچھ سنائے یا دیگر الہامی ذرائع سے کچھ بتائے، اُن دونوں کی حیثیت یکساں ہے۔

اس کے باوجود بعض عقیدے کے مریض، سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے یہ اعتراض کر گزرتے ہیں کہ ان پانچوں نمازوں کا ذکر قرآن میں نہیں ملتا قرآن مجید میں تو صرف تین نمازوں کا تذکرہ ہے۔

ذیل میں ہم ان پانچوں نمازوں کا ثبوت فراہم کررہے ہیں تاکہ عقیدے کے اِن پرانے بیماروں کو شفائے کاملہ وعاجلہ نصیب ہو۔

۱۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ ذَالِکَ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِیْنَ [1]

اور نماز قائم کرو، دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصے میں، بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں یہ نصیحت ہے یاد رکھنے والوں کیلئے۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں تین نمازوں کا تذکرہ ہے دن کے دونوں اطراف سے مراد صبح اور مغرب اور رات کے کچھ حصے سے مراد عشاء کا وقت ہے۔

۲۔ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ [2]

(اے نبی ﷺ) پس صبر کیجئے کفار کی باتوں پر اور اپنے رب کی پاکی بیان کیجئے تعریف کے ساتھ سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے رات کے کچھ حصہ میں پاکی بیان کیجئے اور سجدوں کے بعد۔

اس آیت میں بھی تین نمازوں کا ذکر ہوا۔ سورج نکلنے سے پہلے والی نماز فجر اور سورج ڈوبنے سے پہلے نماز عصر ہے اور رات کے کچھ حصہ سے مراد عشاء ہے اب تک کل چار نمازوں کا ذکر ملا۔ یعنی فجر، عصر، مغرب اور عشاء۔

---

[1] سورۃ ھود: ۱۱۴۔

[2] سورۃ ق: ۳۹، ۴۰

۳۔ فَسُبْحٰنَ اللہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ [1]

پس تسبیح بیان کرو اللہ کی جس وقت شام کرتے ہو اور صبح کرتے ہو اور اللہ ہی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین میں تمام تعریف اور (تسبیح بیان کرو) تیسرے پہر اور جب ظہر کا وقت پاؤ۔

اس آیتِ کریمہ میں شام سے مراد مغرب اور صبح سے مراد فجر اور عَشِیًّا (تیسرے پہر) سے مراد عصر اور ''حِیْنَ تُظْھِرُوْنَ'' سے مراد ظہر ہے اس آیت میں بالصراحت چار نمازوں کا ذکر موجود ہے فجر، ظہر، عصر اور مغرب جبکہ عشاء کا تذکرہ گزشتہ آیات میں بیان ہو چکا ہے اس طرح کل پانچ وقت کی نمازیں مکمل ہوئیں اسی طرح قرآنِ مجید میں کہا گیا ہے۔

﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾ [2]

اِس میں سورج ڈھلنے سے مراد ظہر کی نماز ہے اور رات کا اندھیرا چھا جانے تک میں، عشاء تک کی تمام نمازیں اور فجر سے مراد فجر کی نماز ہے۔

اس طرح قرآنِ مجید میں فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کا تذکرہ بالصراحت موجود ہے لہٰذا معترضین کے اعتراض کی اب کچھ بھی حقیقت نہیں رہی۔

پانچ نمازوں کا تذکرہ حدیث میں

اَحادیث میں پانچ نمازوں کا تذکرہ بکثرت موجود ہے واقعہ معراج پر مبنی اَحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً اُمتِ محمدیہ ﷺ پر پچاس وقت کی نمازیں فرض ہوئیں مگر چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ بار بار اللہ ﷻ کے ہاں واپس گئے اور کم ہوتے ہوتے پانچ وقت کی نمازیں باقی رہ گئیں لیکن اللہ رب العالمین کا اپنے بندوں کے ساتھ لطف و کرم کا یہ عالم ہے کہ نمازیں کم کر دیں مگر ثواب میں قطعاً کمی نہیں کی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا!

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِھَا﴾ [3]

اس بشارت کے تحت! ایک نماز کا ثواب کم از کم دس گنا ہے جب ہم پانچ نمازیں پڑھتے ہیں تو ثواب میں پچاس کا ہندسہ برقرار رہتا ہے۔

---

[1] سورۃ الروم: ۱۷، ۱۸

[2] سورۃ بنی اسرائیل: ۸۷

[3] سورۃ الانعام: ۱۰۷

Marfat.com

حدیث پاک میں وارد ہے:

﴿هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ خَمْسُونَ﴾ [1]

یہ نمازیں اُدائیگی میں پانچ اُور اُجر وثواب میں پچاس ہیں۔

۱۔ حضرت عبادہ بن صامت ؓ سے مروی ہے کہ:

﴿قال رسولُ اللهِ ﷺ خَمْسُ صَلَوٰتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللهُ﴾ [2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ نمازیں ہیں جنہیں اللہ نے فرض قرار دیا ہے۔

۲۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرائضِ اِسلام سے متعلق دریافت کیا، جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے اس کے جواب میں سب سے پہلے جو کلمات اُدا فرمائے وہ درج ذیل ہیں:

﴿خَمْسُ صَلَوٰتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ﴾ دن اُور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ [3]

۳۔ حضرت ابوامامہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿صَلُّوا خَمْسَكُمْ﴾ اپنی پنجگانہ نماز اُدا کرو۔ [4]

اسی طرح متعدد روایات اس ضمن میں موجود ہیں جن سے بالصراحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے امت محمدیہ ﷺ پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

اب ہم ان پانچوں نمازوں کے الگ الگ اُوقات بیان کریں گے تاکہ ہماری نمازیں مسنون وقت میں اُدا ہو سکیں، یاد رہے کہ نمازوں کے لیے پانچ الگ الگ اُوقات مقرر کرنا بھی اسکی تعداد کو متعین کرتا ہے۔

تعینِ اُوقات

۱۔ بخاری اُور مسلم میں حضرت ابومسعود ؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جبریل علیہ السلام نے دو مرتبہ میری اِمامت فرمائی، پہلے دن ظہر کی نماز اُس وقت پڑھائی جب سورج ابھی ڈھلا ہی تھا (دیوار کا) سایہ صرف جوتی کے تسمہ کے برابر ہوا تھا، پھر عصر کی نماز اُس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر (ایک مثل) ہو گیا، پھر مغرب کی نماز اُس وقت پڑھائی جب سورج غروب ہوا یعنی جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے پھر عشاء اُس وقت پڑھائی جب سورج کی سرخی غائب ہو گئی پھر صبح کی نماز پڑھائی جب کہ روزہ دار سحری کھانا بند کر دیتا ہے۔

[1] بخاری: ج۱ ص۷۲۔ [2] نسائی: ج۱ ص۸۰۔ [3] مسلم: ج۱ ص۳۰

[4] ترمذی کتاب الجمعة(۵۵۹) و مسند احمد و مشکوۃ ص۵۸

اس کے بعد دوسرے دن ظہر کی نماز اُس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا اَور عصر کی نماز اُس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اُس سے دُگنا ہو گیا اَور مغرب غروبِ آفتاب کے وقت ہی پڑھائی اَور عشاء کی نماز اُس وقت پڑھائی جب رات کے تین حصے ہوئے تھے اَور فجر کی نماز اُس وقت پڑھائی جب ہر طرف سفیدی پھیل چکی تھی پھر کہا "اے محمد ﷺ تمام نبیوں کی نماز کے اَوقات یہی تھے ان دونوں وقتوں کے درمیان نمازوں کے اَوقات ہیں۔" [1]

اس حدیث میں ہر نماز کا اوّل وقت اَور آخری وقت بتایا گیا ہے پہلے دن جو نمازیں پڑھی گئیں وہ ساری اول وقت میں اَدا کی گئیں اَور دوسرے دن جو نمازیں پڑھی گئیں وہ ساری آخری وقت میں اَدا کی گئیں دو دن کی ادائیگی کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کو عملی طور پر یہ بات سمجھا دی جائے کہ نمازوں کا وقت یہاں سے یہاں تلک ہے۔

اَلبتہ رَسولِ اَکرم ﷺ کا زِندگی بھر یہ معمول رہا ہے کہ آپ ﷺ ہر نماز اوّل وقت میں پڑھنا پسند فرماتے تھے سوائے عشاء کی نماز کے۔

۲۔ ایک شخص نے جناب رسالت پناہ ﷺ سے نمازوں کے اَوقات کے بارہ میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! "تم ہمارے ساتھ دو دن تک نماز پڑھو" پھر پہلے دن سورج ڈھلتے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا پھر نماز پڑھائی، پھر عصر اس وقت پڑھائی جب سورج بالکل سفید بلندی پر تھا، پھر سورج غروب ہوتے ہی مغرب پڑھائی پھر عشاء اس وقت پڑھائی جب دن کی سرخی (جو غروبِ آفتاب کے بعد مغربی اُفق پر ظاہر ہوتی ہے) غائب ہو گئی۔
پھر فجر کی نماز پو پھٹتے ہی پڑھا دی اس کے بعد دوسرے دن ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھایا عصر اس وقت پڑھائی جب سورج اگرچہ بلند تھا لیکن پہلے دن کی بنسبت تاخیر تھی اَور مغرب کی نماز مغربی اُفق پر سرخی کے غائب ہونے سے پہلے پڑھا دی پھر عشاء کی نماز تین پہر رات کے گزر جانے کے بعد پڑھائی فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر طرف سفیدی پھیل چکی تھی۔ [2]

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا! ظہر کا وقت دن ڈھلنے سے شروع ہو کر اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر نہ ہو جائے اَور عصر کا وقت ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہونے سے لے کر سورج کے زرد ہونے تک رہتا ہے۔

---

[1] بخاری:۱/۱۵۰ مواقیت الصلاۃ ومسلم:۱/۲۲۲ وابوداؤد:۱/۵۶ والبیھقی ۲/۸۶

[2] مسلم:۱/۲۲۳ وصلی العشاء بعد ما ذھب ثلث اللیل

Marfat.com

اَور مغرب کا وقت غروبِ آفتاب سے لے کر شفق کے غائب ہونے تک اَور عشاء کا وقت غروبِ شفق سے لے کر تین پہر رات تک ہے۔(الی نصف اللیل الاوسط)
اَور فجر کا وقت طلوعِ فجر سے لے کر طلوعِ آفتاب سے پہلے تک ہے۔ [1]

مذکورہ تینوں اَحادیث میں نمازوں کے اَوقات کی صحیح تعیین فرمادی گئی ہے۔

☆ پہلی حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اَوقات بتائے۔

☆ دوسری حدیث میں سائل کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے اُسے اَوقات کی تعلیم دی۔

☆ تیسری حدیث میں قولی طور پر آپ ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک سے صحیح اَوقات کی نشاندہی فرمائی۔

اِن اَحادیثِ مبارکہ سے جہاں اَوقات معلوم ہوئے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ ظہر کا آخری وقت اَور عصر کا ابتدائی وقت باہم ملا ہوا ہے۔یعنی جو ظہر کا آخری کا وقت ہے وہی عصر کا پہلا وقت ہے اسی طرح مغرب کا آخری وقت اَور عشاء کا پہلا وقت بھی باہم ملا ہوا ہے۔

مندرجہ بالا تینوں اَحادیث کی روشنی میں پانچوں نمازوں کے الگ الگ اَوقات درج ذیل ہیں۔

نمازِ پنجگانہ کے اَوقات

فجر:- طلوعِ فجر (صبح صادق) سے لے کر طلوعِ آفتاب سے پہلے تک۔

ظہر:- سورج ڈھلنے سے شروع ہو کر ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہونے تک۔

عصر:- ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہونے سے لے کر سورج کے زرد ہونے تک۔
(غروبِ آفتاب سے پہلے پہلے)

مغرب:- غروبِ آفتاب سے لے کر غروبِ شفق تک۔

عشاء:- غروبِ شفق سے لے کر رات کے تین پہر گزر جانے تک۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کا معمول عشاء کے سوا باقی نمازیں اوّل وقت میں پڑھنے کا رہا ہے لہٰذا ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق اپنی نمازیں اوّل وقت میں پڑھنی چاہئیں۔

---

[1] مسلم: ۱/۲۲۳

Marfat.com

اوّل وقت میں نمازیں پڑھنے کی حکمت

اوّل وقت میں نماز پڑھنے سے جہاں نبی کریم ﷺ کی پیروی کا شرف نصیب ہوگا وہاں ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ اوّل وقت نماز پڑھنے والا شخص اگر کسی وجہ سے قدرے لیٹ بھی ہو جائے تو پھر بھی اس نماز کو اس کے وقت میں ہی اَدا کرے گا۔

اس کے برعکس اگر کوئی شخص ہر نماز اس کے آخری وقت میں پڑھنے کا عادی ہے پھر کسی وجہ سے اسے تاخیر ہو جائے تو نماز کے وقت کو کھو بیٹھے گا نیتجتاً نماز کو قضاء کر کے پڑھے گا۔

اَلبتہ عشاء میں تاخیر مسنون ہے اَور اس میں شاید یہ حکمت ہوسکتی ہے کہ اِنسان اَپنے تمام کاموں سے فارغ ہو کر سونے سے قبل نماز اَدا کرے تاکہ نماز کے بعد سو جانے کی وجہ سے کسی قسم کا گناہ اس کے دامن میں نہ لگا رہے، نماز چونکہ گناہوں کا کفارہ ہے ہم دن بھر گناہ کرتے ہیں اگر عشاء جلدی پڑھیں گے اَور پھر سونے سے پہلے کسی کام میں مشغول ہو جائیں گے تو لامحالہ گناہوں کے مرتکب ہوں گے۔

اسی لئے عشاء کو لیٹ کرنے میں اِنسان اَپنے رب سے نماز کی صورت میں اَپنے گناہوں سے معافی مانگ کر سوتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ زِندگی کی آخری رات ہو۔

جمعہ اَور عیدین کا وقت

جمعہ:۔۔ جمعہ کے دن سورج ڈھلنے پر خطیب کے خطبہ ختم کرنے کے بعد جو دو رکعت نماز باجماعت اَدا کی جاتی ہے اسے نمازِ جمعہ کہتے ہیں اس کا وقت بھی وہی ہے جو نمازِ ظہر کا وقت ہے۔ [1]

عیدین:۔۔ عیدین لفظِ عید کا تثنیہ ہے جس کے معنی ہیں دو عیدیں۔

ان دو عیدوں سے مراد "عیدالفطر اَور عید الاضحیٰ" ہیں ان میں چھوٹے، بڑے، بوڑھے، جوان بھی اَچھا لباس زیب تن کر کے کھلے میدان میں جمع ہوتے ہیں جہاں اِمام دو رکعت نماز پڑھاتا ہے اَور اُس کے بعد خطبہ دیا جاتا ہے، اسے عید کی نماز کہا جاتا ہے۔

اس کا وقت بھی تقریباً وہی ہے جو نمازِ اِشراق کا وقت ہے۔ [2]

(عیدین کی قضاء کا بیان صفحہ نمبر ۱۹۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

---

[1] البخاری: ج ۱ ص ۱۲۳ باب وقت الجمعة اذا زالة الشمس وابو داؤد: ج ۱ ص ۱۵۵ باب وقت الجمعة

[2] ابو داؤد: کتاب الصلاة رقم الحدیث (۹۷۷)

Marfat.com

تہجد، تراویح اَور وِتر کا وقت

تہجد، تراویح اَور وتر یہ اِیک ہی نماز کے تین نام ہیں۔

اَلبتہ مختلف تعداد اَور مختلف اَوقات میں ان کے نام مختلف ہیں عام طور پر رات کو سو کر اُٹھنے کے بعد جو نماز اَدا کی جاتی ہے اسے تہجد کہتے ہیں، نصف شب سے لے کر طلوعِ فجر تک اس کا بہترین وقت ہے۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کے بعد سے طلوعِ فجر تک تہجد اَور وتر کا وقت ہے چنانچہ فرماتے ہیں ہم رات کے جس حصے میں چاہتے۔ رَسولِ اَکرم ﷺ کو نماز کی حالت میں دیکھ لیتے ہیں...... الخ۔ [2]

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ رات کو سوتے نہ تھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی دن آپ عشاء کے فوراً بعد نوافل پڑھنے لگتے اَور کسی دن اِیک پہر گزر جانے کے بعد کسی دن نصف شب کے بعد اَور کسی دن جب اِیک تہائی رات باقی رہ جاتی۔

اسی نماز کو اگر رمضان کے مہینے میں نماز عشاء کے بعد اَدا کیا جائے تو اسے قیامِ رمضان (تراویح) کہتے ہیں اَور جب ان جفت رکعتوں میں اِیک رکعت شامل کر کے انہیں طاق بنا دیا جاتا ہے تب اس کا نام وتر ہے وتر چاہیں تو عشاء کے ساتھ اَدا فرمائیں اَور اگر تہجد پڑھنا چاہتے ہیں تو انہیں تہجد کے آخر میں اَدا کریں۔ (مزید تفصیل کیلئے: صفحہ نمبر ۱۹۶ ملاحظہ فرمائیں)

اِشراق کا وقت

اس نماز کے تین نام ہیں:

۱۔ صلوٰۃ الضحیٰ ۲۔ صلوٰۃ الاوّابین ۳۔ صلوٰۃ الاشراق

مسلم شریف میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اس نماز کا نام صلوٰۃ الاوابین مذکور ہے جبکہ ابوداوٗد میں اس نماز کی فضیلت بیان کرتے ہوئے صلوٰۃ الضحیٰ کا نام دیا گیا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی "صلوٰۃ الضحیٰ" کا نام دیا گیا اس کا افضل ترین وقت وہی ہے جس وقت دھوپ کی تیزی سے اُونٹ کے بچوں کے پاؤں تپنے لگیں۔ [3]

اَور اسی وقت کو اشراق بھی کہتے ہیں اس نماز کی تعدادِ رکعات دو رکعت سے لے کر آٹھ رکعت تک ہے اَلبتہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا مسنون ہے۔ [4]

---

[1] بخاری: ۱۵۳/۱، مسلم: ۲۵۵/۱۔ [2] رواہ البخاری ورواہ النسائی

[3] صحیح مسلم مع نووی ۲۹/۲، ۳۰ صلاۃ المسافرین وقصرھا

[4] بخاری: کتاب التہجد، مستخرج علی مسلم: ۳۱۳/۲، ابوداؤد: ۸۲/۱، ۸۳

صلوٰۃِ کسوف وخسوف کا وقت

کسوف وخسوف دونوں ہم معنی لفظ ہیں جن کا مطلب ہے گہنا جانا (گرہن لگ جانا) بعض نے کسوف سے مراد سورج گرہن لیا اَور خسوف سے مراد چاند گرہن لیا،

لیکن صحیح یہی ہے کہ کسوف وخسوف دونوں سے مراد سورج اَور چاند کا بے نور ہو جانا۔

اس موقع پر شارع علیہ السلام نے دو رکعت نماز اَدا فرمائی جس کا قیام کافی لمبا فرماتے اَور رکوع بھی طویل فرماتے رکوع سے جب کھڑے ہوتے تو سجدہ میں جانے کی بجائے پھر سے قراَت شروع کر دیتے۔

اس میں امام بلند آواز سے قراَت کرے ہر رکعت میں کم از کم دو رکوع اَور زیادہ سے زیادہ دس رکوع کا ثبوت بھی ملتا ہے اَلبتہ دو رکعتوں میں سجدے چار ہی کیے جائیں، اس کا وقت سورج یا چاند گرہن لگتے ہی شروع ہو جاتا ہے اَور اس وقت تک یہ نماز اَدا کرنا مسنون ہے جب تک کہ گرہن ختم نہ ہو جائے۔ [1]

فرض نمازوں کے ساتھ ساتھ بعض معروف نوافل کے اَوقات کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ فرائض ہوں یا نوافل وسنن رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی میں اَدا ہونے چاہئیں۔

اَوقاتِ نماز کا خیال رکھنے کی تاکید اس شد ومد سے بیان کی گئی ہے کہ اگر لوگوں پر ایسے اِمام مسلط ہو جائیں جو نمازوں میں تاخیر کریں یا مساجد میں جماعت کا اہتمام تاخیر سے ہوتا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا! تم لوگ اپنی نماز اوّل وقت میں پڑھ لو پھر جب وہ لوگ نماز پڑھیں تو تم ان کے ساتھ بھی پڑھ لو یہ تمہاری نفل نماز ہو جائے گی۔ [2]

ترمذی شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا:

اے علی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں تاخیر نہ کرنا:

﴿اَلصَّلٰوۃُ اِذَا اَتَتْ، وَالْجَنَازَۃُ اِذَا حَضَرَتْ، والایم اذا وجدت لھا کفوا﴾

۱۔ جب نماز کا وقت ہو جائے۔

۲۔ جنازہ جب تیار ہو۔

۳۔ اُس بیوہ عورت کا نکاح جب اس کیلئے رشتہ موجود ہو۔ (ان تینوں کاموں میں تاخیر نہیں ہونی چاہیے)

---

[1] بخاری: ج۱ ص۱۴۲۔۱۴۳، مستخرج علی مسلم: ج۲ ص۴۸۶

[2] مسلم: عن ابی ذر رضی اللہ عنہ کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ ۱/۴۴۸

Marfat.com

قضاء نمازوں کا بیان

اِنسان خطاء ونسیان کا پتلا ہے اور کمزور وناتواں بھی ہے کبھی کسی کام میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ نماز کا وقت ہی جاتا رہتا ہے، یا آنکھ لگ گئی تو نماز کا وقت فوت ہو گیا اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

چنانچہ بخاری ومسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَسِيَ صَلٰوةً اَوْنَامَ عَنْهَا فَكَفَارَتُهَا اَنْ يُصَلِّيَهَا اِذَا ذَكَرَهَا وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا كَفَّارَةَ لَهَا اِلَّا ذَالِكَ [1]	جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا اس سے غافل ہو کر سو رہے پس اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے جب بھی یاد آئے پڑھ لے۔

اِیک اور روایت میں ہے کہ قضاء نماز کا کفارہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

مسند ابوعوانہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿مَنْ نَامَ عَنْ صَلٰوةٍ فَلْيُصَلِّ اِذَا اسْتَيْقَظَ﴾

جو نماز سے (غافل ہو کر) سو جائے تو وہ بیدار ہونے پر ادا کرے۔

☆ اور اگر ایک سے زیادہ نمازیں قضاء ہوئی ہوں تو انہیں اُسی ترتیب سے ادا کرے یعنی پہلے ظہر قضاء کرے پھر عصر اسی طرح دیگر نمازیں۔ [2]

اَلبتہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اگر آج اُن کی ظہر قضاء ہو گئی ہے تو وہ اسے دوسرے دن ظہر کے وقت میں قضاء کرنا ضروری سمجھتے ہیں، اسی طرح اگر فجر قضاء ہوئی ہو تو اُسے بھی دوسرے دن فجر کے وقت میں قضا کرتے ہیں یہ طریقہ شارع علیہ السلام کے تعلیم کردہ طریقہ کے خلاف ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ جب آنکھ کھلے یا جب یاد آئے فوراً اُسے ادا کر لینا چاہئے۔ [3]

ع:- نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

اِن احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اَسّی اَسّی برس کی نمازیں اکٹھی کر کے قضائے عمری کے نام سے ادا کرتے رہنا بھی منشائے شریعت کے منافی ہے، جس کی تفصیلی بحث اِن شاء اللہ اپنے محل پر آئے گی۔

---

[1] بخاری: کتاب المواقیت ۲/۸٤ اخرجه مسلم فی کتاب المساجد ومواضع الصلاة ۱/٤۷۷؛ مستخرج ۲/۲۷۹

[2] اخرجه بخاری فی المغازی ۷/٤٦۸ الحدیث ۲ ٤۱۱۲؛ و مسلم فی کتاب المساجد و مواضع الصلاة ۱/٤۳۸؛ والترمذی فی کتاب الصلاة ج۱/الحدیث ۱۸۰ والنسائی باب کیف تقضی الفائت من الصلاة ۱/۱۰۲

[3] ابن ابی شیبه ۲/٦۳ واحمد ۳/۲۱٦ و۲۸۲ ومثله عنه ابی داؤد ۱/٦۳ والنسائی ۱/۱۰۰

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ بھی سو گئے

حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سفر سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے ایک رات راستے میں قیام کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے ہمراہ تھے آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم جاگتے رہنا اور فجر کی اذان دینا لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی نیند آ گئی رسولِ اکرم ﷺ بھی سو گئے حتی کہ سورج نکل آیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے کیوں نہ جگایا؟

عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جو چیز آپ پر غالب آ گئی (نیند) وہی مجھ پر بھی غالب آ گئی۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا! جلدی سے یہاں سے نکل چلو یہاں شیطان کا پڑاؤ ہے اور آگے جا کر وضو فرمایا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور سب لوگوں نے پہلے فجر کی سنتیں ادا کیں پھر فجر کی نماز پڑھی۔ ۱

مندرجہ بالا حدیث سے جہاں بہت سارے مسائل اخذ ہوتے ہیں وہاں ایک بات خصوصیت سے واضح ہو رہی ہے کہ جس جگہ آپ ﷺ کی ایک نماز قضاء ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا یہاں سے جلدی کوچ کرو کیونکہ یہاں شیطان کا پڑاؤ ہے۔ ۲

لیکن جن گھروں اور دفتروں میں، دکانوں اور مارکیٹوں میں، ہماری کئی کئی نمازیں روزانہ قضاء ہوتی ہیں اُن گھروں اور دفتروں کو، دکانوں اور مارکیٹوں کو آپ کیا نام دیں گے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار!!!

قضا نمازوں کے متفرق مسائل

۱۔ اگر نمازِ فجر کی ایک رکعت بھی سورج نکلنے سے پہلے مل جائے تو نماز پوری کر لی جائے۔ ۳

۲۔ اگر عصر کی نماز کی ایک رکعت سورج ڈوبنے سے پہلے مل جائے تو باقی ماندہ نماز پوری کر لی جائے ان دونوں صورتوں میں یہی سمجھا جائے گا کہ اس نے نماز کو وقت پر ادا کیا۔ ۴

۳۔ جو شخص ارادتاً تاخیر کرے اس کی نماز کو منافق کی نماز سمجھا جائیگا۔ ۵

---

۱ النسائی ۱/۱۰۲ باب کیف تقضی الفائت من الصلاۃ

۲ النسائی ۱/۱۰۲ باب کیف تقضی الفائت من الصلاۃ

۳ بخاری ۱/۱۵۷ مواقیت الصلاۃ، مسلم ۱۰۳/۵، بیھقی ج۲ ص۱۱۶، ۱۱۷

۴ بخاری ۱/۱۵۷ مواقیت الصلاۃ، مسلم ۱۰۳/۵، بیھقی ج۲ ص۱۱۶، ۱۱۷

۵ مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ۱۲۳/۵

Marfat.com

۴۔ جس جگہ نماز قضاء ہوا ُسے اسی جگہ اَدا کر سکتے ہیں، مسلم میں موجود وادی کا واقعہ اِیک مخصوص حکم ہے۔

۵۔ اَوقاتِ ممنوعہ میں (طلوعِ آفتاب، غروبِ آفتاب اَور عین زوال کے وقت) قضا نمازیں اَدا نہ کی جائیں۔ [1]

۶۔ خاص جمعہ کے دن نصف النہار (زوال) کے وقت نوافل وغیرہ پڑھے جاسکتے ہیں چنانچہ سنن بیہقی میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمیں زوال کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے مگر جمعہ کے روز اس کی رخصت دیتے تھے۔ [2]

اس طرح کی روایت حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جسے اِمام ابوداؤد رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب سنن ابوداؤد میں روایت کیا ہے۔

۷۔ نوافل کی قضا لازم نہیں، اَلبتہ فجر کی سنتیں اَور عشاء کے وتر آپ ﷺ نے کسی موقع پر ترک نہیں کیے۔

۸۔ جنازہ کی جماعت ہو چکی ہو تو بعد میں آنے والا شخص تنہا جنازہ کی نماز پڑھ سکتا ہے۔ [3]

اَوقاتِ ممنوعہ

یوں تو رب العالمین کا ذکر کرنے اَور اُس سے درخواست والتجاء کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے قرآن مجید میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ [4]

جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار کو قبول کرتا ہوں۔

لہٰذا اِنسان جب چاہے اسے پکارے اس میں رات، دن، صبح، شام، سردی اَور گرمی میں کوئی امتیاز نہیں وہ ہر وقت اَور ہر حال میں اَپنے بندوں پر توجہ دیتا ہے۔

لیکن نماز کیلئے خصوصیت کے ساتھ شارع علیہ السلام نے اَوقات کی تقسیم فرمائی تاکہ نماز کی اہمیت برقرار رہے ورنہ تمام اَوقات میں اگر نماز کی اجازت دے دی جاتی تو لامحالہ پابندی وقت کی اہمیت ختم ہو جاتی جب جس کا جی چاہتا وہ نماز اَدا کرتا نماز کی خاص اہمیت کے پیشِ نظر شارع علیہ السلام نے کچھ اَوقات کو نماز کیلئے ممنوع قرار دے دیا ہے، لیکن اس کی اصل اَور صحیح علت صرف خالقِ دوجہاں کے علم میں ہے۔

---

[1] بخاری ۱/۱۶۳ مواقیت الصلاۃ، مسلم ٦/١١١

[2] بیہقی ۳/۵۰۹،۵۱۰

[3] مسلم ۱/۲۵۰

[4] سورۃ البقرہ: ١٨٦

Marfat.com

اَوقاتِ ممنوعہ پانچ ہیں

۱۔ عین طلوعِ آفتاب کے وقت۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص عین طلوع کے وقت اَور عین غروب کے وقت نماز اَدا نہ کرے۔ ۱

۲۔ عین غروب آفتاب کے وقت۔ ۲

۳۔ زوال کے وقت۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ رَسولِ اَکرم ﷺ نے اس وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے جس وقت سورج عین سروں پر ہوتا ہے۔ ۳

۴۔ نمازِ فجر کے بعد سورج نکلنے تک۔

حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ﴾

فجر کی نماز کے بعد سورج چڑھ آنے تک اَور عصر کی نماز کے بعد سورج کے چھپ جانے تک کوئی نماز نہیں۔ ۴

۵۔ عصر کی نماز کے بعد سورج کے غروب ہونے تک۔ ۵

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص فجر کی نماز ہو جانے کے بعد مسجد میں پہنچا ہے تو اب وہ سورج نکلنے تک کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا اسی طرح عصر کا معاملہ بھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص فجر کی نماز یا عصر کی نماز پڑھ لے تو ان دونوں نمازوں کے بعد اگر وہ نفل وغیرہ پڑھنا چاہے تو نہیں پڑھ سکتا بلکہ فجر میں سورج نکلنے کا انتظار کرے اَور عصر کے بعد سورج ڈوبنے کا انتظار کرے۔

۱ بخاری ۱/۱٦۳ مواقیت الصلاۃ باب لا یتحری الصلاۃ قبل غروب الشمس
مسلم مع نووی ٦/۱۱۲ باب أوقات فیھا التی نھی عن الصلاۃ فیھا

۲ بخاری ۱/۱٦۳ مواقیت الصلاۃ باب لا یتحری الصلاۃ قبل غروب الشمس
مسلم مع نووی ٦/۱۱۲ باب أوقات التی نھی عن الصلاۃ فیھا

۳ مسلم مع نووی ٦/۱۱٤ صلاۃ المسافرین و رواہ البیھقی ۲/٤۹۰

٤ بخاری ۱/۸۳ ومسلم

۵ بخاری ۱/۸۳ ومسلم

Marfat.com

کیا فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد اَدا کی جاسکتی ہیں؟

فجر کی سنتیں اگر کسی وجہ سے فرضوں سے پہلے نہ پڑھی جاسکیں تو پھر کب پڑھی جائیں؟ بعض کا خیال ہے کہ فجر کی سنتیں اگر اَپنے محل سے رہ جائیں تو پھر فرضوں کے فوراً بعد ادائیگی نہیں ہوسکتی، بلکہ انہیں سورج نکلنے کے بعد اَدا کیا جائے، دلیل اس کی یہ دی جاتی ہے کہ رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿لا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ﴾ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز نہیں۔ [1]

لیکن حقیقت یہ ہے کہ مندرجہ بالا روایت اس مؤقف کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتی کیونکہ اس روایت میں ''بعد الصبح'' کے الفاظ ہیں ''بعد المکتوبۃ'' کے الفاظ نہیں ہیں اگر یہ الفاظ ہوتے کہ فجر کے فرضوں کے بعد کوئی نماز نہیں، تب دلیل بن سکتے تھے، یہاں الفاظ ہیں فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں اَور فجر کی نماز صرف فرضوں کا نام نہیں بلکہ فجر کی نماز کی اہل السنۃ کے نزدیک چار رکعتیں معروف ہیں، جس میں دو سنتیں اَور دو فرض ہیں، اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جس نے فجر کی نماز پڑھ لی (سنتیں اَور فرض) دونوں پڑھ لئے اب وہ مزید نفلی نماز وغیرہ پڑھنا چاہے تو سورج نکلنے کا اِنتظار کرے۔

مسلم شریف کی روایت ہے رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا فجر کی دو سنتیں دُنیا و مافیھا سے بہتر ہیں۔

اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ فجر کے فرضوں کے بعد سنتیں پڑھی جاسکتی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس رعایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سنتوں کو فرضوں کے بعد پڑھنے کا معمول بنالے، اسی طرح ترمذی وغیرہ میں موجود حضرت قیس بن فہد رضی اللہ عنہ والی روات سے بھی فرضوں کے بعد سنتیں پڑھ لینے کا جواز ثابت ہوتا ہے اَلبتہ فرض نماز کے کھڑے ہوجانے کے بعد سنتیں وغیرہ پڑھنا خلافِ سنت ہے وہ چاہے فجر کی سنتیں ہوں یا دوسری کسی نماز کی۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا!

﴿اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃِ﴾ [2]

جب فرض نماز کھڑی ہوجائے تو پھر فرضوں کے سوا کوئی نماز نہیں ہوتی۔

---

[1] بخاری ۱/۸۳ومسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا(۱۳۶۸)والنسائی وابن ماجہ

[2] مسلم ۱/۲۴۷باب کراھیۃ الشروع فی نافلۃ

Marfat.com

عیدین کی قضاء کا مسئلہ

عیدین کی قضاء کا مسئلہ عام نمازوں سے مختلف ہے مثلاً اگر ظہر کی نماز چھوٹ جائے اور عصر میں یاد آئے تو اسے عصر کے وقت ادا کرسکتے ہیں اسی طرح مغرب اور عشاء کے اوقات میں بھی ادا کرسکتے ہیں لیکن اگر عید کا دن ہونے کا علم عید کا وقت نکلنے کے بعد ہو تو پھر آپ اسے عصر کے وقت یا ظہر کے بعد یا مغرب کے وقت ادا نہیں کرسکتے بلکہ دوسرے دن عید کے وقت پر اُسے ادا کیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابوعمیر بن انس بن مالک ؓ اپنے ایک چچا صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بادلوں کی وجہ سے ہمیں شوال کا چاند دکھائی نہ دیا اور ہم نے تیس روزے پورے کرلئے لیکن تیسویں روزے کے دن اونٹوں پر ایک قافلہ آیا اور انہوں نے خبر دی کہ ہم نے کل شام اپنے علاقے میں چاند دیکھا تھا، آپ ﷺ نے ان کی گواہی کو تسلیم کرتے ہوئے صحابہ کرام ؓ کو روزہ افطار کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی حکم دیا۔

﴿وَاَنْ یَخْرُجُوْا اِلٰی عِیْدِهِمْ مِنَ الْغَدِ﴾ عید کی نماز کیلئے کل نکلا جائے۔ [1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کا وقت اگر نکل جائے تو پھر اس کی قضائی دوسرے دن اسی وقت میں ہوگی اسی طرح اگر کوئی عید کی جماعت کے بعد پہنچے تو وہ اسی طریقے پر تکبیرات کہہ کر تنہا اپنی نماز ادا کرتا ہے۔

قضائے عمری کا مسئلہ

قضائے عمری سے مراد وہ نمازیں لی جاتی ہیں جنہیں انسان باقاعدگی سے نماز شروع کرنے سے قبل اور بلوغت کے بعد ضائع کردیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ساٹھ ستر برس کی عمر بھی نمازیں باقاعدگی سے شروع کرتا ہے اور سنِ بلوغت کو پندرہ برس کی عمر کو پہنچتا ہے تو بلوغت سے لے کر ساٹھ ستر برس تک کے مابین پینتالیس یا پچپن برس کی جو نمازیں چھوٹی ہیں اُن کی ادائیگی کو قضائے عمری کا نام دیا جاتا ہے۔

❁❁❁

[1] ابن ماجه كتاب الصيام ١/١١٩ باب في شهادة الهلال

Marfat.com

عاملینِ قضائے عمری کے دلائل کا جائزہ

درحقیقت اس مسئلہ میں بنیادی غلطی ہی یہی ہے کہ قاصد اور غیر قاصد میں فرق نہیں کیا گیا حالانکہ ''عمد''، ''نسیان'' اور ''غفلت'' کے مابین ایک بنیادی فرق ہے۔

عمداً ہونے والے کام میں آدمی کے اِرادے اور اختیار کا مکمل دخل ہوتا ہے،

نسیان (بھول) سے سرزد ہونے والے عمل میں آدمی کے اِرادے اور اختیار کو کوئی دخل نہیں ہوتا، جبکہ

غفلت میں انسان کی توجہ، فکر، حس اور شعور غیر ارادی طور پر اُس چیز سے ہٹ جاتا ہے اور ایسا وقتی طور پر ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت انس ؓ کے حوالہ سے بخاری شریف کی جو روایت نقل کی جاتی ہے اُس میں ﴿مَن نَسِيَ صلاةً﴾ [۱] کی صراحت ہے جس کے معنی ہیں ''جو نماز پڑھنا بھول جائے''

۲۔ دوسری روایت مسلم شریف کے حوالہ سے بیان کی جاتی ہے:

﴿إِذَا رَقَدَ أَحَدُكُم عَنِ الصَّلاةِ أَوْ غَفَلَ عَنْهَا﴾ [۲]

یعنی جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے سو جائے یا غفلت کی بنا پر اُس سے چھوٹ جائے۔

۳۔ تیسری روایت سنن نسائی کی ہے:

﴿يَرْقُدُ عَنِ الصَّلٰوةِ أَوْيَغْفُلُ عَنْهَا﴾ [۳] آپ ﷺ سے ایسے شخص کے بارہ میں پوچھا گیا جو نماز سے سو جائے یا غفلت کی وجہ سے اُس سے چھوٹ جائے۔

مذکورہ تینوں روایات سے تین الفاظ ملتے ہیں:

۱۔ نسی = {بھول جائے} = غیر قاصد

۲۔ رقد = {سو جائے} = غیر قاصد

۳۔ غفل = {غفلت برتے} = غیر قاصد

مندرجہ بالا تینوں الفاظ میں سے کوئی ایک لفظ بھی **تعمّد** کے معنی نہیں دیتا اور ہمارے اس دعوے کی دلیل خود انہیں اَحادیثِ مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے وہ الفاظ ہیں جو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمائے ہیں۔

۱۔ بخاری کتاب المواقیت حدیث نمبر ۵۹۷ باب ۳۷

۲۔ صحیح مسلم آخر کتاب المساجد حدیث نمبر ۱۵۶۹

۳۔ سنن نسائی کتاب المواقیت باب فیمن نام عن الصلوۃ ج۱ ص ۷۱

پہلی حدیث میں فرمایا:

﴿فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَهَا﴾ پس وہ نماز پڑھے جب اُسے یاد آئے۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

﴿فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا﴾ پس وہ اُس نماز کو اَدا کرے جب اُسے یاد آئے۔

تیسری حدیث میں فرمایا:

﴿اَنْ يُصَلِّيَهَا اِذَا ذَكَرَهَا﴾ جب بھی اُسے نماز یاد آئے اُسے ادا کرے۔

آپ ﷺ کا تینوں عملوں کے جواب میں یہ فرمانا کہ جب اُسے یاد آئے وہ اُسے ادا کرلے اس بات کی دلیل ہے کہ ترک نماز کا عمل عمداً یا قصداً نہیں ہوا بلکہ سہواً ہوا جیسا کہ ہم ابتداءً عرض کرچکے ہیں لفظ ذکر: نسیان کے مقابلہ میں آتا ہے نہ کہ تعمّد کے مقابلہ میں، اُس کا یاد آنا ہی اِس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھولا تھا اگر بھولا نہ ہوتا تو یاد کیوں کرتا؟

منشاءِ حدیث یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا ہو وہ اُسے اُس وقت اَدا کرے جب اُسے یاد آئے، یہی اُس کا کفارہ ہے لیکن جس شخص نے چالیس، پچاس سال اُس کے ترک میں عمداً کھپا دیے ہوں اِسے نسیان نہیں، عصیان کہتے ہیں۔

اور اس عصیان و بغاوت کا کفارہ نمازوں کی قضا نہیں ہے بلکہ اللہ ﷻ کی جناب میں بغات کے ہتھیار ڈال کر اَشکِ ندامت بہاتے ہوئے، اعترافِ معصیت کرتے ہوئے، معافی کا ہاتھ بڑھا کر آئندہ اِس بغاوت کا اِعادہ نہ کرنے کا عزم و عہد ہے۔

۲۔ قاصد اور غیر قاصد کے احکام میں یہی بنیادی فرق ہے کہ ایک شخص اپنے ارادے اور اختیار سے عمل کرتا ہے اور دوسرے سے سہواً ایسا ہوجاتا ہے یہ دونوں برابر کیسے ہوسکتے ہیں؟

اِس لئے اِن میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس بھی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ قیاس ہمیشہ نظیر پر ہوتا ہے ضد پر نہیں ہوتا اور تعمد نسیان کی ضد ہے نظیر نہیں ہے پھر ایک مسلمہ اُصول کے برخلاف آپ تعمد کو نسیان پر کیونکر قیاس کرسکتے ہیں اور شریعت نے بھی اس فرق کی رعائت رکھی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم نے قتلِ عمد اور قتلِ خطا کی دو الگ الگ سزائیں مقرر فرمائی ہیں:

۱۔ اِرشادفرمایا:

﴿وَمَنۡ يَقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا﴾ [۱]	جس نے کسی مسلمان کو قصداً قتل کیا اُس کی سزا دوزخ ہے اُس میں ہمیشہ رہے گا خدا کا غضب اور اُسکی لعنت ہے اُس پر اور اُس کیلئے بہت بڑا عذاب تیار کررکھا ہے۔
۲۔ ﴿وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـًٔا فَتَحۡرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهۡلِهٖٓ اِلَّآ اَنۡ يَّصَّدَّقُوۡا﴾ [۲]	اور جس نے کسی مسلمان کو بھول کر قتل کیا تو (ایک تو) ایک غلام مسلمان آزاد کرے اور (دوسرا) مقتول کے وارثوں کو خون بہادے اِلاّ یہ کہ وہ معاف کردیں۔

نوٹ:- اِس مسئلے پر مزید تفصیل کیلئے ہماری کتاب ''قضائے عمری'' کا مطالعہ اِن شاءاللہ مفید ثابت ہوگا۔

وِتر اَور نوافل کی قضاء کا مسئلہ

نفلی نماز میں بھی بعض نوافل اَیسے ہیں جن پر رَسولِ اَکرم ﷺ نے دوام فرمایا، یا اُمت کو اس کی تاکید فرمائی اَور بعض ایسے ہیں جن پر آپ ﷺ کا دوام بھی ثابت نہیں اَور اُمّت کیلئے اس کی تاکید بھی وارد نہیں ہوتی، اَلبتہ آپ ﷺ سے اس نماز کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

یوں تو فرائض کے علاوہ جتنی بھی نمازیں ہیں وہ سب نوافل میں شامل ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کا ان نوافل پر اَپنا عمل ثابت ہوتا ہے اس لئے ہم انہیں ''سنن'' کا نام دیتے ہیں۔

مثلاً فجر کی سنتیں اَور عشاء کے وتر رسول اللہ ﷺ سے ان کا ترک کسی بھی موقع پر ثابت نہیں ہے۔

۱۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

---

[۱] سورۃ النساء: ۹۳

[۲] سورۃ النساء: ۹۲

"جب تم میں سے کوئی شخص اس حال میں صبح کرے کہ اُس نے رات کو وتر نہ پڑھے ہوں تو اسے چاہئے کہ وہ وتروں کو پڑھ لے۔" [1]

۲۔ حضرت ابو سعید خذری ؓ سے مروی ہے کہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا:
تم میں سے اگر کسی شخص کے وتر رات کو رہ جائیں اور صبح ہو جائے یا وہ انہیں بھول گیا ہو تو جب یاد آئے انہیں پڑھ لے۔ [2]

۳۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا اسے پڑھے بغیر سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ:
﴿ان یصلیھا اذا ذکرھا﴾ کہ جب اسے یاد آئے وہ پڑھ لے۔ [3]

(وتروں کی قضاء کا طریقہ صفحہ ۳۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

مندرجہ بالا حدیث میں چونکہ عمومی حکم ہے اس لئے اس میں فرض اور نفل دونوں شامل ہو سکتے ہیں صاحبِ تحفۃ الاحوذی نے جلد ا ص ۳۴۴ پر حافظ ابنِ حزم رحمہ اللہ کا یہی مذہب پیش کیا ہے۔ اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ فرض کی قضاء فرائض میں شامل ہے جب کہ نفل کی قضاء مستحب ہے۔

۴۔ مسلم شریف میں حضرت اُمِ سُلیم ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر کے بعد سنتیں پڑھے بغیر عبدالقیس کے وفد کے ساتھ محوِ گفتگو رہے حتی کہ عصر کی اذان ہوگئی پھر آپ ﷺ نے عصر کی نماز کے بعد ان سنتوں کی قضاء دی۔

بہتر یہی ہے کہ کم از کم وہ نوافل جن کی تاکید احادیث میں موجود ہے ضرور پڑھ لینے چاہئیں صرف فرائض پر اکتفا کرنا خسارے کا موجب ہو سکتا ہے، بالخصوص نماز کے اپنے وقت پر بھی بہت سے لوگوں کو فرائض پر اکتفاء کرتے اور سنن و نوافل کو ترک کرتے اکثر دیکھا گیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔

---

[1] مستدرک حاکم

[2] سنن ابو داود

[3] مسلم: ج ۱ ص ۲٤۱

Marfat.com

تہجد کا وقت

سورہ بنی اسرائیل اَور سورہ مزمل میں اللہ ﷻ نے اَپنے حبیب جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کو تہجد کی ادائیگی کا حکم دیتے ہوئے اس کا ذکر فرمایا اگر چہ یہ نفلی عبادت ہے تاہم رسول اللہ ﷺ نے زِندگی بھر اس نماز سے اَپنا رشتہ مضبوط رکھا تہجد سے رَسولِ اَکرم ﷺ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ اکثر طویل قیام کے باعث آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا تھا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب رَسولِ اَکرم ﷺ سے یہ استفسار کیا کہ اللہ نے آپ کی تمام خطائیں معاف فرما کر اِتنا بڑا رُتبہ دیا ہے تو پھر اَپنے آپ کو اِس قدر تکلیف میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟ تو آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ﴿اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا﴾

''اے عائشہ'' جس رب نے مجھ پر اِتنا بڑا اِحسان کیا ہے کیا میں اُس کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اوّل رات سے لے کر آخر سحر تک وتروں کی اَدائیگی فرمایا کرتے تھے۔ [1]

جس شخص کو آخر رات میں نہ اُٹھنے کا اَندیشہ ہو وہ اوّل وقت میں پڑھ سکتا ہے، [2]
لیکن اَفضلیت پچھلے پہر رات کو حاصل ہے۔

چنانچہ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: اللہ رب العالمین ہر پچھلی رات کو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اَور اپنی مخلوق سے پکار پکار کر کہتا ہے، کوئی ہے مجھ سے بخشش طلب کرنے والا کہ میں اُسے بخش دوں کوئی ہے شفاء کا طالب کہ میں اُسے شفا دوں......؟ [3] بہر کیف یہ وقت اس نماز کیلئے موزوں ترین وقت ہے۔

نمازِ استخارہ کا وقت

اِستخارے کی دعا پڑھنے سے قبل جو دو رکعت پڑھی جاتی ہے اسے نمازِ استخارہ کہا جاتا ہے۔

استخارہ دراصل طالبِ خیر بن کر، اللہ رب العالمین سے کسی بھی ایسے اَمر پر مشورہ طلب کرنے کا نام ہے جس کے انجام سے بندہ واقف نہیں ہوتا لیکن اس کا رب ہر صورت اس سے آگاہ ہوتا ہے۔

اس نماز اَور دعا کیلئے کوئی وقت مخصوص نہیں ہے بس اَوقاتِ ممنوعہ کو چھوڑ کر باقی ماندہ تمام اَوقات جن میں ہم نفل وغیرہ پڑھتے ہیں ان میں یہ نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

---

[1] بخاری: ۱۳۶/۱ ابواب الوتر [2] مسلم: عن جابر رضی اللہ عنہ
[3] بخاری: ۱۵۳/۱ باب الدعاء والصلاۃ......، مسلم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ ہمیں استخارہ کی دُعا اتنے اہتمام سے یاد کرایا کرتے تھے جس اہتمام سے ہمیں قرآن کی کوئی سورت یاد کراتے تھے۔ [1]

اِستخارہ کی دعا

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ، اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ وَبَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ﴾ [2]

اے اللہ میں تیرے علم کی مدد سے تجھ سے بھلائی مانگتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت چاہتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں، کیونکہ تو طاقتور ہے اور میں کمزور اور تو جانتا ہے میں نہیں جانتا اور تو تمام مخفی چیزوں کا جاننے والا ہے، اے اللہ اگر یہ معاملہ تیرے علم کے مطابق میرے دین، میری معاش اور انجام کے لحاظ سے میں حق میں بہتر ہو تو اسے میرا مقدر بنا دے اور میرے لئے (اس کا حصول) آسان کر دے اور میرے لئے اس میں برکت ڈال دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ میرے، دین میری معاش اور میرے انجام کار کے اعتبار سے میرے لئے برا ہے تو اسے مجھ سے پھیر دے اور مجھے اِس سے پھیر دے، پھر جہاں کہیں سے بھی ہو خیر کو میرے لئے مقدر کر دے پھر مجھے اس سے راضی کر دے۔

اس دُعا کا تعلق اِنسان کے دِل و دماغ سے ہے کہ اگر وہ کام اس کے حق میں بہتر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی توجہ اسی طرف مبذول کر دے گا اور اس کو اس کے لئے آسان کر دے گا اور اگر اس کے حق میں وہ کام برا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دِل میں نفرت ڈال دیتا ہے اور اس کام کو اس سے ٹال دیتا ہے جیسا کہ عوام الناس میں یہ مشہور ہے کہ اِستخارہ کی دعا پڑھ کر سو جانا چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ جو بھی رہنمائی فرمانا چاہے اسے خواب کے ذریعہ مجھ تک پہنچا دے لیکن یہ محض عوام الناس کا خیال ہے حدیثِ رسول ﷺ سے اس کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

[1] بخاری: ۱/۱۵۵ باب ماجاء فی التطوع مثنی مثنی [2] بخاری ج۱ ص ۱۵۵

Marfat.com

اِستخارہ کوریئر سروس

بعض لوگ عجیب عجیب قسم کے اِستخارے ارجنٹ سروس کے طور پر بھی کرتے ہیں، مختلف مساجد میں مختلف (اِستخارہ کوریئر سروسز) قائم ہیں۔

کہیں ''یو ایم اَیس اِستخارہ سروس'' (U.M.S.Estekhara-service)

کہیں ''ایئر یکس اِستخارہ سروس'' (Airex-Estekhara-service)

کہیں ''ٹی سی اَیس اِستخارہ سروس''، (T.C.S.Estekhara-service)

قائم ہے، اِن تمام سروسوں کے بھاؤ (Rates) بھی اپنی اپنی اَفادیت اَور خصوصیت کے اِعتبار سے مختلف ہیں، بعض اِستخاروں کا نتیجہ چھتیس گھنٹوں میں، بعض کا چوبیس گھنٹوں میں، اَور بعض کا بارہ گھنٹوں میں برآمد ہو جاتا ہے، غرض جتنا گُڑ ڈالیں گے اُتنا ہی میٹھا ہوگا، کسی کے تکیے کے نیچے پرچی لکھی مل جاتی ہے، اَور کسی کی گردن بیٹھے بٹھائے دائیں یا بائیں جانب گھومنے لگتی ہے، یہ سب شعبدہ بازی اَور شیطانی حرکات ہیں، شارع علیہ السلام سے اِس قسم کے اِستخاروں کی ہرگز تعلیم نہیں دی گئی۔

اِستخارہ کون کرے؟

جیسا کہ آپ گزشتہ صفحات میں یہ بات جان چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیلئے اِستخارے نہیں نکالا کرتے تھے بلکہ ہر ایک کو دُعا سکھلا دیا کرتے تھے تاکہ ہر شخص اَپنا اِستخارہ خود کرے۔

ہمارے ہاں اَرجنٹ سروس والوں نے جو طریقہ نکالا ہوا ہے کہ

فلاں صاحب پچیس روپے لیتے ہیں اَور وہ ایک ہفتے میں اِستخارہ کرکے بتا دیتے ہیں۔

اَور فلاں صاحب سو روپے لیتے ہیں اَور تین دن میں اِستخارہ کرکے بتا دیتے ہیں۔

اَور فلاں صاحب ایک ہزار روپے لیتے ہیں اَور ایک ہی دن میں معلوم ہو جاتا ہے۔

اَور فلاں صاحب پانچ ہزار روپے لیتے ہیں اَور اسی وقت معلوم ہو جاتا ہے۔

ایسے ہی ایک صاحب کراچی کے علاقہ ناظم آباد میں قیام پذیر ہیں، ایک دوست کی بچی کی منگنی بچپن ہی سے اُن کے بھائی کے بیٹے سے طے تھی جب شادی کے دن قریب آئے تو لڑکے والوں نے اِستخارہ کمپنی

کے منیجر سے رابطہ کیا اَور اَرجنٹ میل سروس کے ذریعہ فوری حل پیش کرنے کی درخواست کی، انہوں نے فوراً اِستخارہ کیا اَور فرمایا کہ تمہارے لڑکے کیلئے یہ رشتہ مناسب نہیں ہے، لڑکے والوں نے اس اِستخارہ کیا اَور فرمایا کہ تمہارے لڑکے کیلئے یہ رشتہ مناسب نہیں ہے، لڑکے والوں نے اس اِستخارہ کو بنیاد بنا کر منگنی توڑ دی، لڑکی والوں نے وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ فلاں صاحب سے اِستخارہ کرایا تھا اَور اِستخارے میں ''منع'' آیا ہے چنانچہ لڑکی کے والد بھی اِستخارہ منیجر کے دوست تھے اَور کافی پُرانی سلام دُعا تھی، بالآخر لڑکی کے والد سارے کام کاج چھوڑ کر اِستخارہ دفتر میں حاضر ہوئے اَور بغیر کسی تمہید کے کہا، ''حضرت جی کیا یہ اِستخارہ آپ نے کیا ہے؟ ''

جس میں کہا گیا ہے کہ یہ رشتہ مناسب نہیں ہے، آپ نے تو بچپن کی منگنی ختم کرادی اَور بھائیوں میں پھوٹ ڈلوادی، حضرت صاحب نہایت متانت سے فرمانے لگے کہ اِستخارہ تو میں نے کیا ہے لیکن مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ آپ ہی کی بیٹی ہے، اگر پہلے سے بتادیا ہوتا تو اِستخارہ یقیناً اس کے برعکس ہوتا۔

﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾

(فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار)

اِستخارے کی مسنون دُعا یاد کیجئے اَور اَپنے اِستخارے خود کیا کیجئے۔

صلوٰۃ التوبہ کا وقت

کسی گناہ کے سرزد ہوجانے کے بعد اللہ کے دربار میں اِظہار ندامت اَور معافی کے طور پر جو نفل پڑھے جاتے ہیں انہیں ''صلوٰۃ التوبہ'' کا نام دیا گیا ہے یہ نماز بھی اَوقاتِ ممنوعہ کے سوا باقی تمام اَوقات میں اَدا کی جاسکتی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿مَامِنْ رَجُلٍ یذنب ذنبا ثم یقوم فیتطھر ثم یصلی ثم یستغفر اللہ الا غفر لہ﴾ [1]
جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو پھر وہ اُٹھ کر وضو کرے، پھر نماز پڑھے اَور اللہ سے معافی طلب کرے تو اسے معاف کردیا جاتا ہے۔

[1] ابوداؤد ۱/۲۱۳ کتاب الصلاۃ

صلوٰۃ الوضوء کا وقت

ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا کی جاتی ہے جسے صلوٰۃ الوضو یا تحیۃ الوضو کہا جاتا ہے۔

حدیث میں اس کی فضیلت وارد ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے معراج سے واپسی پر جب حضرت بلال ؓ سے کہا کہ میں نے تمہیں جنت میں چلتا ہوا دیکھا ہے تو ایسا کون سا عمل کرتا ہے جس نے تمہیں اللہ کی نظر میں اتنا برگزیدہ بنا دیا ہے......؟

حضرت بلال ؓ نے عرض کیا: اور تو کچھ خاص نہیں ہے البتہ جب بھی وضو کرتا ہوں چاہے دن ہو یا رات اس کے بعد "صلوٰۃ الوضوء" ضرور پڑھتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا تیرا یہی وہ عمل ہے جس نے تجھے اللہ کی نظر میں محبوب بنادا ہے۔ [1]

صلوٰۃ التسبیح

حضرت عکرمہ ؓ جناب ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس ؓ سے فرمایا کہ اگر تو چار رکعت نماز (صلوٰۃ التسبیح) ادا کرے تو اللہ تعالیٰ تیری تمام خطائیں معاف کردے گا، چاہے چھوٹی ہوں یا بڑی، چھپی ہوں یا ظاہر۔ [2]

وہ چار رکعت اس طرح پڑھی جائیں کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ پڑھ کر رکوع سے قبل پندرہ مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ" پڑھا جائے پھر رکوع میں ان کلموں کو دس بار پڑھا جائے پھر قومہ میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ استراحت میں دس بار اسی طرح چاروں رکعتوں میں پڑھ۔

اگر طاقت ہو تو روزانہ ورنہ ہفتے میں ایک مرتبہ یا سال میں ایک مرتبہ یا کم از کم زندگی میں ایک مرتبہ پڑھ لے۔ [3]

اس حدیث کے بہت سے طرق مروی ہیں لیکن کوئی بھی طریق صحت کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کو بالکل موضوع قرار دیا ہے۔

اس کی سند میں موجود موسیٰ بن عبدالعزیز کا حفظ درست نہیں تھا اور بعض طریق مرسل ہیں چنانچہ

---

[1] بخاری ۱/۱۵۴ باب فضل الطهور بالليل والنهار

[2] ابو داؤد ج۱ ص۱۸۳، ۱۸۴، ابن ماجه ۱/۹۹ باب ماجاء فی صلوة التسبيح

[3] ابو داؤد ج۱ ص۱۸۴، ابن ماجه ۱/۹۹ باب ماجاء فی صلوة التسبيح

Marfat.com

امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک قابل احتجاج نہیں۔

امام ابوالفضل سلیمان منکر الحدیث کہتے ہیں۔

امام ابن حبان نے کہا ہے کہ یہ بسا اَوقات غلطیاں کیا کرتا تھا۔

ابن مدینی نے کہا ہے یہ ضعیف ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرے نزدیک اس کی روایت منکرات میں سے ہے۔ [1]

صاحب مرعاۃ المفاتیح نے ۲/۲۵۲، ۲۵۳ پر طویل بحث کی ہے۔

اَلبتہ اَپنے فیصلے میں انہوں نے لکھا ہے (الحق عندی لیس بضعیفٍ) یہ روایت میرے نزدیک ضعیف نہیں، جیسے نصف شعبان (شب برات) کی فضیلت پر کثرت سے روایات موجود ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی صحت کے درجے کو نہیں پہنچتی، اگرچہ یہ فضیلت کثرتِ طرق سے وارد ہے۔

پھر بھی علماءِ حق اس کی فضیلت کے قائل نہیں ہیں کیونکہ دلیل صرف صحت ہے اگرچہ اقل ہو۔

کثرت وتعداد نہ پہلے دلیل تھی اَور نہ اب دلیل ہے۔

تحیۃ المسجد اَور اَوقاتِ ممنوعہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَجْلِسَ﴾ [2]

جب بھی تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعت نماز نہ پڑھ لے۔

اس حدیث میں اذا کے عموم سے امام مسلم رحمہ اللہ نے اِستدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمام اَوقات میں مشروع ہے، اَلبتہ علماءِ اَحناف اَوقاتِ ممنوعہ میں پڑھنے کے قائل نہیں ہیں اَور حق وانصاف کا تقاضا بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن میں حنفیہ کا مؤقف زیادہ صحیح ہے کہ ان نوافل کو ممنوع اَوقات میں اَدا نہ کیا جائے بعض نے اس کے وجوب پر غلو کیا ہے کہ مسجد میں اس وقت تک بیٹھنے کی ممانعت آئی ہے جب تلک دو رکعت نماز نہ پڑھ لی جائے، لہٰذا یہ دو رکعت پڑھنی ضروری ہیں ورنہ جماعت کے کھڑے ہونے تک وہ بھی کھڑا رہے بیٹھے نہیں۔

---

[1] میزان الاعتدال ٢١٢/٤

[2] بخاری ٦٣/١، مسلم ٢٤٨/١

Marfat.com

اس حکم کو اگر استحبابی حکم تسلیم کرلیا جائے تو بات آسان ہو جاتی ہے ورنہ مسجد کے اندر وضو خانے بنانے کا رواج بھی خلافِ حکم تصور ہوگا، کیونکہ فی زمانہ وضو خانے مسجد کی حدود کے اندر بنائے جاتے ہیں اَور مسجد میں داخلے کے بعد دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھنا منع ہے اَور وضو کرنے کیلئے دو رکعت پڑھنے سے پہلے ہمیں بیٹھنا پڑتا ہے جو بظاہر مندرجہ بالا حدیث کے خلاف نظر آتا ہے۔

اِسی طرح قرآنِ مجید میں اِرشادِ باری ہے:

﴿اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾

کہ جب نماز کیلئے کھڑے ہوں تو وضو کرلو

کیا اِس آیت سے یہ اِستدلال بھی درست ہوگا؟ اَور بغیر کھڑے (بیٹھ کر) وضو کرنا اس آیت سے منع ہو؟ جس طرح یہ اِستدلال غلط ہے اسی طرح مسجد میں آکر دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھنے کو لازم قرار دینا بھی غلط ہے۔ بہرکیف تحیۃ المسجد ایک نفلی عبادت ہے اس کا وجوب قطعاً ثابت نہیں ہے۔

نمازِ استسقاء کا طریقہ اَور وقت

نمازِ اِستسقاء اس نماز کا نام ہے جو بارش طلب کرنے کیلئے کھلے میدان میں اَدا کی جاتی ہے اس کا وقت وہی ہے جو عیدین کا وقت ہے، اس کا دن مقرر کر دیا جائے اَور لوگوں کو مطلع کر دیا جائے، امام عیدگاہ میں پہنچ کر منبر پر بیٹھے اَور اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے، اس کے بعد کھڑا ہو جائے اَور دونوں ہاتھ اَپنے چہرے کے برابر تک بلند کرے اَور ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف اَور ہتھیلیاں زمین کی طرف کر کے دُعا کرے (اس میں شاید یہ حکمت ہے کہ زبانی دعا کے ساتھ عملاً بھی یہ دعا کی گئی "اے اللہ اپنی رحمتوں کا رخ آسماں سے زمیں کی طرف پھیر دے) پھر لوگوں کی طرف پشت کر کے قبلہ کی طرف رخ کرے اَور اُوپر اُوڑھی ہوئی چادر کو پلٹ لے۔

یعنی داہنا دامن بائیں کندھے پر اور بایاں دامن داہنے کندھے پر اس طرح ڈال لے کہ چادر کے باہر کا حصہ اَندر اَور اَندر کا حصہ باہر ہو جائے، پھر منبر پر کھڑے کھڑے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے مقتدی بھی اسی طرح چادر کو پلٹیں اَور دُعا کریں۔

عاجزی کے ساتھ طویل دُعا کی جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے قحط سالی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے انہیں عید کے میدان میں منبر رکھنے کا حکم دیا، جب سورج کا کنارہ نکل آیا تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے اَور منبر پر جلوہ اَفروز ہوئے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرمائی پھر فرمایا: آپ لوگوں نے بارش نہ ہونے کی شکایت کی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم مجھے پکارو اور اس نے تمہاری دُعاؤں کو قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے پھر دُعا کی:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِیُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّۃً وَبَلَاغًا اِلٰی خَیْرٍ﴾[1]

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے، مہربان اور نہایت رحم والا ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے، جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے، اے اللہ صرف تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو غنی اور ہم فقیر ہیں ہم پر بارش برسا اور ہم پر جو بارش برسائے وہ روزی اور بھلائی تک پہنچنے والی ہو۔

۲۔ نہایت عاجزی اور خشوع کے ساتھ درج ذیل دعائیں بار بار پڑھیں:

(i) ﴿اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا﴾

اے اللہ ہمیں پانی پلا، ہمیں پانی پلا، اے اللہ ہمیں پانی پلا۔

(ii) ﴿اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُّغِیْثًا مَّرِیْئًا مَّرِیْعًا نَّافِعًا غَیْرَ ضَارٍّ عَاجِلاً غَیْرَ اٰجِلٍ﴾

اے اللہ ہمیں پانی پلا، ہم پر ایسی بارش برسا جو ہماری پیاس بجھادے جو ہلکی پھوار بن کر غلہ اُگانے والی، نفع پہنچانے والی، نقصان سے محفوظ اور جلد آنے والی ہو، تاخیر والی نہ ہو۔

(iii) ﴿اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَبَھَائِمَکَ وَانْشُرْ رَحْمَتَکَ وَاَحْیِ بَلَدَکَ الْمَیِّتَ﴾

اے اللہ اپنے بندوں اور چار پائیوں کو سیراب کردے، اپنی رحمت کو پھیلادے اور اپنے مردہ شہروں کو زندہ کردے۔

اس دُعا میں چادر کا پلٹنا بھی ایک اہم مسئلہ ہے، لہٰذا سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق چادر کا اندر کا حصہ باہر اور باہر کا حصہ اندر کرنے کیلئے داہنے کندھے پر پڑے ہوئے پلو کو بائیں کندھے پر لائیں اور بائیں پلو کو دائیں کندھے پر ڈالیں اور اپنا رخ قبلہ کی طرف کرلیں۔

اِن دُعاؤں کے بعد منبر سے اُتر کر عید کی دو رکعتوں کی طرح بارہ زائد تکبیروں کے ساتھ نمازِ اِستسقاء اَدا کی جائے اور اس میں دونوں رکعتوں میں بلند آواز سے قرأت کی جائے، نماز کے بعد اِمام کو چاہئے کہ وہ لوگوں کو خطبہ دے۔[2]

[1] ابوداؤد: ص ۱۶۵۔

[2] بخاری، مسلم ۱/۲۹۳، ۲۹۴، ترمذی ۱/۷۲

Marfat.com

جمعہ کی قضاء

جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا وقت ہے، اَلبتہ اگر یہ وقت نکل جائے اور جماعت میں شرکت نہ ہو سکے تو بعد میں اس کی قضاء اس پر لازم ہوگی جمعہ کی نماز کے نکل جانے کے بعد اسے جمعہ کی دو رکعتیں نہیں بلکہ ظہر کی چار رکعتیں اَدا کرنی پڑیں گی، کیونکہ ظہر اصل ہے اَور جمعہ اس کے قائم مقام ہے، جب قائم مقام ساقط ہوگا تو اصل اپنی جگہ قائم ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَةً مِنَ الصَّلٰوةِ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوةَ﴾ [1]

جس نے نماز کی اِیک رکعت پالی اس نے نماز (جماعت) پالی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر جمعہ کی اِیک رکعت بھی مل جائے تو وہ باقی اِیک رکعت پڑھ لے اَلبتہ اِیک اَور حدیث میں رَسولِ اَکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود ہے:

﴿مَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا﴾ [2]

جتنی نماز تمہیں مل جائے وہ پڑھ لو اَور جو فوت ہو جائے اُسے پورا کرلو۔

جماعت میں شامل ہونے کے بعد چونکہ اس سے دو رکعتیں فوت ہوتیں ہیں اس لئے اُصولی طور پر اسے دو ہی رکعتیں اَدا کرنی چاہئیں حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے اَور علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ نے بھی اسی مسلک کو ترجیح دی ہے کیونکہ دار قطنی اَور نسائی کی روایت جس میں یہ صراحت ہے کہ اگر کوئی بھی رکعت نہ ملے یعنی وہ شخص دوسری رکعت میں بھی سجدے، قعدے یا رکوع وغیرہ میں شامل ہوتا ہے تو اسے ظہر کی چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں، یہ روایت ضعیف ہے اسلئے اس پر مسئلہ کی بنا نہیں رکھی جا سکتی۔

اِحتیاطی ظہر

اَحناف کا مسلک ہے کہ گاؤں یا دیہات وغیرہ میں جمعہ اَور عیدین کی نماز اَدا نہیں کی جا سکتی، اس لئے اب اگر بعض دیہاتوں میں جمعہ ہوتا ہے تو اس کے بعد لوگ اِحتیاطی ظہر پڑھتے ہیں اس شک کی بنیاد پر کہ ہو سکتا ہے ہمارا جمعہ نہ ہوا ہو، حالانکہ کسی بھی مسئلہ میں شک کی بنیاد پر عمل کرنا حرام ہے لیکن صرف جمعہ کے مسئلہ میں ہی نہیں بلکہ عمومی طور پر اَحناف کا یہ عقیدہ ہے جسے فتاویٰ شامی کے مقدمے میں مناسب جگہ دی گئی ہے۔

---

[1] مسلم: ۱/۲۲۱ باب من ادرك ركعة من الصلاة فقد ادرك تلك الصلاة

[2] بخاری: ۱/۸۸ ومسلم ۱/۲۲

جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

﴿مَذْهَبُنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَاء ہمارا مذہب صحیح ہے لیکن غلطی کا بھی اِمکان ہے اَور وَمَذْهَبُ الْمُخَالِفِ خَطَاءٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَاب﴾ [1] مخالف کا مذہب غلط ہے لیکن صحیح کا بھی اِمکان ہے۔

اِس عبارت سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ صرف جمعہ کے مسئلہ پر ہی نہیں بلکہ پورے کا پورا مذہب شک پر مبنی ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ شک اَور اِیمان دونوں متضاد چیزیں ہے۔

اِحتیاطی ظہر پڑھنے کا عمل صریحاً بدعت ہے، قرآنِ مجید کے اُن الفاظ پر ہی اگر اکتفاء کرلیا جائے جو اللہ رب العالمین نے سورۃ جمعہ کے آخری رکوع کی ابتداء میں کہے ہیں تو مسئلہ واضح ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اِرشاد ہوتا ہے:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللهِ......الخ﴾

اے اِیمان والو! جب تمہیں جمعہ کی نماز کیلئے (اذان کی صورت میں) بلایا جائے تو فوراً اللہ کے ذکر (نماز) کی طرف لپکو۔ [2]

اس میں اللہ نے جمعہ کی نماز کیلئے صرف اِیمان کی قید لگائی ہے شہری یا دیہاتی ہونے کی کوئی قید موجود نہیں ہے، اِس حکم سے معلوم ہوا کہ جمعہ ہر اِیمان والے پر فرض ہے چاہے اس کا گھر کسی بستی میں ہو یا کسی شہر میں، اگر وہ صاحبِ اِیمان ہے اَور اسے کوئی شرعی عذر لاحق نہیں ہے تو وہ جمعہ اَدا کرے لہٰذا جمعہ پڑھ کر اِحتیاطی ظہر پڑھنا خلافِ شرع ہے۔

جمع بین الصلوٰتین اور ان کی اَقسام

جمع بین الصلوٰتین سے مراد دو نمازوں کا اِیک ساتھ پڑھنا ہے۔

مثلاً ظہر اَور عصر اِیک وقت میں اکٹھی پڑھنا اَور مغرب اَور عشاء اِیک وقت میں اِکٹھے اَدا کرنا جمع بین الصلوٰتین کہلاتا ہے۔

جمع بین الصلوٰتین کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ جمع تقدیم۔

۲۔ جمع تاخیر۔

۳۔ جمع صوری۔

[1] مقدمہ شامی [2] سورة الجمعة : ٩

Marfat.com

ا۔ جمع تقدیم:۔

جمع تقدیم اُس جمع کو کہتے ہیں کہ کسی نماز کو مقدم کر کے اس کے وقت سے قبل پہلی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھ لیا جائے۔

مثلاً:۔عصر کو ظہر کے وقت میں ظہر کے ساتھ پڑھ لینا اُور عشاء کو مغرب کے وقت میں مغرب کے ساتھ ملا کر پڑھ لینا جمع تقدیم کہلاتا ہے۔

۲۔ جمع تاخیر:۔

پہلی نماز کو اُس کا وقت گزار کر بعد والی نماز کے ساتھ ملا کر پڑھنا جمع تاخیر کہلاتا ہے۔

مثلاً:۔ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے وقت میں عصر کے ساتھ ملا کر پڑھنا اسی طرح مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھنا جمع تاخیر کہلاتا ہے۔

۳۔ جمع صوری:۔

جمع صوری سے مراد یہ ہے کہ دونوں نمازیں اُپنے اُپنے وقت پر ہوں، پہلی نماز اُپنے آخری وقت میں اُدا ہو اُور دوسری نماز اُپنے اوّل وقت میں اُدا ہو، اسی طرح نمازیں تو اکٹھی اُدا ہونگی لیکن اُپنے اُپنے وقت میں اُدا ہوں گی۔

مثلاً: ظہر کو اتنا لیٹ کیا جائے کہ اس کا آخری وقت آجائے، جب ظہر اُدا کر چکیں تو عصر کا وقت شروع ہو جائے، اب آپ عصر بھی اُدا کر لیں اسی طرح مغرب کو مؤخر کریں اُور اس کے آخری وقت پر اُدا کریں اُور عشاء کو اوّل وقت میں پڑھیں، یہ جمع صوری ہے۔

چنانچہ مندرجہ بالا تینوں اقسام سے متعلق ہمیں اُسوۂ نبوی ﷺ سے ثبوت ملتا ہے۔

ا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

﴿کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَجْمَعَ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ فِی السَّفَرِ اَخَّرَ الظُّھْرَ حَتّٰی یَدْخُلَ اَوَّلَ الْعَصْرِ یَجْمَعُ بَیْنَھُمَا﴾ [۱]

رسولِ اکرم ﷺ جب سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا اِرادہ فرماتے تو ظہر کو اِتنا مؤخر کرتے کہ عصر کا وقت آجاتا پھر دونوں کو ملا کر پڑھ لیتے۔

[۱] مسلم ۱/۲۴۵ باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر

Marfat.com

۲۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو باہم جمع کیا (راویِ حدیث ابوطفیل) نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا:

﴿اَرَادَ اَنْ لَا یُحْرِجَ اُمَّتَہٗ﴾ تاکہ امت کو تکلیف نہ ہو۔ [1]

(اُمت کی آسانی کیلئے ایسا کیا گیا)

مندرجہ بالا دونوں روایتیں سفر سے متعلق ہیں لیکن رحمت للعالمین ﷺ کا اپنی امت سے شفقت کا یہ عالم ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں مقیم رہ کر بھی بغیر کسی عذر کے محض امت کی آسانی کیلئے نمازوں کو جمع کیا چنانچہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں۔

﴿جَمَعَ بَیْنَ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ وَبَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِیْنَۃِ مِنْ غَیْرِ خَوْفٍ وَّلَا مَطَرٍ قِیْلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا اَرَادَ بِذَالِکَ قَالَ اَرَادَ اَنْ لَا یُحْرِجَ اُمَّتَہٗ﴾ [2]

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں ظہر وعصر اُور مغرب وعشاء کو بغیر دشمن کے خوف اُور بغیر بارش کے جمع کر کے پڑھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا آپ ﷺ کا اِرادہ اُمت کیلئے آسانی فرمانا تھا۔

۳۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے سفر میں آپ ﷺ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اگر سفر کا آغاز سورج ڈھلنے سے پہلے ہوتا تو آپ ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے ساتھ جمع کرتے اُور اگر روانگی سورج ڈھلنے کے بعد ہوتی تو آپ ﷺ عصر کو مقدم کر کے ظہر کیساتھ جمع کرتے۔

اسی طرح شام کے وقت اگر غروبِ آفتاب سے قبل روانگی ہوتی تو آپ مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ جمع کرتے اُور اگر روانگی غروبِ آفتاب کے بعد ہوتی تو آپ عشاء کو مقدم کر کے مغرب کے ساتھ جمع کرتے۔ [3]

---

[1] مسلم ۱/۲٤٦

[2] مسلم ۱/۲٤٦ وقریب من ھذا فی الطبرانی تلخیص الحبیر ۲/۵۰ متفق علیہ ولہ الفاظ فی المسلم......

[3] رواہ ابوداؤد والترمذی وابن حبان والحاکم والدارقطنی والبیھقی تلخیص الحبیر ۲/٤۸،٤۹

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

﴿ان النبی ﷺ کان یجمع المغرب والعشاء یؤخر هذه فی آخر وقتها ویعجل هذ فی اول وقتها﴾ ۱؎	بیشک نبی کریم ﷺ مغرب و عشاء اس طرح جمع فرماتے تھے کہ مغرب اپنے آخری وقت میں اور عشاء اپنے اوّل وقت میں ادا ہوتی تھی (اسے جمع صوری کہتے ہیں)۔

۵۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے مکہ معظمہ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کیا یہاں تک کہ شام ہوگئی، ہم سمجھے کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نماز کو بھول گئے ہیں ہم نے انہیں یاد دلایا پس آپ خاموشی سے چلتے رہے۔

حَتّٰی كَادَ الشَّفَقُ اَنْ يَغِيْبَ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی وَغَابَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ هٰكَذَا كُنَّا نَصْنَعُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جدَّبه السير ۲؎	یہاں تک کہ شفق ڈوبنے کے قریب ہوگئی، پھر آپ سواری سے اترے اور مغرب کی نماز پڑھی اور جب شفق غائب ہوئی تو آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ہمیں جب سفر میں جلدی ہوتی ہم رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

مذکورہ روایات سے جمع بین الصلوٰتین کی تینوں اقسام کا ثبوت ملتا ہے لہٰذا تینوں طریقوں پر عاملِ سنت کی حیثیت سے عمل پیرا ہونا چاہیے۔

اگرچہ رسولِ اکرم ﷺ سے مدینہ میں رہتے ہوئے بغیر کسی عذر کے نمازیں جمع کرنا بھی ثابت ہے تاہم یہ آپ ﷺ کا معمول نہیں تھا، معمول یہی رہا ہے کہ ہر نماز اس کے اوّل وقت میں ادا فرماتے اور عشاء کو تاخیر سے پڑھنا پسند فرماتے لہٰذا ہمیں بھی بلا عذر شرعی بین الصلوٰتین کو معمول نہیں بنالینا چاہیے۔ یعنی سفر ہو، بارش ہو، دشمن کا خوف ہو، خراب حالات کی بناء پر بار بار گھر سے باہر نکلنا محال ہو، مریض ہو جس کیلئے بار بار وضو کرنا یا آنا جانا دشوار ہو وہ اس سہولت سے ضرور فائدہ اُٹھائے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۱؎ الطبرانی۔ ۲؎ النسائی ۹۹/۱ باب الوقت الذی یجمع فیه المسافرین بین المغرب و العشاء

Marfat.com

جمع بین الصلوٰتین کے وقت سنتوں کی ادائیگی کا مسئلہ

جب دونمازیں جمع کی جائیں تو پہلی جماعت کے بعد سنتیں وغیرہ چھوڑ دیں اَور دوسری جماعت کھڑی کر دیں مثلاً اگر ظہر اَور عصر جمع کر رہے ہیں تو ظہر کے بعد سنتیں چھوڑ دیں اَور عصر پڑھ لیں، اسی طرح مغرب اَور عشاء کو جمع کرتے وقت مغرب کی سنتیں چھوڑ دیں اَور اگر جمع بین الصلوٰتین سفر کیوجہ سے ہو تو سفر میں سنتوں کی چھوٹ شارع علیہ السلام سے ثابت ہے۔

چنانچہ حدیثِ پاک میں وارد ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب اَور عشاء کی نماز اِکھٹے پڑھی اَور ہر اِیک کے ساتھ اِقامت کہی گئی۔

﴿وَلَمْ يُسَبِّحْ بَيْنَهُمَا﴾ [1] اَور ان دونوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا۔

۲۔ اسی طرح کی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مسند احمد، نسائی اَور مسلم شریف کے حوالے سے بھی مروی ہے جس میں باقی عبارت تو یہی ہے اَلبتہ اذان کا اِضافہ ہے۔

(ان دونوں نمازوں کیلئے اذان اِیک دی گئی اَور اقامتیں دو کہی گئیں)۔ [2]

۳۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں سواریوں سے اتر کر اچھی طرح وضو فرمایا پھر اِقامت کہی گئی پس آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھائی پھر لوگ جلدی سے اَپنے اونٹوں کو ان کے ٹھکانوں کی طرف ہانکنے لگے۔ پھر عشاء کیلئے تکبیر کہی گئی پس آپ ﷺ نے عشاء پڑھائی:

﴿وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا﴾ [3] اَور ان دونوں نمازوں کے درمیان کچھ نہ پڑھا۔

مذکورہ روایات سے یہ صراحت ملتی ہے کہ دونمازوں کو جمع کرتے وقت سنتوں کی چھوٹ ہے بالخصوص پہلی نماز کے بعد، اَلبتہ آخری نماز کے بعد چونکہ ترک کی صراحت نہیں ہے اس لئے پڑھ لینی بہتر ہیں۔ (واللہ اعلم)

❁❁❁

[1] نیل الاوطار ۲۴۸/۳ بحوالہ بخاری و نسائی
[2] نیل الاوطار ۲۴۸/۳ بحوالہ بخاری و نسائی
[3] نیل الاوطار ۲۴۹/۳ بحوالہ بخاری و نسائی

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

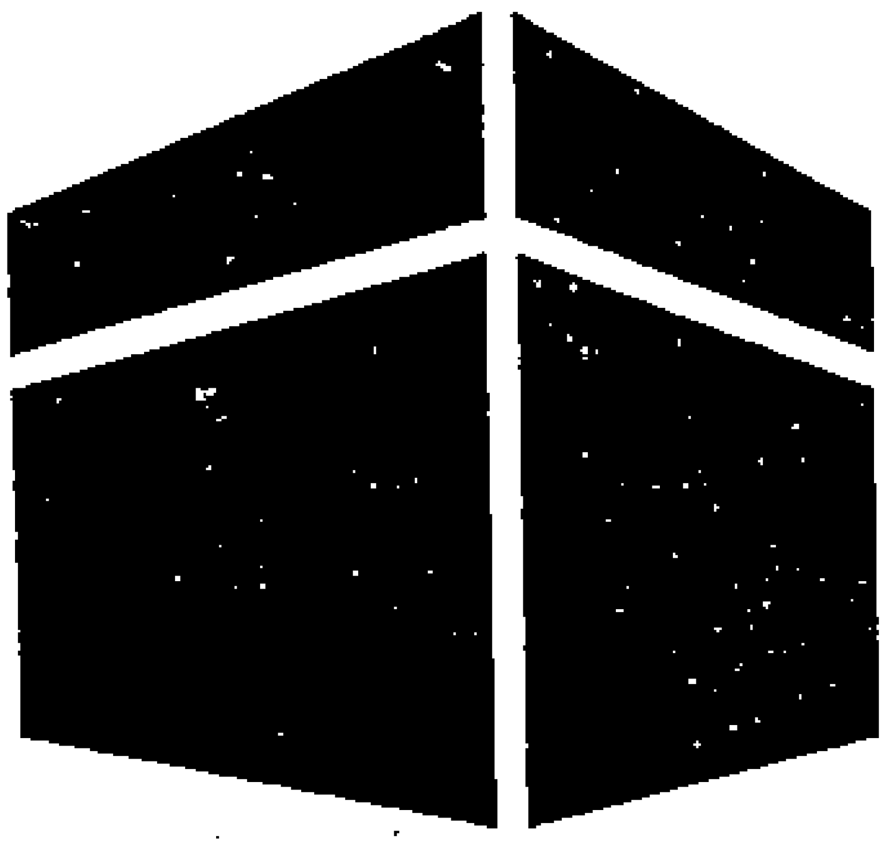

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۷

اذان

حدیث نبوی شریف

اِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ

جب نماز کا وقت ہو جائے تو چاہئے کہ تم میں سے کوئی ایک اذان دے۔

(بخاری ۱/۹۵، مسلم ۱/۲۳۶)

رسم اذاں رہ گئی روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی (اقبالؔ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحان ربی الاعلیٰ

پاک ہے میرا رب بلند مرتبہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَذان

مسجد میں باجماعت نماز کی اَدائیگی کیلئے مسلمانوں کو جمع کرنے کی غرض سے جو کلمات بلند آواز سے اَدا کیے جاتے ہیں انہیں اذان کہا جاتا ہے، اذان کی ابتداء ا ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

جب مسلمانوں کی تعداد میں اِضافہ ہونے لگا اَور ان کیلئے نماز کے اَوقات کی پہچان اَور جماعت کیلئے بیک وقت حاضری کی تعیین دُشوار ہوگئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مختلف مشورے دیئے

بعض نے ناقوس کا مشورہ دیا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا وہ عیسائیوں کا شعار ہے۔

بعض نے بگل کا مشورہ دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ یہودیوں کا شعار ہے۔

بعض نے دَف بجانے کا مشورہ دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ رومیوں کا طریقہ ہے۔

جب کسی بات پر اِتفاق نہ ہوا تو حضور ﷺ فکرمند ہو کر اللہ سے رہنمائی کی دعا کرنے لگے چنانچہ اسی رات حضرت عبداللہ بن زید ؓ اَور حضرت عمر ؓ نے اِیک جیسا خواب دیکھا کہ اِیک فرشتہ نماز کیلئے اَذان دیتا ہے اَور اس کے الفاظ بلند آواز سے اَدا کرتا ہے اَور اسی طرح اِقامت کے الفاظ بھی۔

صبح سویرے دونوں صحابیوں نے اَپنا اَپنا خواب رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے اسے اِلٰہی اِشارہ یقین کرتے ہوئے اَذان کا حکم دیا اَور فرمایا!

﴿اِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ﴾ [1]

جب نماز کا وقت ہو جائے تو چاہئے کہ تم میں سے کوئی اِیک اذان دے۔

---

[1] بخاری: ۱/۵ و مسلم: ۱/۲۳۶، ۹، التلخیص الحبیر ۱/۱۹۳

Marfat.com

دو صحابی عہدِ نبوی ﷺ میں مستقل مؤذّن رہے! ایک حضرت بلال ؓ جو مسجدِ نبوی ﷺ کے مؤذن مقرر ہوئے اَور دوسرے حضرت ابومَحذُورَہ ؓ جو مکہ شریف میں مسجدِ حرام یعنی بیت اللہ کے مؤذن مقرر ہوئے، حضرت بلال ؓ کو آپ ﷺ نے جو اذان سکھلائی اس کے الفاظ دوہرے اَور تکبیر کے الفاظ اکہرے سکھلائے جب کہ حضرت ابومَحذُورَہ ؓ کو آپ ﷺ نے جو اذان کے الفاظ سکھلائے اس میں ''شہادتین'' کے الفاظ چار چار مرتبہ اَور تکبیر کے الفاظ دُہرے سکھلائے، جس کی تفصیلی بحث ہم ان شاء اللہ اس کے اَپنے محل پر آئندہ صفحات میں کریں گے۔

اَذان کی اِبتداء

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ اَذان کی اِبتداء مدینہ منورہ میں ہوئی اس بات کی تائید قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے،

چنانچہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا نَا دَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ	اَور جب تم نماز کیلئے اِعلان کرتے ہو تو وہ
اتَّخَذُوْھَا ھُزُوًا وَّلَعِبًا ذَالِکَ	لوگ اس کے ساتھ ہنسی اَور کھیل کرتے ہیں
بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَایَعْقِلُوْنَ [1]	اس وجہ سے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

یہ مدنی سورۃ ہے جس سے مدینہ میں ہی آغاز کا اِشارہ ملتا ہے، اسی طرح سورۃ جمعہ بھی مدنی سورۃ ہے جس میں جمعہ کی اَذان کا ذکر ہے، اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکم مدینہ میں دیا گیا تھا، اس پر بعض معترضین یہ اِعتراض کرتے ہیں کہ اَذان کی فرضیت صرف کسی صحابی کے خواب پر رکھ دی گئی ہے جب کہ قرآن مجید کی مذکورہ دونوں آیات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ یہ کام اللہ کی وحی سے شروع کیا گیا۔

البتہ صحابہ کرام ؓ کے خواب کی تصدیق جب رسول اللہ ﷺ نے فرمادی اَور آپ ﷺ نے اسے اِشارۂ خداوندی تسلیم کر کے جاری کر دیا تو اب اس کی حیثیت وہی ہوگئی جو باقی مسنون اَعمال کی ہے۔

[1] سورۃ المائدہ: ۵۸

Marfat.com

فضائلِ اَذان

رسول اللہ ﷺ کے دور میں اَذان کے الفاظ اَمن کی ضمانت تھے آپ ﷺ صحابہ کرام ؓ کو حکم کرتے کہ جس نئی جگہ پر حملہ کرنا مقصود ہو تو نماز کے وقت کا اِنتظار کرو اگر وہاں سے اَذان کی آواز آئے تو وہاں سے پلٹ جاؤ اور اس بستی پر حملہ نہ کرو۔

۱۔ چنانچہ مسلم شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ! ایک مرتبہ آپ ﷺ نے کسی جنگل میں اَذان کی آواز سنی کہ اَذان دینے والا ''اللہ اکبر'' کے الفاظ کہہ رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ فطرت یعنی اِسلام کے الفاظ ہیں پھر آپ ﷺ نے ''شہادت'' کے الفاظ سنے تو فرمایا:

انہوں نے آگ سے نجات پائی جب صحابہ کرام ؓ نے دیکھا تو وہ اِیک بکریاں چرانے والا چرواہا تھا جو اَذان کہہ رہا تھا۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا:

مؤذن کی آواز کو جہاں تک جن واِنس اَور دیگر چیزیں سنتی ہیں، قیامت کے دن وہ اس کیلئے گواہی دیں گی۔ [۱]

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے سات سالوں تک حصولِ ثواب کی نیت سے اَذان دی اس کیلئے دوزخ کی آگ سے چھٹکارا لکھ دیا جاتا ہے۔ [۲]

۴۔ حضرت براء بن عازب ؓ سے مروی ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جتنا ثواب اَذان سن کر نماز پڑھنے والے کو ملتا ہے اُتنا ہی ثواب اَذان دینے والے کو بھی ملتا ہے۔ [۳]

۵۔ حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شیطان اَذان کی آواز سنتا ہے تو وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ ''مکانِ روحاء'' تک چلا جاتا ہے۔ [۴]

(مکانِ روحاء مدینہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر واقع ہے (مسلم)، مسند احمد میں تیس میل ہے)۔ [۵]

---

[۱] بخاری ۱/۸٦ کتاب الاذان

[۲] ترمذی، ابن ماجه كما فی التلخیص ۱/۲۰۸

[۳] نسائی کتاب الاذان (٦٤٢) و مسند احمد (۱۷۷۷٤)

[۴] مسلم کتاب الصلاۃ (۵۸۱) و مسند احمد (۱۳۸۸٤)

[۵] مسلم کتاب الصلاۃ (۵۸۱) و مسند احمد (۱۳۸۸٤)

Marfat.com

مؤذّن کی شان

اَذان شعارِ اسلام ہے بلاشبہ جو شخص اِن کلمات کو رات دن اَدا کرے گا اس کا رُتبہ بھی بلند ہوگا۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو تاریخِ اسلام میں جو مرتبہ حاصل ہے اس سے کوئی کلمہ گو ناواقف نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے عظیم صحابی اَور خلیفۃ المسلمین بھی جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہیں تو سیدنا بلال کہہ کر مخاطب کرتے ہیں، لیکن بظاہر دیکھا جائے تو وہ مسجدِ نبوی ﷺ کے صرف مؤذن تھے جب اَذان کے کلمات کو اَدا کرتے تو ان کی آواز میں اللہ نے غضب کی تأثیر رکھی تھی جو دِلوں پر بجلی کی طرح اثر اَنداز ہوتی تھی۔

۱۔ مسلم کی روایت ہے کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا!

قیامت کے دن تمام لوگوں میں لمبی گردن والا مؤذن ہوگا۔ [۱]

یعنی جس طرح اَذان کے ذریعہ وہ اللہ کی بڑائی کا اِعلان کرتا ہے اللہ بھی قیامت کے دن باقی لوگوں پر اسے بلند رُتبہ اَور اِمتیازی شان عطا کریگا۔

۲۔ جنابِ رسالت پناہ ﷺ کا اِرشاد ہے کہ صفِ اَوّل میں شمولیت اَور اَذان دینے کی فضیلت کا اگر لوگوں کو علم ہو جائے تو قرعہ اندازی کر کے بھی وہ حاصل کرنا پڑے تو وہ کریں گے۔ [۲]

اَذان کا جواب دینا

۱۔ حدیث پاک میں مروی ہے کہ اِیک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ مؤذن تو ہم سے بہت فضیلت لے گئے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا مؤذن جو کچھ کہے وہ تم بھی کہو، اس کے بعد تم جو بھی مانگو گے تمہیں دیا جائے گا۔ [۳]

۲۔ رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اَذان کا جواب دیتا ہے اَور اس پر اس کا ایمان بھی ہو تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ [۴]

---

[۱] مسلم ۱/۱۶۱ باب فضل الأذان

[۲] متفق علیه کما فی التلخیص الحبیر ۱/۲۰۹

[۳] رواہ ابوداؤد والنسائی کما فی التلخیص ۱/۲۱۱

[۴] نسائی ۱/۱۰۹(۶۶۸)ومسند احمد(۸۲۷۰)

Marfat.com

۳۔ اسلام نے یہ بات پسند کی ہے کہ کوئی شخص نیکی سے محروم نہ رہے بلکہ سب کے سب اس کارِ خیر میں شریک ہوں، کیونکہ محلے میں اگر ایک مسجد ہے تو ظاہر ہے کہ اَذان پورا محلہ نہیں دے گا بلکہ صرف ایک شخص دے گا، لیکن اسکے جواب کی ترغیب دے کر سب کو اس کے اَجر و ثواب میں شامل فرما دیا۔

۴۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا: اَذان کے وہی الفاظ دُہرائے جائیں جو مؤذن کہتا ہے سوائے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اَور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے، ان کے جواب میں '' لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ '' کہا جائے۔ [1]

اسی حدیث کے عموم سے اِستدلال کرتے ہوئے علماء نے ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِنَ النَّوْمِ '' کے جواب میں یہی الفاظ دہرانے کو درست سمجھا ہے چونکہ جہاں ان الفاظ کے خلاف کہنا تھا وہاں صراحت فرما دی گئی ہے، یہاں بھی اگر دوسرے الفاظ کہنے مقصود ہوتے تو اس کی بھی ضرور صراحت ہوتی۔

نوٹ:۔ تکبیر کے الفاظ کا جواب دینا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

اَذان کی حکمت

اَذان اللہ کی عبادت کی طرف بلانے کا بہترین ذریعہ ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مختلف قوموں اَور مختلف مذاہب میں عبادت کیلئے لوگوں کو جمع کرنے کے طریقے مختلف رہے ہیں۔ کسی نے ناقوس اَور کسی نے گھڑیال اَور گھنٹے اِستعمال کئے، لیکن اگر انصاف کیا جائے تو ان میں سے کوئی بھی چیز اَذان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

ہمارے پیارے رسول ﷺ نے رسمی بندشوں، سیپوں اَور سینگوں کی تلاش سے اُمت کو بے نیاز کر دیا ہے اس کے علاوہ اَذان کیلئے ایسے کلمات منتخب کئے گئے جو فی الحقیقت اسلام کا خلاصہ ہیں گویا بلاوے کا بلاوہ ہے اَور عبادت کی عبادت بھی، دُنیا میں ہزاروں علماء اَور دانشور گزرے ہیں اَور بڑے بڑے قومی لیڈر پیدا ہوئے ہیں مگر بکھری اِنسانیت کو یکجا کرنے اَور ایک جہت پر لانے کیلئے کسی نے ایسا نرالا اَور ایسا پُرحکمت طریقۂ کار اِختیار نہیں کیا اَور نہ ہی کسی نے کبھی اَیسی دِلکش آواز بلند کی کہ جس کے روحانی اَثرات اَور جوش و جذبہ سے سرشار ہو کر اللہ کے بندے اللہ کی دربار میں آ جمع ہوں، یہ خاصہ تو صرف

[1] مسلم: ۱/۱۶۷ باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه ......التلخيص الحبير ۱/ ۲۱۰، ۲۱۱

اَذان کے الفاظ کو حاصل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی قوم اَیسی نہیں گزری جس نے شہروں اَور وادیوں میں، میناروں اَور پہاڑوں میں اور گلی کوچوں میں اس شدومد سے اَپنے سچے اُصولوں کی اسی طرح منادی کی ہو جس طرح مسلمانوں نے یہ منادی کی ہے۔

اَذان دینے کا طریقہ

سب سے پہلے مؤذن کا اِنتخاب ہے اَذان دینے کیلئے کسی اَیسے شخص کا اِنتخاب کیا جائے جو بلند آواز بھی ہو اَور حسنِ صوت کا مالک بھی ہو اَور اَذان کے اَلفاظ صحت کے ساتھ اَدا کر سکتا ہو ورنہ مشاہدہ یہ ہے کہ اکثر مساجد میں اَذان دینے کے شوقین کثرت سے موجود ہوتے ہیں جن میں سے زیادہ تر اَفراد وہ ہوتے ہیں جن کی بتیسی غائب ہوتی ہے، بس سائرن کی مانند آواز تو سنائی دیتی ہے لیکن الفاظ کی تفہیم نہ دارد، بعض مساجد کے پڑوس میں واقع گھروں میں اَذان کی آواز سنتے ہی بچے چیخ کر اپنی ماں سے چمٹ جاتے ہیں، لہٰذا کسی اچھے مؤذن کا اِنتخاب کرنے کے بعد اَذان کو مسنون طریقہ پر دِیا جانا چاہئے۔

۱۔ مؤذن کو چاہئے کسی اونچی جگہ پر کھڑا ہو کر اَذان دے۔ [۱]

اس میں شاید یہی حکمت ہے کہ اُونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اگر اَذان دی جائے گی تو آواز کافی دور تک جائے گی فی زمانہ چونکہ اِسپیکر کا رِواج ہے اَور مسجد کے میناروں پر ہارن وغیرہ باندھ دیئے جاتے ہیں جس سے وہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے اسی لئے فی زمانہ مساجد میں اُونچی جگہوں کا اِہتمام نہیں کیا جاتا تاہم اگر سنت کی نیت سے اُونچی جگہوں کا اِنتظام کیا جائے تو یہ عمل اَجر وثواب اَور اَپنے روحانی افادات سے خالی نہ ہوگا۔

۲۔ اَذان دیتے وقت مؤذن کو چاہئے کہ اپنی انگلیاں کانوں کے اندر کرے۔ [۲]

انگلیوں سے مراد شہادت کی انگلی ہے دونوں شہادت کی انگلیاں اَپنے دونوں کانوں کے سوراخ پر رکھ کر اَذان دے، ابنِ ماجہ میں رِوایت ہے کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے حضرت بلال ؓ سے اَذان

---

[۱] رواہ ابوداؤد کما فی التلخیص ۱/۳۳

[۲] ترمذی ۱/۲۷

دینے کو کہا تو ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ اَپنی اُنگلیاں کانوں میں دو، اِس سے تمہاری آواز بلند ہوگی۔

۳۔ مؤذن کو چاہیئے کہ " حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ "اَور" حَیَّ عَلَی الْفَلَاح "کہتے وقت اَپنے چہرے کو دائیں اَور بائیں گھمائے۔ [1]

یعنی پہلے کلمات پر دائیں طرف اَور دوسرے کلمات پر بائیں طرف اَپنے چہرے کا رُخ کرے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اَذان کے کلمات

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اَشْھَدُ اَنْ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنْ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اَذان کے الفاظ دو دو مرتبہ کہو اَور

اِقامت کے الفاظ اِیک اِیک مرتبہ کہو،

سوائے ﴿قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ﴾ کے۔ [2]

---

[1] مسلم من حدیثه بدون قوله: ولم یستدیر ورواه ابوداؤد وعنده ولم یستدر، بدل ولم یستدیر ورواه النسائی بلفظ فجعل یقول فی أذانه هکذا ینحرف یمیناً وشمالاً ورواه ابن ماجه عنده قرأیته یدور فی أذانه...... الخ تلخیص الحبیر ۱/۲۰۴

[2] بخاری، مسلم ۱/۱۶۴ متفق علیه کما فی التلخیص الحبیر ۱/۱۹۸

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اِقامت کے کلمات

اَللّٰہُ اَکْبَرُ　اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ　اَشْھَدُ اَنْ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ　حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ　قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ　اَللّٰہُ اَکْبَرُ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اَذان کے کلمات

بلند آواز سے کہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ　اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

آہستہ آواز سے کہے: اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ　اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

آہستہ آواز سے کہے: اَشْھَدُ اَنْ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰہِ　اَشْھَدُ اَنْ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پھر بلند آواز سے کہے: اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ　اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اَشْھَدُ اَنْ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰہِ　اَشْھَدُ اَنْ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ　حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ　حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ　اَللّٰہُ اَکْبَرُ

لَا لٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [1]

---

[1] ابوداؤد: ۱/۷۹، ۸۰، مسلم: ۱/۱۶۵

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کی اِقامت کے کلمات

اَللّٰہُ اَکْبَرُ   اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ   اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اَشْھَدُ اَنْ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰہِ   اَشْھَدُ اَنْ مُحَمَّدَ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ   حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ

حَیَّ عَلَی الْفَلاحِ   حَیَّ عَلَی الْفَلاحِ

قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ   قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ   اَللّٰہُ اَکْبَرُ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ [1]

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ بھی مؤذنِ رسول ﷺ کے نام سے معروف ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ تینوں اَصحابِ رسول ﷺ ہیں اور تینوں کو مؤذن رسول ﷺ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی ﷺ میں پنج وقتہ نماز کی اَذان پر مأمور تھے اور حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ مکہ میں مسجد الحرام (بیت اللہ شریف) کے مؤذن مقرر تھے اور انہیں یہ اَذان رسول اللہ ﷺ نے از خود اپنی زبان مبارک سے سکھلائی تھی اور حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی میں عموماً تہجد کی اَذان دیا کرتے تھے۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اور بھی مروی ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے اَذان کے مجھے اُنیس[19] کلمات اور اِقامت کے سترہ[17] کلمات سکھلائے جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ اکبر کے الفاظ چار مرتبہ ہیں۔ [2]

---

[1] ابوداؤد ۱/۷۹،۸۰ کتاب الأذان

[2] ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ابی شیبہ وغیرھم کمافی التلخیص الحبیر ۱/۲۰۰

اذانِ فجر میں ''الصلوٰۃُ خیرمن النوم'' کہنا

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے فجر کی اذان میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ﴿حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ﴾ کے بعد دو مرتبہ ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' کے الفاظ بھی کہے جائیں۔

علاوہ ازیں برسات کے وقت یا سخت سردی کی راتوں میں یا ایسی دیگر وجوہات میں جن کے باعث گھر سے نکلنا دشوار ہو شارع علیہ السلام نے اُمت کیلئے مزید آسانی چھوڑی ہے۔

چنانچہ بخاری شریف میں تین مختلف کلمات وارد ہیں:

۱۔ آپ ﷺ اذان دینے والے کو حکم دیتے کہ وہ اذان دے پھر آخر میں یہ جملہ کہے:

﴿اَلاَ صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ﴾ : خبردار! نماز اپنے گھروں میں ادا کرو۔

۲۔ آپ ﷺ ﴿حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ﴾ کی جگہ ﴿اَلصَّلٰوۃُ فِی الرِّحَالِ﴾ کا حکم دیتے۔

۳۔ آپ ﷺ نے فرمایا مؤذن ﴿حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ﴾ نہ کہے بلکہ اسکی جگہ ﴿صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ﴾ کہے۔ یعنی ''نماز اپنے گھروں میں ادا کرو۔'' [۱]

مسلم شریف میں مروی ہے کہ مؤذن '' اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ '' کے الفاظ الگ الگ نہ کہے بلکہ دو مرتبہ اِیک اِیک سانس میں ادا کرے یعنی '' اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ '' اِیک سانس میں اور ''اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ'' اِیک سانس میں اسی طرح آخر میں '' لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ '' سے قبل بھی '' اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ'' اِیک سانس میں کہے۔ [۲]

حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے بعد حنین کے میدان میں ہم نوجوان مذاق کے طور پر مسلمانوں کی اذان کی نقل اُتار رہے تھے نبی کریم ﷺ نے ہمیں دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور ہم سے باری باری اذان سنی آخر میں میری باری آئی میں نے اذان کہی تو مجھے اپنے قریب بٹھا لیا میری پیشانی پر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور تین مرتبہ برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا جاؤ تمہیں مسجدِ حرام (بیت اللہ) کا مؤذن مقرر کیا جاتا ہے۔ [۳]

---

۱ بخاری کتاب الجمعہ ۱/۹۲

۲ مسلم: ج۱ص۱٦٤

۳ نسائی کما فی التلخیص ۱/۲۰۲

Marfat.com

اَذانِ بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ اِکہری اِقامت

رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اَذان کے کلمات دُہرے اَور تکبیر کے کلمات اِکہرے بتلائے جب کہ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو اَذان کے کلمات ترجیع کے ساتھ اَور تکبیر (اِقامت) کے کلمات دوہرے سکھلائے جن کی تفصیل آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

اب ہونا یہ چاہئے کہ اگر اَذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ والی دی جائے تو تکبیر بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ والی کہی جائے اَور اگر اَذان حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ والی دی جائے، یعنی ترجیع کے ساتھ تو پھر تکبیر (اِقامت) بھی حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ والی کہی جائے، یہی اِتباعِ سنت کا تقاضا ہے، مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ تقلیدی اَذہان کی یہ عجیب منطق ہے کہ اَذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ والی اَور اِقامت حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ والی کہہ کر علمِ حدیث پر یہ اِحسان کر دیا جاتا ہے کہ ہمارا عمل تو بیک وقت دونوں حدیثوں پر ہو جاتا ہے۔

ہم اِقامت مکہ والی کہتے ہیں اَور اَذان مدینہ والی اس سے اَحادِیث کی محبت ثابت ہو یا نہ ہو، مکہ اَور مدینہ سے وابستگی کا برملا اِظہار ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو، البتہ اس سے کوفہ سے وابستگی اَور مذہبِ کوفہ سے محبت کا ثبوت ضرور ملتا ہے۔

معمولی پڑھا لکھا شخص بھی اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ حکیم نے مریض کے علاج کیلئے جو پڑیا دَہی کے ساتھ کھانے کو دی ہے اُسے دہی کے ساتھ کھانا چاہئے اَور جو پُڑیا دودھ کے ساتھ کھانے کو دی ہے اُسے دودھ کے ساتھ لینا چاہئے، اب اگر مریض یا اس کے متعلقین اَپنے طور پر یہ فرض کر لیں کہ جانا تو دونوں دوائیوں نے پیٹ ہی میں ہے دہی والی پڑیا دودھ کے ساتھ اَور دودھ والی پڑیا دہی کیساتھ کھا لینے میں کیا حرج ہے؟

اس کے حرج کا پتہ تو صرف اُس وقت چلے گا جب مریض ہسپتال سے گھر آنے کی بجائے قبرستان کی طرف روانہ ہوگا۔

مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اَپنے نبی ﷺ کے خلاف نہیں کرتا، چنانچہ حدیثِ پاک میں بھی مؤمن کا یہی وصف بیان کیا گیا ہے کہ:

﴿لا یُؤمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی اَکُوۡنَ اَحَبَّ اِلَیۡہِ مِنۡ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ﴾ [1]

فرمایا کہ: تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ میں (محمد ﷺ) اُسے اُس کے والد، اُس کی اَولاد اَور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اَذان پر اُجرت لینے کا مسئلہ

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مؤذّن اُس شخص کو رکھا جائے جو اَذان پر اُجرت نہ لیتا ہو۔''

اِس حدیث سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اَذان دینے پر اَذان کی اُجرت نہ لی جائے اَور نہ ہی مسجد کے متولیان کو اُجرت پر مؤذّن رکھنا چاہئے، لیکن فی زمانہ وقت اَور حالات کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ میں علماء نے بعض حکمتوں اَور تقاضوں کے پیشِ نظر اُجرت کو جائز قرار دیا ہے مگر سچ یہ ہے کہ مؤذّن اگر صرف مؤذّن ہے مسجد میں اَذان دینے کے سوا اُس کی اَور کوئی ذِمّہ داری نہ ہو، تو اُسے اَذان کی اُجرت نہیں لینی چاہئے اَور اگر وہ اَذان کے ساتھ مسجد کی صفائی، ستھرائی، نگرانی اَور نمازیوں کی آمد سے قبل مسجد کا گیٹ کھولنا اَور نمازیوں کے جانے کے بعد حفاظتی اِقدامات کے ساتھ اُسے بند کرنے پر بھی مامور ہو تو یہ اُس کی اِضافی ذِمّہ داریاں ہیں جس کی تنخواہ لینے کا حق بالاتفاق رکھتا ہے۔

یہ معاوضہ اَذان کا معاوضہ نہیں کہلائے گا بلکہ اُس کی دیگر ذِمّہ داریوں کا معاوضہ ہوگا۔

فی زمانہ جہاں مہنگائی اِس قدر زوروں پر ہے اگر اُسے اپنی روزی کمانے کیلئے آزاد چھوڑ دیا جائے تو لامحالہ وہ اَذان کو روزانہ گھڑیوں کے حساب سے مقررہ وقت پر نہیں کہہ سکے گا، چونکہ اَب دیواروں کے سائے دیکھ کر نمازیں اَدا نہیں کی جاتیں، جس میں بادل کے دنوں میں تاخیر کرنے کا بھی حکم ہے، اس لئے جو چھوٹ، وقت کی کمی بیشی کے بارہ میں اِن اندازوں میں ہوسکتی تھی اَب گھڑیوں نے اس چھوٹ کو ختم کر کے ایک ایک منٹ اَور ایک ایک سیکنڈ کا حساب ہمارے سامنے رکھ دیا ہے اَور نمازی حضرات بھی مسجد میں قدم رکھتے ہی سب سے پہلی نگاہ محراب کے دائیں یا بائیں لگے ہوئے گھڑیال پر ڈالتے ہیں، اب اگر مؤذّن گنڈیریاں، پکوڑے، سبزی یا پھل وغیرہ کا ٹھیلہ لگائے گا تو لامحالہ اُسے اکثر اَوقات

[1] بخاری: ۷/۱ باب حبّ الرسول من الایمان

Marfat.com

آ گے پیچھے ہونا پڑے گا اور یہی چیز عصرِ حاضر میں نمازیوں کیلئے سب سے زیادہ تکلیف دِہ اور نا قابلِ برداشت ہوتی ہے۔

جمعہ کی دو اَذانیں

عہدِ نبویﷺ میں جمعہ کے دن ایک ہی اَذان ہوا کرتی تھی اور وہ اُس وقت ہوتی تھی جب رحمت عالمﷺ بغرضِ خطبہ منبر پر جلوہ اَفروز ہوتے۔

عہدِ صدیقیؓ اور عہدِ فاروقیؓ تک یہی طریقہ رائج رہا، حضرت عثمانِ غنیؓ کے دورِ خلافت میں لوگوں کی تعداد بڑھ گئی اور کاروباری مصروفیات میں بھی اِضافہ ہوگیا، لوگ تساہل کا شکار ہو کر جمعہ سے لیٹ ہونا شروع ہو گئے، چونکہ اسپیکر کی ایجاد نہیں تھی اس لیے تمام لوگوں تک آواز نہیں پہنچتی تھی، ان تک آواز پہنچانے اور خطبہ جمعہ سے قبل بروقت مسجد میں حاضری کو یقینی بنانے کیلئے بازار میں ایک اَذان دِلوانے کا حکم جاری کیا، جو خطبہ کے وقت مسجد میں دی جانے والی اَذان سے تقریباً گھنٹہ بھر پہلے ہوا کرتی تھی تا کہ لوگ اَپنی کاروباری مصروفیات ترک کر کے جمعہ کی تیاری کریں اور مسجد میں پہنچیں۔ [1]

اور خطبے والی اَذان جو عہدِ نبویﷺ سے چلی آ رہی تھی وہ اَپنی جگہ جوں کی توں موجود رہی اور اس عمل پر کسی صحابی نے نکیر نہیں فرمائی، حضرت عثمان غنیؓ کے جاری کردہ عمل سے پہلے عہدِ نبویﷺ، عہدِ صدیقیؓ اور عہدِ فاروقیؓ کا عمل بخاری اور ابوداؤد وغیرہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کی اَذان اصل میں ایک ہی اَذان ہے اور وہ وہی اَذان ہے جو خطیب کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد دی جاتی ہے۔

حضرت عثمانِ غنیؓ کی جاری کردہ اَذان وقت کی ضرورت کے پیشِ نظر تھی سو وہ ضرورت اگر آج بھی باقی ہو تو سنتِ عثمانی پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے لیکن فی زمانہ مساجد میں اَوقات کے کیلنڈر اور ہر شخص کی کلائی پر آویزاں گھڑیاں دوسری اَذان کو غیر ضروری بنا دیتی ہیں۔

کیونکہ ہر شخص کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جس مسجد میں نماز پڑھتا ہے وہاں خطبہ کتنے بجے شروع ہوتا

[1] بخاری: ج١ ص١٢٣ کتاب الجمعة (عن سائبؓ)

Marfat.com

ہے، لہٰذا اُس حساب سے وہ اپنی تیاری کرے، پھر بھی ضرورت باقی رہے تو اِس دوسری اَذان کا جواز سنتِ عثمانی کے عین مطابق بازار کی حد تک تو درست ہے، لیکن مسجد میں دو اَذانوں کا ذکر شاید خلفاءِ راشدین کے دور میں نہ مل سکے۔

لہٰذا جس قدر ہو سکے ہمیں اُسوۂ نبوی ﷺ کو مقدّم رکھنا چاہئے جب تک کہ ایسی ہی مجبوریاں لاحق نہ ہوں جیسی کہ عہدِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں تھیں۔

تہجد اَور سحری کی اَذانیں

مسجد میں بارہ مہینے تہجد کی اَذان دی جا سکتی ہے رمضان میں اِسی اَذان کو سحری کی اَذان کا نام بھی دیا جا سکتا ہے۔

البتہ عصرِ حاضر کی بعض مساجد میں گیارہ مہینوں تک اِس اَذان کو ترک کر دیا جاتا ہے، صرف رمضان کے مہینے میں سحری کی اَذان کا اِہتمام کیا جاتا ہے، جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ فقہی مذاہب اس اَذان پر چیخ اُٹھتے ہیں کیونکہ یہ چیز ان کیلئے نئی اَور نامانوس ہوتی ہے، اگر پورا سال اہلِ محلّہ اِس اَذان کو سنتے تو وہ اِس آواز سے اِس قدر مانوس ہوتے کہ رمضان کے مہینے میں بھی انہیں اس پر کچھ تعجب نہ ہوتا۔

لوگ اِعتراض یہ کرتے ہیں کہ اگر سحری کے وقت اَذان دی جائے تو ان کو یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ فجر کی اَذان نہ ہو، حالانکہ گھڑیوں کا رِواج عام ہو جانے سے اَب اِس اِعتراض کی کوئی حیثیت نہیں رہی اَور پھر رسولِ اَکرم ﷺ نے بھی تہجد (سحری) کی اَذان اَور فجر کی اَذان کے مابین اِس مغالطے کا اِیک خوبصورت حل فرمایا:

ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا	بلال رضی اللہ عنہ رات کے وقت اَذان دیتے ہیں اس وقت
واشربوا حتی یؤذن	تم کھاتے پیتے رہا کرو یہاں تک کہ عبداللہ بن ام
ابن ام مکتوم[1]	مکتوم رضی اللہ عنہ اَذان دیں (تب رُک جایا کرو)۔

سحری کی اَذان کیلئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اَور فجر کی اَذان کیلئے عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کو

[1] بخاری ج ۱ ص ۸۷ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ

مقرر فرمایا، تاکہ لوگ ان دو مختلف شخصیتوں کی مختلف آوازوں کے فرق کو جان کر یہ صحیح اَندازہ کرسکیں کہ بلال رضی اللہ عنہ کی اَذان پر کھاتے رہنا ہے اَور عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کی آواز پر کھانا پینا بند کر دینا ہے، سو یہ حل فی زمانہ بھی کارآمد ثابت ہوسکتا ہے۔

اَذان کے بعد کی مسنون دُعائیں

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رَسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا:

جب تم مؤذن کی آواز سنو تو وہی الفاظ دہراؤ جو وہ کہتا ہے اَور جب اَذان ختم ہو جائے تو پھر مجھ پر درود بھیجو پس جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اَذان کے بعد رسولِ اکرم ﷺ پر درود پڑھا جانا چاہیے۔ [1]

۲۔ درود کے بعد درج ذیل دعا پڑھیں:

﴿اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِالْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَبْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُوْدَا نِالَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ﴾ [2]

اے اللہ! اِس اَذانِ کامل اَور اِس کے نتیجے میں کھڑی ہونے والی نماز کے رب محمد ﷺ کو وسیلہ اَور فضیلت عطا فرما اَور اُن کو اُس مقامِ محمود پر پہنچا دے جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص یہ دعا پڑھے گا اس کیلئے میری شفاعت حلال ہو جاتی ہے۔ [3]

۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص مؤذن کی اَذان کے بعد (درج ذیل) دعا پڑھے تو اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

﴿اَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا﴾ [4]

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے

---

[1] مسلم کتاب الصلاۃ (۵۷۷) وترمذی کتاب المناقب (۳۵۴۷) والنسائی کتاب الاذان (۶۷۱) وابوداؤد کتاب الصلاۃ (۴۳۹) ومسند احمد (۶۲۸۰)

[2] مسلم: ۱۶۶/۱، تلخیص ۲۱۰/۱

[3] بخاری: ۸۶/۱

[4] مسلم: ۱۶۷/۱

اس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں،
میں اللہ کے رب ہونے پر اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔
مذکورہ تینوں دُعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں یا حسبِ توفیق اِن تینوں میں سے کسی اِیک دعا کا اِنتخاب بھی کیا جاسکتا ہے۔

وسیلہ کی تشریح

بعض جہلاء اور بدعقیدہ لوگ اذان کی دُعا میں موجود لفظ ''الوسیلہ'' سے دھوکہ کھا کر عوام الناس کو بھی دھوکا دینے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں اور وہ اپنے تائیں یہ گمان کرتے ہیں کہ اس دُعا میں رسولِ اکرم ﷺ کیلئے نہیں بلکہ رسولِ اکرم ﷺ کو وسیلہ بنا کر دُعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ یہ ایسی دیدہ دلیری اور سینہ زوری ہے جس سے حدیث کی روح پلٹ جائے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک سے اس وسیلہ کی وضاحت فرمائی۔

چنانچہ اِرشاد ہوتا ہے:

فَاِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِيْ	بیشک وسیلہ جنت میں اِیک ایسا درجہ ہے جو سوائے
اِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ وَاَرْجُوْ اَنْ	اِیک بندے کے کسی اور کیلئے نہیں ہے اور اُمید کرتا
اَكُوْنَ اَنَا هُوَ وَمَنْ سَاَلَ لِيَ	ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں پس جس شخص نے میرے
الْوَسِيْلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ [1]	لئے اُسے مانگا اُس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

اس تصریح سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ وسیلہ جنت میں اِیک اہم ترین مقام کا نام ہے اور رسولِ اکرم ﷺ نے اسی مقام کے حصول کی خواہش فرمائی۔

اللہ سے اُمید رکھی اور اُمت کو اَپنے لئے اللہ سے دُعا کرنے کا حکم دیا، اس کا فائدہ اُمت کو یہ بتایا کہ اگر میرے لئے جنت کا وہ مقام یعنی وسیلہ اللہ سے مانگو گے تو اُس کے صلہ میں تمہیں میری شفاعت جیسی نعمتِ عظمیٰ نصیب ہوگی۔

---

[1] رواہ ابوداؤد: ۱/۸۵،۸۶ والترمذی: التلخیص الحبیر ۱/۲۱۰

Marfat.com

مقامِ محمود

☆ مقامِ محمود ایسی تعریف وستائش والا مقام ہے جہاں آپ ﷺ جلوہ افروز ہوکر اپنی اُمت کو اپنی شفاعت جیسی نعمت سے نوازیں گے۔

چنانچہ جب آپ اس مقام پر تشریف فرما ہونگے تو تمام اَنبیاء، رُسل اور خلقِ خدا کی زبان پر حضور ﷺ کی شان میں تعریفی کلمات جاری ہونگے، اسی مناسبت سے اس مقام کو ''مقامِ محمود'' کہا جاتا ہے۔

☆ جتنی دُعا رسولِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو تعلیم فرمائی ہے یہ فضیلت اُتنی ہی دُعا کو حاصل ہے اپنی طرف سے دائیں بائیں، اول وآخر، یا عین وسط میں بغرضِ ثواب اِضافہ فرمادینا نہ صرف مسنون دُعا کے اثر کو زائل کردیتا ہے بلکہ ایسا کرنے والے کو بدعت کا مرتکب بنادیتا ہے۔

چنانچہ بعض لوگوں نے اس دعا میں ''وَالْفَضِيْلَةَ'' کے بعد ''وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ'' کا اِضافہ کیا ہے اور ''وَعَدْتَهٗ'' کے بعد ''وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' کے الفاظ بھی اِضافی اور ملاوٹی ہیں۔

ان اضافوں اور ملاوٹوں کے جواز میں سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ آپ ان الفاظ کے معنی اور مفاہیم پر غور کریں کہ الفاظ کتنے اَچھے ہیں؟ گویا اس اَچھے تصور نے فروغِ بدعت کا یہ دروازہ اَچھے اَنداز میں، اَچھا کرکے، اَچھی طرح کھول دیا ہے۔

حالانکہ عقل وخرد کا جنازہ نکالنے والے اِن اِسکالرز اور پی ایچ ڈی کی ڈگریوں کے حامل ڈاکٹرز اور فلاسفرز سے پوچھا جائے کہ اگر کوئی شخص دودھ میں ایک بالٹی پانی ملاکر اُسے فروخت کرے تو اسے آپ بے ایمان کہتے ہیں اور اگر کوئی شخص دودھ میں عام پانی کی جگہ آبِ زمزم ڈال کر فروخت کرے تو اُسے کیا کہیں گے؟؟؟

(يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ)

اَذانِ مغرب کی دُعا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
مغرب کی اَذان کے وقت میں یہ دعا پڑھا کروں:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِکَ وَاِدْبَارُ نَھَارِکَ وَاَصْوَاتُ دُعَاءِ تِکَ وَاغْفِرْلِیْ﴾ [1]

اے اللہ یہ تیری رات کے آنے اور تیرے دن کے جانے اور تیرے مؤذنوں کے اَذان دینے کا وقت ہے پس میری مغفرت فرما۔

اَذان سے متعلقہ بدعتیں

اب چونکہ سائنسی دور ہے جوں جوں زمانہ ترقی کرتا چلا جا رہا ہے توں توں شیطان بھی اپنی تحریک کو مزید فعال بنانے کیلئے ان سائنسی ایجادات سے خوب فائدہ اُٹھا رہا ہے۔

چنانچہ جب سے بیٹریوں اور بجلیوں کے لاوڈ اسپیکر مسجدوں میں لگے ہیں تب سے اَذان کے اوّل و آخر میں اِضافے کر دیئے گئے ہیں اَذان سے پہلے پانچ چار منٹ تک ٹریڈ مارکہ درود (Made in India) پڑھا جاتا ہے۔ جسے صلوٰۃ وسلام کا نام دیا جاتا ہے جس دن بیٹری ڈاؤن ہو یا بجلی موجود نہ ہو اس دن صرف مسنون اَذان پر اکتفاء کر لیا جاتا ہے۔

مشینیں تو بیٹری اور بجلی سے چلتی دیکھی تھیں سو اپنی زندگی میں بجلی اور بیٹریوں سے چلنے والے مذہب بھی دیکھ لئے ہیں۔ (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)

اَنگوٹھے چومنا

جب رسولِ اللہ ﷺ کا نامِ مبارک مؤذن اَذان میں لیتا ہے کلمہ پڑھنے والوں کا اِیک مخصوص طبقہ حضور نبی کریم ﷺ سے اِظہارِ محبت کے طور پر اَپنے انگوٹھے کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر لگا لیتے ہیں جو کھلی بدعت ہے۔

بھلا انگوٹھا اپنا، ہونٹ بھی اَپنے اور آنکھیں بھی اپنی، اَپنے ہونٹوں سے اَپنے انگوٹھے کے ناخن کو چوم کر اپنی آنکھوں پر لگانے سے محبتِ رسول کا اِظہار کیسے؟

---

[1] رواہ ابوداؤد ج ۱ ص ۸۵، ۸۶

دُنیا میں اگر کوئی شخص قرآن اُٹھا کر اَپنے سینے سے لگاتا ہے تو دیکھنے والا بظاہر یہ سمجھتا ہے کہ اسے شاید قرآن سے پیار ہے، اگر کوئی شخص کسی بچے کو چومتا ہے تو دیکھنے والا تب بھی یہی گمان کرتا ہے کہ اسے بچے کی ماں سے نہیں بلکہ بچے سے پیار ہے تو جب کوئی شخص اَپنے انگوٹھے کو چومتا ہوا دیکھا جائے تو یہ کیوں نہ مانا جائے کہ اسے اپنے انگوٹھے کے ناخن سے پیار ہے۔

اللہ ہمیں ایسی نرالی اَور جھوٹی محبتوں سے دور رکھے جو ہمیں بدعت کی دلدل میں دھکیل کر سنت کی نعمت سے محروم کردے۔ (آمین)

اَذان کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا پڑھنا

اَذان کے بعد شارع علیہ السلام سے جس قدر دُعائیں ثابت ہیں ان میں سے کسی دُعا کے ساتھ بھی آپ ﷺ سے ہاتھ اُٹھانا ثابت نہیں ہے۔

بعض لوگ عمومی دلیل یہ دیتے ہیں کہ چونکہ دُعا میں ہاتھ اُٹھانا ثابت ہے لہٰذا اَذان کے بعد پڑھی جانے والی دُعا میں بھی ہاتھ اُٹھا لئے جائیں تو کیا حرج ہے؟

اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ سب سے بڑا حرج ہی یہی ہے کہ یہ خلافِ سنت ہے ورنہ پوری نماز دُعا ہے اسے بھی ہاتھ باندھ کر پڑھنے کے بجائے ہاتھ اُٹھا کر کیوں نہ پڑھا جائے بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت اَور فراغت کے بعد بیت الخلاء سے نکلتے وقت بھی شارع علیہ السلام نے مختلف دُعائیں سکھلائی ہیں، کیا اس عمومیت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے پہلے ہاتھ اُٹھا کر دُعا پڑھے پھر اندر داخل ہو اور فراغت کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کر کے پھر باہر تشریف لائیں؟

یقیناً آپ کہیں گے کہ نہیں، ایسا کرنا درست نہیں ہے، جس طرح یہ درست نہیں ہے اسی طرح اَذان کے بعد ہاتھ اُٹھانا بھی درست نہیں ہے۔

اِن دونوں میں قباحت صرف ایک ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اِس کے برعکس ہے۔

بیماریوں اَور مصیبتوں میں اَذانیں دِینا

بعض لوگ وبائی اَمراض کے وقت یا دیگر پریشانیوں کے وقت اَپنے مکانوں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر اَذانیں دیتے ہیں اَور اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے بیماریاں، پریشانیاں اَور وبائیں دور ہوتی ہیں ایسا کرنا اَور یہ تصور دونوں بدعت ہیں چونکہ شارع علیہ السلام سے اس کا ثبوت نہیں ملتا، البتہ پانچ وقتہ نماز کیلئے دی جانے والی اَذان اللہ کے غضب کو دور کرتی ہے اَور اللہ کی رحمت کو قریب لاتی ہے اَور شیاطین کو دور بھاگنے پر مجبور کردیتی ہے جس کا تفصیلی ذکر گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

Marfat.com

قبر پر اَذان

بعض ضعیف العقیدہ لوگ میت کو دفن کرنے کے بعد دُعا وغیرہ سے فارغ ہو کر قبر کے پاس کھڑے ہو کر اَذان دیتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی اَموات واقع ہوتی تھیں اَور اسی طرح میتیں قبر میں دفن کی جاتی تھیں لیکن اُنہوں نے کبھی کسی میت کو بخشوانے کا یہ حیلہ اِستعمال نہیں کیا لہٰذا اِس بدعت سے بھی اِجتناب ہر مسلمان کا لازمی فریضہ ہے۔

اَذان اَور اِقامت کے متفرق مسائل

۱۔ اَذان ٹھہر ٹھہر کر دی جائے اَور تکبیر (اِقامت) کے الفاظ جلدی جلدی کہے جائیں۔

۲۔ اَذان اَور اِقامت کے درمیان قبولیت کی گھڑی ہے، رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿لا یرد الدعا بین الاَذان والاقامة﴾ [۱] (ترمذی شریف میں لفظ ''الدعا'' پہلے ہے)

اَذان اَور اِقامت کے درمیان دعا رد نہیں کی جاتی۔

۳۔ اَذان کہہ کر فوراً تکبیر (اِقامت) نہیں کہنی چاہئے بلکہ اَذان اَور تکبیر کے درمیان کم از کم دو رکعتیں پڑھنے کے برابر وقفہ تو رکھنا ہی چاہئے۔ [۲]

۴۔ سفر میں بھی اَذان اَور اِقامت کہی جائے۔ [۳]

۵۔ جب اِقامت ہو جائے تو پھر صرف اُس فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں ہوتی۔

﴿اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّا الْمَکْتُوْبَةِ﴾ [۴]

۶۔ جمع بین الصلوٰتین (جب دو نمازیں اِکٹھی پڑھی جائیں) تو اَذان اِیک دی جائے اَور اِقامت ہر نماز کیلئے علیحدہ کہی جائے یعنی اَذان اِیک اَور اِقامت دو کہنی چاہئیں میدانِ عرفات میں رسولِ اکرم ﷺ نے ظہر اَور عصر کو جمع کیا اَور مزدلفہ میں مغرب اَور عشاء کو جمع کیا، اِن دونوں مقامات پر آپ ﷺ نے اَذان اِیک کہلوائی اَور اِقامتیں دو کہلوائیں۔ [۵]

---

[۱] نسائی ص ٤٠ والترمذی ج۱ ص۲۹
[۲] بخاری ۸۷/۱ ومسلم عن عبداللہ بن مغفل ﷺ
[۳] بخاری ۸۸/۱ کتاب الاَذان
[۴] مسلم ۲٤۷/۱ باب کراھیة الشروع فی نافلة
[۵] مسلم عن جابر ﷺ تلخیص ۱۹۲/۱

Marfat.com

۷۔ جواَذان دے تکبیر بھی اُسی کا حق ہے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا کہ وہ اَذان بھی دِیا کریں اور تکبیر بھی کہا کریں۔ ۱

۸۔ اگر نماز کا وقت نکل چکا ہو اَور ہمیں قضاء نمازوں کی جماعت کرانی مقصود ہو تب بھی اَذان اَور اِقامت کہی جائے۔ رسولِ اکرم ﷺ سے جس دن صبح کی نماز سفر میں قضاء ہوئی اَور سورج نکل آیا آپ ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو حکم دیا کہ اے بلال ؓ کھڑے ہو اَور اَذان دو۔
بخاری اَور مسلم شریف میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بلال ؓ کو اِقامت کا بھی حکم دیا۔ ۲

۹۔ جنگل میں تنہا شخص کو بھی اَذان دینی چاہئے اس کی آواز جہاں تک جائے گی قیامت کے دن وہاں کی ہر چیز اس کے حق میں گواہی دے گی۔ ۳

۱۰۔ خواتین آپس میں محدود درہ کر اَذان اَور اِقامت کہہ سکتی ہیں۔ ۴

۱۱۔ خواتین اگر گھر میں باجماعت نماز پڑھنا چاہیں تو وہ کسی مرد مؤذن سے اَذان دلوا سکتی ہیں۔
چنانچہ حضرت اُمِ وَرقہ بن نوفل ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسولِ اکرم ﷺ سے اس بات کی اِجازت چاہی جو آپ ﷺ نے دی دے۔ ۵

۱۲۔ بغیر وضو کے اَذان وغیرہ کہی جا سکتی ہے اس لئے کہ وضو سوائے نماز کے کسی چیز کیلئے شرط نہیں ہے۔
ترمذی شریف میں جو روایت حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ:
﴿لا یؤذن الا متوضیٌ﴾ ۶ : صرف باوضو شخص ہی اَذان دے۔ (یہ روایت سنداً ضعیف ہے)

۱۳۔ دورانِ اَذان مؤذن کو اگر کوئی ضروری بات کہنی یاد آجائے تو وہ متعلقہ شخص سے اَذان کے دوران بات کر سکتا ہے۔ ۷

۱۴۔ اِقامت کہی جائے اَور کھانا بھی حاضر ہو تو کھانے کو ترجیح دی جائے۔ ۸

---

۱ بخاری ۱/۸۵ کتاب الأذان، مسلم ۲ بخاری ۱/۸۳ و مسلم ۱/۲۳۸
۳ بخاری ۱/۸۶، نسائی تلخیص الحبیر ۱/۱۹۳
۴ تحفة الاحوذی ۱/۱۷۸ و مصنف عبدالرزاق ۳/۱۳۶ و بیهقی ۱/۴۰۸ و ابن ابی شیبه ۱/۲۲۳
۵ ابوداؤد ۱/۸۳۔
۶ تلخیص ۱/۲۰۶ والترمذی من حدیث الزهری عن ابی هریرة وهو منقطع والراوی له عن الزهری ضعیف ورواه ایضاً من روایة یونس عن الزهری عنه موقوفا وهو أصح ورواه ابو الشیخ فی کتاب الأذان له من حدیث ابن عباس بلفظ ان الأذان متصل بالصلاة فلا یؤذن احدکم الا وهو طاهر...... وفی اسناده عبدالله بن هارون وهو ضعیف
۷ محلی ابن حزم۔ ۸ مسلم عن عائشةؓ ۱/۲۰۸

Marfat.com

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی ان کا یہ عمل ملتا ہے کہ تکبیر ہو جاتی تھی پھر بھی وہ کھانا کھاتے رہتے تھے، حتیٰ کہ امام کی قرأت کی آواز بھی ان کو آتی رہتی۔

۱۵۔ ہر اذان اور تکبیر کے درمیان کم از کم دو رکعت نماز ہے۔ [۱]

۱۶۔ مغرب کی اذان اور تکبیر کے درمیان بھی اگر کوئی شخص دو رکعت نماز پڑھنا چاہے تو یہ بھی مسنون ہے۔ [۲]

۱۷۔ مغرب کی اذان اور تکبیر کے درمیان دو رکعتیں نہایت ہلکی پڑھنی چاہئیں۔ [۳]

۱۸۔ اقامت ہو جانے کے بعد اگر نماز شروع ہونے میں تاخیر ہو جائے تو دوبارہ اقامت کہنے کی ضرورت نہیں ہے ایک مرتبہ رسولِ اکرم ﷺ (فجر کی نماز میں) مصلے پر تشریف لائے تکبیر کہی جا چکی تھی کہ آپ ﷺ کو یاد آیا کہ غسل کی حاجت ہے، آپ ﷺ صحابہ کرام کو اسی طرح صف میں کھڑا چھوڑ کر گھر تشریف لے گئے اور غسل فرما کر واپس ہوئے تو پہلی تکبیر پر بنا رکھی اور دوبارہ تکبیر کی ضرورت نہیں سمجھی۔ [۴]

اسی طرح حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ تکبیر ہو چکی تھی اور صف بھی بن چکی تھی لیکن رسولِ اکرم ﷺ کونے میں کھڑے ایک آدمی سے باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ لوگوں کو نیند آنے لگی کافی دیر بعد رسولِ اکرم ﷺ مصلے پر تشریف لائے اور دوبارہ تکبیر نہیں پڑھی گئی۔ [۵]

۱۹۔ امام کی اجازت سے مؤذن اور مکبر دو الگ الگ بھی ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ (جنہوں نے اذان سے متعلق خواب دیکھا تھا) اُن کی یہ خواہش تھی کہ خواب چونکہ میں نے دیکھا ہے اس لئے اذان بھی میں ہی دوں لیکن آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ عبداللہ بن زیدؓ سے الفاظ سیکھ کر اذان کہو اور حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو آپ ﷺ نے یہ فرمایا: ﴿فَاَقِمْ اَنْتَ﴾ کہ تو تکبیر کہہ لے۔ [۶]

۲۰۔ امام کو مصلے کی طرف آتے دیکھ کر اس کے مصلے پر پہنچنے سے پہلے اقامت کہی جا سکتی ہے۔ [۷]

---

[۱] بخاری ۸۷/۱ باب بین کل اذا نین صلاۃ
[۲] بخاری ۸۷/۱ باب بین کل اذا نین صلاۃ عن عبداللہ بن مغفلؓ
[۳] بخاری ۸۷/۱ عن انسؓ
[۴] بخاری ۸۹/۱ ومسلم کتاب المساجد......(۹۵۰) والنسائی کتاب الامامۃ (۸۰۰)
[۵] بخاری ۸۹/۱
[۶] ابوداؤد ۸۳/۱ باب الرجل یؤذن ویقیم آخر
[۷] مسلم کتاب المساجد......(۹۵۰) والنسائی کتاب الأمامۃ (۸۰۰)

Marfat.com

۲۱۔ اِقامت ہوتے ہی مقتدیوں کو کھڑے ہو کر صفیں درست کر لینی چاہئیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رَسولِ اَکرم ﷺ کیلئے اِقامت کہی جاتی، جبکہ آپ اَپنے مصلّٰی پر نہ پہنچے ہوتے اَور صحابہ کرام اس سے پہلے کھڑے ہو کر اپنی صفیں بنا لیتے تھے۔ [1]

۲۲۔ اگر اِقامت ہو جائے اَور اِمام ابھی تشریف نہ لائے ہوں تو مقتدیوں کو کھڑے نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِی﴾ [2]

''جب اِقامت ہو جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہوا کرو جب تک مجھے نہ دیکھ لو''۔

مندرجہ بالا دونوں روایتیں بظاہر متضاد نظر آتی ہیں جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے پہلی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ اِمام مسجد میں داخل ہو چکا ہو لیکن ابھی مصلے پر نہ پہنچا ہو اَور تکبیر کہی جائے تو مقتدیوں کو بھی کھڑے ہو جانا چاہیے اَور دوسری رِوایت کا مفہوم یہ ہے کہ اِمام مسجد میں نہ پہنچا ہو اَور تکبیر کہی جائے، جس طرح بلال رضی اللہ عنہ تمام نمازیوں کے اِکٹھا ہو جانے کے بعد اکثر کھڑے ہو کر تکبیر کہہ دیا کرتے تھے، جبکہ رَسولِ اَکرم ﷺ گھر میں ہوتے تھے اس تکبیر کا مقصد آپ ﷺ کو یہ اطلاع کرنا ہوتا تھا کہ نمازی جمع ہو چکے ہیں ایسی صورت میں مقتدی کھڑے نہ ہوں جب تک کہ اِمام کو نہ دیکھ لیں اَور اِمام جبھی نظر آ سکتا ہے جب وہ مسجد میں پہنچ چکا ہو، اگرچہ اَپنے مصلے پر نہ پہنچا ہو۔

۲۳۔ بعض مساجد میں یہ دیکھا گیا ہے کہ اِمام پہلے سے مصلّٰی پر موجود ہوتا ہے اَور مقتدی بھی اپنی صفوں پر موجود ہوتے ہیں تکبیر کہنے والا کھڑے ہو کر تکبیر کہتا ہے جب کہ اِمام اَور مقتدی دونوں بیٹھے رہتے ہیں، جب مؤذّن ﴿حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ﴾ کہتا ہے تب کھڑے ہوتے ہیں، یہ طریقہ بالکل خلاف سنت اَور بدعت پر مبنی ہے جس سے اِحتراز ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

❁❁❁❁❁

[1] مسلم ۱/۲۲۰ باب متی یقوم الناس للصلاۃ

[2] بخاری ۱/۸۸، ۸۹

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

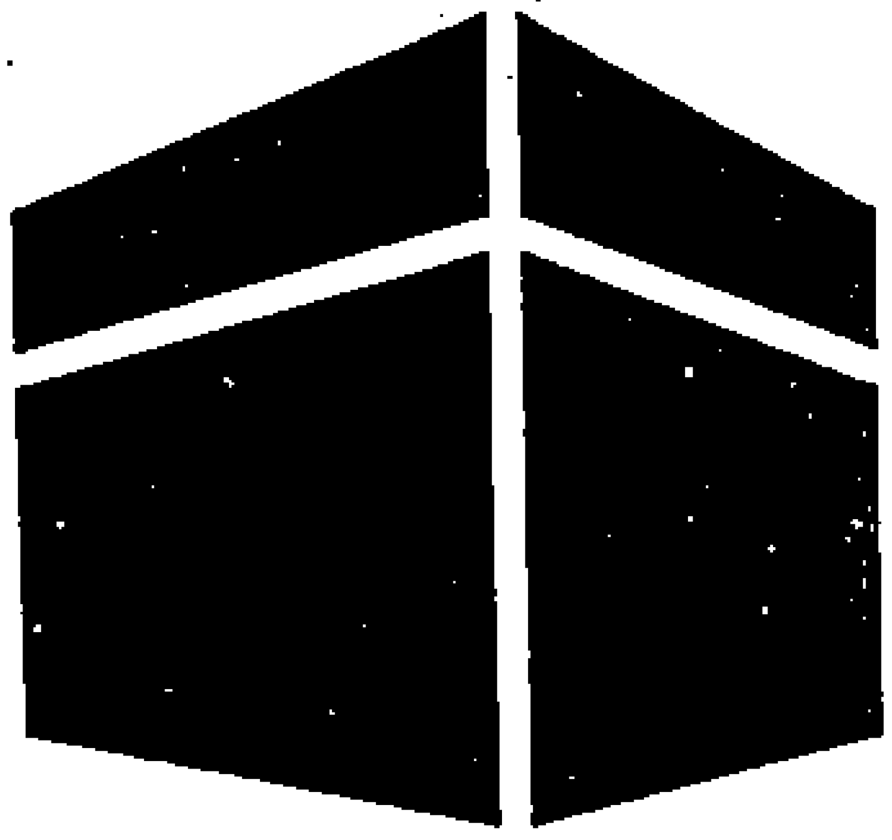

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا

اے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۸

صف بندی

حدیث نبوی شریف

كُنَّا نُنْهٰى أَنْ نَصُفَّ بَيْنَ السَّوَارِیْ......الخ

ہمیں ستونوں کے درمیان صف بنانے سے منع کیا جاتا تھا۔

(ابنِ ماجہ: ص ۷۱)

اِیک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و اَیاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز (اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عَجِّلُوْا بِالصَّلٰوۃِ قَبْلَ الْفَوْتِ
وَعَجِّلُوْا بِالتَّوْبَۃِ قَبْلَ الْمَوْتِ

﴿ عربی مقولہ ﴾

(دو چیزوں کو جلدی کرلو!)

نماز فوت ہونے سے پہلے پڑھ لو!
اور توبہ موت آنے سے پہلے کرلو۔

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

صف بندی

اِسلام نے صف بندی کو بہت اہمیت دی ہے، چنانچہ رسولِ اَکرم ﷺ اس وقت تک نماز کی اِمامت نہ فرماتے، جب تک کہ صفوں کو مکمل طور پر درست نہ فرما لیتے۔

درحقیقت اِسلام ذات پات، عربی و عجمی، امیر و غریب اَور شاہ و گدا کی تفرق کو بحیثیت مسلم قطعاً پسند نہیں کرتا، اِسلام ہمیشہ برابری، اَخوت، بھائی چارے اَور محبت کا درس دیتا ہے۔

صف بندی سے اِسلام کے اس مزاج کی خوب عکاسی ہوتی ہے جہاں بلا اِمتیاز قدم سے قدم اَور کندھے سے کندھا ملا ہو اَور اہلِ اِسلام کی صفوں کی صفیں اللّٰہ کی جناب میں یکبارگی سربسجود ہوں وہاں نسلی تفاخر اَور لسانی اِمتیاز کا قلع قمع ہو جانا اَور مساوات کا سبق حاصل ہونا اِسلام کی تعلیم کردہ صف بندی کا اِیک عظیم ثمرہ ہے صحابہ کرام ؓ جو مزاج شناسِ رسول تھے، رسولِ اَکرم ﷺ کی سنن کی محافظت میں اپنی مثال آپ تھے آج ہم نے سنت کا بیشتر حصہ مؤکدہ اَور غیر مؤکدہ کی تقسیم میں گنوا دیا ہے، لیکن اصحابِ رسول ﷺ کو جب کسی سنت اک علم ہوتا تو پھر اسے معمولی نہ سمجھتے تھے۔

چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے، حضرت انس بن مالک ؓ نے تابعین کے دور میں مسجدِ نبوی میں نماز پڑھی بعد از نماز مسجد کے اِیک کونے میں بیٹھ کر زار و قطار رونے لگے لوگوں نے پوچھا!

﴿مَا یُبْکِیْکَ یَا اَبَا حَمْزَہ﴾ اے ابو حمزہ کیوں روتے ہو؟

فرمایا کہ: ''آج مجھے رسولِ اکرم ﷺ کے زمانہ کی اِیک چیز دیکھائی دے رہی ہے اَور وہ نماز ہے لیکن جو نماز میں نے آج آپ لوگوں کے ساتھ پڑھی ہے اس سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم لوگوں نے (قَدْ ضَیَّعْتُمُوْھَا) اسے بھی برباد کر دیا ہے!! ''۔

لوگوں نے دریافت کیا، ''ہماری نماز میں آپ نے کیا خرابی دیکھی ہے؟''

جواب دیا: ''تمہاری صف بندی ویسی نہیں ہے جیسی رسولِ اکرم ﷺ کے عہدِ مبارک میں تھی''۔

انہوں نے پوچھا: ''عہدِ نبوی ﷺ میں صف بندی کیسی ہوتی تھی''؟ فرمایا:

﴿كُنَّا نُلْزِقُ الاَقْدَامَ بِالاَقْدَامِ وَالْمَنَاكِب بَالْمَنَاكِبِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ﴾

ہم عہدِ نبوی ﷺ میں قدم سے قدم اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے تھے۔ [1]

چنانچہ بخاری شریف میں ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ سے فرمایا: ﴿اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾

''ارے تم ویسی صف کیوں نہیں بناتے، جیسی صف فرشتے اپنے رب کی دربار میں بناتے ہیں''۔

صحابہ کرام ؓ نے عرض کی کہ فرشتوں کی صف بندی کیسی ہوتی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ سب سے پہلے اگلی صفوں کو پورا کرتے ہیں (پہلی صف مکمل ہونے کے بعد پھر دوسری صف مکمل کرتے ہیں) پھر وہ سیسہ پلائی دیوار کی مانند کھڑے ہو جاتے ہیں''۔ [2]

صف بندی کی اہمیت وفضیلت

۱۔ حضرت نعمان بن بشیر ؓ سے روایت ہے کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ ہماری صفوں کو برابر کیا کرتے تھے یہاں تک کہ تیروں کی مانند (سیدھا) کرتے، جب ہم اچھی طرح صفیں درست کرنا سیکھ گئے تو ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے اور نماز کیلئے کھڑے ہو گئے قریب تھا کہ تکبیر کہی جاتی لیکن آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف کے آگے کی طرف نکلا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ کے بندو اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ اللہ تعالیٰ دلوں میں پھوٹ ڈال دے گا۔ [3]

۲۔ حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا:

تم اپنی صفوں کو سیدھا کرو اس لئے کہ صفوں کا سیدھا کرنا نماز کو مکمل کرنا ہے۔ [4]

---

[1] بخاری ۱/۱۰۰

[2] بخاری ۱/۱۸۱ وابوداؤد ۱/۹۷

[3] مسلم ۱/۱۸۲

[4] مسلم ۱/۱۸۲

Marfat.com

۳۔ ﴿عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم رَاٰی فِیْ اَصْحَابِہٖ تَاَخُّرًا فَقَالَ لَھُمْ تَقَدَّمُوْا وَاْتَمُّوْا بِیْ وَلْیَاْتَمَّ بِکُمْ مَنْ بَعْدَکُمْ لَا یَزَالُ قَوْمٌ یَتَاَخَّرُوْنَ حَتّٰی یُؤَخِّرَھُمُ اللّٰہُ﴾ [1]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگے بڑھو اور میری اِقتداء کرو اور تمہاری اِقتداء وہ کریں جو تمہارے بعد آئیں ایک قوم ہمیشہ پیچھے ہٹتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ بھی ان کو پیچھے دھکیل دے گا۔

۴۔ ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جس شخص نے صف کو ملایا اللہ اُس کو اپنی رحمت اور فضل سے ملائے اور جس نے صف کو توڑ اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے منقطع کردے۔ [2]

۵۔ ﴿عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم رُصُّوا صُفوفکم وقاربوا بینھا وحاذُوا بالاعناقِ فوالّذی نفسی بیدہٖ اِنّی لاری الشَّیطٰنَ یدخلُ مِن خللِ الصفِّ کانّھا الحذفُ﴾ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں کو ملاؤ قریب قریب رکھو اور گردنوں کو برابر رکھو، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں شیطان کو بکری کے کالے بچے کی مانند صفوں کے شگافوں میں داخل ہوتے دیکھتا ہوں۔

۶۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
﴿ما مِن خُطْوَۃٍ أَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِن خُطوۃٍ یَمشِیھا یَصِلُ بھا صفًّا﴾ [4]
اللہ تعالیٰ کو کوئی قدم اِتنا محبوب نہیں جتنا کہ وہ قدم محبوب ہے جو کسی صف کے شگاف کو بھرنے کیلئے اُٹھایا گیا ہو۔

---

[1] مسلم ج ۱ ص ۱۸۲ و ابوداؤد ص ۹۹
[2] ابوداؤد ص ۹۹
[3] ابوداؤد ص ۹۷
[4] ابوداؤد کتاب الصلاۃ (۵۷۰)

Marfat.com

صفِ اَوّل کی فضیلت

۱۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿خَیْرُ صُفُوْفِ الرِّجَالِ اَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَیْرُ صُفُوْفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا اَوَّلُهَا﴾ ۱	''مردوں کی بہتر صف پہلی صف ہے بدترین صف آخری صف ہے اَور عورتوں کی سب سے بہتر صف آخری صف ہے اَور سب سے بدترین صف پہلی صف ہے۔

۲۔ حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

﴿ان اللہ عزّوجل وملائِکتهٗ یُصلُّونَ عَلَی الصُّفوفِ الاوّلِ......الخ﴾ ۲	بے شک اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں کیلئے رحمت کرتا ہے اَور اس کے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

۳۔ مسند احمد میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: اللہ تعالیٰ صفِ اَوّل پر رحمت کرتا ہے اَور اس کے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔ تیسری مرتبہ فرمایا: ''دوسری صف پر بھی'' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صفِ اَوّل کو فضیلت حاصل ہے۔

۴۔ مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا:
''میرے قریب (صف اَوّل میں) وہ لوگ کھڑے ہوں جو عاقل و بالغ ہوں''۔ ۳

اِن مراتب کا خیال اس لئے رکھا گیا تا کہ اگر اِمام کو کسی قسم کا کوئی حدث لاحق ہو تو اِمام کے قریب والے جماعت کو سنبھال سکیں۔

OOOOOOOOOOO

۱ مسلم ۱۸۲/۱: باب امر النساء المصلیات وراء الرجال
۲ ابوداؤد ج۱ ص۹۷
۳ مسلم ۱۸۱/۱ باب تسویة الصفوف واقامتها

اِمام صف کے عین وسط میں کھڑا ہو

عموماً یہ ہوتا ہے کہ مسجد کے جس دروازے سے لوگ داخل ہوتے ہیں اُسی دروازے سے صف کا جونسا حصہ اُن کے قریب پڑتا ہے اُسی طرف کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہ دیکھنے کی بالکل زحمت گوارا نہیں کرتے کہ کھڑے ہونے کی ضرورت کس طرف ہے! حالانکہ ہونا یہ چاہئے کہ بعد میں آنے والے ہر شخص کو اِمام کے دائیں بائیں دونوں طرف دیکھنا چاہئے، جس طرف نمازی کم ہوں اسی طرف کھڑے ہونا چاہئے اور اگر نمازی دونوں طرف برابر ہوں تو پھر دائیں طرف کو ترجیح دینی چاہئے۔

چنانچہ حدیث پاک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿وَسِطُوا الْاِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ﴾ [1] اِمام کو (صف کے) درمیان میں رکھو اور صف کے شگافوں کو بھر دو۔

اِمام کو درمیان میں رکھنے کا یہی مطلب ہے کہ اس کے دائیں اور بائیں دونوں طرف صف کو برابر رکھا جائے۔

صف کے پیچھے تنہا کھڑے نہ ہوں

بعض لوگ صف کے پیچھے بالکل اکیلے کھڑے ہو جاتے ہیں جو تعلیماتِ نبوی ﷺ کے خلاف ہے۔

چنانچہ حضرت وابصہ بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا!

﴿يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَحْدَهُ فَامَرَهُ اَنْ يُعِيدَ الصَّلٰوةَ﴾ [2] وہ صف کے پیچھے اکیلا نماز پڑھ رہا تھا آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ وہ اپنی نماز کو لوٹائے۔

مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونے والے کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

لہٰذا اگر اگلی صفوں میں جگہ ہو تو پہلے اس جگہ کو پُر کیا جائے، بصورت دیگر بعض علماءِ حق نے یہی فتویٰ دیا ہے کہ اکیلا کھڑا نہ ہو بلکہ آخری صف کے درمیان میں سے کسی شخص کو پیچھے کھینچ لے اور اس کے ساتھ کھڑا ہو، اگرچہ یہ اِستدلال ضعیف اَحادِیث پر مبنی ہے لیکن صف سے پیچھے اکیلے مصلّی کی نماز نہیں ہوتی یہ حکم صحیح حدیث سے ثابت ہے لہٰذا نماز کی حفاظت اسی میں ہے کہ کسی کو پیچھے کر لیا جائے اور اس کے ساتھ مل کر نماز اَدا کر لی جائے اور جہاں سے نمازی کو پیچھے کھینچا گیا ہو وہاں پر ہونے والے خلا کو اِمام کی طرف قدم بڑھا کر دائیں بائیں والے پُر کریں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

---

[1] ابو داؤد ۱/۹۹ کتاب الصلاۃ (۵۸۳)

[2] ابو داؤد ۱/۹۹، مسند احمد، ترمذی، تلخیص الحبیر ۱/۳۷، ارواء الغلیل ۲/۳۲۳ رقم ۵۴۱

Marfat.com

عورت اکیلی کھڑی ہوسکتی ہے

اگر اِمام کے پیچھے مرد کھڑے ہوں اُور کوئی خاتون بھی جماعت میں شامل ہونا چاہے تو اس کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ صف میں شامل ہو کر کھڑی ہو بلکہ صف میں جگہ ہونے کے باوجود وہ سب سے پیچھے اَکیلی کھڑی ہوگی مرد کیلئے اکیلا کھڑا ہونا جائز نہیں ہے جب کہ خاتون کیلئے درست ہے چنانچہ حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اُور یتیم (یہ حضرت انس ؓ کے بھائی تھے) اَپنے گھر میں رسولِ اَکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اُور اُن میں اُمّ سلیم (انس ؓ کی والدہ ہیں) ہمارے پیچھے اکیلی کھڑی ہو گئیں۔ ۱

اسی طرح حضرت انس ؓ سے ایک اُور روایت ہے کہ میں نے اُور میری والدہ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی مجھے تو آپ نے اَپنے دائیں جانب کھڑا کیا اُور میری والدہ کو پیچھے کھڑا کر دیا۔ ۲

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اگر تین آدمی جماعت کریں جن میں اِیک خاتون ہو تو اِمام اُور مرد مقتدی دونوں اسی طرح کھڑے ہونگے جس طرح دو شخصوں کی جماعت میں مقتدی اِمام کی دائیں جانب کھڑا ہوتا ہے اُور خاتون پیچھے تنہا کھڑی ہوگی۔

صف میں بھاگ کر شامل ہونا

بخاری کی راویت ہے حضرت ابو بکرہ ؓ کہتے ہیں کہ میں رسولِ اکرم ﷺ کے پاس (مسجد میں) اُس وقت پہنچا جب آپ ﷺ رکوع میں تھے اُور میں نے جیسے دیکھا اسی وقت رکوع کر لیا اُور پھر رکوع میں چل کر صف کی طرف بڑھا پھر اِس کا ذکر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصاً وَلَا تَعُدْ﴾ ۳ اللہ تیری حرص کو بڑھائے آئندہ ایسا نہ کرنا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت میں شامل ہونے کی حرص اچھی بات ہے لیکن اس کے بھی کچھ

---

۱ مسلم ۱/۲۳۴ باب جواز الجماعة فى النافلة

۲ مسلم ۱/۲۳۴ باب جواز الجماعة........

۳ بخاری ۱/۱۰۸ باب اذا رکع دون الصف

آداب ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ دُور سے رکوع کر کے پھر صف کی طرف دَوڑ کر آئے اَور آپ نے آئندہ کیلئے اس کی ممانعت فرمادی۔

اسی طرح بخاری اور مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم دوڑ کر شامل نہ ہو بلکہ وقار کے ساتھ چل کر صف میں پہنچو۔ [1]

نابالغ بچے کہاں کھڑے ہوں

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے صفوں کی درجہ بندی کرتے ہوئے فرمایا:

سب سے پہلے میرے قریب عاقل اَور بالغ لوگ کھڑے ہوں پھر جواُن کے قریب ہوں۔ [2]
یعنی اس طرح درجہ بندی کرتے ہوئے نابالغ بچوں کوصفوں کے آخر میں کھڑا کرنا چاہیے۔

دوستونوں کے مابین صف بندی کی ممانعت

حضرت معاویہ بن قرہ اَپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

﴿كُنَّا نُنهٰى أَنْ نَصُفَّ بَيْنَ السَّوَارِى......الخ﴾ [3]
ہمیں ستونوں کے درمیان صف بنانے سے منع کیا جاتا تھا۔

چونکہ ستونوں کے بیچ میں آجانے سے صف کٹ جاتی ہے شاید اسی لئے اس کے مابین صف بنانے سے منع کیا گیا ہے، بعض مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ بہت سے لوگ مسائل سے ناواقفیت کی وجہ سے جہاں دِل چاہتا ہے اَور جیسے دِل چاہتا ہے کھڑے ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ انہیں اگر یہ بتا بھی دیا جائے کہ یہاں صف بنانی شرعاً منع ہے تو بڑے تعجب سے پوچھتے ہیں کیا ستونوں کے درمیان کا حصہ مسجد میں شامل نہیں ہے؟ حالانکہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ جب حدیثِ رسول ﷺ اُس تک پہنچ جائے تو پھر اُس کا خلاف نہ کرے، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ (آمین)

---

[1] احمد والبخاري وابوداؤد والنسائي وابن حبان تلخيص الحبير ١/٢٨٤، ٢٨٥
[2] مسلم ١/١٨١ باب تسوية الصفوف واقامها
[3] ابن ماجه ص ٧١

Marfat.com

جب مقتدی اِیک ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اِیک رات حضور نبی کریم ﷺ نے تہجد کی نماز پڑھی تو میں بھی تہجد میں شامل ہونے کی نیت سے وضو کر کے آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا رسولِ اَکرم ﷺ نے نماز کی حالت میں مجھے اَپنے پیچھے سے کھینچ کر دائیں طرف کر دیا۔ [1]

اِس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر دو شخص باہم جماعت کرنا چاہیں تو مقتدی نہ تو اس کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو گا اَور نہ ہی بائیں طرف بلکہ اسے سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق دائیں طرف کھڑا ہونا چاہئے۔

اِمام کو صفیں درست کرنی چاہئیں

اِمام کو چاہئے کہ وہ اس وقت تک نماز شروع نہ کرے جب تک کہ صفیں سیدھی اَور درست نہ ہو جائیں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرنے سے پہلے ہماری صفیں درست کروایا کرتے تھے۔ [2]

قدم سے قدم اَور ٹخنے سے ٹخنہ ملانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنی صفوں میں اِیک دوسرے کے ساتھ کندھے سے کندھا اَور قدم سے قدم چمٹا کر رکھتے تھے۔ [3]

ابوداؤد میں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم دوسرے کے ٹخنے کے ساتھ ٹخنہ بھی ملایا کرتے تھے۔ [4] (تصویر ملاحظہ فرمائیں صفحہ نمبر ۴۹۷ شکل نمبر ۱)

اِن اَحادیث کے پیشِ نظر اگر کسی کا ٹخنہ بآسانی مل سکتا ہے تو اچھی بات ہے لیکن ٹخنہ ملانے کیلئے پاؤں کے تلوے اُٹھا کر پاؤں کو آڑے ٹیڑھے کر کے رکھنا جس سے حلیہ ایسا معلوم ہو کہ شاید یہ اَپنے پاؤں سے معذور ہے یہ حدیث کا منشاء نہیں ہے۔

---

[1] بخاری کتاب العلم (۱۱۴) ومسلم کتاب الصلاۃ المسافرین...... (۱۲۷۵،۷۶،۷۷) والترمذی کتاب الصلاۃ (۲۱۵) والنسائی والمؤطا وابوداود والدارمی

[2] مسلم ۱/۱۸۲

[3] بخاری ۱/۱۰۰

[4] ابوداؤد ۱/۹۷

Marfat.com

صفوں کے درمیان فاصلہ

ہر صف کے مابین اتنا فاصلہ نہیں ہونا چاہئے کہ اُن دو صفوں کے درمیان ایک صف اَور بن سکتی ہو بلکہ صفیں قریب قریب رکھنی چاہئیں جیسا کہ ابوداوٗد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ صفوں کو باہم قریب کیا کرتا تھے۔ [1]

صف سے متعلق مروّجہ بدعات

عصر حاضر میں بدعات کا رواج اِس قدر عام ہو چکا ہے کہ کوئی شعبۂ زندگی اس موذی مرض سے محفوظ نہیں رہ سکا نماز جیسی اہم عبادَت بھی اہل بدعت کی خرافات سے نہ بچ سکی چنانچہ صف بندی سے متعلق بھی مختلف اُمور رائج ہیں جو بالکل بدعت ہیں۔

۱۔ صفوں میں فرشتوں کے کھڑے ہونے کیلئے جگہ چھوڑنا بعض مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ لوگ باہم قدم سے قدم اَور کندھے سے کندھا نہیں ملاتے بلکہ ہر شخص کے بیچ میں جگہ چھوڑی جاتی ہے اَور اس کی حکمت یہ بتائی جاتی ہے کہ یہاں فرشتے کھڑے ہونگے حالانکہ رَسولِ اَکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم شگاف چھوڑتے ہو تو اُن شگافوں میں شیطان داخل ہوتا ہے۔

۲۔ اِمام کا صفیں درست کرائے بغیر نماز شروع کر دینا۔

۳۔ پہلی صف مکمل کیئے بغیر دوسری صف بنالینا۔

۴۔ نمازِ جنازہ میں طاق صفیں بنانے کا حکم دینا۔

۵۔ نماز میں صف بندی کے وقت پاؤں کی اُنگلیاں قبلہ رخ رکھنے کی بجائے شمالاً غرباً اَور جنوباً غرباً رکھنا۔

۶۔ قیام میں پاؤں کا نہ ملانا صرف رکوع کے وقت ملانا۔

۷۔ صف میں پہنچ کر نماز میں شامل نہ ہونا بلکہ اِمام کے کھڑے ہونے کا اِنتظار کرتے رہنا۔

مندرجہ بالا تمام اُمور خلافِ سنت اَور بدعات کے زُمرے میں شامل ہیں۔

---

[1] ابوداؤد ۱/۹۷

Marfat.com

صف بندی کے متفرق مسائل

۱۔ صفوں کو سیدھا کرنے کیلئے اِمام کو چاہئے کہ مقتدیوں کی طرف رخ کر کے متوجہ ہو۔ [۱]

۲۔ اِمام صفیں درست کرانے کیلئے کسی شخص کو مقرر بھی کر سکتا ہے۔ [۲]

۳۔ اہل علم کا پہلی صف میں سے کسی کو پیچھے کر کے وہاں خود کھڑے ہو جانا جائز ہے چنانچہ حضرت قیس بن عبادؓ کہتے ہیں اِیک دفعہ میں مسجد میں پہلی صف میں تھا کہ اِیک شخص نے مجھے پیچھے سے کھینچا اَور خود میری جگہ کھڑا ہو گیا (غصہ کی وجہ سے) میں نے نماز کس طرح اَدا کی مجھے معلوم نہیں نماز کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ ابی بن کعب تھے انہوں نے کہا اے شخص اللہ تمہیں رنجیدہ نہ کرے ہمیں رسولِ اَکرم ﷺ کی وصیت ہے کہ ہم آپ ﷺ کے قریب یعنی صفِ اوّل میں رہیں۔ [۳]

۴۔ نماز کا حسن و جمال صفوں کی درستگی میں ہے چنانچہ حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''صف کو برابر کرو کیونکہ صفوں کی برابری نماز کا حسن ہے''۔ [۴]

۵۔ نمازیوں کے سینے اِیک سیدھ میں ہونا صفوں کی برابری میں سے ہے۔ [۵]

۶۔ صف میں گردنیں بھی اِیک سیدھ میں رکھنی چاہئیں۔ [۶]

۷۔ کسی عذر کے باعث اِیک جماعت میں دو اِماموں کا ہونا، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے اپنی بیماری کے دنوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا پھر اِیک دن آپ ﷺ نے بیماری میں اِفاقہ محسوس کیا تو آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اس وقت جماعت ہو رہی تھی، ابوبکر صدیقؓ اَپنے مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے لیکن آپ نے انہیں پیچھے ہٹنے سے روک دیا، اَور خود جا کر ابوبکر صدیقؓ کے بائیں پہلو میں بیٹھ گئے گویا آپ ﷺ ابوبکرؓ

---

[۱] بخاری ۱/۱۰۰ باب اقبال الامام علی الناس عند تسویة الصفوف

[۲] الموطا کتاب النداء للصلاة (۲۱۶،۳۳۷)

[۳] نسائی ۱/۱۳۰

[۴] بخاری ۱/۱۰۰ ومسلم ۱/۱۸۲

[۵] مسلم ۱/۱۸۲

[۶] ابوداؤد ۱/۹۷ ونسائی عن انس بن مالکؓ ۱/۱۳۱

Marfat.com

کے اِمام تھے اُور ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے اِمام تھے۔ ؎۱

۸۔ اِمام اُور مقتدی کے درمیان اگر دیوار وغیرہ حائل ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ ؎۲

۹۔ اگر دو آدمیوں کی جماعت میں تیسرا شخص شامل ہو تو اِمام کو چاہئے دونوں مقتدیوں کو پیچھے کر دے۔ ؎۳

مسئلہ یہ ہے کہ اگر مقتدیوں کے پیچھے جگہ ہو تو مقتدی پیچھے ہو جائیں ورنہ اِمام ان دونوں سے آگے بڑھ جائے۔

۱۰۔ اِمتیاز کے طور پر اِمام مقتدیوں کی بنسبت بلند مقام پر کھڑا نہ ہو۔ ؎۴

البتہ اگر نمازیوں کو تعلیم دینا مقصود ہو تو اِمام بلند مقام پر کھڑا ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی سجدہ کے وقت نیچے اُتر آتے اُور باقی نماز آپ منبر پر کھڑے ہو کر پڑھاتے۔ ؎۵

آپ ﷺ نے ایسا تعلیم کے طور پر کیا، تاکہ صحابہ کرام دیکھ لیں کہ میں نماز کس طرح اُدا کرتا ہوں۔

؎۱ بخاری ۹۹/۱

؎۲ بخاری عن عائشہؓ ۱۰۱/۱ باب اذا کان بین الامام وبین القوم حائط او سترۃ

؎۳ مسلم عن انس رضی اللہ عنہ ۲۳۴/۱

؎۴ ابو داؤد عن ابی مسعود رضی اللہ عنہ ۸۸/۱ والدارقطنی: ج۲ ص ۱۱۰

؎۵ بخاری: ج۱ ص ۵۵، مسلم

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

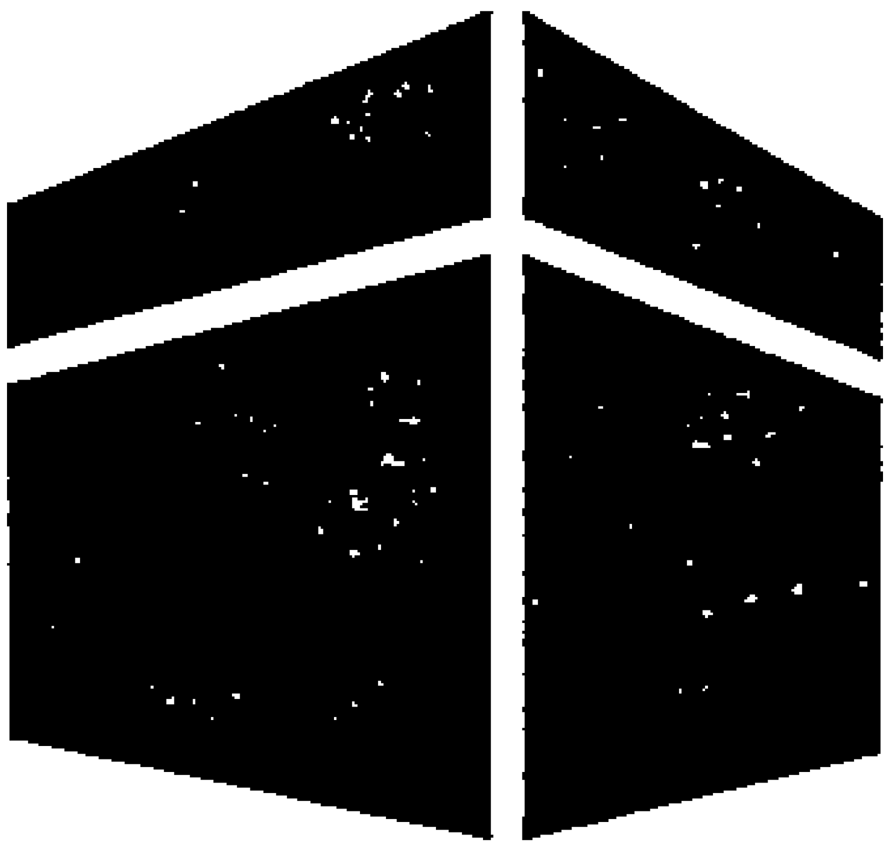

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب ۹

اِمامت اور جماعت

حدیث نبوی شریف

﴿اِنَّمَا جُعِلَ الامامُ لِیُؤتَمَّ بِہٖ﴾

امام اس لئے بنایا جاتا ہے تا کہ اس کی اقتداء کی جائے۔

(بخاری ۱/۱۰۰،۱۰۱)

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دُنیا کی اِمامت کا (اقبالؒ)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

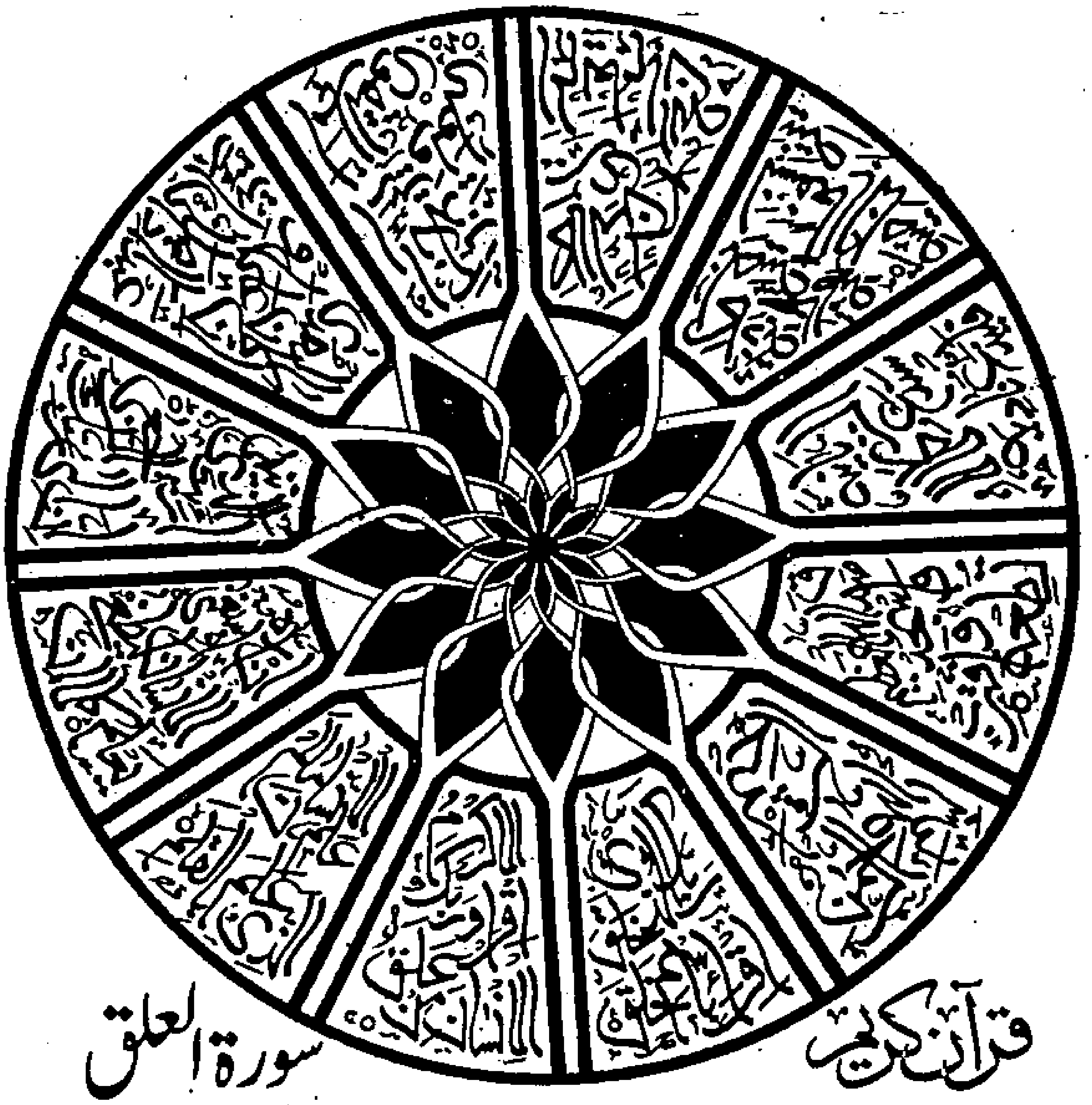

قرآن کریم

سورۃ العلق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

منصبِ امامت

ہمارے ہاں اِمامت کو ایک سطحی چیز سمجھا جاتا ہے جبکہ اِسلام نے اِس منصب کو بہت ہی اہمیت دی ہے، چنانچہ رسولِ اکرم ﷺ جب تک اِس دُنیا میں قیام پذیر رہے مسجدِ نبوی کی اِمامت کا فریضہ از خود اَنجام دیتے رہے۔

خلیفہٗ اَوّل صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی اَپنے دورِ خلافت میں اِس ذمہ داری کو نبھایا۔

خلیفہٗ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اِمامت وخطابت کے فرائض خود انجام دیتے رہے۔

خلیفہٗ ثالث حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، خلیفہٗ رابع حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفاءِ اِسلام جب تک منصبِ خلافت پر قائم رہے منصبِ امامت کو بھی ساتھ ساتھ رکھا اور اس سلسلے میں مندرجہ ذیل دعا اِس منصب کو خوب شرف بخشتی ہے۔

﴿وَاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا﴾[1]

(اے ہمارے رب!) ہمیں متقیوں کا اِمام بنا۔

بظاہر یہ چند مؤمنین کی دُعا ہے لیکن حقیقت میں تمام مسلمانوں کو یہ ترغیب دی گئی ہے کہ وہ دُنیا کی اِمامت کریں نہ کہ تقلید یعنی رہنما اور قائد بن کر دُنیا کو اَپنے پیچھے لگائیں خود دُنیا کے پیچھے نہ چلیں اہل اِسلام کا مقتدیٰ صرف اور صرف ایک ہے اور وہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ ہر مسلم کا یہ فرض ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے دُنیا کی اِصلاح کا بیڑا اُٹھائے منصبِ اِمامت اِتنا بڑا اِعزاز ہے کہ اللہ نے اِمام کی ایک ہی آواز پر جھکنے، بیٹھنے اور کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔

[1] سورۃ الفرقان: ۷۴

اِمام کی اِقتداء میں آنے کے بعد کوئی بھی مقتدی اِمام سے پہل کرنے کا مجاز نہیں یہ اِجتماعیت درحقیقت نظامِ وحدت کو اِستحکام بخشنے کا بہترین ذریعہ ہے، جب کوئی اِمام خالقِ حقیقی کے روبرو مناجات کرے تو سب کے سب ہمہ تن گوش ہو کر اُن مناجات کو سنیں اور باادب سیدھے کھڑے رہیں اور جب اِمام اللہ کی عظمت اور ربوبیت کے آگے جھکے تو بلا چوں وچرا سب جھک جائیں اور اس کی عظمت اور ربوبیت کا بار بار اقرار کریں۔

حدیث میں آتا ہے:

﴿اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ﴾[1]

اِمام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔

یادرہے کہ یہاں پیروی سے مراد یہ ہے کہ ارکانِ نماز کی ادائیگی میں اِمام کے پیچھے رہے اس سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے۔

اِمام کیسا ہونا چاہئے؟

ا۔ کسی بھی شخص کو اِمامت جیسے اہم اور پاکیزہ منصب پر فائز کرنے سے پہلے اس کا صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے کیونکہ فسادِ عقیدہ عمل کی بربادی کا باعث ہوتا ہے اس لئے اس کا اہتمام ضرور ہونا چاہئے کہ جسے اِمام بنایا جائے وہ کم از کم شرک اور بدعت جیسے اَمراض سے پاک ہو۔

نوٹ :- تفصیلی بحث (صفحہ 265 پر ''بدعقیدہ اِمام'' کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

۲۔ اِمام اَیسے شخص کو مقرر کیا جائے جو قرأت قرآن میں دوسروں سے افضل ہو،
اور اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو پھر سنت کے بڑے عالم کو مقرر کیا جائے،
اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو پھر سب سے پہلے ہجرت کرنے والے کو اِمام بنایا جائے،
اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو پھر اُس شخص کو اِمام بنایا جائے،
جو دوسروں سے عمر میں بڑا ہو۔[2]

---

[1] بخاری ۱/۱۰۱،۱۰۰ باب اقامة الصف من اتمام الصلاة
[2] مسلم ج۱ ص۲۳۶ باب من احق بالامامة

Marfat.com

چند باتیں اِمام کیلئے

۱۔ جنابِ رسالت پناہ ﷺ کا اِرشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کے ہاں جائے جہاں اُس کی حکومت یا اِختیار چلتا ہو وہ وہاں اِمامت کیلئے اس کے مصلیٰ پر از خود کھڑا نہ ہو اِلّا یہ کہ وہ اُسے اِمامت کیلئے آگے بڑھائیں۔ [۱]

۲۔ اِمام کو چاہئے کہ وہ اَپنے مقتدیوں میں بوڑھوں کمزوروں اور بیماروں کا خاص خیال رکھتے ہوئے نماز مختصر پڑھائے۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے خدمتِ اطہر میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ''یا رسول اللہ ﷺ! فلاں شخص فجر کی نماز بہت لمبی پڑھاتا ہے اس لئے میں اس جماعت میں شامل نہیں ہوتا'' یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے ناراضگی کا اِظہار فرماتے ہوئے فرمایا: ''اِمام کو مختصر نماز پڑھانی چاہئے کیونکہ اس کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور کام کاج والے بھی ہوتے ہیں۔'' [۲]

نابینا اور غلام بھی اِمام بن سکتے ہیں

اگر کوئی نابینا یا معذور شخص جسے کوئی بھی جسمانی معذوری لاحق ہو اور وہ اِمامت کی دیگر تمام شرائط پوری کرتا ہو تو صرف بینائی سے محرومی یا دیگر معذوری اِمامت کو مانع نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ نے مدینہ میں اپنی عدم موجودگی کے وقت دو مرتبہ حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اِمام مقرر فرمایا جب کہ وہ نابینا تھے۔ [۳]

ہجرتِ مدینہ کے اِبتدائی دور میں جب مہاجرین مقامِ عصبہ میں ٹھہرے جو قباء کا قریبی علاقہ ہے تو اس عرصہ میں حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ لوگوں کی اِمامت فرمایا کرتے تھے جب کہ مقتدیوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ابو سلمہ رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اَصحاب موجود تھے۔ (اِس اِمامت کی وجۂ ترجیح قرآن کا زیادہ یاد ہونا تھا)۔ [۴]

---

[۱] مسلم ۲۳۶/۱ [۲] مسلم ۱۸۸،۱۸۷/۱

[۳] ابوداؤد ۹۵/۱ باب امامة الاعمی

[۴] بخاری ۹۲/۱ وابوداؤد ۹۴/۱ باب کراهية التدافع فی الامامة

Marfat.com

مسافر اور مریض، اِمام بن سکتے ہیں

اگر اِمام مسافر ہو اور وہ نماز قصر کرنا چاہے تو اُسے اِختیار ہے اور مقیم کھڑے ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کریں، چنانچہ حضرت عمران بن حصین ؓ سے مروی ہے کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ جب تک سفر میں رہتے نماز قصر اَدا فرماتے آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اٹھارہ دِن قیام کے دوران نماز قصر اَدا فرمائی اور مغرب کو قصر نہ فرمایا اور جب آپ ﷺ سلام پھیر لیتے تو فرماتے ''اے مکہ والو کھڑے ہو کر اپنی بقیہ دو رکعتیں پوری کرو، ہم تو مسافر ہیں۔'' [1]

اگر اِمام بیمار ہو اور وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھانے سے قاصر ہو تو اُسے رخصت ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے، چنانچہ حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ نے بیٹھ کر اِمامت فرمائی آپ ﷺ کے پیچھے کچھ لوگ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اِمام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اُس کی اِتباع کی جائے......الخ۔ [2]

اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقتدیوں کو ضرور اِمام کے پیچھے بیٹھ جانا چاہیے۔

اِمام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی کھڑے ہو سکتے ہیں

حضرت عائشہ ؓ سے مروی مندرجہ بالا رِوایت جسے بخاری اور مسلم کے حوالے سے اُوپر تحریر کیا جا چکا ہے وہ پہلا حکم ہے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے آپ ﷺ کا آخری عمل بھی ہمیں معلوم ہوتا ہے (وفات سے ایک روز قبل) جب ذرا طبیعت سنبھلی تو آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے، اُس وقت خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق ؓ نماز پڑھا رہے تھے آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی بائیں جانب بیٹھ گئے گویا آپ ﷺ ابوبکر ؓ کے اِمام تھے اور ابوبکر ؓ باقی اَصحاب کے اِمام تھے اور آپ ﷺ نے آج کسی کو بھی اَپنے پیچھے بیٹھنے کا حکم صادر نہیں فرمایا۔ [3]

یہ چونکہ رسولِ اکرم ﷺ کا آخری عمل ہے اِس لئے اِسے پہلے حکم کا ناسخ تسلیم کرنا ہی قرینِ انصاف ہے۔

---

[1] مسند احمد البصریین (۱۹۰۱۹) وترمذی کتاب الجمعه (۵۰۰) وابوداؤد کتاب الصلاۃ (۱۰۴۰)

[2] اخرجه البخاری ومسلم والترمذی واصحاب السنن عن حمار بن سلة، کما فی دارقطنی ۵۲۷/۱

[3] بخاری کتاب الاذان (۶۷۲) ومسلم کتاب الصلاۃ (۶۲۹، ۶۳۴) وابن ماجه ومسند احمد

Marfat.com

نابالغ بچے کی اِمامت

رسولِ اکرم ﷺ نے اِمامت کا پہلا حق دار قرآن کے زیادہ جاننے والے اور اچھے قاری کو قرار دیا ہے یہ حکم عمومی ہے جس سے بلاقیدِ عمر جو بھی اس شرط کو پورا کرتا ہے وہ شخص اِمامت کا حق دار ہے ، اگر تمام مقتدیوں میں بچے سے زیادہ قرآن کا جاننے والا اور کوئی نہ ہو تو اُن تمام مقتدیوں میں اِمامت کا حق دار وہ بچہ ہے جو دیگر تمام نمازیوں سے قرآن کا زیادہ جاننے والا ہے۔

۲۔ رسولِ اکرم ﷺ کے حکم کی صحیح منشا کو صحابہ کرام نے بھی اسی طرح سمجھا ہے۔

چنانچہ حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں، فتح مکہ کے بعد میرے والد نے اپنی قوم سے پہلے اِسلام قبول کیا اور اِسلام قبول کرنے کے بعد جب قوم میں واپس آئے تو اُنہوں نے بیان کیا:

"اللہ کی قسم میں تمہارے پاس نبی برحق کی طرف سے یہ حکم لایا ہوں کہ تم پر فلاں فلاں وقت میں اِتنی اور ایسی نمازیں فرض ہیں کہ جب نماز کا وقت ہو تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور وہ شخص نماز پڑھائے جو ﴿اَکْثَرُکُمْ قُرْآناً﴾ تم میں قرآن زیادہ جانتا ہو۔"

پس لوگوں نے جب قرآن زیادہ جاننے والے کو تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ قرآن جاننے والا نہ ملا اِس لئے کہ میں مکہ سے آنے والے قافلوں سے قرآن سیکھا کرتا تھا اور اُسے یاد رکھتا تھا۔

چنانچہ میری قوم کے لوگوں نے مجھے اپنا اِمام مقرر کر دیا جب کہ میری عمر چھ یا سات برس کی تھی اور میرے پاس صرف ایک چھوٹی چادر تھی جس میں نماز پڑھایا کرتا تھا اور وہ اِس قدر چھوٹی تھی کہ میرے سجدہ کرنے پر وہ کھنچ جاتی اور ستر کھل جاتا۔ ایک دن کسی خاتون نے لوگوں سے کہ تم اپنے اِمام کا ستر تو ڈھک لو اس دن لوگوں نے کپڑا خرید کر مجھے بڑا کرتا سلوا دیا جسے پہن کر میں بے حد خوش ہوا۔ [1]

اِس حدیث کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے حکم کی منشاء کو جس طرح صحابہ کرام نے سمجھا ہے وہی اَصل حکم کا تقاضا تھا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اگر نابالغ بچہ اِمامت کی شرط پوری کرتا ہے اور باقی بڑی عمر کے نمازی یہ شرط پوری نہیں کرتے تو آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ بچہ ہی اِمامت کا صحیح حق دار ہے۔

---

[1] بخاری کتاب المغازی (٣٩٦٣) و ابو داؤد کتاب الصلاۃ ١/ ٩٣، ٩٤ (١٠٤٠) و مسند احمد و النسائی

عورت، عورتوں کی اِمام بن سکتی ہے

اگر کوئی عورت دیگر عورتوں کی اِمامت کرائے تو جائز ہے۔

چنانچہ حضرت اُمّ ورقہ بنتِ نوفل رضی اللہ عنہا سے رِوایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ اکثر اوقات ہمارے ہاں تشریف لاتے اور آپ ﷺ نے ہمارے لئے ایک مؤذّن بھی مقرر فرمایا جو اذان دیا کرتا تھا لیکن نماز کی اِمامت اُمّ ورقہ بنت نوفل خود کیا کرتی تھیں۔ [1]

البتہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورت اِمامت کراتے وقت صف کے درمیان میں کھڑی ہو، یعنی مردوں کی طرح اِمام بن کر صف سے آگے بڑھ کر کھڑی نہ ہو۔ [2]

لیکن کوئی عورت مردوں کی اِمام نہیں بن سکتی۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابنِ ماجہ میں رِوایت ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو مردوں کی اِمامت کرانے سے منع فرمایا ہے۔

ہاں اگر مرد خواتین کی اِمامت کرانا چاہے تو جائز ہے، چاہے اِمام کے پیچھے کچھ مرد اور کچھ خواتین ہوں جیسے عہدِ نبوی ﷺ میں مسجد نبوی میں خواتین جماعت میں شریک ہوا کرتی تھیں یا ساری کی ساری خواتین مقتدی ہوں تو بھی جائز ہے۔

چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں، ''یا رسول اللہ ﷺ! آج رات میں نے ایک (عجیب) کام کیا ہے'' آپ ﷺ نے فرمایا وہ کیا؟

عرض کی، چند خواتین گھر میں جمع ہوگئیں تھیں اور کہنے لگیں کہ

''تم قرآن پڑھتے ہو اور ہم نہیں پڑھتیں، (ہم حافظ نہیں ہیں) لہٰذا آج تم ہماری جماعت کراؤ''۔

چنانچہ میں نے انہیں آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھا دیئے، اس پر آپ ﷺ خاموش رہے۔ [3]

(اور آپ ﷺ کی خاموشی بھی رضامندی پر محمول ہوتی ہے)۔

---

[1] ابو داؤد ۱/۹٤ باب امامة النساء

[2] دارقطنی ۱/۵۳۵

[3] دارقطنی

Marfat.com

نفل والے کے پیچھے فرض پڑھے جاسکتے ہیں

اگرچہ بعض ائمہ اور فقہا نے اِختلاف کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض نماز پڑھی جاسکتی ہے، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھا کرتے تھے پھر واپس جا کر اَپنے قبیلہ کے لوگوں کی اِمامت کیا کرتے تھے۔ [1]

چنانچہ دارقطنی کی رِوایت میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی نفل نماز ہوتی تھی اور لوگوں کی فرض نماز ہوتی تھی چونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اَپنے فرض رسولِ اکرم ﷺ کی اِقتداء میں پہلے پڑھ چکے ہوتے تھے، دوبارہ پڑھنا نفل ہی ہوسکتے ہیں۔

مفضول کی اِمامت

چونکہ اِمام کو مقتدیوں سے افضل ہونا چاہئے جیسا کہ اَحادیثِ مبارکہ میں اِمام کیلئے بعض شرائط متعین کی گئی ہیں کہ وہ قرآن سب سے زیادہ جانتا ہو۔

سنت کا عالم ہو یا ہجرت میں پہل کرنے والا ہو تو اِن اَحادیث سے عموماً یہ گمان ہوتا ہے کہ افضل کو اِمام ہونا چاہئے مفضول کو نہیں، جب کہ ان احادیثِ مبارکہ کی منشا یہ ہے کہ مستقل اِمام بنانا مقصود ہو یا عارضی طور پر بھی کسی کو اِمام مقرر کیا گیا ہو تو اس وقت یہ دیکھ لیا جائے کہ اِمامت کا صحیح حقدار کون ہے؟ یعنی افضل کی موجودگی میں مفضول کو آگے نہیں کھڑا کرنا چاہئے۔

البتہ مفضول کے اِمام بن جانے کے بعد افضل کو اس کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہئے۔

چنانچہ حدیثِ پاک میں وارد ہے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ پیچھے رہ گیا، جنابِ رسالت پناہ ﷺ رفعِ حاجت کیلئے تشریف لے گئے اور وہیں آپ ﷺ نے وضو بھی فرمایا اور جب ہم لوگوں کی طرف واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں رسولِ اکرم ﷺ کو اُن کے ساتھ آخری رکعت ملی، چنانچہ آپ ﷺ شامل ہوگئے، جب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو رسولِ اکرم ﷺ اپنی بقیہ

---

[1] بخاری ۱/۱۸۰ و مسلم فی الصلاۃ و دارقطنی ۱/۲۷۳

Marfat.com

نماز پوری کرنے کیلئے کھڑے ہوگئے، سلام کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا تم نے بہت اَچھا کیا کہ نماز کو وقت پر پڑھ لیا۔ [1]

مفضول کی اِمامت کے حق میں اِس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اِمام ہیں اور سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ مقتدی بنے ہوئے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بڑی سے بڑی شخصیت کے اِنتظار میں نماز کو مؤخر نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ اللہ کا حق سب پر فائق ہے۔

جن کی اِمامت درست نہیں

کچھ لوگ اَیسے ہیں کہ جن کو شریعت نے اِمامت کے لیے ناپسند فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

"تین شخص اَیسے ہیں کہ جن کی کوئی بھی نماز اللہ قبول نہیں کرتا۔

۱۔ وہ شخص جس کی اِمامت کو لوگ ناپسند کرتے ہوں۔

۲۔ جو نماز کیلئے اَیسے وقت میں آئے جب نماز کا وقت جاتا رہتا ہو۔

۳۔ اَیسا شخص جو اَپنے غلام کو آزاد کرنے کے بعد پھر غلام بنالے۔" [2]

دِیگر اَحادِیث میں کچھ مزید اَشخاص بھی اِمامت کے لیے نااہل قرار دے گئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ اَیسے شخص کو اِمام نہ بنایا جائے جو شخص نماز میں قبلہ کی طرف تھوکے۔ [3]

۲۔ بدعتی اور مشرک شخص کو ہرگز اِمام نہیں بنانا چاہئے، کیونکہ بدعت اور شرک عمل کو برباد کردیتے ہیں۔

﴿لا یَقْبَلُ اللّٰہُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْماً وَلا صَلٰوةً.........الخ﴾ [4]

---

[1] مسلم ۱/۱۸۰

[2] ابوداؤد ۱/۸۸ باب الرجل یؤم القوم وھم له کارھون وابن ماجه ۱/۶۸ باب من أم قوم وھم له کارھون

[3] ابوداؤد ۱/۶۹ باب کراھیة البزاق فی المسجد

[4] ابن ماجه ۱/۶

مقتدی کا دوران جماعت شامل ہونا

۱۔ لوگ جس حال میں جماعت کو پاتے ہیں عموماً اُس حال میں شریک نہیں ہوتے، اِمام رکوع، سجدہ یا کسی اور حالت میں ہو تو شامل ہونے والا امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرتا ہے جب کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''جس حال میں اِمام ملے اسی حال میں شریک ہو جانا چاہیے''۔

۲۔ کچھ لوگ یوں کرتے ہیں کہ اگر اِمام رکوع یا سجدہ میں ہو تو وہ اللہ اکبر کہہ کر قیام کی حالت میں کچھ دیر کیلئے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں پھر اِمام کی حالت میں شریک ہوتے ہیں، یہ بھی حدیث نبوی کے خلاف ہے۔

کیونکہ قیام کی حالت میں صرف اس وقت کھڑا ہونا ہے جب اِمام کا قیام ہمیں ملے اور اگر اِمام رکوع میں ہے تو اللہ اکبر کہہ کر بغیر ہاتھ باندھے سیدھا رکوع میں چلے جانا چاہیے۔

۳۔ اِمام چاہے پہلی رکعت میں ہو یا آخری رکعت میں مقتدی دورانِ جماعت کسی بھی رکعت میں شریک ہو، وہ اس کی پہلی رکعت کہلائے گی، اس لئے کہ احادیث میں رکعات کی ترتیب کو بدلنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ آخری رکعتیں پہلے پڑھی جائیں اور پہلی رکعتیں بعد میں یعنی جتنی رکعتیں اُس نے اِمام کے ساتھ اَدا کرلیں وہ اس کی پہلی رکعتیں ہیں اور جو رکعتیں سلام کے بعد کھڑے ہو کر اَدا کرے گا وہ اس کی آخری رکعتیں ہونگی۔

☆ بعض کے نزدیک یہ ہے کہ مقتدی کی وہ رکعتیں جو اِمام کے ساتھ اَدا کرلیں وہ اس کی آخری رکعتیں ہونگی یعنی جو اِمام کے ساتھ پڑھے گا وہ وہی شمار کی جائیں گی جو اِمام کی ہونگی۔

اس کی دلیل بخاری و مسلم میں موجود حضرت ابو ہریرہ ؓ کی بیان کردہ رِوایت کو بنایا جاتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو تم دوڑ کر اس کی طرف نہ آؤ بلکہ چل کر سکون کے ساتھ آؤ اور جتنی نماز مل جائے اُسے پڑھ لو ''مَافَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا'' اور جو رہ جائے اُسے پورا کرلو۔ [1]

اس رِوایت میں ''مَافَاتَکُمْ'' سے یہ اِسدلال کیا جاتا ہے کہ مقتدی کی جو رکعتیں فوت ہوئی ہیں انہیں پورا کرنے کا حکم ہے جبکہ فوت تو وہ ہوئی ہیں جو وہ اِمام کے ساتھ اَدا نہیں کرسکا۔

[1] بخاری ۱/۸۸ باب ما ادرکتم فصلوا و ما فاتکم فاتموا و مسلم ۱/۲۲۰۔

حالانکہ حدیث میں ایسی کوئی صراحت نہیں ہے جس سے یہ وضاحت ہو، یہ اشکال اس لئے پیدا ہو رہا ہے کہ وہ بعد میں شامل ہونے والے شخص کی رکعتوں کو وہی رکعتیں شمار کرتے ہیں جو اِمام کی رکعتیں ہیں اگر انہیں مقتدی کی پہلی رکعتیں تسلیم کرلیا جائے تو پھر فوت ہونے والی رکعتیں پہلی نہیں ہونگی بلکہ آخری ہونگی، اس لئے کہ مقتدی نے اپنی پہلی رکعتیں اِمام کے ساتھ پڑھ لی ہیں، جو رہتی ہیں وہ آخری ہیں اور حدیث مذکورہ میں انہیں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اس کے بعد لفظ ''فَاَتِمُّوْا'' بھی اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ پورا کرنے کا تعلق بقیہ حصے سے ہوتا ہے۔

۴۔ عقلاً بھی یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا کہ تشہد میں بیٹھنے کا حکم آخری رکعت میں ہے پہلی رکعت میں نہیں، مثال کے طور پر اگر مقتدی اِمام کے ساتھ تین رکعتیں اَدا کر چکا ہے اور اس کی صرف ایک رکعت باقی ہے جسے وہ سلام کے بعد کھڑے ہو کر اَدا کرے گا، اب اگر سلام کے بعد وہ رکعت جو اس کی چھوٹی ہے اُسے پہلی رکعت تسلیم کیا جائے تو کیا اس پہلی رکعت میں اُسے تشہد بیٹھنے کا کوئی حق ہے؟

☆ اگر کوئی شخص اِس پر یہ اعتراض کرے کہ مقتدی جب اِمام کی آخری رکعت میں شریک ہوگا تو اِمام تشہد بیٹھے گا اگر مقتدی کی وہ پہلی رکعت ہے تو وہ کیونکر بیٹھے گا......؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک جماعت کے اَندر ہے اُسے اِمام کا مکلّف بنا دیا گیا ہے اُسے جماعت کی حالت میں اِمام کی اِتباع کرنی ہے لیکن سلام پھیرنے کے بعد وہ اِمام کا مکلّف نہیں رہا ، اس لئے اس اِعتراض کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ جاتی۔

جماعت اور اِمامت کے متفرق مسائل

۱۔ اِمام کو (محض منصبِ اِمامت کی خاطر) مقتدیوں سے اُونچا کھڑا نہیں ہونا چاہیے۔ [۱]

۲۔ اگر اِمام مقتدیوں کو تعلیم دینے کی نیت سے یا کسی خاص مقصد کے پیشِ نظر مقتدیوں سے اونچا کھڑا ہونا چاہتا ہے تو اسے رُخصت ہے۔

چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ جب پہلی مرتبہ منبر رکھا گیا تو رسول اکرم ﷺ نے قیام اور رکوع منبر کے اُوپر کیا اور سجدہ کیلئے نیچے اُترے، (نماز کے بعد) فرمایا:

''میں نے اَیسا اِس لئے کیا ہے کہ تم میری اِتباع کرو اور یہ سیکھو کہ میں نماز کس طرح پڑھتا ہوں''۔ [۲]

[۱] دارقطنی ۲/۱۱۰ [۲] بخاری ۱/۵۵ و مسلم

Marfat.com

۳۔ مقتدی امام سے اُونچے کھڑے ہوسکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جماعت میں شامل ہو کر مسجد کی چھت پر نماز پڑھی، (جبکہ امام نیچے تھا)۔ ۱

۴۔ امام اُپنے پیچھے کھڑے ہونے والے کمزوروں، بیماروں، ضعیفوں اور کام کاج کرنے والے لوگوں کا خیال رکھتے ہوئے نماز کو ہلکا کرے۔ ۲

۵۔ پہلی رکعت لمبی پڑھانی چاہئے تاکہ آنے والے نمازی شریک ہوسکیں۔ ۳

۶۔ امام کو چاہئے قرآن مجید کی تلاوت اچھی آواز میں صحت کے ساتھ کرے کیونکہ حدیث میں آتا ہے:

﴿مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا﴾ جو قرآن کو اچھی آواز میں نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ۴

۷۔ اگر امام نماز میں بھولے تو مقتدیوں کو سبحان اللہ کہنا چاہئے اور اگر پیچھے خواتین ہوں تو وہ سبحان اللہ کی بجائے تالی بجائیں کیونکہ حدیث پاک میں وارد ہے:

﴿اَلتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ﴾ تسبیح (سبحان اللہ کہنا) مردوں کیلئے اور تالی عورتوں کیلئے ہے۔ ۵

۸۔ اگر دورانِ نماز امام کو کوئی عذر لاحق ہو اور وہ نماز سے باہر جائے تو مقتدیوں میں سے کسی شخص کو امام بنادے اور خود وہاں سے ہٹ جائے تاکہ جماعت جاری رہے۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر جب نماز کی حالت میں حملہ کیا گیا تو انہوں نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کردیا اور خود یہ کہہ کر گر گئے۔ "مجھے کتے نے مار ڈالا"۔ ۶

۹۔ اگر امام کسی عذر کے تحت نماز سے نکلتے وقت کسی کو اپنی جگہ کھڑا نہیں کرتا تو پھر مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ اپنی بقیہ نماز علیحدہ علیحدہ پوری کرلیں، جس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نماز کے دوران حملہ کیا گیا اور اُنہوں نے کسی کو اپنی جگہ کھڑا نہیں کیا تو لوگوں نے اُپنے طور پر الگ الگ نماز پوری کرلی۔ ۷

۱۰۔ اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور اُس کے ساتھ کوئی دوسرا شخص آکر شامل ہوجائے تو جماعت ہو جائے گی، جیسا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز پڑھ رہے

---

۱ بیہقی ۲ بخاری ۹۸،۹۷/۱ ۳ بخاری ۱۰۷/۱

۴ بخاری کما فی مشکوٰۃ ۱۹۰/۱ ۵ مسلم ۱۸۰/۱

۶ بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ (قصة البیعة) رقم الحدیث (۳۴۲۴)

۷ مسند احمد

Marfat.com

تھے، میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہو گیا (اسی طرح جماعت کرائی گئی)۔ [1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ کوئی ہے جو اس کے ساتھ نماز میں شامل ہو کر اس پر صدقہ کرے۔ [2]

۱۱۔ اگر کوئی شخص فرض نماز پڑھ چکا ہو پھر وہ مسجد میں آئے اور جماعت ہو رہی ہو تو اسے چاہئے کہ نفل کی نیت کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔ [3]

۱۲۔ ایک مسجد میں ایک جماعت کے ہو جانے کے بعد دوسری جماعت کرائی جا سکتی ہے۔ [4]

۱۳۔ امام کی تکبیروں کی آواز اگر مقتدیوں تک نہ پہنچ رہی ہو تو مقتدیوں میں سے کوئی بلند آواز شخص امام کی تکبیر کو دہرا سکتا ہے۔ [5]

۱۴۔ کسی دوسرے کی حکومت یا دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت کے کوئی شخص امامت نہ کرے۔ [6]

۱۵۔ اگر جماعت میں خواتین شریک ہوں اور امام ان کے بچوں کے رونے کی آواز سنے تو نماز میں تخفیف کرے۔ [7]

۱۶۔ سلام پھیرنے کے بعد امام کو چاہئے کہ فوراً مقتدیوں کی طرف رخ نہ کرے بلکہ اتنی دیر قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھا رہے جتنی دیر میں:

﴿اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَام وَمِنْکَ السَّلَام تَبَارَکْتَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ﴾ پڑھا جا سکے۔ [8]

۱۷۔ سلام کے بعد امام مقتدیوں کی طرف رُخ کر کے بیٹھے۔ [9]

۱۸۔ مقتدیوں کی طرف پلٹتے وقت امام کو یہ حق حاصل ہے چاہے وہ دائیں طرف سے پھرے یا بائیں طرف سے۔ [10]

لیکن ہمیشہ ایک طرف سے پھرنے کو لازم قرار دینا ناجائز ہے۔

۱۔ بخاری و مسلم کما فی تلخیص الحبیر ۱/۲۸۴

۲۔ ترمذی، ابو داؤد ۱/۸۵ ۳۔ ترمذی، ابو داؤد ۱/۸۵

۴۔ مسلم و النسائی و الترمذی ۱/۳۰ باب ماجاء الجماعۃ فی المسجد قد صلّی فیہ

۵۔ بخاری ۱/۹۸، ۹۹ ۶۔ مسلم ۱/۲۳۶ ۷۔ بخاری ۱/۹۸

۸۔ مسلم ۱/۲۱۸ ۹۔ بخاری ج ۱ ص ۱۱۸ باب یستقبل الامام الناس

۱۰۔ بخاری ۱/۱۱۸، مسلم ۱/۲۱۸

Marfat.com

بدعقیدہ مقتدی

بعض دفعہ اہل بدعت، اہل السنہ اور اہل توحید کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتے ہیں، بعض مساجد میں اہل توحید ایک خاص تشویش میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہماری جماعت میں اہل بدعت شریک تھے نہ معلوم ان کی وجہ سے ہماری نماز ہوئی یا نہ ہوئی صحیح العقیدہ اِمام کے پیچھے بدعقیدہ لوگوں کا نماز پڑھنا اگرچہ اِمام اور دیگر صحیح العقیدہ اَفراد کیلئے مضر نہیں ہے لیکن اس کی اپنی عبادت فسادِ عقیدہ کی بناء پر برباد ہو جاتی ہے۔

جس نے نماز کی اَدائیگی سے قبل اَپنے عقیدہ کی اصلاح نہیں کی اسے اِس کی فکر ہونی چاہیے۔

جنابِ رسالت پناہ ﷺ کی اِقتداء میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی زندگی بھر نماز پڑھتا رہا لیکن اُس کا پیچھے کھڑے ہونا رسول اللہ ﷺ اور دیگر اصحاب کیلئے نماز کے باطل ہونے کا باعث نہ بن سکا۔

البتہ یہ نمازیں جو گناہوں کی مغفرت کا خاص ذریعہ ہیں اُس کیلئے نہ تو وہ نمازیں کام آئیں جو رسول اکرم ﷺ کی اِقتداء میں پڑھیں اور نہ مسجد نبوی ﷺ کام آئی جہاں ایک نماز ایک ہزار نمازوں کا درجہ رکھتی ہے، اس خسارے اور نقصان کی وجہ صرف فسادِ عقیدہ ہے۔

اِسلام قبول کرتے ہی ایک مسلمان پر سب سے پہلی اور اہم ذمہ داری یہی عائد ہوتی ہے کہ وہ تمام اعمال سے قبل اَپنے عقیدہ کی اِصلاح کرے تاکہ وہ اَپنے اعمال کے ثمرات سے مالا مال ہو سکے۔

بدعقیدہ اِمام

اس بھری دُنیا میں جہاں مختلف شکل وصورت کے حامل انسان ہنستے اور بستے ہیں، جہاں نسلوں اور رنگوں کا فرق ہے، زبانوں اور مزاجوں کا فرق ہے وہاں فکر اور زاویہ فکر بھی مختلف ہیں بعض حقیقت پسند ہیں اور بعض خیالوں کی دُنیا میں گم، بعض تنگ نظر ہیں اور بعض آزاد خیال لیکن ہر چیز کو جانچنے کے معیار اور پیمانے اَپنے اَپنے ہیں، بعض تنگ نظری میں بلا مقابلہ کامیاب اور بعض وسیع النظر ہونے میں اَپنا ثانی نہیں رکھتے۔

ایک کے نزدیک یہ بھی حرام اور وہ بھی حرام، گویا دنیا میں سب کچھ ہی حرام ہے۔

اور دوسرے کے نزدیک یہ بھی حلال وہ بھی حلال، گویا سب کچھ ہی حلال ہے۔

Marfat.com

کچھ اَیسے ہی آزاد خیال لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ دینی اُمور سے متعلق کافی سخی دِل واقع ہوئے ہیں، ان کے نزدیک بس نماز فرض ہے، کہاں پڑھی؟ کیسے پڑھی؟ اور کس کے پیچھے پڑھی؟

اس کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ پرواہ، یہ لوگ معاشرے میں وسیع القلب اور وسیع النظر کہلاتے ہیں، انہیں اگر سمجھانے کی کوشش کی جائے تو صرف ایک ہی جواب ملتا ہے کہ اِسلام میں تو بڑی وسعت ہے لیکن تم لوگ نہایت ہی تنگ نظر ہو، حالانکہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَام﴾ [1]

جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اُس نے گویا اِسلام کو گرانے میں اُس کی مدد کی۔

اور اِمامت کا منصب کسی کو دینا کتنی بڑی توقیر اور عظمت ہے......؟

اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیں کہ جب اِبراہیم علیہ السلام اللہ کی طرف سے بھیجی گئی آزمائشوں میں پورے اُترے اور کامیاب ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اِنعام اور اِعزاز کے طور پر جو چیز عطاء کی وہ منصب اِمامت تھا چنانچہ حکم ہوا:

﴿اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ اے ابراہیم علیہ السلام ہم نے آپ کو لوگوں کی اِمامت کیلئے منتخب کرلیا۔

گویا کسی کو اِمام بنانا اُس کو عزت وتوقیر دِینا ہے، اگر کسی بدعتی کو اِمام بنائیں گے تو یہ اُسے عزت و توقیر دینا ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ کسی بدعتی کی تعظیم کرنا ایسا ہے جیسے اِسلام کو ہی گرادیا گیا ہو اور صحیح العقیدہ شخص کا بدعقیدہ کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہے جیسے حق کو باطل کی اِقتداء میں کھڑا کردیا گیا ہو اور یہ اِتنا بڑا نقصان ہے کہ قرآنِ مجید میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآئَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ﴾ [2]

اگر حق باطل کے تابع ہوجائے تو پورا نظامِ ہستی ہی درہم برہم ہوجائے۔

گویا نظامِ کائنات کی سلامتی اور بقاء اسی میں ہے کہ دُنیا میں حق کو فوقیت حاصل ہو اور حق کی فوقیت اسی میں ہے کہ حق کو اِمام اور مقتدیٰ بننا چاہیے۔

---

[1] ابن ماجه

[2] سورة المؤمنون:۷۱

Marfat.com

بلکہ قرآنِ مجید نے تو حق کی یہ شان بیان کی ہے کہ:

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ ۱

جب حق آتا ہے باطل (دُم دَبا کر) بھاگ جاتا ہے، بے شک باطل ہے ہی بھاگنے والا۔

قرآنی فیصلے کے مطابق جب حق کے مقابلے میں باطل ٹھہر ہی نہیں سکتا تو پھر یہ کیسا حق ہے جس کے آگے باطل اِمام بن کر کھڑا ہوا ہے؟ (فاعتبرُوا یا اُولی الابصار)

باجماعت نماز کی فرضیت

فرض نماز کی اَدائیگی جماعت کے ساتھ فرض ہے بلا عذر شرعی ترکِ جماعت کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

چنانچہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾ ۲

''رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ''۔ (یعنی نماز کو باجماعت اَدا کرو)۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے یہ اِرادہ کرلیا تھا کہ لکڑیاں اِکٹھی کرنے کا حکم دوں پھر نماز کیلئے اذان دی جائے اور میں کسی کو نماز پڑھانے کا حکم دوں اور میں خود جا کر اُن لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں (جو گھروں میں نماز پڑھ کر سو گئے)۔ ۳

☆ دوسری رِوایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اگر ان کے گھروں میں موجود عورتوں اور بچوں کا خیال نہ ہوتا (جن پر مسجد کی حاضری فرض نہ تھی تو میں ضرور اُن کے گھروں کو آگ لگا دیتا۔ ۴

جماعت کی فضیلت واہمیت

باجماعت نماز اَدا کرنا تنہا نماز پڑھنے سے ہر صورت بہتر ہے۔

چنانچہ اِرشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تُفَضَّلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِيْنَ دَرَجَةً﴾

باجماعت نماز اِنفرادی نماز پر ستائیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ ۵

۱ سورۃ بنی اِسرائیل:۸۱ ۲ سورۃ البقرہ:۴۳ ۳ بخاری ۱/۸۹

۴ مسند احمد الباقی مسند المکثرین (۸۳۴۱) و مشکوٰۃ: ص ۹۸

۵ بخاری عن ابن عمرؓ ۱/۸۹ ومسلم ۱/۲۳۱، تلخیص ۱/۲۵ کتاب الصلاۃ الجماعۃ

Marfat.com

۲۔ ایک مرتبہ ایک نابینا صحابی (حضرت عبداللہ بن اُمِ مکتوم ﷺ) نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو مجھے مسجد تک لے آئے اور میں خود نابینا ہوں، کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں گھر میں نماز پڑھ لیا کروں؟ آپ ﷺ نے پہلے تو رخصت دے دی لیکن جب وہ جانے لگا تو آپ نے بلا کر اس سے دوبارہ دریافت فرمایا:

''کیا تجھے اذان کی آواز آتی ہے''؟ اُس نے عرض کیا ''ہاں! یارسول اللہ ﷺ''
آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''تب تو تجھے اَذان پر لبیک کہنا چاہئے''۔
یعنی مسجد میں ضرور حاضری دینی چاہئے۔ [۱]

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص کل قیامت کے دن مؤمن کامل کی حیثیت سے اللہ سے ملاقات کا خواہاں ہو، اُسے چاہئے کہ نمازِ پنجگانہ کو باجماعت اَدا کرے''۔

پھر عبداللہ بن مسعود ﷺ نے فرمایا! اگر تم منافقوں کی طرح بلا عذر جماعت چھوڑ کر گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے تو اَپنے نبی ﷺ کے طریقہ کو چھوڑ بیٹھو گے اور اگر نبی ﷺ کے طریقے کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ [۲]

۴۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے کہ جو شخص خالصتاً نماز کے اِرادے سے جماعت میں شرکت کیلئے مسجد کی طرف وضو کر کے آتا ہے اُسکے ایک قدم پر ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اسکے لئے سلامتی اور رحمت کی دُعا اس وقت تک کرتے رہتے ہیں جب تک وضو سے رہتا ہے اور اللہ اسے اس وقت بھی نماز میں شمار کرتا ہے جب وہ جماعت کے اِنتظار میں بیٹھا رہتا ہے۔ [۳]

۵۔ حضرت ابو الدرداء ﷺ سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''جس علاقے میں تین شخص (مسلمان) رہتے ہوں پھر وہاں جماعت نہ ہوتی ہو تو ان پر یقیناً

---

[۱] مسلم ۲۳۲/۱ باب فضل الصلاۃ الجماعۃ و بیان التشدید فی التخلف عنھا
[۲] مسلم ۲۳۲/۱
[۳] بخاری و مسلم ۲۰۸/۱ باب کراھۃ الصلاۃ بحضرۃ الطعام

شیطان غالب آچکا ہوتا ہے، تم ضرور جماعت سے نماز پڑھا کرو اس لئے کہ جس طرح ریوڑ سے الگ ہو جانے والی بکری پر بھیڑیا حملہ آور ہوتا ہے اسی طرح جماعت سے الگ ہو جانے والے شخص پر شیطان حملہ آور ہوتا ہے"۔ ۱؎

جماعت میں خواتین کی شرکت

خواتین کیلئے اُن کا اپنا گھر مسجد میں حاضری دینے سے بہتر ہے، مسند احمد کی روایت ہے حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عورتوں کیلئے سب سے بہتر مسجد اُن کے گھر کی اندر کی کوٹھری ہے"

اس کے باوجود جماعت کی اہمیت وفضیلت اور بے پناہ فوائد کے پیشِ نظر شارع علیہ السلام نے خواتین کو جماعت میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر تم سے تمہاری عورتیں رات کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت طلب کریں تو تم انہیں اجازت دے دیا کرو۔ ۲؎

ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ کے الفاظ ہیں: "اللہ کی بندیوں کو مسجد میں آنے سے منع نہ کرو اگر چہ ان کے گھر ان کیلئے بہتر ہیں"۔ ۳؎ (مزید تفصیل کیلئے صفحہ 163 بھی ملاحظہ فرمائیں بعنوان "خواتین کی آمد")

جماعت کیلئے دُور سے آنے کا اَجر

بہت سے لوگ جو پکے نمازی ہوتے ہیں لیکن ان کے گھر مسجد سے کچھ فاصلے پر ہوتے ہیں ان کی یہ خواہش رہتی ہے کہ کاش ہمارے گھر مسجد کے قریب ہوتے تو اتنی دور سے نہ آنا پڑتا لیکن اللہ کے ہاں اَجر وثواب دینے کا معیار ہی اپنا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "نماز میں سب سے زیادہ اجر اس شخص کیلئے ہے جو جماعت میں شرکت کیلئے سب سے زیادہ چل کر آتا ہے"۔ ۴؎

۱؎ ابوداؤد ۱/ ۸۰، ۸۱ باب التشدید فی ترک الجماعة

۲؎ مسلم ۱/ ۱۸۳ باب خروج النساء الی المساجد ......الخ وابوداؤد ۱/ ۸۴ باب خروج النساء الی المساجد

۳؎ ابوداؤد ۱/ ۸۴ باب ماجاء فی خروج النساء الی المسجد

۴؎ مسلم ۱/ ۲۳۵

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسجد نبوی کے قریب کچھ جگہ خالی ہوئی تو قبیلہ بنوسلمہ کے لوگوں نے چاہا کہ وہ مسجد کے پڑوس میں منتقل ہو جائیں جب نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے یہ اِطلاع ملی ہے کہ تم اَپنی جگہ چھوڑ کر مسجد کے قریب گھر بنانا چاہتے ہو،'' تو بنوسلمہ نے اس کی تصدیق کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے بنوسلمہ تم اپنی موجودہ جگہ پر ٹکے رہو اس لئے کہ مسجد کی طرف اُٹھنے والا ایک ایک قدم (اللہ کے ہاں) لکھا جاتا ہے''۔ [1]

جماعت میں دوڑ کر شامل ہونا

اکثر اَوقات جماعت میں شرکت کی حرص اور رکعت کے چلے جانے کے خوف سے لوگ دوڑ کر شریک ہوتے ہیں تاکہ رکعت نہ نکل جائے، بھاگتے ہوئے آئیں گے سانس پھول چکا ہوگا اسی عالم میں جماعت میں شریک ہونگے۔

جبکہ شارع علیہ السلام نے دوڑ کر جماعت میں شریک ہونے سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جماعت میں شریک تھے کہ کچھ لوگوں کا شور سنائی دیا نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

''یہ کیسا شور تھا''؟ لوگوں نے عرض کیا، ''ہم لوگ جماعت میں شرکت کی غرض سے تیزی سے آ رہے تھے''، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو! جب تم نماز کی طرف آ ؤ تو اطمینان اور سکون کے ساتھ آ ؤ جتنی جماعت مل جائے اُسے پڑھ لو اور جو رہ جائے اُسے پورا کرلو۔ [2]

کم از کم دو اَفراد ہوں تو جماعت ہو سکتی ہے

باجماعت نماز کیلئے لوگوں کا جمِ غفیر شرط نہیں ہے، اِمام کے ساتھ ایک شخص بھی ہو تو جماعت ہو سکتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''دو اَفراد یا اُن سے زیادہ اَفراد جماعت ہیں۔'' [3]

---

[1] مسلم ۱/۲۳۵

[2] بخاری، مسلم، ابو داؤد ۱/۸۴

[3] ابن ماجہ

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ کے ہاں ٹھہر گیا، رات کے وقت رسول اکرم ﷺ اٹھ کر (تہجد) کی نماز پڑھنے لگے میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ شامل ہو گیا میں بائیں جانب کھڑا ہوا آپ ﷺ نے مجھے پکڑ کر دائیں جانب کر دیا۔ [1]

اس حدیث سے مندرجہ ذیل چار باتیں خاص طور پر ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ اگر کوئی شخص پہلے سے تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا شخص شامل ہو کر جماعت بنا سکتے ہیں۔

۲۔ جماعت کم از کم دو افراد سے ہوتی ہے۔

۳۔ نماز کی حالت میں اگر ضرورت پڑے تو دائیں بائیں یا آگے پیچھے حرکت کی جا سکتی ہے۔

۴۔ جب دو شخص جماعت کرا رہے ہوں تو مقتدی کو امام کی دائیں جانب کھڑا ہونا چاہئے۔

عشاء اور فجر کی جماعت کا ترک کرنا نفاق کی علامت ہے

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھنا منافقوں پر بھاری ہے اگر لوگوں کو ان دونوں نمازوں کا اجر معلوم ہو جائے تو یہ گھٹنوں کے بل چل کر بھی اسے حاصل کریں گے۔ [2]

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص چالیس دنوں تک جماعت میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ شریک رہا اس کیلئے دو چھٹکارے لکھ دیئے جاتے ہیں، ایک چھٹکارا دوزخ کی آگ سے اور دوسرا نفاق سے۔ [3]

اللہ ہمیں اس بات کی توفیق دے۔ (آمین)

کھانا اور جماعت اکٹھے ہوں تو پہلے کھانا کھائیں

شارع علیہ السلام نے انسانی کمزوری کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ چھوٹ دی ہے کہ کھانا اور جماعت جب دونوں ایک ہی وقت میں موجود ہوں تو کھانے کو فوقیت دی جائے تاکہ اطمینان کے ساتھ فارغ ہو کر پھر نماز کو بھی اطمینان کے ساتھ ادا کیا جائے۔

---

[1] بخاری ومسلم کما فی تلخیص الحبیر ۱/۲۸٤

[2] مسلم ۱/۲۳۵

[3] ترمذی بسندِ ضعیف ورواہ البزار واستخرجه تلخیص الحبیر ۱/۲۷ جزء الثانی

Marfat.com

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

﴿قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا وُضِعَ عَشَاءُ اَحَدِكم واُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَؤُا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوْضَعُ لَهُ الطَّعَامُ وَتُقَامُ الصَّلٰوةُ فلا يَاتِيها حتى يَفْرُغَ منه وَاِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاْةَ الاِمام﴾ [1]	رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے سامنے رات کا کھانا رکھا جائے اور جماعت کی اِقامت کہی جائے تو پہلے کھانا کھائے اور کھانا کھانے میں جلدی نہ کی جائے، اطمینان کیساتھ کھا کر فارغ ہو، چنانچہ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے کھانا رکھا جاتا اور نماز شروع ہو جاتی تو آپؓ نماز کو نہ آتے جب تک کھانا نہ کھا لیتے اور اِمام کی قرأت سنتے رہتے۔

۲۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

﴿سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ لا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ الطَّعامِ وَلا هُو يُدَافِعُه الْاَخْبَثَانِ﴾ [2]	میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: "کھانے کی موجودگی میں اور دو خبیث چیزوں (بول و براز) کے دباؤ ڈالنے میں نماز نہیں ہوتی۔"

یعنی اگر بول و براز کی حاجت ہوگی تو جب تک انسان ان سے فارغ نہیں ہوگا اس وقت تک یہ دونوں چیزیں اس کی توجہ کا مرکز بنی رہیں گی، اسی طرح کھانے کی موجودگی اور بھوک کی موجودگی میں کھانا چھوڑ کر نماز میں کھڑا ہوگا تو اس کا دھیان کھانے کی طرف رہے گا اور یہ دونوں چیزیں نماز کی اصل روح اور مقصد کو فوت کر دیں گی، اسی حکمت کے تحت نماز میں تأخیر کی رُخصت دی گئی۔

❁❁❁

[1] مسلم ۱/۲۰۸ باب كراهية الصلاة بحضرة الطعام

[2] مسلم ۱/۲۰۸ باب كراهية الصلاة بحضرة الطعام

Marfat.com

بول و براز روک کر نماز میں شریک نہ ہوں

حضرت عبد اللہ بن اَرقم ﷛ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

﴿سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ إِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَوَجَدَ اَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَبْدَأْ بِالْخَلَاءِ﴾ [1]

میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور تم میں سے کسی کو رفع حاجت کی ضرورت پیش آ جائے تو پہلے قضائے حاجت سے فارغ ہو۔

۲۔ حضرت ثوبان ﷛ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

﴿قال رسولُ اللّٰه ﷺ ثلث لا يَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ يَفْعَلَهُنَّ لا يؤُمَّنَّ رجُلٌ قومًا فيخصّ نفسه بالدّعاءِ دُونهم فإنْ فَعَلَ ذالک فقد خانَهم ولا يَنْظُرُ فِيْ قَعْرِبيتٍ قبل اَن يستأذن فعل ذالک فقد خانهم ولا يصلُّ وهو حقن حتى يتخفف﴾ [2]

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تین چیزیں ہیں جن کا کرنا کسی کیلئے جائز نہیں، کہ کوئی شخص کسی قوم کا اِمام ہو اور وہ صرف اَپنی ذات کے لیے دُعا کرے اور دِیگر قوم کو چھوڑ دے، اگر اُس نے اَیسا کیا تو قوم کی خیانت کی، دوسرا یہ کہ اِجازت حاصل کیے بغیر کسی کے گھر میں نہ جھانکے، اگر اس نے ایسا کیا تو خیانت کی، تیسرا یہ کہ ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے جبکہ اس نے پیشاب و پاخانے کو روک رکھا ہو یہاں تک کہ ان سے فارغ ہو کر ہلکا ہو جائے۔

سلام کے بعد مقتدی کا رفع الیدین کرنا

اِمام کے سلام کے بعد مقتدی اَپنی بقیہ رکعات پوری کرنے کیلئے جب کھڑا ہوتا ہے تو رفع الیدین کرتا ہے، چاہے وہ اس کی جونسی رکعت ہو، یہ غلطی اس لئے کی جاتی ہے کہ اُن کے نزدیک التحیات کے بعد جب کھڑے ہوتے ہیں تو یہ رفع الیدین کا محل ہے، حالانکہ حدیث پاک میں یہ قطعاً وارد

[1] ابوداؤد ۱/۱۲ کتاب الطهارة

[2] ابوداؤد ۱/۱۲ کتاب الطهارة

Marfat.com

نہیں ہے کہ جب قعدہ کے بعد دوبارہ کھڑے ہوں تو رفع الیدین کریں فرض نمازوں میں رفع الیدین کے صرف چار محل ہیں نماز شروع کرتے وقت رکوع کو جاتے وقت، رکوع سے سر اُٹھاتے وقت اور چوتھا محل یہ ہے: ﴿اِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ﴾ [1]

آپ ﷺ جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کرتے۔

اگر کوئی شخص سلام کے بعد اپنی بقیہ نماز پوری کرنے کیلئے کھڑا ہوتا ہے اور اس کے نزدیک سلام کے بعد اَدا کی جانے والی رکعت پہلی رکعت ہے تو پھر بھی یہ رفع الیدین کا محل نہیں بنتا کیونکہ حدیث پاک میں اِبتدائی رفع الیدین کی نسبت پہلی رکعت کی طرف نہیں ہے بلکہ اِفتتاحِ صلوٰۃ کی طرف ہے اور وہ اِفتتاحی رفع الیدین کر کے شامل ہوتا ہے، اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ جب اِمام کے سلام کے بعد مقتدی اپنی بقیہ رکعتیں پوری کرنے کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اُسے اس وقت رفع الیدین نہیں کرنی چاہئے، بلکہ رفع الیدین صرف اس وقت کرے گا جب دو رکعتوں کے بعد کھڑا ہوگا۔

چونکہ حدیث میں یہی صراحت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے تو اَپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھاتے لہٰذا نصِ صریح کی موجودگی میں اس کا خلاف اہلِ ایمان کو زیب نہیں ہے۔

وضو ٹوٹ جائے تو جماعت سے کیسے نکلا جائے

وضو ٹوٹ جانے، نکسیر پھوٹنے یا کسی اور حادثے کی بنا پر جماعت سے نکلنا پڑ جائے تو درج ذیل طریقہ سے نکلا جائے۔

اگر مقتدی اِمام کے دائیں جانب کھڑا ہے تو دائیں طرف سے نمازیوں کے سامنے سے گزر جائے اور اگر اِمام کے بائیں جانب کھڑا ہے تو اِمام کے بائیں طرف سے نمازیوں کے سامنے سے گزر جائے اور اگر آخری صف میں کھڑا ہے تو پھر پیچھے کی طرف ہٹ جائے۔

سوال یہ ہے کہ اگلی صفوں والے نمازیوں کے آگے سے کیوں نکلیں وہ پیچھے کی طرف کیوں نہ نکلیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے صفیں چیرنے اور صفیں پھلانگنے (دونوں) سے منع فرمایا ہے اور اِمام چونکہ مقتدیوں کا سُترہ ہے اس لئے اِمام کے پیچھے سے نہ نکلے بلکہ دائیں، بائیں جس

[1] بخاری ۱۰۲/۱ باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین

Marfat.com

سمت سے کھڑا ہوا سی سمت سے نکل جائے مقتدیوں کے آگے سے نکلنے سے ان کا سُترہ نہیں ٹوٹے گا۔

جیسا کہ سامنے دیئے گئے نقشے میں واضح کیا گیا ہے۔

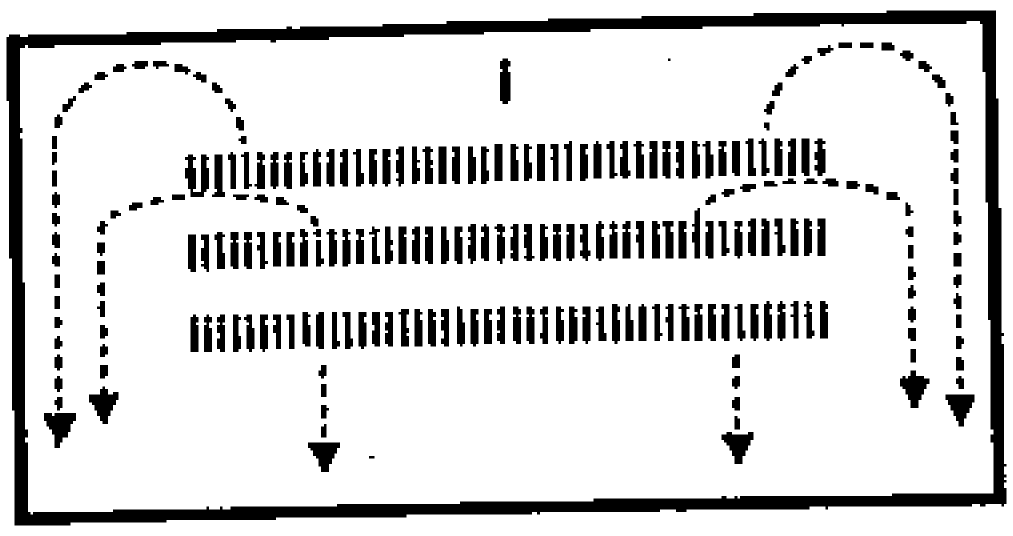

حدیث پاک میں وارد ہے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک گدھے پر سوار ہو کر آیا اور میں اس وقت سنِ بلوغت کے قریب تھا اس وقت جنابِ رسالت پناہ ﷺ منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے میں صف کے کچھ حصے کے آگے سے گزرا اور سواری کو چرنے کیلئے چھوڑ دیا اور خود صف میں شامل ہو گیا اس پر کسی نے مجھے نہیں ٹوکا۔ [1]

یعنی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صف کے کچھ حصے کے آگے سے گزرنا جب جماعت ہو رہی ہو تو یہ معیوب نہیں ہے بشرطیکہ امام اور مقتدی کے درمیان سے نہ گزرا جائے۔

وضو ٹوٹ جائے تو نماز دہرائی جائے

اگر چہ بعض فقہا کے نزدیک نماز کے دوران وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کر کے صرف بقیہ نماز اَدا کرنا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ ابنِ ماجہ کی جس رِوایت پر اس مسئلہ کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ رِوایت مرسل اور ضعیف ہے ہمارے نزدیک حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کی رِوایت اس مسئلہ کا صحیح حل ہے۔

چنانچہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے جب کسی کا نماز میں وضو ٹوٹ جائے:

﴿فَلْيَنْصَرِف فَلْيَتَوَضَّا وَلِيعد الصَّلٰوةَ﴾ [2]

تو اسے چاہیئے کہ نماز سے پلٹ جائے اور وضو کرے اور پھر اَپنی نماز کو دہرائے۔

اِمام احمد رحمہ اللہ نے اس رِوایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اِمام ترمذی نے حسن کہا ہے۔ [3]

اور اس میں یہ کوئی قید نہیں ہے کہ کتنی نماز باقی ہو تو دوبارہ دہرائی جائے، چاہے اس نے ایک رکعت پڑھی ہو یا آخری قعدہ میں بیٹھا ہو سلام سے قبل جب بھی وضو ٹوٹے وہ نیا وضو کرے اور نماز کو لوٹائے۔

---

[1] بخاری ١/٧١ باب سترة الامام سترة من خلفه

[2] ابوداؤد ١/١٤٤ باب اذا احدث فی صلاته یستقبل

[3] عون المعبود

رکوع کی رکعت کا مسئلہ

صریح دلائل و براہین کی بنیاد پر اگرچہ یہ مسئلہ اِختلافی نہیں تھا پھر بھی اسے اختلافی بنا دیا گیا چونکہ اَحادیثِ صحیحہ میں بالصراحت یہ بیان ہو چکا ہے کہ سورہ فاتحہ ہر نمازی پر، ہر نماز میں، ہر رکعت میں اور ہر حالت میں فرض ہے جس پر تفصیلی بحث اِن شاءاللہ آئندہ صفحات میں اس کے اصل محل پر آئے گی،

۱۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے:

﴿لا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ﴾[۱]

اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا۔

اس سے ظاہر ہوا کہ سورہ فاتحہ فرض ہے اور اس کے علاوہ ہر رکعت میں قیام بھی فرض ہے، اگر رکوع کی رکعت تسلیم کر لی جائے تو اس سے قیام اور سورہ فاتحہ دونوں فرائض چھوٹ جاتے ہیں اور اَحادیث میں کوئی ایسا قرینہ بھی موجود نہیں ہے کہ جسے ہم بنیاد بنا کر ان دونوں فرضوں کے ترک کا جواز بنائیں رکوع کی رکعت تسلیم کرنے والے جن روایات کو پیش کرتے ہیں اُن میں سے بعض صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتی ہیں اس لیے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا، اَب ہم ان کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ لیں گے۔

۲۔ حضرت ابوبکرہؓ کی وہ رِوایت جو متعدد کتب احادیث میں مروی ہے رکوع کی رکعت کے قائلین کی سب سے بڑی دلیل ہے اس لئے ہم سب سے پہلے اس کا تجزیہ کریں گے۔

اس حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابوبکرہؓ مسجد میں آئے اُس وقت رسول اکرم ﷺ قیام سے نکل کر رکوع میں جا چکے تھے، حضرت ابوبکرہؓ نے دیکھا تو صف میں پہنچنے سے پہلے وہیں رکوع کر لیا اور رکوع کی حالت میں چل کر صف میں پہنچے سلام کے بعد رسولِ اکرم ﷺ نے اسے کہا:

﴿زَادَکَ اللّٰہُ حِرْصاً وَّلا تَعُدْ﴾: اللہ تیرا حرص (شوق) زیادہ کرے آئندہ ایسا نہ کرنا۔[۲]

اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکرہؓ چونکہ رکوع میں شریک ہوئے اور رسولِ اکرم ﷺ نے اُسے رکعت لوٹانے کا حکم نہیں دیا لہٰذا اِس سے ثابت ہوا کہ رکوع میں شامل ہونے سے رکعت ہو جاتی ہے۔

---

۱ بخاری ۱/۱۰۴ ومسلم وفی روایۃ ابی داؤد ابن حبان بزیادۃ فصاعدًا قال ابن حبان تفرد بھا معمر عن الزھری تلخیص ۱/۲۰۳

۲ احمد والبخاری وابوداؤد والنسائی وابن حبان تلخیص الحبیر ۱/۲۸۴،۲۸۵

Marfat.com

تجزیہ:۔

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابو بکرہ ﷜ نے رکوع میں شامل ہونے کو رکعت تسلیم کرلیا چونکہ حدیث میں اس کی کوئی صراحت نہیں۔

۲۔ ممکن ہے اللہ کے رسول ﷺ نے رکعت لوٹانے کا حکم اس لئے نہ دیا ہو کہ وہ رکعت لوٹا کر بیٹھا ہو، جس طرح حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ ابو بکرہ ﷜ نے رکعت نہیں لوٹائی اور اسے یہ تسلیم کر لیا گیا کہ انہوں نے رکعت مان لی، اس طرح یہ بھی تو اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ رکعت لوٹا کر بیٹھے تھے اسلئے انہیں آپ ﷺ نے رکعت لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

ہمارے اس خیال کو درج ذیل حدیث سے خوب تقویت ملتی ہے، چنانچہ علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ طبرانی کی روایت صحیح سند سے لائے ہیں، ''اے ابو محذورہ جو تو نے پالی وہ تو پالی اور جو چھوٹ گئی اُسے پڑھ لو''۔ [1]

۳۔ اور اگر یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ اس نے رکعت نہیں لوٹائی اور اسی رکعت پر اکتفاء کیا تو پھر اس کا جواب یہ ہوگا کہ اُس وقت تو وہ نماز ان کی ہوگئی لیکن آئندہ کیلئے رسولِ اکرم ﷺ نے منع فرمادیا۔

جیسا کہ اُوپر الفاظ گزر چکے ہیں کہ آپ نے فرمایا: '' لا تعد '' آئندہ ایسا نہ کرنا، کیونکہ اس حدیث میں یہ بھی صراحت نہیں ہے کہ جس عمل سے آئندہ روکا جارہا ہے وہ کون سا عمل ہے اس لئے عموم کا اطلاق ان تمام افعال پر ہوگا جو اس دن حضرت ابو بکرہ ﷜ سے معمول کے خلاف سرزد ہوئے مثلاً

(ا) وہ صف میں پہنچنے سے پہلے نماز میں شامل ہوئے، آپؐ نے فرمایا: ''آئندہ ایسا نہ کرنا''۔

(ب) نماز کی حالت میں دوڑ کر صف میں پہنچے، آپؐ نے فرمایا: '' آئندہ ایسا نہ کرنا''۔

(ج) قیام اور سورہ فاتحہ ترک کر کے مکمل رکعت تسلیم کرلی، لیکن آپؐ نے فرمایا: ''آئندہ ایسا نہ کرنا''

اس نے جو جو کام بھی خلافِ معمول کیے اگرچہ اُن کو اُس وقت تسلیم کرلیا گیا لیکن آئندہ ہمیشہ کے لئے اس کے جواز کا دروازہ بند کر دیا گیا، لہٰذا اس بند دروازے کو کھولنے کا اختیار بھی اُسے ہے جس نے اِسے بند کیا ہے، اس لیے یہ حدیث قطعاً رکوع کی رکعت تسلیم کرلینے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

---

[1] مرعاۃ: ج۲ ص۹۷ (مبارکپوریؒ) بحوالہ طبرانی

Marfat.com

☆ دوسری حدیث یہ پیش کی جاتی ہے:

﴿مَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَةَ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ﴾[1]

جس نے رکعت پالی اُس نے نماز پالی۔

اس کے ترجمہ میں یہ غلطی کی جاتی ہے کہ رکعت کے معنی رکوع کے لیے جاتے ہیں کہ ''جس نے رکوع پالیا اُس نے نماز پالی''، لیکن رکعت کو رکوع کے معنوں میں لینے کیلئے کوئی قرینہ چاہئے اور یہاں اَیسا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔

کیونکہ رکعت کو رکوع کے معنوں میں لینا مجازی معنی ہے اور جب کسی لفظ کے حقیقی معنی مراد ہو سکتے ہوں تو مجازی معنی مراد لینا بغیر قرینے کے جائز نہیں ہے اس کے علاوہ سند کے اِعتبار سے بھی یہ رِوایت ضعیف ہے چنانچہ اِمام بخاری رحمہ اللہ ''جزء القرأۃ'' میں فرماتے ہیں اس حدیث کا ایک راوی یحییٰ بن سلیمان ہے جو ضعیف اور منکر الحدیث ہے اور اس نے یہ رِوایت اَپنے اُستاذ زید ابن المقبری سے نہیں سنی، لہٰذا اس سے قطعاً اِستدلال نہیں کیا جا سکتا۔

☆ تیسری حدیث یہ پیش کی جاتی ہے:

﴿مَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَةَ مِنَ الصَّلٰوۃِ فَقَدْ اَدْرَکَھَا قَبْلَ اَنْ یُّقِیْمَ الاِمامُ صلبه﴾

یعنی جس نے رکوع پالیا اِمام کے سر اُٹھانے سے پہلے اس نے رکعت کو پالیا۔[2]

اِمام بخاری رحمہ اللہ اس رِوایت سے متعلق فرماتے ہیں،

''اس کی سند میں یحییٰ بن حمید مجہول ہے، اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اہلِ علم نے اس کے ساتھ حجت نہیں پکڑی۔[3]

لہٰذا رکوع میں شامل ہونے سے مقتدی کو وہ رکعت شمار نہیں کرنی چاہئے، بلکہ اس رکعت کو لوٹانا چاہئے، جو لوگ فاتحہ خلف الِامام کے قائل نہیں ہیں وہ اگر رکوع کی رکعت تسلیم کریں تو یہ بات اس قدر تعجب خیز نہیں ہے جس قدر تعجب اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو فاتحہ خلف الِامام کو تو لازم قرار دیتے ہیں

---

[1] تلخیص الحبیر ۱/۴۱

[2] ابن خزیمہ، تلخیص الحبیر ۱/۴۱

[3] جزء القرأۃ (بخاری) تلخیص الحبیر ۱/۴۱

لیکن رکوع کی رکعت تسلیم کر لیتے ہیں، بندہ نے اَحناف سے اکثر یہ الفاظ سنے ہیں کہ ''فاتحہ کے بغیر تمہاری ایک رکعت ہو سکتی ہے تو ہماری چار رکعتیں کیوں نہیں ہو سکتیں؟''

ہر نمازی کو چاہئے کہ اُپنی نماز کی حفاظت کرے اور نماز میں اَیسا کوئی فعل نہ کرے اور نہ اَیسا کوئی عمل ترک کرے جس سے اُس کی نماز ہی جاتی رہے اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ (آمین)

ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کا مسئلہ

بعض دفعہ کسی کام میں دیر ہو جانے کے باعث یا سفر میں ہونے کے باعث یا آنکھ لگ جانے کی وجہ سے جماعت اُولیٰ جاتی رہتی ہے اور نمازی جب مسجد میں پہنچتا ہے تو اُسے نماز سے رہ جانے والے چند اور ساتھی بھی مل جاتے ہیں، جن کے ساتھ مل کر وہ جماعت بنا لیتے ہیں اِسی طرح شہر کی مختلف مساجد میں بالخصوص وہ مساجد جو مارکیٹوں میں واقع ہیں جہاں مختلف مکتبہ فکر کے لوگ نماز پڑھنے کیلئے آتے ہیں اُن میں سے بعض اَوّل وقت پر پڑھنا چاہتے ہیں اور بعض آخری وقت میں اِس طرح مساجد کے متولیوں کی جانب سے دونوں فریقوں کو رُخصت دی جاتی ہے کہ وہ اَپنے اَپنے وقت میں نماز پڑھ لیں۔

لیکن اِس رخصت پر بعض شر پسند سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرنے والوں کو روکتے ٹوکتے رہتے ہیں کہ ابھی مرکزی جماعت نہیں ہوئی تم لوگ اس سے پہلے جماعت نہیں کرا سکتے یا مرکزی جماعت کے ہو جانے کے بعد یہ اِعتراض کیا جاتا ہے کہ ایک مسجد میں دو جماعتیں نہیں ہو سکتیں جب ایک جماعت ہو چکی ہے تو اب فرداً فرداً نماز پڑھی جائے، جماعت نہ کرائی جائے، حالانکہ یہ پابندی خلافِ شرع ہے، چنانچہ حدیثِ پاک میں وارد ہے:

۱۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اس وقت مسجد میں داخل ہوا جب لوگ نماز پڑھ چکے تھے (جماعت ہو چکی تھی) رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی ہے جو اس پر صدقہ کرے، ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی (دونوں نے جماعت کرالی)۔[1]

(دوسری جماعت اَذان اور اقامت کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے اور اس کے بغیر بھی)

[1] ترمذی، ابو داؤد ۱/۸۵

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں داخل ہوئے اور وہاں نماز ہو چکی تھی آپ نے اذان اور اِقامت کہی اور جماعت سے نماز پڑھی۔ ۱

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو اپنے حجرے میں نماز اَدا کیا کرتے تھے کمرے کی دیوار چھوٹی تھی ایک رات لوگوں نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھ لیا اور وہ آپ ﷺ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنے لگے (آپ کی اِمامت میں نماز پڑھنے لگے)۔ ۲

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پہلے منفرد ہو پھر اِمام بن جائے اَیسا کرنا مندرجہ بالا حدیث بخاری سے ثابت ہوا اگر آپ مسجد میں آئیں اور جماعت ہو چکی ہو پھر کوئی شخص اَکیلا اپنی نماز کو پورا کر رہا ہو تو آپ اس کے ساتھ شامل ہو کر جماعت بنا سکتے ہیں۔

۴۔ حضرت عبدالرحمٰن بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکحول کے ساتھ دمشق کی مسجد میں داخل ہوا، ﴿وَقَدْ صَلّٰی اَهْلُهٗ﴾ اور مسجد والے نماز پڑھ چکے تھے، میں مکحول کی دائیں طرف کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھ لی (ہم دونوں نے جماعت کرالی)۔ ۳

۵۔ حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

''عنقریب تم پر اَیسے حکمران آئیں گے،

﴿فَتَشْغُلُهم اشياء عنِ الصَّلٰوةِ حتّٰى يُؤَخِّرُوها عنْ وقتِها فصَلُّوْها لِوقْتِها﴾ ۴

جو دنیاوی کاموں میں اَیسے مشغول ہونگے کہ نماز کے وقت کو مؤخر کر دیں گے پس تم نماز کو اس کے وقت پر اَدا کرنا، ایک شخص نے سوال کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں پھر ان کو نماز میں پاؤں تو کیا کروں''؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تجھے اِختیار ہے'' (اگر چاہے تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لے)۔ ۱

---

۱ بخاری ۸۹/۱ باب فضل صلاة الجماعة

۲ بخاری ۱۰۱/۱ باب اذا كان بين الامام و بين القوم حائط

۳ مصنف ابن ابی شیبة: ج۱ ص۵۳٤

Marfat.com

٦۔ حضرت عبدالرحمٰن ابنِ الاسودؓ سے مروی ہے کہ حضرت علقمہؓ اور حضرت اسودؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے (جماعت کی) اجازت طلب کی جو انہیں دے دی گئی اور عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ عنقریب ایسے حکمران آئیں گے جو نماز کے وقت سے غافل ہو کر دیگر کاموں میں مصروف رہیں گے پس تم نماز کو اَپنے وقت پر پڑھنا پھر حضرت عبداللہؓ میرے اور اس کے درمیان کھڑے ہوگئے (اِمام بن گئے) اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اَیسا کرتے دیکھا ہے۔ [2]

مذکورہ رِوایت سے معلوم ہوا کہ مرکزی جماعت سے پہلے بھی جماعت ہوسکتی ہے اور مرکزی جماعت کے بعد بھی، البتہ متعدد جماعتوں کے جواز کے باوجود مرکزی جماعت کی اہمیت اَپنی جگہ مُسَلَّم ہے اس جواز سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ جب دوسری یا تیسری جماعت ہوسکتی ہے تو جماعتِ اولیٰ کیلئے خصوصی اِہتمام اور تگ ودَو کرنے کی کیا ضرورت ہے......؟

بحمد اللہ تعالیٰ

---

[1] مصنف ابن ابی شیبة: ج٢ ص ٢٧٤

[2] مصنف ابن ابی شیبة: ج١ ص ٥٣٤

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

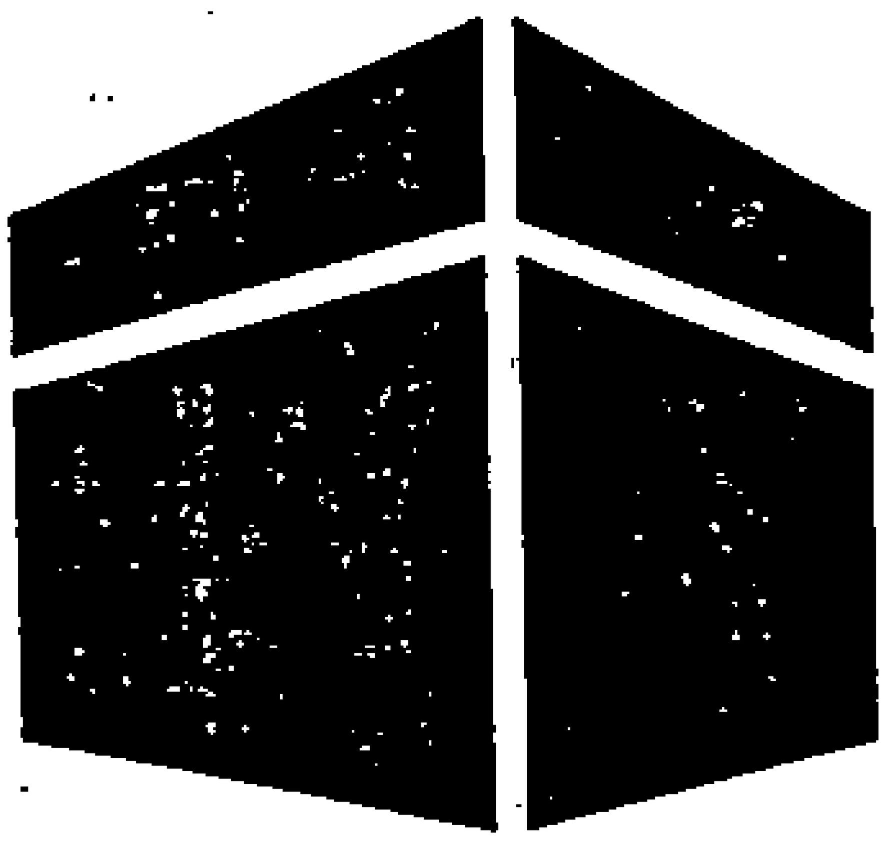

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا

اے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۱۰

سُترہ

فرمانِ رسولؐ

لا تُصَلِّ اِلَّا اِلٰی سُتْرَۃٍ

سُترہ کے بغیر نماز نہ پڑھی جائے۔

(الابنِ خزیمہ ۲/۱۰ والحاکم ۱/۳۸۱ رقم ۹۲۱ والبیهقی)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

صدق اللہ العظیم

(اے نبیؐ) ہم نے آپ کو جہان والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سُترہ

سُترہ کے معنی پردہ، رکاوٹ، یا اُوٹ کے ہیں، شرعی اِصطلاح میں سُترہ اُس چیز کا نام ہے جسے نمازی نماز پڑھتے وقت اَپنے سامنے رکاوٹ کے طور پر رکھ لیتا ہے تاکہ کوئی شخص اس کے سامنے سے نہ گزرے۔

سُترہ کی شرعی حیثیت

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب عید کے روز عید کی نماز کیلئے تشریف لے جاتے تو اِیک نیزہ ساتھ لے جانے کا حکم دیتے اسے آپ ﷺ کے سامنے گاڑ دیا جاتا اُور آپ ﷺ اس کے سامنے کھڑے ہو کر نماز اَدا فرماتے اُور لوگ آپ کے پیچھے ہوتے تھے اُور سفر میں بھی آپ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت صدقہ بن یسار رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں: میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿لا تُصَلِّ اِلَّا اِلٰی سُتْرَۃٍ......الخ﴾ سترہ کے بغیر نماز نہ پڑھ۔ [1]

۳۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اُسے چاہئے کہ اَپنے سامنے سُترہ رکھے اُور وہ اس کے قریب ہو۔" [2]

---

[1] ابن خزیمہ ۲/۱۰ وحاکم ۱/۳۸۱ رقم الحدیث ۹۲۱، بیہقی

[2] ابوداؤد ۱/۱۰۱ (میر محمد) باب مایؤمر المصلی ان یدرأ عن الممرّ بین یدیہ

مذکورہ بالا رِوایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سُترہ کا اِہتمام کرنا واجب ہے، لیکن یہ حکم اِستحبابی ہے، البتہ سُترہ کا اِہتمام افضل ہے، اس حکم کو استحبابی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کھلے میدان میں نماز پڑھی اَور آپ کے سامنے (سترہ کے طور پر) کوئی چیز نہ تھی۔ [1]

آپ ﷺ کا سُترہ کے بغیر نماز پڑھنا یہی ثابت کرتا ہے کہ اگر اِس کا اِہتمام وجوب کا درجہ رکھتا تو رسولِ اَکرم ﷺ اس کا ترک کبھی نہ فرماتے۔

سُترہ کی فضیلت

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اذا صلّٰی احدُکم الٰی سترة فلیدن منها لا یقطع الشیطان علیه صلاته﴾ [2]

جب تم میں سے کوئی شخص سُترہ کے سامنے نماز پڑھے تو اسے چاہئے وہ اس کے نزدیک ہو، (سُترہ اَور اس کے درمیان سجدہ کی جگہ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو) تاکہ شیطان اس کی نماز نہ توڑے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سُترہ اگرچہ بظاہر ایک معمولی چیز ہے اَور اس کا اِہتمام بھی ایک معمولی عمل نظر آتا ہے لیکن اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کی نماز شیطان کے حملہ سے محفوظ ہو جاتی ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی شخص نماز کیلئے کھڑا ہو اَور اس کے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر کوئی چیز ہو تو وہ سُترہ کیلئے کافی ہے اَور اگر اتنی بڑی کوئی چیز نہ ہو اَور گدھا، سیاہ کتا سامنے سے گزر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی''، (حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) کہ میں نے کہا کہ ''اے ابوذر رضی اللہ عنہ! کالے کتے کی کیا خصوصیت ہے؟ اس کی جگہ لال یا پیلا کتا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے! میں نے رسولِ اَکرم ﷺ سے اَیسے ہی سوال کیا تھا جیسے تو نے مجھ سے کیا، پس آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''کالا کتا تو شیطان ہے''۔ [3]

---

[1] ابوداؤد ۱/۱۰۴(۷۱۸) والنسائی (۷۴۰) ومرعاۃ ج۱ ص۵۱۴-۵۱۸

[2] ابوداؤد ۱/۱۰۱ (میرمحمد) باب الدّنومن السترة

[3] مسلم ۱/۱۹۷، ابوداؤد ۱/۱۰۹ رقم(۷۰۲) باب ما یقطع الصلاة

Marfat.com

سُترہ اَور نمازی کا درمیانی فاصلہ

حتی المقدور یہ کوشش کرنی چاہئے کہ سُترہ اَور نمازی کا درمیانی فاصلہ کم سے کم ہو، بہتر یہ ہے کہ اتنا فاصلہ ہو کہ وہ آسانی سے سجدہ کر سکے اَور یہ بھی بہتر ہے کہ سُترہ بالکل سامنے نہ ہو بلکہ قدرے دائیں یا بائیں جانب ہو۔

۱۔ حضرت بلال ؓ سے رِوایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اِیک دیوار کو سُترہ بنا کر نماز پڑھی آپ کے اَور دیوار کے درمیان اندازاً تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ [۱]

۲۔ حضرت مقداد بن اَسود ؓ سے مروی ہے کہ میں جب کبھی نبی کریم ﷺ کو کسی ٹہنی، ستون یا درخت کی جانب نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا تو یہی دیکھتا کہ آپ اسے اَپنے سامنے نہیں بلکہ کچھ دائیں یا بائیں طرف کئے ہوئے ہوتے۔ [۲]

سُترہ کو بالکل وسط میں نہ رکھنے میں شاید یہ راز اور حکمت ہو کہ غیر اللہ کی پرستش کا گمان نہ گزرے۔ (واللہ اعلم)

سُترہ کن چیزوں کا بنایا جاسکتا ہے؟

نمازی کے سامنے کوئی بھی چیز رکھ لینے یا گاڑ لینے سے سُترے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر کوئی بھی چیز نہ ملے، (لکڑی، عصا، پتھر وغیرہ) تو زمین پر لکیر کھینچ کر بھی یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ جناب رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے چاہئے کہ وہ اَپنے آگے کوئی چیز رکھ لے اَور اگر کوئی چیز نہ پائے تو چھڑی گاڑ لے اَور اگر چھڑی بھی نہ ہو تو اِیک لکیر کھینچ دے، اس کے بعد اس کے آگے سے کوئی گزرے تو اس میں حرج نہیں ہے۔ [۳]

۲۔ حضرت نافع ؓ سے رِوایت ہے کہ حضرت ابنِ عمر ؓ جب مسجد کے ستونوں کے پاس جگہ نہ پاتے تو مجھے کہتے کہ تم اَپنی پیٹھ میری طرف کر کے بیٹھ جاؤ (پھر مجھے سُترہ بنا کر میرے پیچھے نماز اَدا کرتے)۔ [۴]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو بھی سُترہ بنایا جاسکتا ہے۔

---

[۱] بخاری، نسائی ۱/۱۲۲

[۲] ابو داؤد ۱/۱۰۷ باب اذا صلی الی ساریۃ ......

[۳] مرعاۃ ۱/۵۱۶ بعض نے کلام کیا ہے لیکن احمد اور ابن مدینی نے صحیح کہا ہے۔

[۴] ابن ابی شیبہ ۱/۲۱۳ باب الرجل یستر الرجل اذا صلی ......؟

Marfat.com

۳۔ یزید بن ابی عبید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی میں آیا کرتا تھا اور وہ مصحف کے پاس والے ستون کے قریب نماز پڑھا کرتے تھے، پس میں نے کہا، ''اے ابومسلم میں آپ کو اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، انہوں نے جواب دیا: ﴿رأيتُ النبيَّ ﷺ يتحرى الصلاة عندها﴾ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش فرماتے ہوئے دیکھا ہے، اس لئے میں بھی ایسا کرتا ہوں۔ ۱

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر مسجد کے اندر بھی نماز پڑھی جائے تو وہ بھی کھلی صفوں میں جہاں دِل کرے کھڑے ہو کر اَدا نہ کی جائے بلکہ کسی دیوار یا ستون کی اُوٹ میں اُسے سامنے رکھ کر نماز اَدا کی جائے تاکہ گزرنے والوں کیلئے باعثِ تکلیف نہ ہو اور اپنی بھی نماز خراب نہ ہو۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے وہ فرماتے ہیں:

﴿الْمُصَلُّونَ اَحَقُّ بِالسَّوَارِی مِنْ مُتَحَدِّثِيْنَ﴾

مسجد کے ستونوں کے پاس بیٹھ کر باتیں کرنے والوں کی بنسبت ستونوں کے پاس کھڑے ہو کر نماز اَدا کرنے والے زیادہ حق دار ہیں۔ ۲

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں بیٹھ کر باتیں کرنے کی بجائے ایسی جگہیں نمازیوں کیلئے خالی چھوڑ دینی چاہئیں تاکہ انہیں سُترہ بنانے میں آسانی ہو۔

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رِوایت ہے فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ رات کو نماز پڑھتے اور میں ان کے سامنے قبلہ کی جانب اسی طرح لیٹی ہوتی جس طرح جنازہ سامنے رکھا ہوتا ہے۔ ۳

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لیٹے ہوئے یا سوئے ہوئے شخص کو بھی سُترہ سمجھ کر نماز پڑھی جا سکتی ہے مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ اُونٹ کی پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر جو سُترہ کی کیفیت کا ذکر حدیث میں وارد ہے وہ لازمی شرط نہیں ہے ورنہ لیٹا ہوا شخص پالان کی لکڑی کے برابر اُونچا نہیں ہوتا اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورت سُترہ بن سکتی ہے۔

---

۱ بخاری ۷۲/۱ باب الصلاة الی الاسطوانة ،مسلم ۱۹۷/۱ باب السترة المصلی

۲ ابن ابی شیبه ۲۶۵/۲ کتاب صلاة التطوع والامامة

۳ مسلم ۱۹۷/۱، ۱۹۸ باب السترة المصلی

Marfat.com

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

﴿اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ اِلٰی رَاحِلَتِهٖ وَقَالَ ابْنُ نُمَیْرٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی اِلٰی بَعِیْرٍ﴾

بے شک نبی کریم ﷺ اپنی اونٹنی کو سُترہ بنا کر نماز پڑھا کرتے تھے اور ابنِ نمیر کہتے ہیں کہ بے شک آپ ﷺ نے اپنے اُونٹ کو سُترہ بنا کر نماز پڑھی۔ [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اُونٹ یا اونٹنی کو بھی سُترہ بنایا جا سکتا ہے اس کی صورت یہ ہوگی کہ حیوان کو بٹھا دیا جائے اور پھر اسے سُترہ بنا کر نماز ادا کی جائے۔

نوٹ:۔ گزشتہ صفحات میں سُترہ کی فضیلت کے ضمن میں حضرت ابوذرؓ کی روایت بحوالہ مسلم گزر چکی ہے جس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پالان کی پچھلی لکڑی سے کم میں سُترہ نہیں ہے جب کہ اس روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ پالان کی پیچھے کی لکڑی کی عدم دستیابی کی صورت میں اس سے کم حتی کہ لکیر کھینچ لینا بھی کفایت کرے گا۔ (واللہ اعلم)

اگرچہ بعض محدثین نے اس حدیث پر نقد کیا ہے لیکن امام احمد رحمہ اللہ اور ابن المدینی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ (بلوغ المرام: شرح فتح الربانی) نیل الاوطار میں اس کی سند کو حسن کہا گیا ہے۔

اِمام کا سُترہ پوری جماعت کو کفایت کرتا ہے

جماعت کی صورت میں اِمام کا سُترہ پوری جماعت کا سُترہ ہے، اِمام کیلئے وہ چیز سُترہ ہوگی جو اِمام کے سامنے ہوگی اور جماعت کیلئے اِمام سُترہ ہوگا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں ایک گدھی پر سوار ہو کر آیا اس وقت بلوغت کے قریب تھا نبی کریم ﷺ منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے صف کے کچھ حصے کے سامنے سے گزرا اور گدھی کو چرنے کیلئے چھوڑ دیا پھر میں صف میں شامل ہو گیا اس پر کسی نے مجھے نہیں ٹوکا۔ [2]

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسولِ اکرم ﷺ کے سامنے جو سُترہ موجود تھا، ابنِ عباسؓ اپنی سواری سمیت رسولِ اکرم ﷺ اور اُس سُترہ کے درمیان سے نہیں گزرے اور نہ رسولِ اکرم ﷺ

---

[1] مسلم ۱/۱۹۵

[2] بخاری ۱/۷۱ و مسلم

Marfat.com

(اِمام)اور صف کے بیچ میں سے گزرے، بلکہ صف اوّل کے کچھ حصے کے آگے سے گزرے وہ حصہ دائیں طرف کا بھی ہوسکتا ہےاَور بائیں طرف کا بھی رسولِ اَکرم ﷺ کا نہ ٹوکنا اس بات کی دلیل ہے کہ اِمام مقتدیوں کا سُترہ ہوتا ہےاس لئے جب تک مقتدی اَور اِمام کے درمیان میں سے نہ گزرا جائے اس وقت تک کوئی حرج نہیں۔

سُترہ توڑنے والے کو روکنا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم سے کوئی شخص اَپنے سامنے سُترہ رکھ کر نماز پڑھ رہا ہو، پھر کوئی شخص سامنے سے گزرے (سترہ اَور نمازی کے درمیان سے) تو اسے ہاتھ سے روکے پس اگر وہ نہ مانے تو اس سے لڑے (ہاتھ بڑھا کر اُسے سختی سے پیچھے دھکیلے)

﴿فَاِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ﴾ : کیونکہ وہ شیطان ہے۔ [1]

☆ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کی حالت میں ہر نمازی اَپنے سامنے سے گزرنے والے کو ہاتھ بڑھا کر روک سکتا ہےاَور یہ عمل نماز کے منافی نہیں ہے۔

☆ البتہ ہاتھ بڑھا کر روکنے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گزرنے والا اس کے ہاتھوں کی رسائی میں ہو ایسا نہیں ہے کہ وہ دور سے گزر رہا ہواَور بھاگ کر اُسے روکا جائے۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ

حضرت ابوجہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اَکرم ﷺ نے فرمایا:

''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو یہ معلوم ہوجائے کہ اس کے آگے سے گزرنے کا کتنا بڑا گناہ ہے تو اس کو چالیس (دن، مہینے یا سال) بھی اِنتظار کرنا پڑے تو وہ کرے گا لیکن نمازی کے آگے سے نہیں نکلے گا''۔ [2]

نوٹ:- مسجدِ حرام یعنی بیت اللہ شریف میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی رخصت ہے۔

حضرت طلق بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ انہوں نے بابِ بنی سہم کے قریب نبی کریم ﷺ کو

---

[1] بخاری ۱/۷۳ باب السترة

[2] بخاری ۱/۸۳ باب اثم المارّبین یدی المصلی

Marfat.com

نماز پڑھتے دیکھا اور لوگ آپ کے سامنے سے گزر رہے تھے آپ ﷺ کے اور ان کے درمیان کوئی سُترہ بھی نہ تھا۔ [1] البتہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اِسے ضعیف کہا ہے۔ [2]

اور فی زمانہ مسجدِ حرام میں بالخصوص رمضان المبارک کے اندر عمرہ کرنے والوں کا اور حج کے موقع پر دُنیا کے کونے کونے سے آنے والے مسلمانوں کا اِس قدر ہجوم ہوتا ہے اگر کوئی شخص نمازی کے آگے گزرنے سے بچنا چاہے تو بھی نہیں بچ سکتا۔

مثلاً: سو افراد طواف سے فارغ ہو کر نوافل پڑھ رہے ہیں تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ طواف کر رہے ہوتے ہیں جس بنا پر حرم شریف میں نمازیوں کے آگے سے گزرنا ایک مجبوری بن چکا ہے۔

سُترہ کی تاکید کا راز

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ فِي الصَّلٰوةِ فَإِنَّمَا يُنَاجِيْ رَبَّهٗ﴾ [3]

بے شک مؤمن جب نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے محوِ گفتگو ہوتا ہے۔

۲۔ مسلم شریف میں رسولِ اکرم ﷺ نے احسان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ﴾ [4]

کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ تو اُسے دیکھ رہا ہے،
پس اگر یہ ممکن نہ ہو تو یہ ضرور یقین کر لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے مؤمن بندے کو یہ تصور دیا گیا ہے کہ نماز کی حالت میں گویا عابد اور معبود نہ صرف آمنے سامنے ہوتے ہیں بلکہ محوِ گفتگو بھی، اس لئے آقا اور اس کے عاجز بندے کے درمیان میں سے گزر جانا بے ادبی ہے، شاید نمازی کے آگے سے نکلنے پر سخت وعید فرمانا اسی راز اور حکمت کو واضح کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

---

[1] ابوداؤد کتاب المناسك(۲۰۱۶) والنسائی(۷۵۰، ۲۹۱۰) وابن ماجه فی المناسك(۲۹۴۹) ومسند احمد(۲۵۹۸۱) و بیهقی ۱۷۳/۲ باب من صلی الٰی غیر سترة

[2] سلسله احادیث ضعیفه [3] بخاری ۷۶/۱ [4] مسلم ۲۷/۱ کتاب الایمان

Marfat.com

کیا نمازی کے آگے بیٹھا ہوا شخص نکل سکتا ہے

مساجد میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ پہلی صف والے پچھلی صف والوں کے آگے سے نکل جاتے ہیں جب کہ پچھلی صف والے سلام کے بعد کھڑے ہو کر اپنی بقیہ رکعتیں پوری کر رہے ہوتے ہیں اور آگے نکلنے والے اِسے آگے سے گزرنا نہیں کہتے اور اس میں کوئی جرم بھی نہیں سمجھتے۔

بلکہ بعض علماء بھی اِس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور اس کیلئے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے چارپائی پر لیٹی ہوتی اور آپ نماز پڑھ رہے ہوتے اور مجھے کسی کام سے اُٹھنا پڑتا تو میں آپ کا سامنا کرنے کے بجائے پائینتی کی طرف سے کھسک جاتی۔ [1]

لیکن حق اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حدیث نمازی کے آگے سے نکلنے کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ چارپائی کا بازو جو رسول اللہ ﷺ کی جانب تھا وہی سُترہ تھا اور حضرت عائشہ ؓ سُترہ کے اندر نہیں تھیں بلکہ سُترہ سے باہر تھیں پھر حضرت عائشہ ؓ کی یہ احتیاط بھی ہمارے مؤقف کی تائید کرتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے نکلنے کی بجائے پائینتی سے نکلتی تھیں کیونکہ اگر سامنے سے نکلتیں تو چارپائی کے بازو کی لکڑی جو سُترہ کا کام دے رہی تھی، حضرت عائشہ ؓ اس سے اندر ہو جاتیں اور یہی سُترہ توڑنے کے مترادف تھا۔

پائینتی، سرہانے یا چارپائی کی دوسری جانب والے بازو کی طرف سے نکلنے کا اُنہیں مکمل حق حاصل تھا کیونکہ وہ سُترہ سے باہر تھیں لہٰذا اِس عمل سے ہرگز دلیل نہیں لی جا سکتی۔

جیسا کہ اسی باب میں پڑھ چکے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ، حضرت نافع ؓ کو اپنے آگے بٹھا کر اُسے سُترہ سمجھ کر نماز ادا کر لیتے تو گویا آگے بیٹھنے والا شخص بھی سُترے کا کام دیتا ہے بشرطیکہ اس کے اور نمازی کے درمیان کوئی تیسری چیز حائل نہ ہو اور اگر اس کے اور نمازی کے درمیان کوئی چیز موجود ہے تو بیٹھا ہوا شخص سُترہ سے باہر ہے اس شکل میں وہ آگے سے نکل سکتا ہے ورنہ نہیں۔

---

[1] بخاری ۷۲/۱ باب الصلاۃ الی السریر

Marfat.com

سُترہ نہ ہو تو گزرنے والا کتنے فاصلے سے گزرے؟

اگر کوئی شخص سُترہ کے بغیر نماز پڑھ رہا ہو تو اس کے سامنے سے گزرنے والا کتنی دور سے گزر سکتا ہے جبکہ اِسکے سوا اَور کوئی چارہ نہ ہو۔

اس بارہ میں حق یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے صحت کے ساتھ ہم تک کوئی صریح حکم نہیں پہنچا البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں بسندِ ضعیف مروی ہے کہ اِتنا دور سے گزرا جا سکتا ہے جتنی دور تک اگر چھوٹا کنکر پھینکا جائے تو وہ جس قدر فاصلہ پہلی مرتبہ گرنے پر طے کرتا ہے وہی اسکی حد ہے۔

اس ضعیف رِوایت کے علاوہ دوسرا کوئی صحیح اَور صریح حکم ثابت نہیں ہے البتہ سُترہ کے باب میں مذکورہ روایات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ان سے کچھ اِشارے اَیسے ضرور ملتے ہیں جس سے اس بات کی وضاحت ہوسکتی ہے کہ کتنے فاصلے سے گزرنے کا جواز ہے۔

۱۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے، ''سُترہ اَپنے قریب تر رکھا جائے''۔

۲۔ دوسری رِوایت میں وارد ہے کہ آپ ﷺ اَور دیوار کے مابین تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

۳۔ آپ ؐ اَور سُترہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ اِیک بکری اس میں سے نکل سکتی تھی۔

۴۔ نمازی کے آگے سے نکلنے والے کو ہاتھ سے روکنے کا حکم دینا اَور نہ رُکنے پر اُسے دھکا دِینا ظاہر ہے کہ ایسا اِیک صف کے فاصلے تک تو کیا جاسکتا ہے اس سے زیادہ اس کے بس میں نہیں رہے گا مندرجہ بالا باتوں سے یہ اِستدلال واستنباط کیا جاسکتا ہے کہ سُترہ کی حد ہی سجدہ گاہ تک ہے اگر نمازی اَپنے آگے سُترہ نہیں رکھتا تو اس کا قصوروار نمازی ہے نہ کے گزرنے والا، لہٰذا نمازی اَور سجدہ گاہ کے بیچ میں گزرنے والا گزرے تو وہ گناہ گار ہے اَور اسے اس گناہِ عظیم سے روکا جائے اَور اگر اس حد سے باہر گزرتا ہے تو وہ سُترہ کی حدود سے باہر ہے پھر بھی اِحتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ حتی المقدور سجدہ گاہ سے باہر بھی گزرنے سے اِجتناب کیا جانا چاہئے اَور نمازی کے سلام کا اِنتظار کرنا چاہئے یا کم از کم اَپنے اَور نماز پڑھنے والے کے درمیان کسی چیز کو بطور سُترہ کے رکھ کر وہاں سے نکلا جائے بشرطیکہ رکھے گئے سُترہ کو اس کے سلام پھرنے تک ہٹایا نہ جائے ورنہ سُترہ توڑنے کے مترادف ہوگا۔ (واللہ اعلم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

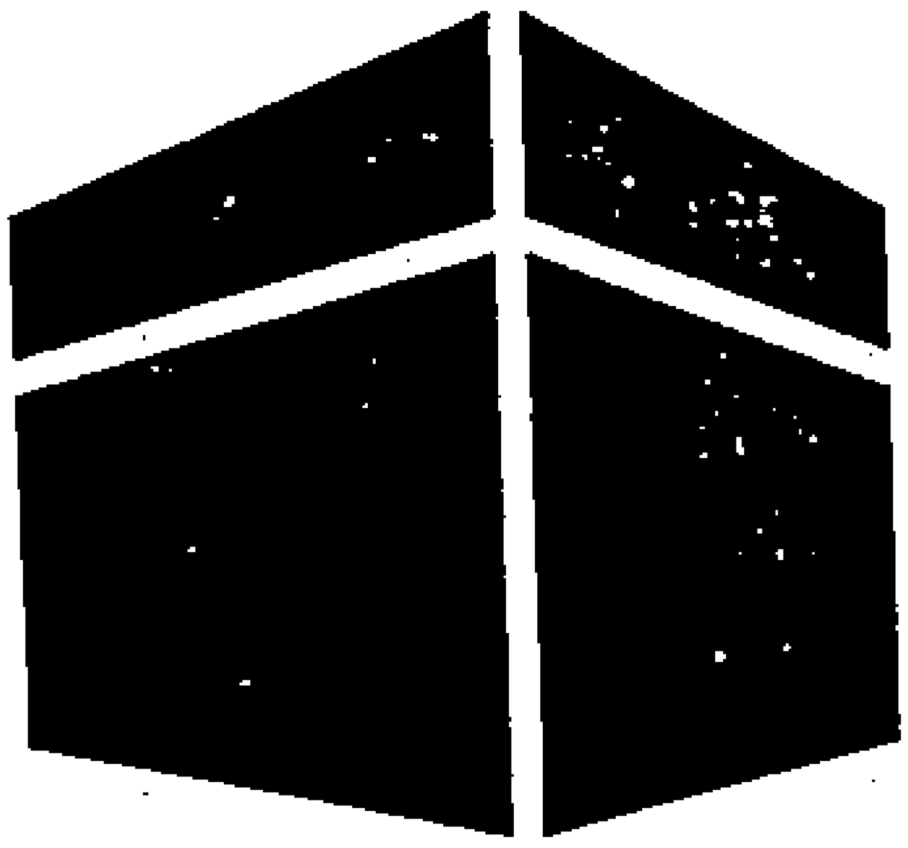

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

ائے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۱۱

تعدادِ رکعات

(فرائض وسنن کا تفصیلی بیان)

فرمانِ رسولؐ

رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) دُنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔

(مسلم ۱/۲۵۱ باب استحباب رکعتی سنّة الفجر والحث علیھما)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ

جب میرے بندے آپ ﷺ سے میرے متعلق پوچھیں (تو انہیں بتا دیں) کہ میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور میرے ساتھ ایمان لائیں تا کہ وہ رشد وہدایت پا جائیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشہ تعدادِ رکعات

شمار	اسماءِ صلوٰۃ	سنت، مستحب	فرض	سنت	وتر
۱	فجر	۲	۲	–	–
۲	ظہر	۲/۴	۴	۲/۴	–
۳	عصر	۲/۴	۴	–	–
۴	مغرب	۲	۳	۲	–
۵	عشاء	–	۴	۲/۴	۱،۳،۵،۷،۹،۱۱
۶	جمعہ	۲	۲	۲/۴	–
۷	عیدین	–	۲	–	–
۸	تراویح/تہجد	۸+۳	–	–	–
۹	اِشراق/ضحیٰ	۲،۴،۶،۸	–	–	–
۱۰	نمازِ استخارہ	۲	–	–	–
۱۱	تحیۃ الوضو/تحیۃ المسجد	۲	–	–	–
۱۲	صلوٰۃ الاستسقاء	۲	–	–	–
۱۳	صلوٰۃ التوبہ	۲	–	–	–
۱۴	صلوٰۃ المسافر	فجر۲+۲، ظہر۲فرض	عصر۲ فرض	مغرب۳فرض	عشاء۲فرض+وتر

Marfat.com

تعدادِ رکعات کا تفصیلی بیان

قرآنِ مجید میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ [1]

تمہارے لئے رسولِ اکرم ﷺ کی زِندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

یہ اُسوۂ حسنہ رسولِ اَکرم ﷺ نے تمام شعبہ ہائے زِندگی میں چھوڑا ہے ہر بات اَور ہر عمل کی قبولیت کے لئے شارع علیہ السلام کی پیروی کولازمی شرط قرار دے دیا گیا ہے، اِسلام چونکہ عقل کے تابع نہیں ہے کہ اِنسانی عقل جس کام کو اَچھا گردانے اُسے زیادہ مقدار میں کرے اَور جس کو بُرا جانے اُسے نہ کرے۔

بلکہ اَچھائی اَور بُرائی کے معیار بھی وہی تسلیم ہیں جو اللہ نے شارع علیہ السلام کے ذریعہ اَپنے بندوں پر واضح فرمادیئے ہیں یعنی نماز پڑھنا اِیک اَچھا فعل ہے لیکن کسی نمازی کو یہ اِختیار نہیں ہے کہ وہ اُسے اَچھا جان کر اس کی مقررہ اَور متعین کردہ تعداد میں اِضافہ کردے، ہر نماز کی رکعات کی تعداد بھی مقرر فرمادی گئی ہیں تاکہ کوئی شخص اِن حدود اَور قیود سے تجاوز نہ کرسکے۔

اب بالترتیب نمازِ فجر سے تعدادِ رکعات کا تفصیلی ذکر کیا جارہا ہے اَور اُن سے متعلق جملہ اُمور کا بھی اِن شاءاللہ تذکرہ ہوگا تاکہ قارئین کرام اُمورِ دینیہ سے متعلق کماحقہ، آگاہی حاصل کرسکیں۔

صلوٰۃ الفجر:۔

کل چار رکعات پر مشتمل ہے جس میں پہلے دو سنتیں اَور پھر دو فرض ہیں۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

لَمْ یکُن النّبی ﷺ علی شيْءٍ مِنَ النَّوافِلِ اشدُّ تعاهداً منهُ علی رکعتی الفجر [2]

(فرماتی ہیں) کہ رسولِ اَکرم ﷺ نوافل میں سے سب سے زیادہ خیال فجر کی سنتوں کا کیا کرتے تھے۔

---

[1] سورة الاحزاب : ۲۱

[2] بخاری (۱۰۹۳) ومسلم ۲۵۱/۱ (۱۱۹۱) باب استحباب رکعتی سنة الفجر والحث......الخ

۲۔ مزید اِرشاد فرمایا :

﴿رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا﴾ [1]

فجر کی دو رکعتیں (سنن) دُنیا و مافیھا سے بہتر ہیں۔

فجر کی دو سنتیں فرضوں سے پہلے پڑھنی چاہئیں البتہ اگر جماعت ہو رہی ہو تو پہلے سنتیں پڑھنے کی بجائے جماعت میں شریک ہو کر فرض پڑھنے چاہئیں کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

﴿إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةِ﴾ [2]

جب جماعت کھڑی ہو جائے تو اس وقت فرضوں کے سوا کوئی نماز نہیں ہوتی۔

اِسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب سنتیں پڑھ رہے ہوں اور جماعت کھڑی ہو جائے تو سنتیں چھوڑ کر فرضوں میں شامل ہو جانا چاہیے ورنہ سنتیں اَدا نہیں ہونگی اور چھوٹی ہوئی سنتوں کو فرضوں کے بعد اَدا کرنا چاہیے، اگر وقت ہو اور بیٹھ سکتا ہو تو بے شک سورج نکلنے کے بعد اَدا کرے۔

جیسا کہ دارقطنی اور مؤطا اِمام مالک رحمہ اللہ وغیرہ میں وارد ہے کہ صبح کی سنتیں چھوٹ جائیں تو پھر سورج نکلنے کے بعد اَدا کی جائیں لیکن اگر کوئی شخص فرضوں کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے اَدا کرنا چاہتا ہے تو اُسے رخصت ہے۔ [3]

اِس لئے کہ اس کی ممانعت جس حدیث کی طرف منسوب کی جاتی ہے وہ دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس حدیث میں یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک کوئی نماز نہیں ہے۔

اس میں قطعاً یہ صراحت نہیں ہے کہ فجر کے فرضوں کے بعد کوئی نماز نہیں ہے کیونکہ فجر کی نماز دو رکعات کا نام نہیں بلکہ چار رکعتوں کا نام ہے، جب تک وہ چار رکعات پوری نہیں کرے گا تب تک اس کی فجر کی نماز پوری نہیں ہوگی، اگر اس نے صرف دو سنتیں پڑھیں ہیں تب بھی نماز باقی ہے اور اگر صرف دو فرض پڑھے ہیں تب بھی نماز باقی ہے جب وہ دونوں چیزیں اَدا کر لے گا تب اُس کی نماز مکمل ہوگی، اب طلوعِ آفتاب تک کوئی نماز نہیں ہوگی۔

[1] مسلم ۱/۲۵۱ باب استحباب ركعتي سنة الفجر والحث عليهما
[2] مسلم ۱/۲۴۷ باب كراهية الشروع في نافلة
[3] اخرجه الحاكم ۱/۲۷۴، ۲۷۵ وابن خزيمه ۱۱۱۶، دارقطنی ۱/۵۱۱

Marfat.com

فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا

۱۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

﴿کان النَّبِیُّ ﷺ اِذَا صَلّٰی رکعتیِ الْفجرِ اِضْطَجَعَ عَلٰی شَقِّهِ الایْمَنِ﴾ ۱

حضور نبی کریم ﷺ فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) پڑھ کر دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔

اور اس سے متصل روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ:

''اگر میں جاگ رہی ہوتی تو (لیٹے لیٹے) مجھ سے باتیں کرتے رہتے ورنہ نماز کے بلاوے (اقامت الصلوٰۃ) تک (خاموشی سے) لیٹے رہتے۔''

یہ آپ ﷺ کا عمل تھا، یہی عمل ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں حکماً بھی ثابت ہے۔

۲۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اِذا صلّٰی احدُکُم رکعتی الفجرِ فَلْیَضْطَجِعْ علی یمِینِه﴾ ۲

جب تم میں سے کوئی فجر کی دو رکعتیں پڑھ لے اسے چاہئے کہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔

اگرچہ بعض علماء نے کہا ہے کہ مسجد میں نہ لیٹے گھر میں لیٹے یا تہجد پڑھے تب لیٹے لیکن یہ شرائط اور پابندیاں دینِ یُسر میں عُسر پیدا کرتی ہیں، جب کہ ﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ﴾ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ ہمارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کا مندرجہ بالا حکم اپنے عموم سے بالکل واضح ہے اور ہر قسم کی قیود سے بالاتر ہے اور لیٹنا کوئی فرض بھی نہیں ہے، شارع علیہ السلام سے اس کا ترک بھی ثابت ہے۔ (کما جاء فی کتب الحدیث)

اذانِ فجر کے بعد تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو کا حکم؟

بعض لوگ فجر کی اذان ہو جانے کے بعد فجر کی دو سنتیں، تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو بھی پڑھنے پر اصرار کرتے ہیں جبکہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

﴿اِذَا طَلَعَ الْفَجرُ لا یُصَلِّیْ اِلَّا رَکْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ﴾ ۳

جب فجر ہو جاتی (پو پھٹ جاتی) تو آپ ﷺ فجر کی دو ہلکی رکعتوں کے سوا کچھ نہ پڑھتے۔

۱ بخاری ۱/۱۵۵ و مسلم ۱/۲۵۴ باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ

۲ ابوداؤد ۱/۱۷۹ باب الاضطجاع بعدها

۳ مسلم ۱/۲۵۰ فی باب استحباب رکعتی سنة الفجر

Marfat.com

مندرجہ بالا رِوایت سے واضح ہوتا ہے کہ فجر کی دوسنتوں کے علاوہ اذان کے بعد رسولِ اکرم ﷺ سے مزید کچھ بھی ثابت نہیں ہے اگر چہ کچھ پڑھنے پر نکیر بھی ثابت نہیں ہے پھر بھی ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کی سنت پر اِکتفاء کرنا چاہیے۔

مذکورہ تمام اَحادِیث و رِوایت سے جہاں بہت سے مسائل کا پتہ چلتا ہے وہاں یہ صراحت بھی ملتی ہے کہ فجر کی سنتیں صرف دو رکعات ہیں اَور وہ بھی فرضوں سے پہلے ہیں۔

فجر کے فرائض کی تعداد

پانچوں نمازوں کے فرائض کی کل تعداد سترہ ۱۷ رکعات ہے۔

فجر میں------------۲،

ظہر میں------------۴،

عصر میں------------۴،

مغرب میں----------۳،

عشاء میں-----------۴۔

اس تعداد پر پوری اُمت مسلمہ کا ہمیشہ سے اِتفاق رہا ہے اَور تواترِ عملی سے ثابت ہے۔

نبی کریم ﷺ سے ضمنی طور پر اَیسے اَفعال و اَعمال ثابت ہیں جن سے ہمیں فرض نمازوں کی رکعتوں کی تعداد واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابو برزہ الاسلمی ؓ سے مروی ہے:

﴿كان يقرأ في رَكْعَتَيْنِ او اِحداهما ما بين الستّين اِلى المِائة﴾ [1]

نبی کریم ﷺ فجر کی دونوں رکعتوں میں یا دونوں میں سے کسی اِیک میں جو قرأت فرماتے وہ ساٹھ سے لے کر سو آیات تک ہوتی تھی۔

اس حدیث میں جہاں مقدارِ قرأت بتائی گئی ہے وہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان رکعتوں کی تعداد دو ہوتی تھی۔

❁❁❁

[1] بخاری ۱/۱۰۶ باب القرأة فی الفجر

Marfat.com

صلوٰۃ الظہر

ظہر کی نماز میں فرضوں سے پہلے دو یا چار رکعات مسنون ہیں اُور فرضوں کے بعد بھی ۲/۴ رکعات مسنون ہیں جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رِوایت ہے فرماتی ہیں:

﴿اَنّ النّبیَ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یدع اربعًا قبل الظُّھرِ و رکعتَینِ قبلَ الغدَاۃِ﴾ [1]

بے شک نبی کریم ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعتیں اُور فجر سے پہلے دو رکعتیں نہیں چھوڑا کرتے تھے۔

بظاہر اس رِوایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ظہر سے پہلے چار سنتیں مؤکدہ ہیں۔

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو تاکید ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی رِوایت جس میں ظہر سے پہلے دو رکعتوں کا ذکر ہے ان کے علم میں نہیں آئیں۔

چنانچہ دونوں روایتیں بخاری شریف میں موجود ہیں اُور دونوں اعلیٰ درجہ کی روایتیں ہیں۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مؤکدہ سنتوں کی کل تعداد دس بیان فرمائی ہے، جن میں ظہر سے پہلے دو رکعتیں ہیں، ظہر کے بعد دو رکعتیں، مغرب کے بعد دو رکعتیں اور عشاء کے بعد دو رکعتیں اُور فجر سے پہلے دو رکعتیں اس طرح کل دس رکعات ہوئیں۔ [2]

۳۔ مسلم شریف میں بارہ رکعتوں کا ذکر ہے، دو رکعتوں کا فرق ظہر کی پہلی رکعتوں کا فرق ہے، ظہر سے پہلے اگر چار سنتیں پڑھی جائیں تو یہ تعداد بارہ ہو جاتی ہے اُور اگر دو پڑھی جائیں تو دس ہو جاتی ہے دونوں اَحادِیث صحیح ہیں، لہٰذا دونوں پر عمل کیا جانا چاہئے، کبھی دو پڑھ لی جائیں اُور کبھی چار۔

۞۞۞

[1] بخاری ۱/۱۵۷ باب الرکعتین قبل الظهر

[2] بخاری ۱/۱۵۷

Marfat.com

ظہر کے فرائض کی تعداد

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿أنَّ النبی ﷺ کان یقرأ فی الرکعتینِ الاولیینِ من الظهرِ والعصرِ بفاتحةِ الکتابِ و سورةٍ ویسمعنا الایة احیانًا ویقرأ فی الرکعتینِ الاخریین بفاتحةِ الکتاب﴾ [1]

فرماتے ہیں بے شک نبی کریم ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت پڑھا کرتے تھے اور ہم بھی کبھی کوئی آیت سن لیا کرتے تھے، اور آخری دو رکعتیں صرف سورۃ فاتحہ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

اِس حدیث سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ فرض نمازوں میں پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کیساتھ کوئی سورت ملانا اور آخری دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کچھ نہ ملانا ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ سری نمازوں میں اِمام کا کبھی کوئی ایک آدھی آیت قدرے بلند آواز سے پڑھ لینا بھی ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ظہر اور عصر کے فرائض کی کل چار رکعات ہیں۔

ظہر کے بعد سنتیں

ظہر کے فرضوں کے بعد دو رکعتیں رسولِ اکرم ﷺ سے ثابت ہیں ایک تو وہ روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے درج ہو چکی ہے اور دوسری روایت

حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿کان یُصَلِّیْ فِیْ بَیْتِیِ الظُّهرَ اَرْبَعًا ثُمَّ یَخْرُجُ فَیُصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ یَدْخُلُ فَیُصَلِّیْ رَکعتَینِ﴾ [2]

فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں ادا فرماتے پھر جماعت کیلئے (مسجد میں) تشریف لے جاتے پھر گھر تشریف لاتے اور دو رکعتیں ادا فرماتے۔

---

[1] مسلم باب القرأة فی الظهر والعصر ۱/۳۳۳ رقم ٤٥١ دارالفکر بیروت

[2] احمد ٦/۳۰ المکتب الاسلامی فهرس للالبانی

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ظہر سے پہلے چار اَور ظہر کے بعد چار رکعتوں کا ذکر بھی ملتا ہے حدیث کے الفاظ ہیں کہ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتوں اَور ظہر کے بعد چار رکعتوں کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اُسے دوزخ پر حرام کردے گا۔ [1]

علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے اَپنی کتاب ''نیل الاوطار'' میں ظہر کے بعد چار رکعتوں کو مستحب قرار دیا ہے۔

صلوٰۃُ العصر

عصر کی نماز میں فرائض سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے چار رکعات اَور دو رکعات کا ثبوت ملتا ہے اگر چہ اس طرح کی رِوایات کو بعض محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن مسند احمد، ابوداؤد اَور ترمذی میں حسن درجے کی سند سے یہ حدیث موجود ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں''۔ [2]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا اَپنا عمل دو رکعتیں پڑھنے کا بھی ملتا ہے۔ [3]

البتہ رسولِ اَکرم ﷺ سے اِن رکعات پر دوام ثابت نہیں ہے، بہر حال اِن روایتوں سے قبل از عصر دو یا چار رکعات کا استحباب ثابت ہے۔

عصر کے فرائض کی تعداد

مذکورہ رِوایت جو ہم نے ظہر کے فرائض کی تعداد کے ضمن میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے اس میں ظہر کے ساتھ عصر کا بھی ذکر ہے جس سے واضح ہوا کہ ظہر کی طرح عصر کے فرائض کی تعداد بھی چار رکعات ہیں۔ [4]

اس طرح عصر کی چار غیر مؤکدہ سنتیں اَور چار فرض ہوئے جن کی مجموعی تعداد آٹھ رکعات ہوئی۔

---

[1] ابوداؤد ۱/۱۸۰ باب الاربع قبل الظهر واربع بعدها والنسائی حدیث ام حبیبة بلفظ من حافظ علی اربع رکعات ......الخ وله طرق عند النسائی تلخیص ۲/۱۳

[2] ابوداؤد ۲/۵۲۰ واخرجه الترمذی وقال حسن غریب وابوالمثنی هو مسلم بن المثنی وهو مؤذن المسجدالجامع بالکوفة وهو ثقة (المنذری)

[3] ابوداؤد ۲/۵۴ طبع بیروت لبنان

[4] مسلم باب القرأة فی الظهر والعصر ۱/۳۳۳ رقم ۴۵۱ دارالفکر بیروت

Marfat.com

صلوٰۃ المغرب

مغرب کی اذان کے بعد اور فرضوں سے پہلے اگرچہ پاک و ہند کی کثیر تعداد کسی نماز سے واقف نہیں ہے تاہم حقیقت یہ ہے کہ سورج غروب ہونے کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعات نماز ہے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

كُنَّا نُصَلِّيْ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ [۱]

ہم عہدِ رسول ﷺ میں غروب آفتاب کے بعد اور نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ عبداللہ بن مُغَفَّل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلٰوةٌ ......لِمَنْ شَاءَ﴾ [۲]

ہر اذان اور اِقامت کے درمیان دو رکعات نماز ہے پھر فرمایا جس کا جی چاہے۔

۳۔ عبداللہ بن مُغَفَّل المزنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿صَلُّوْا قَبْلَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ لِمَنْ شَاءَ﴾ [۳]

مغرب سے پہلے نماز پڑھو، مغرب سے پہلے نماز پڑھو، تیسری مرتبہ فرمایا جس کا جی چاہے۔

بخاری شریف میں اگرچہ مطلق نماز کا ذکر ہے لیکن ابوداؤد میں مغرب سے پہلے دو رکعات نماز پڑھنے کی صراحت ہے۔ [۴]

۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں مقیم تھے، وہاں جب مغرب کی اذان کی آواز آتی تو لوگ مسجد کے ستونوں کی طرف جاتے اور دو رکعتیں پڑھتے بعد میں آنے والے کو یہ گمان ہوتا کہ شاید جماعت ہو چکی ہے اور لوگ (بعد کی سنتیں پڑھ رہے ہیں)۔ [۵]

یعنی اصحابِ رسول اس قدر کثرت کے ساتھ ان نوافل کا اہتمام فرماتے۔

[۱] مسلم :باب صلاة المسافرين وقصرها ،رقم الحديث ١٣٨٦

[۲] بخاری ١٦٢،١٦١/١ كتاب الاذان رقم٥٨٨ (دار الفكر) وفي النسائي :كتاب المواقيت عن ابي تميم الجيشاني قال هذه صلوة كنا نصليها على عهد رسول الله ﷺ ٩٧/١ رقم ج٥٧٨ والدارمي كتاب الصلاة رقم(١٤٠٤)، [۳] بخاری ج١ ص١٥٧،

[۴] ابوداؤد ١٨٢/١ باب الصلاة قبل الغرب، [۵] مسلم ٢٧٨/١ باب استحباب الركعتين قبل المعرب

Marfat.com

۵۔ حضرت مرثد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا:
''تعجب ہے! ابوتمیم مغرب سے پہلے بھی دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔''
حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا (تعجب کی کیا بات ہے) ہم خود رسولِ اکرم ﷺ کے زمانے میں پڑھتے رہے ہیں میں نے پوچھا اب کیوں نہیں پڑھتے، کہا! مصروفیت کے سبب۔ [1]
اِن اَحادیث صحیح سے معلوم ہوا کہ مغرب سے قبل غروبِ آفتاب کے بعد دو رکعات نماز ہے اور ائمہ مساجد کو چاہئے کہ اگر وہ خود نہ بھی پڑھنا چاہیں تب بھی مقتدیوں کو دو رکعتیں پڑھنے کا موقع ضرور دینا چاہئے اذان ہوتے ہی فوراً مصلے پر کھڑے نہیں ہو جانا چاہئے۔

مغرب کے فرائض کی تعداد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر و حضر میں مغرب کی نماز پڑھی۔
﴿وَالْمَغْرِبُ فِیْ الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ سَوَاءٌ ثَلَاثُ رَکْعَاتٍ لَا یَنْقُصُ فِیْ حَضَرٍ وَلَاسَفَرٍ﴾ [2]
آپ نے ہر حال میں تین رکعتیں پڑھیں نہ اسے سفر میں کم کیا اور نہ حضر میں۔
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مغرب کے فرضوں کی تعداد تین رکعات ہے اور یہ بھی کہ ان تین رکعتوں کو سفر و حضر دونوں حالتوں میں تین رکھا گیا اور اسے کم نہ کیا گیا۔

مغرب کے بعد کی سنتیں

مغرب کے فرضوں کے بعد رسولِ اکرم ﷺ سے دو رکعات نماز ثابت ہے۔
چنانچہ اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
﴿کان رسولُ اللهِ ﷺ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ الْمغربَ ثُمَ یَدْخُلُ فَیُصَلِّیْ رَکعتَینِ﴾ [3]
رسولِ اکرم ﷺ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر (گھر میں) داخل ہو کر دو رکعات نماز پڑھتے۔

---

[1] بخاری ۱/۱۵۷ والنسائی: کتاب المواقیت ص۹۷ رقم ح۵۷۸
[2] ترمذی ۱/۷۲ باب ماجاء فی التطوع فی السفر رقم الحدیث (۵۰۷) ومسند احمد (۳۷۶)
[3] مسلم ۱/۲۵۲ باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدھن وبیان عددھن

Marfat.com

صلوٰۃ العشاء

رسولِ اکرم ﷺ سے قولاً وفعلاً عشاء سے قبل کوئی نماز ثابت نہیں ہے نہ سنت مؤکدہ اور نہ غیر مؤکدہ البتہ بخاری کی وہ روایت جسے ہم نمازِ مغرب کے تحت بیان کر چکے ہیں کہ ہر اذان اور تکبیر کے درمیان دو رکعات نماز ہے یہ حدیث عمومی حکم کی حیثیت رکھتی ہے جس سے پانچوں نمازیں مراد لی جاسکتی ہیں جس میں عشاء بھی شامل ہے۔

عشاء کے فرائض کی تعداد

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عہدِ فاروقی میں کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے اہلِ کوفہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی شکایت کی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ہٹا کر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ کوفہ کا گورنر مقرر کیا اہلِ کوفہ نے اپنی شکایت میں یہاں تک کہا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نماز بھی صحیح طور پر نہیں پڑھاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے بیان کردی کہ لوگوں کا خیال ہے کہ تم انہیں نماز بھی صحیح نہیں پڑھاتے ہو، انہوں نے جواب دیا اللہ کی قسم میں انہیں نبی کریم ﷺ والی نماز پڑھاتا تھا اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتا تھا۔ عشاء کی پہلی دو رکعتیں لمبی کرتا تھا اور پچھلی دو رکعتیں ہلکی پڑھاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابو اسحاق رضی اللہ عنہ (یہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی) تمہارے بارہ میں میرا بھی یہی حسن ظن تھا۔ [1]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بیان سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ عشاء کی پہلی دو رکعتیں لمبی اور آخری دو رکعتیں ہلکی ہونی چاہئیں وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ عشاء کی رکعتیں چار ہیں اسی حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اہلِ کوفہ کو روزِ اوّل سے سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق نماز پسند نہ تھی۔

[1] بخاری ۱/۱۰۶ باب یطول فی الاولین ویحذف..........

Marfat.com

عشاء کے بعد کی سنتیں

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

﴿کان رسولُ اللہِ ﷺ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ......فَیُصَلِّیْ رکعتین﴾ [۱]

رسولِ اکرم ﷺ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں:

﴿فَصَلَّی النَّبِیُّ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ اِلٰی مَنْزِلِہٖ فَصَلّٰی اَرْبَعَ رَکعاتٍ﴾ [۲]

رسولِ اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر اَپنے گھر کی طرف آئے پس چار رکعات اَدا فرمائیں۔

مذکورہ ہر دو اَحادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے عشاء کے بعد دو سنتیں پڑھیں ہیں اَور چار بھی لیکن بالاتفاق مؤکدہ سنتیں صرف دو ہی ہیں اَور اس سے زائد مستحب ہیں۔

صلوٰۃ الجمعہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اَور اَپنی اِستطاعت کے مطابق صاف ستھرا لباس پہنے اَور خوشبو لگا کر مسجد میں آئے اَور دو ساتھیوں کے درمیان حائل نہ ہو پھر جتنا مقدر ہو نماز پڑھے پھر جب اِمام آ جائے تو خاموشی سے بیٹھ جائے تو اگلے جمعہ تک اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص خطبہ جمعہ شروع ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچتا ہے تو اس کیلئے کوئی تعداد مقرر نہیں ہے وہ جس قدر چاہے نوافل پڑھ سکتا ہے پھر جب اِمام منبر پر آ موجود ہو تو اس وقت خاموشی سے خطبہ سننے کیلئے بیٹھ جائے رسولِ اکرم ﷺ سے خطبہ سے قبل نوافل کی متعین تعداد قطعاً ثابت نہیں ہے۔

البتہ اگر کوئی شخص دورانِ خطبہ مسجد میں داخل ہوتا ہے تو وہ اُس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ دو

---

[۱] مسلم ۱/۲۵۲ باب فضل السنن الراتبۃ قبل الفرائض و بعدھن و بیان عددھنّ

[۲] بخاری ۱/۴۳ کتاب العلم

Marfat.com

رکعات نماز اَدا نہ کرلے اَور اس تعداد کو وہ بڑھا نہیں سکتا دورانِ خطبہ وہ صرف اِنہیں دو رکعتوں پر اکتفاء کرے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے اس دوران ایک شخص مسجد میں داخل ہو کر بیٹھ گیا رسولِ اکرم ﷺ نے اس سے دورانِ خطبہ پوچھا!

﴿اَصَلَّیْتَ رَکْعَتَیْنِ﴾ ''کیا تو نے دو رکعتیں پڑھی ہیں''؟، اس نے عرض کیا: ''نہیں''

آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿قُمْ فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ﴾ کھڑا ہو اَور دو رکعتیں پڑھ۔ [1]

جمعہ کے فرائض کی تعداد

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ:

صَلٰوۃُ السَّفَرِ رَکْعَتَانِ وَصَلٰوۃُ الْاَضْحٰی رکعتان وَصَلٰوۃُ الفطرِ رکعتان وَصَلٰوۃُ الْجُمُعَۃِ رکعتان تمامٌ غیرُ قَصْرٍ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ [2]

سفر کی نماز دو رکعات ہے، عید الاضحیٰ کی دو رکعتیں ہیں، عید الفطر کی دو رکعتیں ہیں، نمازِ جمعہ کی دو رکعتیں ہیں، یہی مکمل ہے بغیر قصر کے، یہ رسولِ اَکرم ﷺ کی زبانِ مبارک کا فیصلہ ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جمعہ کے فرضوں کی کل دو رکعتیں ہیں:

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جمعہ کے بارے میں حدیث پاک میں وارد ہے:

کان یقرأ فی صلاۃِ الجمعۃ سبّح اسم ربّک الاعلی وھل أتاک حدیثُ الغاشیۃ [3]

آپ ﷺ جمعہ کی نماز میں "سبح اسم ربك الاعلی" اور "هل اتاك حديث الغاشية" کی قرأت فرمایا کرتے تھے۔

دو سورتوں کی قرأت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ دو ہی رکعتیں پڑھایا کرتے تھے۔

❀❀❀

---

[1] بخاری: کتاب الجمعه باب من جاء والامام یخطب صلی رکعتین خفیفتین وکذا مسلم ٦/١٦٣ باب التحیه کذا فی البیهقی ٤/٤٢٦

[2] ابن خزیمه والبیهقی فی الکبریٰ ٣/٤٣٦ باب صلاة الجمعة رکعتان

[3] مسلم ٦/١٦٧ باب ما یقراء فی صلاة الجمعة

Marfat.com

جمعہ کے بعد کی سنتیں

رسولِ اکرم ﷺ سے جمعہ کے بعد دو رکعتوں کا پڑھنا بھی ثابت ہے اور چار رکعتوں کا بھی۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اِذَا صَلَّيْتُمْ بَعْدَ الْجُمعةِ فَصَلُّوْا اَرْبَعاً﴾ ۱؎

جب تم جمعہ کے بعد نماز پڑھو تو چار رکعتیں پڑھو۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جمعہ کے بعد نماز نہ پڑھتے تھے جب تک کہ گھر تشریف نہ لاتے (اور جب گھر تشریف لاتے) پس دو رکعتیں پڑھا کرتے۔ ۲؎

بعض علماء نے جن میں امام ابن تیمیہ بھی شامل ہیں ان دونوں روایات میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ اگر مسجد میں پڑھی جائیں تو چار رکعتیں پڑھی جائیں اور اگر گھر میں پڑھیں تو دو پڑھیں۔ لیکن درست یہی ہے کہ اختیار ہے کبھی دو پڑھ لیں اور کبھی چار، کیونکہ شارع علیہ السلام سے مسجد اور گھر کی تفریق کی صراحت نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

دیہات میں جمعہ

فقہاءِ احناف کے نزدیک دیہاتوں میں جمعہ اور عیدین جائز نہیں ہے ان کا اہتمام صرف بڑے شہروں میں جائز ہے جب کہ یہ پابندی خود ساختہ ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے جمعہ کیلئے قطعاً یہ شرط عائد نہیں فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللهِ﴾ ۳؎

اے ایمان والو! جب جمعہ کی اذان دیجائے تو تم فوراً اللہ کے ذکر (نمازِ جمعہ کے لئے) دوڑو۔

اس آیتِ کریمہ میں جمعہ کیلئے اللہ نے صرف ایمان کی شرط رکھی ہے یعنی ہر اُس شخص کو دعوت دی گئی ہے جس میں ایمان موجود ہے۔

۱؎ مسلم ۱/۲۸۸

۲؎ بخاری ومسلم ۱/۲۸۸

۳؎ سورۃ الجمعۃ : ۹

Marfat.com

چاہے وہ شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا، کسی گاؤں کا رہنے والا ہو یا کسی بستی کا۔

اس آیت کا مخاطب بلا تخصیص، صرف مؤمن ہے اگر دیہات والوں کو بھی مؤمن کہا جا سکتا ہے تو جمعہ ان پر بھی لازم ہے، اِس کے علاوہ حدیث شریف میں بھی دیہات میں جمعہ کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں مسجدِ نبوی ﷺ کے بعد سب سے پہلا جمعہ عبدالقیس کی مسجد میں پڑھا گیا۔[1] جو مسجد بحرین کی اِیک بستی جواثی میں ہے لہٰذا جمعہ کی فضیلت سے مالا مال ہونے کا ہر مسلمان کو حق حاصل ہے چاہے وہ شہر کا رہنے والا ہو یا گاؤں کا، اللہ کے دیے ہوئے اس حق سے بستی والوں کو محروم رکھنا ہرگز قرینِ انصاف نہیں ہے۔

نمازِ اشراق/ چاشت

(ا) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ میرے محبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے مجھے تین باتوں کی نصیحت فرمائی:

۱۔ ہر مہینے تین روزے رکھنے کی (۱۳، ۱۴، ۱۵ چاند کی تاریخ سے)۔

۲۔ چاشت کی دو رکعتوں کی۔

۳۔ اس بات کی کہ سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔[2]

(ب) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اِنسان کے اُوپر ہر صبح صدقہ واجب ہوتا ہے اُور اِشراق کی دو رکعتیں اُسے کفایت کرتی ہیں۔[3]

اس نماز کے اَحادِیث میں تین نام مذکور ہیں۔

۱۔ صلوٰۃ الضحیٰ۔ (چاشت کی نماز)

۲۔ صلوٰۃ الاشراق۔

۳۔ صلوٰۃ الاوّابین۔

---

[1] بخاری ۱/۱۲۲ باب الجمعة فی القری والمدن

[2] بخاری ومسلم ۱/۲۵۰

[3] مسلم ۱/۲۵۰ وابوداؤد

Marfat.com

اِشراق وچاشت کی رکعات

۱۔ صلوٰۃ الضحیٰ کی کم از کم دو رکعتیں اَور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ثابت ہیں۔ [1]

۲۔ اگر دو سے زیادہ پڑھنا چاہے تو دو دو رکعات پر سلام پھیرا جائے۔ [2]

قیامِ رمضان (تراویح) ۱۱ رکعات ہیں

قیامِ رمضان (تراویح) کی یہ تعداد مع وتر ہے۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب پوچھا گیا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی رات کی نماز کیا تھی تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

﴿مَا کَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِہٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً﴾ [3]

رمضان یا غیر رمضان میں آپ ﷺ گیارہ رکعات سے زیادہ نہ پڑھتے۔

۲۔ حضرت مسروق رحمہ اللہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز سے متعلق دریافت فرماتے ہیں تو آپ فرماتی ہیں:

﴿سَبْعٌ وَتِسْعٌ وَاِحْدٰی عَشْرَۃَ رَکْعَۃً سِوَا رَکْعَتِی الْفَجْرِ﴾ [4]

سات، نو اور گیارہ رکعتیں ہوا کرتی تھیں اَور فجر کی دو رکعتیں اس کے علاوہ ہوتی تھیں۔

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تیرہ رکعات کی رِوایت بھی ملتی ہے لیکن اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ اس تعداد میں فجر کی سنتیں شامل ہیں۔ چنانچہ فرماتی ہیں:

﴿کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ ثَلٰثَ عَشْرَۃَ رکعۃً مِنْھَا الْوِتْرُ رَکْعَتَا الْفَجْرِ﴾ [5]

آپ ﷺ کی رات کی نماز تیرہ رکعات ہوتی تھی ان میں وتر اَور فجر کی دو سنتیں بھی شامل ہوتی تھی۔

مذکورہ تینوں رِوایات سے رسولِ اَکرم ﷺ کا معمول رُوزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ وتر

---

[1] مسلم ۱/۲۲۸،۲۲۹ باب صلاۃ الضحیٰ

[2] ابوداؤد ۱/۱۹۰ باب صلاۃ الضحیٰ

[3] بخاری باب صلاۃ اللیل ۱/۱۵۲ رقم الحدیث(۱۸۷۴)

[4] بخاری ۱/۱۵۳ باب کیف صلاتہ باللیل

[5] مسلم ۱/۲۵۹

Marfat.com

سمیت گیارہ رکعتیں ہوتی تھیں یا فجر کی سنتوں سمیت ۱۳ رکعتیں۔

﴿مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً﴾ ۔ ۱

سے یہ وضاحت بھی ہوتی ہے کہ جو نماز رمضان میں تراویح یا قیام رمضان کے نام سے پہچانی جاتی ہے وہی نماز غیر رمضان میں تہجد یا قیام اللیل کے نام سے معروف ہے لفظ "مَا كَانَ يَزِيْدُ" سے یہ بھی واضح ہوا کہ سنت کی نیت سے گیارہ سے تجاوز کرنا قطعاً قرینِ انصاف نہیں ہے۔

البتہ اس تعداد میں کمی کی جاسکتی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۲ سے بھی اس کی وضاحت ہو جاتی ہے، درحقیقت یہ ساری خرابیاں نفسِ مسئلہ کو نہ سمجھنے کی بناء پر ہیں کیونکہ تہجد کی نماز پر تمام مسالک کا اتفاق ہے کہ وہ آٹھ رکعت "مع وتر" گیارہ رکعات ہوتی تھیں جب تہجد گیارہ رکعات ہیں تو تراویح بیس کیسے مسنون ہوگئیں؟ اور اگر تراویح اور تہجد ایک ہی نماز کے دو نام ہیں تو پھر تعداد کا اختلاف بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اصل بات بھی یہی ہے کہ تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں۔

تہجد، تراویح اور وتر ایک ہی نماز کے تین نام ہیں

جیسا کہ اس امر کی وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ تینوں نام ایک ہی نماز کے ہیں فرق صرف اس قدر ہے کہ رمضان یا غیر رمضان میں، نصف شب کے بعد، یا نصف شب سے قبل سو کر اُٹھنے کے بعد ادا کی جانے والی نماز قیام اللیل (تہجد) کہلاتی ہے، اگر رمضان میں اسے بعد نمازِ عشاء ادا کرتے ہیں تو یہ قیامِ رمضان (تراویح) کہلاتی ہے، اگرچہ رسولِ اکرم ﷺ قیام اللیل کے ساتھ شب بیداری فرماتے پھر بھی اللہ کی طرف سے یہ نہ آپ ﷺ پر فرض تھی اور نہ آپ ﷺ کی اُمت پر فرض ہے۔ ۲

چنانچہ ارشادِ باری ہے: ﴿فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾ تہجد پڑھا کیجئے یہ آپ کیلئے نفل ہے۔ ۳

اس کے باوجود آپ ﷺ کا تہجد پڑھنے کا معمول برقرار رہا۔

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی رسولِ اکرم ﷺ سے رات کی نماز رہ جاتی تو آپ ﷺ اسے دن میں ادا کرتے۔

---

۱ بخاری باب صلاۃ اللیل ۱/۱۵۲ رقم الحدیث (۱۸۷۴)

۲ احسن البیان: ص ۷۸۹، (سعودی نسخہ)

۳ تفہیم القرآن: ص ۶۳۵

Marfat.com

مولانا انور شاہ صاحب کاشمیری رحمہ اللہ کا مؤقف

مولانا انور شاہ صاحب کاشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿قال عامة العلماء ان التراويح وصلٰوة الليل نوعان مختلفان المختار عندى انهما واحد وان اختلف صفتاهما﴾ [1]

عام طور پر علماء کا کہنا ہے کہ تراویح اور تہجد دو مختلف اقسام ہیں جبکہ میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں اور اِختلاف صرف اَوصاف میں ہے۔

شاہ صاحب کے الفاظ سے بھی ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

۲۔ جن تین راتوں میں رسول اللہ ﷺ سے قیام رمضان با جماعت ثابت ہے جب چوتھی رات آپؐ نے جماعت کو ترک کیا تو صحابہ کرامؓ کے استفسار کرنے پر آپ نے ترک کی جو وجہ بیان فرمائی اس میں ایک ہی نماز کو تین نام دیئے گئے۔

چنانچہ آپ نے فرمایا تمہارا شوق کے ساتھ جمع ہونا اَور مسجد میں حاضری مجھے معلوم تھی۔

(i) ﴿انى خشيت ان يكتب عليكم الوتر﴾ [2]

میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں تم پر وتر کی نماز فرض نہ ہو جائے۔

اس حدیث میں قیامِ رمضان کو وتر کہا گیا۔

(ii) مسلم شریف میں یہی بات درج ذیل الفاظ سے مروی ہے:

﴿انّى خشيتُ اَنْ تُفْرَضَ عليكم صلٰوة اللّيلِ﴾ [3]

مجھے ڈر ہے کہیں تم پر رات کی نماز فرض نہ کر دی جائے۔

اِس حدیث میں قیامِ رمضان کو صلوٰۃ اللیل (تہجد) کہا گیا ہے۔

اس بات کو فتح الباری میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ سے نقل کیا ہے:

---

[1] فيض البارى ۲/ ۲٤۰

[2] بخارى كتاب الاعتصام بالكتب...... رقم الحديث(۱۸۷٤)ومسلم فى صلاة المسافرين (۱۳۰۱) والنسائى فى قيام الليل......(۱۵۸۱)وابو داود(۱۲۳۵)وبلوغ المرام ص۱۰۷باب صلوٰة التطوع

[3] مسلم ۱/ ۲۵۹ باب صلوٰة الليل

﴿انی خشیتُ ان تفرض علیکم قیام ھذا الشھر﴾ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر اس مہینے کا قیام (تراویح/قیامِ رمضان) فرض نہ کر دیا جائے۔

مندرجہ بالا رِوایت سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ وتر، قیام اللیل اَور قیامِ رمضان (تہجد اَور تراویح) یہ سب ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

جن تین راتوں میں آپ نے تراویح پڑھی اُن تین راتوں میں آپ سے تہجد کا پڑھنا ہرگز ثابت نہیں ہے بلکہ یہ وضاحت بھی ہو جاتی ہے کہ ان راتوں میں آپ نے تہجد پڑھی ہی نہیں۔

جیسا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی رِوایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان کا پورا مہینہ نماز نہیں پڑھائی بلکہ جب سات راتیں باقی رہ گئیں (۲۳ تیئسویں شب) تب نماز پڑھائی اَور تین پہر رات تک پڑائی، اس کے بعد جب چھ راتیں باقی رہ گئیں (۲۴ چوبیسویں شب) کو قیام نہ کیا پھر جب پانچ راتیں باقی رہ گئیں (۲۵ پچیسویں شب) کو نماز پڑھائی اَور آدھی رات تک قیام کیا پھر چوتھی رات (۲۶ چھبیسویں شب) نماز نہیں پڑھائی پھر جب تین راتیں رہ گئیں (۲۷ ستائیسویں شب) قیام کیا اَور اَپنے اہل وعیال اور دِیگر لوگوں کے ساتھ قیام کیا اَور اِتنا طویل قیام کیا کہ ہمیں یہ ڈر ہونے لگا کہ کہیں سحری فوت نہ ہو جائے (یعنی اِتنا لمبا قیام کیا کہ سحری کا وقت بھی ختم ہونے والا تھا) اس کے بعد باقی راتوں کا قیام نہیں کیا۔ [1]

اِس حدیث میں یہ وضاحت پائی جاتی ہے کہ آپ ﷺ نے تراویح کی نماز کو اِتنا طول دیا کہ سحری کا وقت بھی ختم ہونے والا تھا اس سے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ جب سحری کھانے کا وقت نہیں بچا تو تہجد پڑھنے کا وقت کہاں سے میسر آ سکا ہوگا؟

یعنی یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جن راتوں میں آپ نے تراویح اَدا فرمائی اُن راتوں میں تہجد کا قطعاً ثبوت نہیں ملتا، جس سے اَصحابُ الحدیث کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے کہ قیامِ رمضان (تراویح) اَور قیام اللیل (تہجد) اِیک ہی نماز کے دو نام ہیں۔

نیز اس نماز کے بعد جب اِیک رکعت پڑھ کر اسے طاق بنا دیا جائے تو یہ ساری کی ساری نماز وتروں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

---

[1] ابوداؤد ۱/۲۰۱،۲۰۲ باب فی قیام شھر رمضان، والترمذی والنسائی

Marfat.com

تراویح کی جماعت تین دِن یا پورا مہینہ؟

تراویح کی جماعت سے پیچھا چھڑانے والے عموماً یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تراویح کی جماعت تین دن کرائی اور تم لوگ پورا مہینہ کراتے ہو، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے چوتھے دن جب جماعت کو ترک کیا تو ساتھ میں یہ وضاحت بھی فرمادی کہ اللہ کو تمہارا امل کرنماز پڑھنا بہت پسند ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ کردی جائے اس لئے تم اسے الگ الگ پڑھا کرو۔

یہی حکمت تھی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس سنت کو پھر سے جاری فرمایا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے رخصت ہونے کے بعد فرضیت کا خوف ختم ہو چکا تھا، لہٰذا فی زمانہ ماہِ رمضان میں تراویح کی با قاعدہ جماعت کرنا بدعت نہیں بلکہ عین منشاءِ حدیث ہے۔

مزید یہ کہ اس حدیث سے یہ شبہ بھی ختم ہو جاتا ہے کہ عہدِ عمر رضی اللہ عنہ میں بیس رکعتیں پڑھی گئیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ مدینہ میں رات کے گشت کے وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جداگانہ طور پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اگر میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کردوں تو کیا ہی اچھا ہوگا !

چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں:

اَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخطابِ اُبَیَّ ابنَ کعبٍ وتَمِیْمَ نِ الدّاری اَنْ یَقُوْمَا لِلنَّاسِ بِاِحْدٰی عَشْرَۃَ رکعۃً......الحدیث [1]	حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھایا کریں۔

بیس رکعتوں کا فسانہ

(ا) سنن الکبریٰ بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

﴿کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّی فِیْ شَھرِ رَمَضَانَ فِیْ غَیْرِ جَمَاعَۃٍ بِعِشْرِیْنَ رکعۃً وَالْوِتْرِ﴾ [2]	نبی کریم ﷺ وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور بیہقی میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ بغیر جماعت کے پڑھتے تھے۔

[1] المؤطا للامام مالکؒ ص۹۸ باب ماجاً فی قیام رمضان

[2] البیہقی ۳/۶۰ (طبع دارالفکر)

اِمام بیہقی رحمہ اللہ اس رِوایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

﴿تفرد بہٖ ابو شیبہ ابراھیم بن عثمان العبسی الکوفی وھو ضعیفٌ﴾ ۱

یعنی اس حدیث کو بیان کرنے میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان منفرد ہے اَور وہ ضعیف ہے۔

مزید شہادتیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔

﴿قال احمد ویحی وابوداؤد ضعیف قال یحیی ایضا لیس بثقۃٍ وقال البخاری سکتوا عنہ وقال الترمذیُّ منکر الاحدیث وقال النسائی والدولابی متروک الحدیث وقال ابو حاتم ضعیف الحدیث سکتوا عنہ وترکوا حدیثہ، وقال الجوزجانی ساقط وقال صالح جزرۃ ضعیف لا یُکتَب حُدیثہ﴾ ۲

☆ احمد یحیٰ اَور ابوداوٗد نے کہا کہ ضعیف ہے۔

☆ اَور یحیٰ نے بھی کہا کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔

☆ اِمام بخاری رحمہ اللہ نے کہا کہ محدثین نے اس سے خاموشی اِختیار کی، یعنی یہ اس قابل ہی نہیں ہے کہ اس کا تذکرہ کیا جائے۔

☆ ترمذی نے کہا کہ منکر الحدیث ہے۔

☆ اِمام نسائی اَور دولابی نے متروک الحدیث کہا ہے۔

☆ اِمام ابوحاتم نے کہا کہ ضعیف الحدیث ہے اَور محدثین نے اس کا نام لینا پسند نہیں کیا اَور اس کی حدیثوں کو ترک کر دیا۔

☆ اِمام جوزجانی نے کہا کہ اعتبار کے قابل نہیں۔

☆ اِمام صالح نے کہا کہ اتنا ضعیف ہے کہ اس کی حدیثیں لکھے جانے کے قابل نہیں ہیں۔

عہدِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں بیس تراویح ثابت نہیں ہیں

(ب) یزید بن رومان کہتے ہیں:

﴿کانَ النَّاسُ یقومُونَ فِی زَمانِ عمرَ بنِ الْخطابِ بِثَلاثٍ وَعِشْرِیْنَ رکعۃً﴾ ۳

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ ۲۳ رکعتیں پڑھتے تھے۔

---

۱ البیھقی ۳/۶۰ (طبع دارالفکر) ۲ تھذیب التھذیب ۱/۱۲۶ نشر السنہ لاھور

۳ الموطا للامام مالکؒ ص۹۸ باب ماجاء فی قیام رمضان

Marfat.com

یہ روایت منقطع ہے کیونکہ یزید بن رومان جو زمانہ عمر کی خبر دینے والے ہیں انہوں نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔

نصب الرایہ میں اس مسئلہ کی بابت علماء احناف کا فیصلہ موجود ہے

﴿یزید بن رومان لم یدرک عمرؓ﴾

یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔

حضرت عمر فاروق ؓ کی شہادت ۲۳ھ میں ہوئی جبکہ یزید بن رومان کی وفات بالاتفاق ۱۳۰ھ میں ہوئی اگر ہم یزید کی عمر ایک صدی تسلیم کرلیں تب بھی اس کی پیدائش حضرت عمرؓ کی شہادت کے سات سال بعد ہوتی ہے تو اس نے حضرت عمرؓ کا زمانہ کیسے پایا......؟

لہٰذا اُصول حدیث کے اعتبار سے یہ رِوایت منقطع ہے اُور منقطع رِوایت قطعاً قابلِ احتجاج نہیں ہے بالخصوص جب اس قسم کی ضعیف رِوایات صحیح کی مخالف ہوں تو فیصلہ صحیح حدیث پر ہوگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے گیارہ رکعات کی جو رِوایت منقول ہے وہ اِس میدان میں صحیح ترین رِوایت ہے اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کے عہد کی طرف ۲۳ رکعتوں کو منسوب کیا گیا لیکن حقیقتاً ساری بات صیغہ راز میں رکھی گئی اُور اسے مجہول بیان کیا گیا۔ مثلاً:-

۱۔ سوال : حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ۲۳ رکعات کہاں پڑھی گئیں؟
جواب : یہ معلوم نہیں ہے۔

۲۔ سوال : کس نے پڑھائیں؟
جواب : یہ معلوم نہیں ہے

۳۔ سوال : کس کے حکم سے پڑھائی گئیں؟
جواب : یہ معلوم نہیں ہے۔

۴۔ سوال : کیا حضرت عمرؓ نے حکم کیا تھا؟
جواب : یہ معلوم نہیں ہے۔

۵۔ سوال : کیا حضرت عمرؓ کے علم میں یہ بات لائی گئی؟
جواب : یہ معلوم نہیں ہے۔

Marfat.com

٦۔ سوال : کیا پڑھانے والے صحابی تھے؟
جواب : یہ معلوم نہیں ہے۔
٧۔ سوال : کیا مسجدِ نبوی ﷺ میں پڑھائی گئیں؟
جواب : یہ معلوم نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گیارہ رکعتیں حکماً ثابت ہیں

اِس کے برعکس مؤطا اِمام مالک میں موجود گیارہ رکعات والی رِوایت پر غور کیجئے اور مندرجہ بالا سوالات کے جوابات اس رِوایت سے حاصل کیجئے اِن شاءاللہ ضرور تشفی ہوگی۔

١۔ سوال : گیارہ رکعتیں کس جگہ پڑھی گئیں؟
جواب : مدینۃ الرسول میں۔
٢۔ سوال : کس نے پڑھائیں؟
جواب : حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہ نے۔
٣۔ سوال : کس کے حکم سے پڑھائی گئیں؟
جواب : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے۔
٤۔ سوال : کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعات کا حکم دیا تھا؟
جواب : جی ہاں حدیث میں احدی عشرۃ رکعۃ کی صراحت ہے۔
٥۔ سوال : کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات لائی گئی؟
جواب : جی ہاں وہ خود حکم کرنے والے تھے اسلئے یہ بات ان کے علم میں تھی۔
٦۔ سوال : کیا پڑھنے والے صحابی تھے؟
جواب : جی ہاں جلیل القدر صحابی جن کے قاری القرآن ہونے کی تصدیق زبانِ رسالت ﷺ نے فرمائی تھی۔
٧۔ سوال : کیا مسجدِ نبوی ﷺ میں پڑھائی گئیں؟
جواب : جی ہاں مسجدِ نبوی ﷺ میں پڑھائی گئیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس رِوایت میں ہر بات کا جواب معلوم اور معروف ہے۔ لہٰذا عمل کی کثرت کو نہ دیکھیں بلکہ عمل کے حسن کو دیکھیں اور یہی تقاضائے بندگی ہے۔

Marfat.com

چنانچہ اِرشادِ باری ہے:

﴿لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا﴾ [1]

تا کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے؟

یہاں ''اَیُّکُمۡ اَکۡثَرُ عَمَلًا'' نہیں فرمایا کہ تم میں سے کون زیادہ عمل کرتا ہے یعنی قید کثرت کی نہیں، حسنِ عمل کی لگائی ہے اَور یہ حسن عمل کیا ہے؟......فرمایا:

﴿لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ﴾ [2]

عمل کا حسن اسوۂ نبوی ﷺ کی مشابہت میں ہے۔

(اللہ ہمیں سنتِ نبوی ﷺ کی محبت عطا فرمائے آمین)

نوٹ:—اس مسئلہ پر تفصیلی معلومات کیلئے مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی رحمہ اللہ کی کتاب (انوارِ مصابیح بجواب رکعاتِ تراویح کا مطالعہ اِن شاءاللہ مفید ثابت ہوگا)۔

سعودی عرب میں بیس کیوں؟

رمضان المبارک میں عمرہ کا رواج بھی کافی بڑھ گیا ہے اَور کچھ ٹی وی اَور دیگر نشریاتی اَداروں کی بدولت دُنیا سمٹ کر رہ گئی ہے اِیک جگہ کی خبریں، دوسری جگہ نہ صرف سنی جا سکتی ہیں بلکہ بآسانی دیکھی بھی جا سکتی ہیں یہی وجہ ہے کہ لوگ جب عمرہ وغیرہ کر کے آتے ہیں یا گھروں میں ٹی وی پر دیکھتے ہیں تو پھر یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر گیارہ رکعتیں سنت ہیں تو سعودیہ میں ۲۰ کیوں پڑھائی جاتی ہیں؟

۱۔ کچھ عرصہ قبل بیت اللہ میں مذاہب اربعہ کے چار مصلے رکھے ہوئے تھے اَور بیت اللہ کا ہر کونہ مسلمانوں کے اتحاد کا جنازہ اَپنے کندھوں پر اُٹھائے کھڑا تھا۔

اِیک طرف شافعی مصلیٰ تھا	تو دوسری طرف مالکی مصلیٰ
دائیں جانب حنفی مصلیٰ تھا	تو بائیں جانب حنبلی مصلیٰ

لیکن شاہ سعود رحمہ اللہ نے اللہ کی توفیق سے بیت اللہ کو فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھانے والوں سے پاک کیا اَور تمام مصلے ہٹا کر صرف اِیک مصلیٰ رکھا جو کسی فرقہ کی طرف منسوب نہیں بلکہ وہ صرف عالمِ اسلام کے اتحاد کی اِیک زندہ مثال ہے، یہاں سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق جب گیارہ رکعات

---

[1] سورۃ الملک: ۲

[2] سورۃ الاحزاب: ۲۱

تراویح اَدا کی گئیں تو ۲۰ پڑھنے والوں نے شور مچایا کہ اگر آپ بیس نہیں پڑھتے تو ہمیں باقی ماندہ رکعات اَپنے اِمام کے پیچھے پڑھنے کی اِجازت مرحمت فرمائیں۔

سعودی حکومت نے سوچا کہ اگر ان کو اپنا اِمام کھڑا کرنے کی اِجازت دی جاتی ہے تو پھر ہر فرقہ یہی مطالبہ کرے گا اور دیکھتے ہی دیکھتے پھر سے چار مصلے بچھ جائیں گے اور مقصد فوت ہو جائے گا۔

چنانچہ اس کا حل یہ سوچا گیا کہ ایک قاری ۱۰ پڑھا کر چلا جائے اور گیارہ پڑھنے والے اس قاری کے ساتھ واپس ہو جائیں اور ایک وتر پڑھ کر اَپنی گیارہ رکعتیں پوری کر لیں پھر دوسرا اِمام (قاری) آئے اور وہ دس رکعتیں پڑھائے اور بیس پڑھنے والے دونوں اِماموں کی اِقتداء کریں تاکہ اُن کی بیس پوری ہو جائیں ورنہ وہاں بھی گیارہ ہی رکعات پڑھائی جاتی ہیں دوسرے اِمام کے آنے سے تعداد نہیں بڑھتی۔

اس کو آپ اِسطرح سمجھیں کہ اگر کسی مسجد میں ظہر کی جماعت ہوئی اور اِمام صاحب چار فرض پڑھا کر چلے گئے اِتنے میں کچھ نمازی اور آ گئے اور انہوں نے پھر جماعت کرا لی اور انہوں نے بھی چار فرض پڑھے اتنے میں مزید کچھ لوگ آئے اور انہوں نے بھی آپس میں جماعت کرا لی تو کیا کوئی شخص ان جماعتوں کو ایک شمار کر کے یہ نتیجہ نکالنے کا مجاز ہے؟ کہ اس مسجد میں آج ظہر کے بارہ فرض پڑھے گئے ہیں۔

ہرگز نہیں، کیونکہ اِمام بدل جانے سے اس کی بناء پہلی رکعتوں پر نہیں رکھی جائے گی، ہاں یہ ضرور کہا جائے گا کہ ظہر کی تین جماعتیں ہوئی لیکن فرض چار ہی پڑھے گئے وہاں بھی یہی صورت ہے کہ تراویح کی دو جماعتیں ہوئیں ہر جماعت نے گیارہ رکعات اَدا کیں۔

۲۔ سعودی عرب میں جو کچھ ہوتا ہے وہ دین میں حجت نہیں ہے دلیل صرف اور صرف قرآن و حدیث ہیں اور مسلمانوں نے کلمہ سعودی عرب کا نہیں آمنہ کے لعل کا پڑھا ہے۔

۳۔ اور اگر کوئی شخص سعودی عرب کی بات کو حجت ماننے پر بلا وجہ مُصر ہے تو اُن سے ہماری یہ گزارش ہے کہ سعودی عرب کی تراویح تو سال بعد نظر آتی ہے جبکہ رفع الیدین اور آمین تو روزانہ نظر آتی اور گونجتی ہیں اس بارہ میں جناب کا کیا خیال ہے؟

ع:- لو آپ اَپنے دام میں صیاد آ گیا

❀❀❀

Marfat.com

وِتروں کا بیان

''وِتر'' دراصل ایک ہی کو کہتے ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں وارد ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ وِترٌ یُحِبُّ الوِترَ﴾[1] بیشک اللہ ایک ہے اور ایک ہی کو پسند کرتا ہے۔

صلوٰۃ الوتر میں بھی وتر ایک ہی رکعت ہے۔

جب ۳ پڑھتے ہیں تب ۲ نفل ہوتے ہیں،

جب ۵ پڑھتے ہیں تب ۴ نفل ہوتے ہیں،

جب ۷ پڑھتے ہیں تب ۶ نفل ہوتے ہیں،

جب ۹ پڑھتے ہیں تب ۸ نفل ہوتے ہیں،

جب ۱۱ پڑھتے ہیں تب ۱۰ نفل ہوتے ہیں،

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا:

صَلٰوۃُ اللَّیلِ مَثنٰی مَثنٰی فَاِذَا اَرَدتَّ اَن تَنصَرِفَ فَارکَع رَکعَۃً تُوتِرُ لَکَ مَا قَد صَلَّیتَ[2]

رات کی نماز دو دو رکعات ہے پس جب فارغ ہونے کا اِرادہ کرے تو ایک رکعت پڑھ لے جس سے وہ ساری نماز وتر ہو جائے گی جو تو نے پڑھی۔

وتروں کی مختلف تعداد پر اِختیار

وِتروں کی کسی خاص تعداد پر اُمت کو پابند نہیں کیا گیا بلکہ ایک سے گیارہ تک اِختیار دے دیا گیا ہے ان میں سے حسبِ توفیق جو ادا کر سکتا ہے کرے۔

جیسا کہ گزشتہ سطور میں واضح کیا جا چکا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''رات کی نماز دو دو رکعات ہے پس جب فارغ ہونے کا اِرادہ ہو تو ایک رکعت پڑھ کر سب کو وتر بنا لو''۔

اس حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مصلّی کی اِستطاعت پر چھوڑا گیا۔

---

[1] بخاری: کتاب الدعوات رقم (۵۹۳۱) و مسلم: کتاب الذکر والدُّعا والتوبۃ والاستغفار

[2] بخاری ۱/۱۳۵ باب ماجاء فی الوتر

Marfat.com

۲۔ حضرت ابوایوب انصاری ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُوْتِرَ بِخَمْسٍ فَلْیَفْعَلْ جسے پانچ وتر پسند ہوں وہ پانچ پڑھے،
وَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یُوْتِرَ بِثَلاثٍ فَلْیَفْعَلْ وَمَنْ جسے تین وتر پسند ہوں وہ تین پڑھے اور
اَحَبَّ اَنْ یُوْتِرَ بِوَاحِدَةٍ فَلْیَفْعَلْ﴾ [1] جسے ایک وتر پسند ہو وہ ایک پڑھے۔

اَدائیگی وتر کا طریقہ

(الف) اگر ایک رکعت پڑھنی مقصود ہو اور قنوت بھی رکوع سے قبل پڑھنا چاہتے ہوں تو تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء، سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھ کر قنوت شروع کر دیں رکوع اور سجدوں سے فارغ ہو کر قعدہ بیٹھیں درود اور دعاؤں سے فارغ ہو کر سلام پھیر دیں۔

(ب) تین یا پانچ پڑھنے مقصود ہوں تو اس کے دو طریقے ہیں۔

☆ دو رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیں پھر ایک رکعت پڑھیں یہ تین وتر ہو جائیں گے یا دو دو کر کے چار رکعات پڑھیں اور سلام پھیر دیں پھر ایک رکعت پڑھیں یہ پانچ وتر ہو جائیں گے۔

☆ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تین رکعتیں پڑھ لیں اور درمیان میں قعدہ نہ بیٹھیں صرف آخر میں تیسری رکعت میں بیٹھیں اور سلام پھیر دیں اسی طرح پانچ وتر کیلئے درمیان میں قعدہ نہ کریں صرف پانچویں رکعت پر بیٹھیں اور دعاؤں سے فارغ ہو کر سلام پھیر دیں۔

(ج) اگر آپ پانچ سے اُوپر (۷، ۹، ۱۱) پڑھنا چاہتے ہیں تو اس کا طریقہ پہلے سے قدرے مختلف ہے، یعنی سات وتر اگر آپ دو سلام سے پڑھنا چاہتے ہیں تو چھ رکعتیں دو دو کر کے پڑھ لیں پھر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر لیں، اگر آپ ایک سلام سے پڑھنا چاہتے ہیں تو پانچ رکعتوں تک کسی میں نہ بیٹھیں صرف چھٹی رکعت پر بیٹھیں پھر ساتویں رکعت پر بیٹھیں اور دعاؤں سے فارغ ہو کر سلام پھیر دیں، نو پڑھنے ہوں تو آٹھویں پر بیٹھیں پھر نویں رکعت پر بیٹھیں اور سلام پھیر دیں، اگر گیارہ پڑھنے ہوں تو دسویں پر بیٹھیں پھر گیارہویں پر بیٹھیں اور دعاؤں سے فارغ ہو کر سلام پھیر دیں، یعنی دو قعدے کریں ایک آخری رکعت میں اور ایک آخری سے ایک رکعت پہلے۔

(i) حضرت عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ جب تین وتر پڑھتے:

---

[1] ابوداؤد ۱/۲۰۸ والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والدارقطنی والحاکم تلخیص الحبیر ۲/۱۳

Marfat.com

﴿یُوتِرُ بِثَلاَثٍ لاَ یَقْعُدُ اِلّاَ فِیْ آخِرِهِنَّ﴾ تو صرف آخری رکعت میں بیٹھے۔ ۱

(ii) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کو تیرہ رکعات پڑھتے جن میں پانچ وتر ہوتے:

﴿لاَ یَجْلِسُ فِیْ شَیٍٔ اِلّاَ فِیْ آخِرِهَا﴾ اوران وتروں میں صرف آخر میں بیٹھے۔ ۲

نوٹ:- تیرہ رکعات میں فجر کی دو سنتیں شامل ہیں، ورنہ یہ تعداد گیارہ رکعات پر مشتمل ہے۔

مزید تفصیل کے لیے صفحہ نمبر ۳۱۴، بعنوان ''قیام رمضان (تراویح)......'' ملاحظہ فرمائیں۔

(iii) سعد بن ہشام عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ عمر رسیدہ ہوئے اور جسم مبارک قدرے بھاری ہوگیا تو:

اَوْتَرَ بِسَبْعِ رَكَعَاتٍ لَمْ يَجْلِسْ	تو آپ سات رکعتیں پڑھتے جن میں
اِلّاَ فِیْ السَّادِسَةِ وَالسَّابِعَةِ وَلَمْ	چھٹی اور ساتویں پر قعدہ فرماتے اور سلام
یُسَلِّمْ اِلّاَ فِیْ السَّابِعَةِ ۳	صرف ساتویں رکعت میں پھیرتے۔

(iv) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل راویت ہے جس میں فرماتی ہیں:

وَيُصَلِّیْ تِسع ركعاتٍ لا يَجلِسُ	آپ ﷺ نو رکعتیں وتر پڑھتے نہ بیٹھتے
فیھا اِلّا فی الثّامنةِ ثم یقوم	مگر آٹھویں رکعت میں، پھر کھڑے
فَیُصَلِّی التّاسعةِ...الخ ۴	ہوتے اور نویں رکعت ادا فرماتے۔

(v) دعائے قنوت رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد دونوں طرح پڑھی جا سکتی ہے۔ ۵

(vi) وتروں میں دعائے قنوت کے وقت ہاتھ اُٹھانے کی جو روایت قیام اللیل مروزی میں موجود ہے (رَفَعَ یَدَیْہِ فَقَنَتَ) اُس پر بعض اہلِ حدیث اور اَحناف کا عمل ہے لیکن اَحناف یہاں ''رفع'' سے مراد رفع الیدین لیتے ہیں، جبکہ اہل الحدیث رفع برائے دُعا (سیدھے ہاتھ اُٹھانا) مراد لیتے ہیں لیکن اس معنوی بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے اِس روایت کی صحت کو دیکھا

---

۱ بیهقی ۱۲۷/٤ طبع دارالفکر
۲ مسلم ۲۵٤/۱ باب صلواۃ اللیل وعدد رکعات
۳ ابوداؤد ۱۹۷/۱ باب فی صلوۃ اللیل (طبع مکیة امدادیة)
۴ مسلم ۲۵٦/۱ باب صلواۃ اللیل وعدد رکعات
۵ قیام اللیل مروزیؒ ۱۳۲، ۱۳۳ ومصنف ابن ابی شیبه وابوداؤد والبیهقی والنسائی

Marfat.com

جائے تو یہ ضعیف ہے، البتہ قنوتِ نازلہ میں ہاتھ اُٹھانا رسول اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔[1]
بعض اہل حدیث قنوتِ وتر کو قنوتِ نازلہ پر قیاس کرتے ہیں جو مستحسن نہیں ہے۔ (واللہ اعلم)

دُعاءِ قنوتِ وتر

وتر کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد یا رکوع سے پہلے دونوں طرح پڑھی جاسکتی ہے۔[2]

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ	اے اللہ مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے جن کو تو نے
وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ	ہدایت دی ہے مجھے ان لوگوں میں عافیت دے جن کو تو
وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ	نے عافیت دی ہے مجھے دوست بنا ان لوگوں میں جن کو تو
وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ	نے دوست بنایا ہے اور جو کچھ تو نے مجھے دیا ہے اس میں
وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ	برکت ڈال اور مجھے اس چیز کے شر سے بچا جو تو نے مقدر
تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ	کی ہے بے شک تو حکم کرنے والا ہے اور تجھ پر کسی کا حکم
اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ	نہیں چلتا، بیشک وہ ذلیل نہیں ہوسکتا جسے تو دوست بنائے
وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ	اور نہیں عزت پا سکتا جسے تو دشمن بنائے، اے ہمارے
تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ[3]	پروردگار تو برکت والا اور بلندی والا ہے۔

۱۔ (خط کشیدہ الفاظ صرف ابوداؤد میں ہیں ص۲۰۲)
۲۔ سنن بیہقی میں (نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ) کے الفاظ بھی وارد ہیں۔
(ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں اور تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔)
۳۔ علامہ شوکانیؒ نے تحفۃ الذاکرین میں (صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ) کے الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔
(اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں نبی اکرم ﷺ کی ذات پر۔)

نوٹ:۔ دُعاءِ قنوت وتروں کا لازمی جز نہیں ہے، سہواً یا عمداً چھوٹ جانے کی صورت میں کسی قسم کا کفارہ یا سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔ (واللہ اعلم)

[1] مسند احمد (الباقی) رقم (۱۱۹۵۳) والطبرانی
[2] رواہ ابن ماجہ وصححہ ابو موسیٰ المدینی کما فی تلخیص الحبیر ۱/۲۴۷
[3] رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی أنظر اختلاف الروایات فی تلخیص الحبیر ۱/۲۴۷ (مفید جدا)

Marfat.com

وِتروں کی قضاء کا طریقہ

ا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رِوایت ہے جب کبھی رسولِ اکرم ﷺ سے رات کی نماز رہ جاتی تو آپ ﷺ دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لیتے۔ [1]

رسولِ اکرم ﷺ کا روزانہ کا معمول گیارہ رکعتیں پڑھنے کا تھا جب کبھی چھوٹ جاتیں تو آپ دن میں اِیک رکعت کا اِضافہ کر کے (بارہ رکعتیں) پڑھا کرتے تھے۔

وتروں کی قضاء کا بھی یہی طریقہ ہے کیونکہ وتر طاق عدد میں ہوتے ہیں جب رات کو چھوٹ جائیں دن میں انہیں قضاء کرے اُور اِیک رکعت بڑھا کر پڑھے، اگر اِیک پڑھا کرتا ہے تو دو پڑھے اگر تین پڑھا کرتا ہے تو چار پڑھے، دلیل مندرجہ بالا حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول ﷺ آٹھ رکعات نوافل اُور تین وتر یا دس رکعات نوافل اُور اِیک وتر کے ساتھ گیارہ رکعتیں اُدا فرماتے لیکن دن میں جب قضاء فرماتے تو انہیں طاق نہ رہنے دیتے بلکہ جفت بناتے ہوئے اِیک رکعت کا اِضافہ فرماتے اُور بارہ رکعات اُدا فرماتے۔

عشاء میں وِتر پڑھ لیے پھر تہجد پڑھنا

ا۔ رسولِ اکرم ا کا فرمان ہے: ﴿اِجْعَلُوْا اٰخِرَ صَلٰوتِکُمُ اللَّیْلَ وِتْرًا﴾ [2]

رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ (یعنی وتر سب سے آخر میں پڑھے جائیں)۔

اس پر بعض علماءِ کرام کا فتویٰ ہے کہ کوئی حرج نہیں وتروں کے بعد نوافل وغیرہ پڑھ لئے جائیں اُور وتر دوبارہ نہ پڑھے جائیں کیونکہ حدیث میں وارد ہے:

۲۔ ﴿لَا وِتْرَانِ فِیْ لَیْلَةٍ﴾ اِیک رات میں دو مرتبہ وتر نہیں ہیں۔ [3]

لیکن ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اُور بعض دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم کا مسلک ہے کہ رات کو وتر پڑھ کر سوئے اُور اُٹھ کر دوبار نماز پڑھنا چاہے تو پہلے اِیک رکعت پڑھ کر رات کے وتروں کو جفت کر کے ختم کر

[1] مسلم ۱/۲۵۶ باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات الی آخرۃ

[2] بخاری ۱/۱۳۶ باب یجعل آخر صلاتہ وتراً

[3] نسائی ۱/۲۲۷ باب نھی النبی ﷺ عن الوترین فی لیلۃ وترمذی وابوداؤد.

Marfat.com

دے پھر جس قدر نفل پڑھنا چاہتا ہے پڑھے اور آخر میں وتر پڑھ لے۔ [1]

ہمارے نزدیک یہی مسلک راجح ہے کیونکہ اس سے دونوں اَحادیث پر عمل ہو جاتا ہے یعنی ایک رات میں دوبارہ وتر نہیں، اس پر بھی عمل ہو جاتا ہے اور جس حدیث میں ہے کہ وتروں کو رات کی آخری نماز بناؤ اس پر بھی عمل ہو جاتا ہے۔

رکعاتِ عیدین وتکبیراتِ عیدین

عیدالفطر ہو یا عیدالاضحیٰ دونوں عیدوں پر رسولِ اکرم ﷺ سے دو رکعات نمازِ عید کھلے میدان میں ثابت ہے اس میں نہ اذان ہوتی تھی اور نہ تکبیر، نہ عید کی نماز سے پہلے کوئی نماز ہوتی تھی اور نہ عید کی نماز کے بعد کوئی نماز ہوتی تھی، عید کا خطبہ بھی آپ ﷺ عید کی نماز کے بعد دیا کرتے تھے یہ دو رکعتیں فرض کا درجہ رکھتی ہیں۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾ : اَپنے رب کیلئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔ [2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

صَلٰوۃُ السَّفَرِ رَکْعَتَانِ وَصَلٰوۃُ الاَضْحٰی رَکْعَتَانِ وَصَلٰوۃُ الفِطْرِ رَکْعَتَانِ وَصَلٰوۃُ الْجُمُعَۃِ رَکْعَتَانِ تمامٌ غیرُ قَصْرٍ عَلٰی لِسَانِ مُحَمَّد ﷺ [3]	سفر کی نماز دو رکعات ہے، عید الاضحیٰ کی نماز دو رکعات ہیں، عید الفطر کی نماز دو رکعات ہیں اور جمعہ کی نماز بھی دو رکعات ہیں یہ بغیر قصر کے مکمل ہیں اور یہ محمد ﷺ کی زبان مبارک سے ثابت ہے۔

عیدین میں تکبیر تحریمہ کے بعد مسلسل سات تکبیریں قبل از قرأت اور دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے ہی پانچ تکبیریں قبل از قرأت کہنا مسنون ہیں۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے عید کی نماز میں پہلی رکعت میں قرأت سے قبل سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے قبل پانچ تکبیریں کہیں۔ [4]

---

[1] ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج۱ ص ۳۴۴ (نشر السنۃ ملتان)

[2] سورۃ الکوثر: ۲

[3] ابن خزیمہ ۲/ ۳۴۰ ابواب صلاۃ العیدین

[4] الموطا: کتاب الندا للصلاۃ رقم الحدیث (۳۹۰) عن ابن عمر و الترمذی

Marfat.com

مسند احمد اور ابن ماجہ میں بھی حضرت عمر بن شعیبؓ سے اسی طرح کی روایت مروی ہے البتہ اُس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ آپ ﷺ نے عید سے قبل یا بعد کوئی دوسری نماز نہیں پڑھی۔
اِمام ترمذی رحمہ اللہ عمرو بن عوف کی روایت کو حسن قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے متعلق اِمام بخاری فرماتے ہیں کہ اس ضمن میں اس سے زیادہ صحیح دوسری کوئی روایت نہیں ہے۔ [1]

نمازِ قصر

دین اسلام چونکہ اللہ کا نازل کردہ دین ہے اور اللہ رب العزت اپنے بندوں کی کمزوریوں اور ضرورتوں سے پوری طرح واقف ہے چونکہ سفر میں اِنسان کو سفری تھکاوٹ ہوتی ہے نہ صرف جسمانی بلکہ ذہنی طور پر بھی اِنسان سفر میں تھک جاتا ہے، یہ ارحم الراحمین کی بے پایاں رحمت کا نتیجہ ہے کہ اس نے چار رکعات والی نماز (فرض) کو دو رکعات کر کے قصر کر دیا اس کے ساتھ سنتوں وغیرہ کی بھی چھوٹ دے دی گئی اسی کو نماز قصر کہا جاتا ہے، البتہ مغرب کے فرض تین ہی پڑھے جائیں گے۔ [2]

صرف چار رکعات والی نماز کے دو فرض اَدا کیے جائیں، البتہ فجر کی دو سنتیں اور عشاء کے وتروں کا ترک رسولِ اکرم ﷺ سے سفر میں بھی ثابت نہیں ہے انہیں اَدا کرنا زیادہ بہتر ہے۔
قرآنِ مجید: سورہ مائدہ میں بھی نماز قصر کرنے کا حکم ہے لیکن اسے دشمن کے خوف کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے کہ اگر سفر میں دشمن کا ڈر ہو تو نماز قصر کریں (ورنہ پوری پڑھیں)۔
فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کے دلوں میں اللہ کے خوف کے سوا کسی کا ڈر باقی نہ رہا تو حضرت عمرؓ نے دریافت کیا! ”اے اللہ کے رسول! اب تو دشمن کا خوف جاتا رہا کیا پھر بھی ہم نمازیں قصر کریں“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ نے تم پر آسانی کر دی ہے اور اللہ کی عطا کردہ اس نعمت کو قبول کرو“۔ [3]

---

[1] العلل المفرد، نیل الاوطار ۲/۲۵۲
[2] مسلم: ۵/۲۱۳ صلاۃ المسافرین،علقه البخاری ۲/۴۵ کما فی البیهقی ۳/۳۴۴،۳۴۵ والترمذی ۱/۷۲باب ماجاء فی التطوع فی السفررقم الحدیث(۵۰۷)ومسند احمد(۳۷۶)
[3] بخاری ومسلم ۱/۲۴۱ کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها

Marfat.com

مسافتِ قصر کا تعین

حق یہ ہے کہ شارع علیہ السلام سے بالصراحت یہ قطعاً ثابت نہیں ہے کہ کتنی مسافت پر قصر ہے جن روایات سے علماء نے استدلال کیا ہے دراصل ان روایات سے مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

مثلاً کم سے کم مسافت جو اَحادیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ تین فرسخ یا تین میل ہے اللہ کے رسول ﷺ نے اتنی مسافت پر قصر کیا ہے لیکن اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا ہے کہ قصر کی مسافت ہی یہی ہے یا یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اس مسافت سے کم پر قصر نہیں ہے کیونکہ اس بات کا ذکر حدیث میں اِشارۃً بھی نہیں ملتا ایک فرسخ ہمارے یہاں کے اعتبار سے تقریباً تین میل کے برابر اور تین فرسخ نو میل کے برابر ہوئے۔

اسی طرح حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں حالتِ امن میں منٰی میں دو رکعات نماز پڑھائی یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے دُور دَراز کے لوگوں کے ساتھ ساتھ اہلِ مکہ بھی شامل تھے جب کہ منٰی مکہ سے تقریباً نو میل کے فاصلے پر ہے انہی اَحادِیث کی بنیاد پر اہل الحدیث نے قصر کیلئے کم از کم مسافت نو میل رکھی ہے علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے ''نیل الاوطار'' میں اپنا یہی مسلک پیش کیا ہے۔

البتہ جس منزل پر ہمیں جانا ہے وہ مقام ہمارے علاقے سے کم از کم نو میل دور ہو تو اس سفر پر نماز قصر کی جا سکتی ہے، یہ نہیں ہے کہ نو میل پر پہنچ کر نماز قصر ہوگی بلکہ اس سے پہلے بھی جب سفر شروع ہو جائے جس کی مسافت نو میل ہے تو اس پورے سفر کے دوران نماز قصر کی جا سکتی ہے۔

مصنف ابنِ ابی شیبہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر ملتا ہے کہ وہ ایک میل کے سفر پر بھی قصر کو جائز سمجھتے تھے اس سے مراد یہی ہے کہ جب سفر جاری ہو جائے اور آپ گھر سے نکل پڑیں تو اب آپ مسافر ہیں منزل تک پہنچنے سے پہلے جتنی نمازیں بھی دورانِ سفر راستے میں پیش آئیں گی قصر کریں گے۔

Marfat.com

مدت قصر کا تعین

مسافتِ سفر کی طرح مدتِ سفر میں بھی اِختلاف ہے بعض مقامات پر رسول اللہ ﷺ نے دس دن قیام فرمایا اور مسلسل نماز قصر کرتے رہے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے سفرِ حج میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دس دن قیام فرمایا اور ان دس دنوں میں آپ ﷺ نماز قصر اَدا فرماتے رہے۔ [1]

بعض نے مدتِ سفر اُنیس دن قرار دی:

جیسا کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی رِوایت سے ثات ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے مکہ میں اُنیس دن قیام فرمایا اور آپ ﷺ مسلسل اُنیس دن تک نمازِیں قصر پڑھتے رہے۔ [2]

بعض کے نزدیک مدتِ سفر تین دن ہے اُن کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سفرِ حج میں مکہ میں تین دن قیام کر کے پھر منٰی اور عرفات کی طرف چل پڑے لہٰذا کم سے کم مدت تین دن ہے آپ ﷺ نے مہاجرین سے بھی فرمایا کہ مکہ میں تین روز سے زیادہ قیام نہ کریں۔

اس سے بعض اہل الحدیث نے تین دن تک قیام کی صورت میں قصر کرنے کا اِستدلال کیا ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھی مختلف عمل اَحادِیث میں موجود ہیں لیکن حق یہ ہے کہ شارع علیہ السلام سے ایسا کوئی حکم ثابت نہیں ہے کہ اتنی مدت تک نماز قصر کی جائے اس لئے کہ کسی جگہ آپ نے تین دن قیام فرمایا تو بھی نماز قصر کی اور کسی جگہ آپ نے دس دن قیام فرمایا تو بھی نماز قصر کی اور کسی جگہ آپ کا قیام دس دِنوں سے بڑھ کر اُنیس دِن تک پہنچا تو بھی آپ نے نماز قصر کی۔

اسی طرح اگر آپ ﷺ کا قیام اُنیس دن سے تجاوز کرتا تو بھی آپ نماز قصر فرماتے کیونکہ اُنیس دن قیام کرنے کے بعد آپ ﷺ نے اُسے مدتِ قصر کی آخری حد قرار نہیں دیا،

یہی وجہ ہے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سفر پر رہے اور قیام کی نیت نہیں کی تو وہ کئی کئی مہینوں تک نماز قصر کرتے رہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جہادی مہم پر آذربائیجان (جو روس کا ایک علاقہ ہے) میں

---

[1] بخاری ۱/۱٤۷ باب ماجاء فی التقصیر ...... ومسلم ۱/۲٤۳ کتاب صلواۃ مسافرین وقصرها

[2] بخاری ۱/۱٤۷ باب ماجاء فی التقصیر ...... ومسلم ۱/۲٤۳ کتاب صلواۃ مسافرین وقصرها

Marfat.com

چھ ماہ تک قیام پزیر رہے اور چھ ماہ تک نماز قصر پڑھتے رہے۔ ۱

مندرجہ بالا شواہد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مسافر کسی جگہ مستقل قیام کا اِرادہ نہ کرلے اُس وقت تک وہ مسافر ہے اور نماز قصر کرنے کا اُسے حق حاصل ہے،

مثلاً کوئی شخص کراچی سے لاہور یا پشاور کاروباری یا تفریحی اِرادے سے روانہ ہو اور پندرہ دن لاہور میں قیام کرے اور پندرہ دن پشاور میں تو وہاں اُن دونوں شہروں میں اُسے مقیم نہیں سمجھا جائے گا اور نہ ہی اہلِ پشاور اسے پشاوری تسلیم کریں گے اور نہ ہی اہلِ لاہور اسے لاہوری کہیں گے وہ ان پندرہ دنوں میں بھی مسافر ہی کہلائے گا جب تک کہ وہ مستقل طور پر وہاں سکونت اِختیار نہ کرلے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نمازِ قصر اور سنتیں

سفر میں چار رکعتوں والی نماز کے فرائض میں تخفیف کرتے ہوئے دو کر دیئے گئے اور سنتیں بالکل معاف کردی گئیں جیسا کہ حضرت حفص بن عاصم رحمہ اللہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: ''اے میرے بھتیجے! میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں رہا اور میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو دو رکعتوں سے زیادہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو پیارے ہو گئے'' اور یہی معاملہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رہا۔ ۲

البتہ مغرب کے فرض تین ہی پڑھے جائیں۔ ۳

سفر میں صبح کی سنتیں اور عشاء کے وتر پڑھ لینے بہتر ہیں۔ ۴

اگر کوئی چاہے تو سفر میں باقی نمازوں کی سنتیں بھی پڑھ سکتا ہے۔ ۵

پہلی حدیث کے تحت سفر میں سنتوں کی رعایت سے فائدہ اُٹھانا زیادہ بہتر ہے۔

---

۱ بیهقی ٤/٣٥٦ (طبع دارالفکر)

۲ مسلم ١/٢٢٢ کتاب صلاة المسافرين وقصرها

۳ ترمذی ١/٧٢ باب ماجاء فی التطوع فی السفر رقم الحديث (٥٠٧) ومسند احمد (٣٧٦)

۴ بخاری کتاب الجمعه باب من تطوع فی السفر...... ومسلم کتاب صلاة المسافرين...... (بوتر علی البعير)

۵ بخاری کتاب الجمعه باب صلاة التطوع علی الدابة...... رقم (١٠٣٠) وفی باب ينزل للمكتوبة (١٠٣٤)

Marfat.com

سواری پر نماز پڑھنا

عصرِ حاضر میں موٹر گاڑیوں، بسوں ٹرینوں اور ہوائی جہازوں میں سفر ہوتے ہیں جنہیں اللہ نے "وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْن" سے تعبیر فرمایا ہے، عہدِ نبوی ﷺ، عہد صحابہ اور عہد تابعین وتبع تابعین میں اِن سواریوں کے ناموں سے بھی لوگ واقف نہیں تھے اس لئے اَحادیث ان سواریوں کے تذکرے سے خالی ہیں، لوگ اِعتراض کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ سے ریل گاڑیوں اور بسوں میں نماز پڑھنی ثابت نہیں ہے لہٰذا فی زمانہ جو لوگ اِن سواریوں پر نماز پڑھتے ہیں وہ سنت کے خلاف کرتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے دور میں جو سواریاں تھیں یعنی گدھا، گھوڑا، خچر اور اُونٹ وغیرہ اُن پر آپ ﷺ سے نماز پڑھنا منقول ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

﴿ رأيتُ رسولَ الله ﷺ يُصَلِّى على حِمارٍ وهو متوجه الى خيبرَ ﴾ [۱]

میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ گدھے پر نماز پڑھ رہے تھے اور رُخ خیبر کی طرف تھا

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿فان رسول الله ﷺ كان يوتر على البعيرِ ﴾ [۲]

بے شک نبی کریم ﷺ اُونٹ پر وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔

۳۔ حدیث پاک میں وارد ہے کہ رسول اکرم ﷺ سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھ لیا کرتے تھے چاہے اُس کا رخ کسی بھی طرف ہوتا۔ [۳]

مندرجہ بالا تینوں احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سواری پر نماز پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ رحمتِ عالم ﷺ کی سنت ہے اور عصرِ حاضر کی سواریوں پر اُونٹ اور گدھے کی نسبت

۱۔ ابوداؤد کتاب الصلاة رقم ۱۰۳۷ والموطا کتاب النداء للصلاة رقم (۳۱۹)

۲۔ بخاری کتاب الجمعه رقم ۹۴۴ والدارمی کتاب الصلاة رقم (۱۵۴۳)

۳۔ الموطا کتاب النداء للصلاة رقم ۳۲۰ والترمذی کتاب الصلاة رقم (۴۳۴)

Marfat.com

زیادہ آسانی سے نماز پڑھی جاسکتی ہے معترض کا اِعتراض بلا جواز اور بلا دلیل ہے۔

۴۔ البتہ ایک روات میں یہ صراحت ملتی ہے:﴿لا یُصَلِّیْ علیها المكتوبة﴾ [1]

(آپ ﷺ سواری پر فرض نماز نہیں پڑھتے تھے۔)

اس حدیث کی روشنی میں حتی المقدور کوشش کرنی چاہیے کہ فرائض کی ادائیگی سوارای سے اُتر کر ہو، تاہم اگر سواری کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں نہ ہو، جیسے ریل گاڑی اور ہوائی جہاز وغیرہ کا روکنا ہر سوار کے اِختیار میں نہیں ہوتا تو یہ ایک اِضطراری صورت ہے، اِس صورت میں نماز پڑھ لینی چاہیے اور اگر

''جمع بین الصلوتین'' سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِس اِضطراری صورت سے بچا جاسکتا ہو تو یہ بہتر ہے۔

البتہ اگر اپنی گاڑی، یعنی کار وغیرہ سے سفر کررہے ہوں تو مذکورہ حدیث کی روشنی میں اُسے رُوک کر صلاۃ المکتوبہ (فرض نماز) اَدا کی جائے۔ (واللہ اعلم)

بحمد اللہ

[1] مسلم :رقم (١١٣٦) والنسائی کتاب القبلة رقم (٧٣٦)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

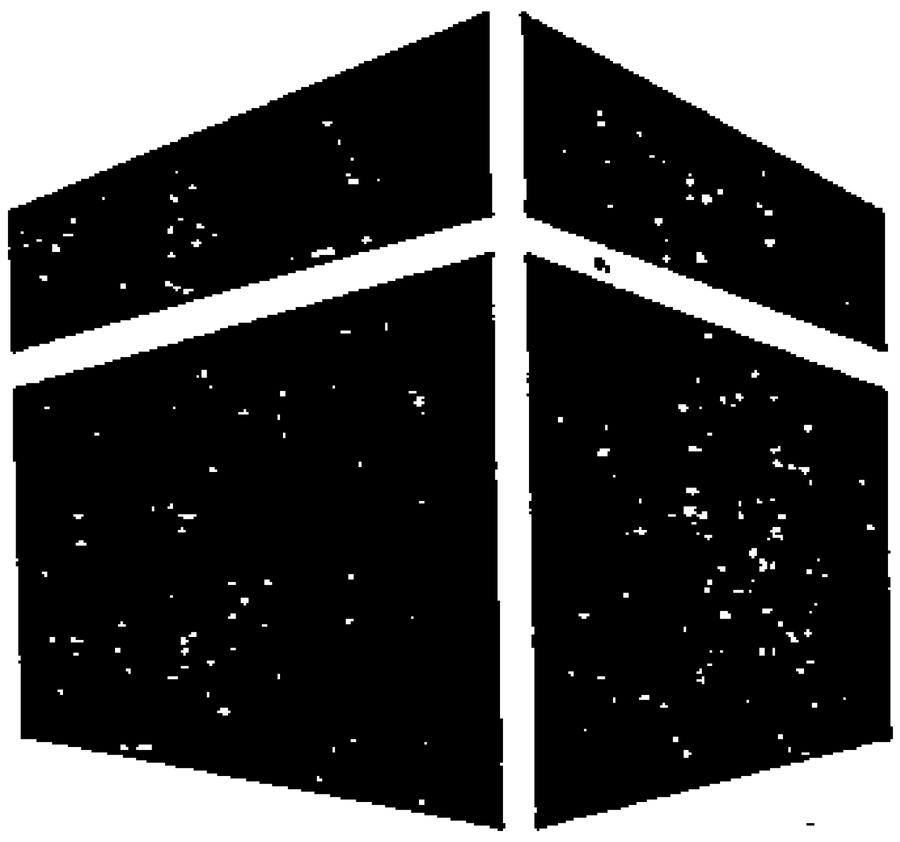

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اے ہمارے ربّ ہماری بھول چوک اور غلطیوں پر ہمیں نہ پکڑنا۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ۱۲

مسنون طریقہ نماز

حدیث نبوی شریف

صلوا کما رأیتمونی اصلی

(بخاری کتاب الاذان ۱/۸۸)

نماز اس طرح پڑھو، جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی

ورضیت لکم الاسلام دینا

آج میں نے تم پر اپنا دین مکمل کر دیا ہے اور
اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں اور تمہارے
لئے بطور دین کے اِسلام کو پسند کیا ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسنون طریقۂ نماز

مختصر مسنون طریقۂ نماز

جسم، لباس اور جگہ کی پاکیزگی کے ساتھ باوضو قبلہ رُو ہوکر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے اَپنے ہاتھوں کو کانوں یا کندھوں کے برابر اُٹھائیں، ہتھیلی کا رُخ قبلے کی طرف رہے، ہاتھ کی اُنگلیاں نہ اَپنی طاقت سے کھولیں اور نہ اَپنی طاقت سے بند کریں بلکہ قدرتی حالت پر انہیں رہنے دیں اور ہاتھوں کو اَپنے سینے پر اس طرح باندھ لیں کہ دائیں ہاتھ بائیں کے اُوپر ہو اور بائیں ہاتھ کی کلائی دائیں ہاتھ کی گرفت میں ہو یہ حالت ''قیام'' کہلاتی ہے۔

☆ قرأتِ قیام سے فارغ ہوکر ''اللہ اکبر'' کہہ کر دوبارہ اَپنے ہاتھوں کو کانوں یا کندھوں کے برابر تک اسی طرح اُٹھائیں جس طرح پہلی مرتبہ اُٹھائے تھے اسے ''رفع الیدین'' کہتے ہیں۔

☆ اَب ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر جمادیں، اُنگلیوں کو پھیلا دیں اور گھٹنوں پر گرفت مضبوط کریں، کمر سیدھی رکھیں، سر اور کمر کا لیول (Balance) برابر رکھیں اس کیفیت کو ''رکوع'' کہتے ہیں۔

☆ رکوع کی دعاؤں سے فارغ ہوکر '' سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ'' کہہ کر رفع الیدین کرتے ہوئے سیدھے کھڑے ہوجائیں اور ہاتھوں کو ان کے اصل مقام کی طرف چھوڑ دیں نماز کی اس ہیئت کو ''قومہ'' کہتے ہیں۔

☆ قومہ کی دعاؤں سے فارغ ہوکر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے زمین کی طرف اس طرح جھکیں کہ زمین پر پہلے ہاتھ ٹکائیں پھر گھٹنے، سر کو دونوں ہاتھوں کے بیچ میں اس طرح رکھیں کہ پیشانی اور ناک زمین پر ٹکے ہوں، ہتھیلیاں زمین پر جمی ہوں، اُنگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف ہو پیٹ رانوں سے جدا ہو، کہنیاں رانوں اور پیٹ سے جدا ہوں، دونوں پاؤں باہم ملے ہوں، پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف مڑی ہوں اور نہایت عاجزی کے ساتھ اَپنے معبودِ برحق کی عظمت اور اَپنی کمزوریوں کا اِعتراف ہو اس کیفیت کا نام ''سجدہ'' ہے۔

Marfat.com

☆ دعاؤں سے فارغ ہوکر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے سر کو زمین سے اُٹھائیں اور بایاں پاؤں بچھائیں اور دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھ جائیں اور دایاں ہاتھ دائیں ران یا گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران یا گھٹنے پر رکھیں، کمر سیدھی اور نظر سامنے رکھیں، اس کیفیت کا نام ''جلسہ'' ہے۔

☆ مسنون دعاؤں سے فارغ ہوکر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے دوسرا سجدہ اسی طرح کریں جس طرح پہلا سجدہ کیا ہے، ازاں بعد ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے ایک دم کھڑے نہ ہوں بلکہ لمحہ بھر کیلئے اسی طرح بیٹھ جائیں جس طرح دو سجدوں کے درمیان بیٹھے تھے اسے ''جلسۂ استراحت'' کہا جاتا ہے۔

☆ اَپنے ہاتھوں سے زمین کا سہارا لیتے ہوئے دوسری رکعت کیلئے سیدھے کھڑے ہو جائیں، اب دوسری مکمل رکعات قیام سے لیکر سجدہ تک اسی طرح ادا کریں جس طرح پہلی رکعت ادا کی ہے۔

☆ البتہ سجدوں سے فراغت کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر، دایاں پاؤں کھڑا کر کے اور دائیں ہاتھ کی مٹھی کو بند کر کے انگشتِ شہادت کو اُٹھا کر اس سے اِشارہ بنائیں اور اسے دائیں ران یا گھٹنے پر رکھیں، بائیں ہاتھ کو کھول کر بائیں ران یا گھٹنے پر رکھ دیں اور ''التحیات'' پڑھیں اسے ''قعدہ اُولیٰ'' کہتے ہیں۔

☆ اگر نماز دو سے زیادہ رکعتوں پر مشتمل ہے تو کلمہ شہادت تک تشہد بیٹھنے کے بعد تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہو جائیں اور رفع الیدین کرتے ہوئے ہاتھوں کو سینے پر باندھ لیں آخری رکعت ادا کرنے کے بعد جب بیٹھیں تو اپنا دایاں پاؤں دائیں پنڈلی کے نیچے سے باہر کی طرف نکالیں اور دایاں پاؤں بدستور کھڑا رکھیں اور بایاں کولہا زمین پر ٹکا دیں، اسے ''تورّک'' کہتے ہیں۔

ہاتھوں کی کیفیت وہی رہے جو پہلے قعدہ میں تھی، نظریں انگشتِ شہادت سے تجاوز نہ کریں، تشہد پڑھنے، درودِ ابراہیمی پڑھنے کے بعد قرآن وحدیث میں سے جو دعائیں پسند ہوں وہ پڑھیں اس کیفیت کا نام ''قعدہ اخیرہ'' ہے۔

☆ دعاؤں سے فارغ ہوکر ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ'' کہتے ہوئے سر کو پہلے دائیں طرف، پھر بائیں طرف اتنا گھمائیں کہ پیچھے بیٹھنے والے کو آپ کے رُخسارے نظر آنے لگیں اس کیفیت کو ''سلام'' کہتے ہیں۔

باآوازِ بلند ایک مرتبہ ''اَللّٰهُ أَكْبَر'' کہیں تین مرتبہ ''أَسْتَغْفِرُ اللهَ'' کہیں اور دیگر مسنون اَذکار پڑھیں، یہ مختصر مکمل طریقۂ نماز ہے یہی طریقہ مرد وزن دونوں کیلئے بلاتغیر یکساں رائج ہے۔

Marfat.com

تفصیلی طریقۂ نماز

نیت:-

نیت دِل کے اِرادے کا نام ہے زُبان سے اِس کا اظہار سوائے حج وعمرہ کی نیت کے اور کسی عمل میں ثابت نہیں ہے۔فرمانِ رسول ﷺ ہے:

﴿اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ﴾ تمام اَعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ [1]

جس کے معنی یہ ہیں کہ ہرعمل سے قبل دِل میں اس عمل کے کرنے کا اِرادہ ہونا چاہئے،

ہمارے ہاں نماز کی نیت کے طور پر جو مخصوص الفاظ رائج ہیں۔

''نیت کرتا ہوں نماز کی، نماز پڑھتا ہوں واسطے خدا کے،

چار رکعت نماز فرض، وقت نماز ظہر، پیچھے اس اِمام کے، اللہ اکبر''

یہ بالکل بدعت ہیں اگر یہ الفاظ مسنون ہوتے تو دیگر نماز کی طرح یہ بھی عربی میں ہوتے ان کا اُردو میں ہونا ہی ہندوستانی ساختہ (Made in India) ہونے کی دلیل ہے۔

اگر زُبان سے نیتؔ کے الفاظ کی ادائیگی ضروری ہے تو پھر یہ ادائیگی صرف نماز تک محدود کیوں ہے آپ ﷺ نے تو ہر عمل کا دارومدار نیت پر بتایا ہے صرف نماز کا تو نہیں؟

اس طرح وضو بھی ایک عمل ہے اور وضو سے پہلے بھی زُبان سے نیت ہونی چاہئے۔

مثلاً : نیت کرتا ہوں وضو کی، منہ ہے شمال کو،
ٹوٹی ہے پیتل کی، پانی ہے ٹھنڈا، بسم اللہ۔

اس طرح ناشتہ کرنا بھی ایک عمل ہے اس لئے ناشتے سے قبل بھی زُبان سے نیت ہونی چاہئے۔

مثلاً : نیت کرتا ہوں ناشتے کی، پُراٹھا ہے گندم کا، انڈا ہے دیسی،
مرچ ہے ہری، شوگر کا مریض ہوں چائے پیئوں گا پھیکی، بسم اللہ۔

اس طرح سفر کرنا بھی ایک عمل ہے اس لئے سفر سے قبل بھی زُبان سے نیت ہونی چاہئے۔

مثلاً : نیت کرتا ہوں سفر کی، سفر ہے ٹرین کا، بکنگ میری ہوئی نہیں ٹکٹ ہے بلیک کا،
ساتھ میں ہے سامان اور جانا ہے ملتان، بسم اللہ۔

---

[1] بخاری کتاب بدءالوحی ج۱ ص۱ رقم(۱) وابو داود فی الطلاق(۱۸۸۲) وابن ماجہ فی الزھد(٤٢١٧)

علیٰ ہذا القیاس زُبان سے نیتوں کا یہ طریقہ سراسر خلافِ منشاءِ اِسلام ہے بس نماز شروع کرتے وقت دِل میں یہ ارادہ ہونا چاہئے کہ وہ کس وقت کی کونسی نماز کی کتنی رکعتیں پڑھ رہا ہے مثلاً اگر ظہر کی نماز ہے تو آپ کے دِل میں یہ اِرادہ ہو کہ میں ظہر کے چار فرض پڑھنے لگا ہوں یا دو سنتیں پڑھنے لگا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں سے خوب واقف ہے۔

تکبیر تحریمہ اور رفع الیدین

اسے تکبیر اُولیٰ بھی کہا جاتا ہے، تحریمہ کے معنی حرام کر دینے والی کے ہیں اس تکبیر کو تکبیر تحریمہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ تکبیر تحریمہ کے ادا ہوتے ہی نمازی پر اُمورِ صلوٰۃ کے علاوہ دُنیا کے تمام اُمور حرام ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ اَپنی زُبان سے کسی سلام کرنے والے کو وعلیکم السلام بھی نہیں کہہ سکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز کی چابی پاکیزگی ہے اور اس کی تحریم (بندش) اللہ اکبر کہنا ہے اور اس کی تحلیل (کھولنا) سلام پھیرنا ہے۔ [1]

تکبیر تحریمہ میں صرف ایک مرتبہ رفع الیدین کی جائے کیونکہ آغازِ نماز پر شارع علیہ السلام سے ایک سے زیادہ مرتبہ رفع الیدین ثابت نہیں ہے، اِفتتاحِ صلوٰۃ سے متعلق جس قدر رِوایات موجود ہیں اُن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ تکبیر اُولیٰ میں صرف ایک ہی مرتبہ ہاتھ اُٹھائے جائیں، چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ، وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ متعدد اَحادیث مبارکہ وصحیحہ میں یہ بات بالصراحت منقول ہے کہ:

﴿كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا فَتَتَحَ الصَّلٰوةَ﴾ [2]

آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اَپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اُٹھایا کرتے تھے۔

اور بعض رِوایات میں "حَذْوَ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ" [3] اور بعض میں "فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ" کے الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ اَپنے کانوں کی لو کے برابر ہاتھ اُٹھاتے تھے، اس کے علاوہ حضرت علقمہ سے مروی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رِوایت بھی اس بات کو مزید پختہ بنا دیتی ہے، جس میں یہ صراحت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے فرمایا:

---

[1] ترمذی ۱/۳۲ باب ماجاء فی تحریم الصلاۃ و تحلیلها
[2] مسلم ۱/۱۶۸ باب استحباب رفع الیدین حذو منکبین مع تکبیرۃ الاحرام
[3] نسائی ۱/۱۴۰،۱۴۱

Marfat.com

﴿اَلاَ اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ﴾ کیا میں تمہیں رسول اللہؐ کی نماز پڑھ کر نہ بتلاؤں؟ صحابہ نے کہا کیوں نہیں ضرور بتلائیں: فَصَلّٰی وَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا مَرَّۃً وَاحِدَۃً مَعَ تَکْبِیْرِ الْاِفْتِتَاحِ [1] پس انہوں نے نماز پڑھی اور نہ ہاتھ اُٹھائے مگر ایک مرتبہ پہلی تکبیر کے ساتھ۔

"مرۃً واحدۃً" سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تکبیر اُولیٰ کے ساتھ ایک ہی مرتبہ رفع الیدین ثابت ہے تکبیر اُولیٰ میں ایک سے زیادہ مرتبہ ثابت نہیں ہے اگرچہ اس روایت پر محدثین نے کلام کیا ہے بوجہ عاصم بن کُلیب کے جس کے بارے میں علامہ ذھبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿کان مُرجِئًا﴾ وہ مرجی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔

لیکن یہاں اس روایت کو استشھاداً لایا گیا ہے اِصالتاً نہیں، ہمارے مؤقف کا اصل بخاری اور مسلم کی روایت ہے البتہ ایسی کوئی بھی روایت جس میں عاصم بن کُلیب منفرد ہوگا وہ قطعاً حجت نہیں ہوگی اس مسئلے پر تفصیلی بحث اپنے محل (رفع اور ترک رفع کے ضمن) میں آئے گی۔ (اِن شاءاللہ)

رفع الیدین کی مسنون ہیئت

ہاتھ اُٹھانے سے متعلق رسولِ اکرم ﷺ سے تین طرح کے عمل ثابت ہیں۔

(ا) کندھوں کے برابر تک اُٹھانا۔

(ب) کانوں کی لو کے برابر تک اُٹھانا۔

(ج) کانوں کے اُوپر والے حصے تک اُٹھانا۔

۱۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

﴿کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ﴾ [2]

آپ ﷺ کندھوں کے برابر تک ہاتھوں کو اُٹھایا کرتے تھے۔ (دیکھئے صفحہ ۴۹۷ شکل نمبر ۲،۳)

۲۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿کَانَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ اِذَا کَبَّرَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیْ بِھِمَا فُرُوْعَ اُذُنَیْہِ﴾ [3]

آپ ﷺ کانوں کے اُوپر والے حصے تک ہاتھوں کو اُٹھایا کرتے تھے۔

---

[1] ترمذی ۱/۳۵ باب رفع الیدین عند الرکوع وفی ابوداؤد ۱/۱۱۶ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع
[2] بخاری ۱/۱۰۲ (۶۹۳) ومسلم (۵۸۷) والترمذی (۲۳۷) والنسائی (۸۶۷) وابوداود وغیرھم
[3] مسلم ۱/۱۶۸ باب استحباب رفع الیدین حذو منکبین مع تکبیرۃ الاحرام

۳۔ حضرت وائل بن حجر ﷺ فرماتے ہیں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو (شَحمَةَ اُذُنَیهِ) تک اُٹھاتے تھے۔ ۱

البتہ مؤخر الذکر روایت پر بوجہ عبد الجبار کے بعض محدثین نے کلام کیا ہے۔ ۲

۴۔ رفع الیدین کرتے وقت مٹھی بند نہیں ہونی چاہئے بلکہ اُنگلیوں کو کھلا رکھنا چاہئے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں: ﴿اِذَا کَبَّرَ لِلصَّلٰوۃِ نَشَرَ اَصَابِعَهٗ﴾ ۳

آپ ﷺ جب نماز کیلئے تکبیر کہتے تو اپنی اُنگلیوں کو کھول دیتے۔

یعنی انگلیوں کو اندر کی طرف موڑ کر نہ رکھیں بلکہ سیدھا کھول دیں۔ (دیکھئے صفحہ ۴۹۷ شکل نمبر ۲،۳)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے مروی ہے: ﴿لَم یُفَرِّج بَینَ اَصَابِعَهٗ وَلَم یَضُمَّهَا﴾ ۴

آپ ﷺ نہ تو انگلیوں کو کھولتے اور نہ ملاتے۔

یعنی نہ اُنہیں (اپنی قوت سے) کھولیں اور نہ (اپنی قوت سے) بند کریں۔

قیام اور اُس کی کیفیت

تکبیر تحریمہ کی رفع الیدین سے فارغ ہو کر اب اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے سینے پر اِس طرح باندھ لیں کہ بایاں ہاتھ نیچے ہو اور دایاں ہاتھ اُس کے اُوپر۔ (دیکھئے صفحہ نمبر ۴۹۷ شکل نمبر ۴،۵)

۱۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد ﷺ بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں) لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز کی حالت میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں کلائی پر رکھیں۔ ۵

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے مروی ہے کہ ایک دن میں نے نماز کی حالت میں اپنا بایاں ہاتھ دائیں کے اُوپر رکھا، رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ نے (میری اِصلاح فرماتے ہوئے) دایاں ہاتھ بائیں کے اُوپر کر دیا۔ ۶

۳۔ حضرت ھلب الطائی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، اُنھوں نے کہا میں نے نبی کریم ﷺ کو

---

۱ ابو داؤد ۱/۱۱۵ باب افتتاح الصلاۃ والنسائی
۲ تقریب التهذیب ص ۱۹۲
۳ ترمذی ۱/۳۳ باب نشر الاصابع عند التکبیر
۴ بیهقی ۲/۳۱۲ باب رفع الیدین فی افتتاح الصلاۃ
۵ بخاری ۱/۱۰۲
۶ ابو داود کتاب الصلاۃ (٦٤٤) والنسائی کتاب الافتتاح (٨٧٨) وابن ماجه (٨٠٣) ومسند احمد (١٤٥٥٨)

Marfat.com

دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھوں کو اپنے سینے پر رکھے ہوئے تھے اور حضرت یحییٰ نے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھ کر اس کیفیت کی وضاحت کی۔ [1]

۴۔ حضرت وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی معیت میں نماز پڑھی اور آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینے پر رکھا۔ [2]

۵۔ حضرت طاؤسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینے کے مقام پر باندھا کرتے تھے۔ [3]

(ا) مذکورہ احادیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ نماز کی حالت میں ہاتھ باندھنے کا محل سینہ ہے نہ کہ پیٹ عقلاً بھی سینے ہی کو ترجیح ہے کیونکہ اللہ کی یادوں کا مرکز پیٹ نہیں دِل ہوتا ہے اور دِل کا محل سینہ ہے اور دِل تھام کر اللہ کو یاد کرنا، پیٹ تھام کر یاد کرنے سے زیادہ بہتر اور قرینِ انصاف ہے۔

انسان دُنیا میں ان گنت کام اپنے پیٹ کیلئے کرتا ہے اور ہر کام میں اس کا پیٹ ہی مقدم ہوتا ہے، اللہ کی دربار میں آیا ہے اب تو پیٹ کو چھوڑ کر دِل پہ ہاتھ رکھ لے اور اللہ سے مغفرت کا طالب ہو کر نماز کو ادا کرے تو ''ان شاء اللہ'' اللہ رب العالمین اپنا فضل فرماتے ہوئے نہ صرف اُس کی دِلی مُراد کو پورا کرے گا بلکہ اُس کا پیٹ بھی بھر دے گا کیونکہ وہی سب کا پیٹ بھرنے والا ہے۔

(ب) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث میں لفظ ''صَدْرِہٖ'' آیا ہے اور ''صدر'' کے معنی کسی جگہ کے ''صدر مقام یا وسط'' کے بھی آتے ہیں اس لئے انسان کے جسم کا وسط سینہ نہیں بلکہ ناف ہے حالانکہ یہ ایسی دیدہ دِلیری اور سینہ زوری ہے جس سے منشاءِ شریعت کی روح پلٹ جائے، اگر ہم ''صدر'' کے معنی ناف ہی لیں تو قرآنِ مجید کی اِس آیت کا یہ لوگ کیا ترجمہ کریں گے جس میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ﴾ (اے نبی ﷺ) کیا ہم نے آپ ﷺ کا سینہ نہیں کھول دیا؟ (آپ کے سینہ مبارک کو علم وحکمت سے بھر کر وسعتِ قلبی جیسی نعمت سے نوازا)۔

اور اگر لفظِ ''صدر'' سے ناف یا پیٹ مُراد لیں تو اس کے معنی یہ ہونگے (نعوذ باللہ)

(اے نبی ﷺ) کیا ہم نے آپ کا پیٹ بڑا نہیں کر دیا اور پیٹ کا بڑا ہونا خوبی نہیں ہے،

---

[1] مسند احمد(۲۰۹۶۱)ورواہ ابو داود مرسلا(۶۴۸)

[2] بیہقی ۲/۳۱۷ وابن خزیمہ

[3] صحیح سنن ابو داؤد للالبانی ج۱ رقم الحدیث ۶۸۷

Marfat.com

جب کہ اِس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کا کوئی عیب نہیں بلکہ عظمت بیان کر رہا ہے۔

(ج) بعض لوگ ہاتھوں کو قیام کی حالت میں باندھے بغیر کھلا چھوڑ دیتے ہیں اور بعض انہیں تحت السرہ (زیرِ ناف) باندھ لیتے ہیں سو یہ دونوں عمل اَحادیثِ صحیحہ سے قطعاً ثابت نہیں ہیں۔

چنانچہ زیرِ ناف ہاتھ باندھنے کی جو رِوایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

﴿اَلسُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ﴾

نماز میں ایک ہتھیلی کو دوسری پر رکھ کر زیرِ ناف باندھ لینا سنت ہے۔ [1]

۱۔ یہ رِوایت زیاد بن زید الکوفی کے مجہول الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲۔ یہ رِوایت ابوداؤد کے ابنِ عربی والے نسخہ کے علاوہ دوسرے نسخوں میں موجود نہیں ہے۔

۳۔ اس کی سند میں حبان بن الکوفی الواسطی بھی ہے جس کے بارے میں اِمام ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے اِمام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو اس کا ضعف بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

چنانچہ فقہ کی کتابوں میں یہ بات مذکورہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے کی دلیل مضبوط ہے اور تحت السرہ ہاتھ باندھنے کی رِوایت ضعیف ہے۔ [2]

علاوہ ازیں فقہ حنفی کی ایک اور معتبر کتاب شرح وقایہ میں بھی صفحہ ۹۳ پر مذکور ہے کہ:

"تحت السرہ ہاتھ باندھنا کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے
بس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے جب کہ وہ بھی ضعیف ہے۔"

سینہ پر ہاتھ باندھنے کو بوجہ قوت حدیث کے ترجیح دیتے۔ [3]

قیام اور اُس کی دُعا

رسولِ اکرم ﷺ تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع کرنے سے قبل کچھ دیر سکوت فرماتے، قربان جایئے صحابہ کرام پر جنہوں نے ہمارے لئے بڑی آسانیاں پیدا کیں۔ دین کے اِس قدر متلاشی اور حریص، صحابہ سے بڑھ کر نہیں دیکھے گئے۔

---

[1] ابو داؤد ۱/۱۱۰ قال المحشی وھو فی بعض نسخه ابی داؤد فی نسخه ابن الا عرابی ولم یوجد فی غیرھا انظر حاشیه ۳/۱۱۰ اخرجه البیھقی ۲/۳۱۷ وقال فی اسناده ضعف

[2] ھدایه ۱/۱۰۲ حاشیه ۱۷ حاشیه عربی ۱/۸۶ حاشیه ۱۲

[3] مقدّمه عین الھدایه ۱/۱۱۱،۲۵۱

چنانچہ صحابہ کرام ﷺ نے اِس سکوت میں بھی رسولِ اکرم ﷺ کے لب مبارک کو جنبش میں دیکھا تو یوں گویا ہوئے۔ ﴿أرایت سکوتک بینَ التَّکبِیرِ وَالقِراۃِ مَا تقُولُ؟﴾

(اے رحمتِ عالم ﷺ) آپ تکبیر (تحریمہ) اور قرأۃ کے مابین کچھ دیر سکوت فرماتے ہیں اس میں کیا پڑھتے ہیں؟

۱۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَقُوْلُ: (میں پڑھتا ہوں)

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنَالْخَطَایَ کَمَا یُنَقَّ الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰھُمَّ اغْسِلْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ ؎۱

اے اللہ، میرے اور میری خطاؤں کے درمیان دوری کر دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری کی ہے۔ اے اللہ مجھے خطاؤں سے پاک کر جیسا کہ سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ اے اللہ میری خطاؤں کو (اپنی رحمت) کے پانی اور برف اور اُولوں سے دھوڈال۔

۲۔ رسولِ اکرم ﷺ سے درج ذیل دُعا بھی ثابت ہے جو عوام الناس میں ''ثنا'' کے نام سے مشہور ہے۔

چنانچہ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے:

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ ؎۲

اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریفوں کے ساتھ اور تیرا نام برکت والا ہے، تو بلند تر شان کا مالک ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اس کے بعد ''تعوذ'' اور ''تسمیہ'' پڑھ کر سُورۃ فاتحہ پڑھیں اگر فرض پڑھ رہے ہیں تو پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سُورۃ بھی ملائیں اسے ''قرأت'' کہتے ہیں اور اگر سنن یا نوافل پڑھ رہے ہیں تو تمام رکعات میں فاتحہ کیساتھ کوئی سُورۃ شامل کریں، اگر اِمام قرأت بالجہر کر رہا ہو جیسے فجر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں ہوتی ہے تو مقتدی قیام کی حالت میں سُورۃ فاتحہ پڑھ کر خاموش ہو اور اِمام کی قرأت کو توجہ سے سنے اور اگر اِمام ''سِرّی نماز'' پڑھا رہا ہو جیسے ظہر اور عصر تو مقتدی کو اختیار ہے کہ وہ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورہ بھی ملا سکتا ہے کیونکہ ممانعت کے الفاظ صرف جہری قرأت کے ساتھ ثابت ہیں۔

؎۱ بخاری ۱/۱۰۳ باب ما یقرأ بعد التکبیر

؎۲ نسائی ۱/۱۴۳ باب الدعاء بین التکبیر و القرأۃ

Marfat.com

بسم اللہ سرّی اور جہری کا مسئلہ

ثناوغیرہ سے فارغ ہوکر سورۃ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے تعوذ (اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم) بھی پڑھ لینا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

﴿اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ [1]

جب قرآنِ مجید پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرلیا کرو۔

حدیثِ پاک میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کا ثبوت ملتا ہے، چنانچہ یہ روایت ترمذی اور ابوداؤد میں دیکھی جاسکتی ہے۔ [2]

تعوذ کے بعد "تسمیہ" (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) پڑھنا چاہئے لیکن متقدمین میں اس ضمن میں تین طرح کی بحثیں موجود ہیں بعض سرے سے "بسم اللہ" پڑھنے کے قائل ہی نہیں (نہ سری اور نہ جہری) ان کے نزدیک "بسم اللہ" فاتحہ کا جز نہیں ہے اس لئے فاتحہ کے ساتھ اس کی قرأت لازم نہیں، لیکن یہ نظریہ قطعی کمزور ہے، چونکہ رسولِ اکرم ﷺ سے اس کی قرأت ثابت ہے۔

اب اختلاف دو طرح کا رہ جاتا ہے کہ آیا بسم اللہ کو "بالجہر" پڑھا جائے یا "بالسر" پڑھا جائے اس عنوان پر دونوں طرف دلائل موجود ہیں۔

ا۔ بسم اللہ بالجہر پڑھنے کیلئے حضرت نعیم بن مجمر رضی اللہ عنہ کی روایت واضح دلیل ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی:

﴿فَقَرَأَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ قَرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ﴾

انہوں نے پہلے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھی پھر "سورہ فاتحہ" پڑھی۔ یہاں تک کے جب ﴿غیر المغضوب علیهم ولا الضالین﴾ پر پہنچے تو 'آمین' کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میں نماز میں رسولِ اللہ ﷺ کے ساتھ تم سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔ [3]

اِس حدیث کو مخالفینِ جہر نے بھی صحیح تسلیم کیا ہے لیکن اَپنے نظریہ کے خلاف ہونے کے سبب طرح

---

[1] سورۃ النحل: ۹۸ ،

[2] الترمذی کتاب الصلاۃ (۲۲۵) وابو داود کتاب الصلاۃ (۶۵۸)

[3] نسائی ۱/۱۰۲ (۴۹۹) دارقطنی ۱/۴۱۲ مع تعلیق المغنی وابن حبان وابن خزیمہ والبیہقی

Marfat.com

طرح کی تاویلیں کی ہیں جو بالکل لایعنی ہیں مثلاً۔

اِعتراض نمبر۱:۔

اس حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ''بسم اللہ'' کو بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

جواب:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دورانِ قرأت ''بسم اللہ'' کو بآوازِ بلند پڑھا اور فراغت کے بعد اپنے اِس عمل کو رسول اللہ ﷺ کے عمل سے مشابہ قرار دیا، اس سے بڑھ کر ثبوت اور کس چیز کا نام ہے؟

اگر دن چڑھے انسان کہے کہ مجھے سورج نظر نہیں آ رہا تو یہ سورج کا قصور نہیں، بلکہ اس کی آنکھ کا نقص ہے۔

اِعتراض نمبر۲:۔

اس میں یہ اِحتمال ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے محض تعلیم دینے کیلئے ''بسم اللہ'' کو بلند آواز سے پڑھا ہو۔

جواب:۔

واضح اور صریح حکم کو محض خیالی مفروضوں اور اِحتمالوں سے رد کرنا قرینِ انصاف نہیں ہے۔

۲۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی قرأت کس طرح ہوتی تھی تو انہوں نے فرمایا!

رسولِ اکرم ﷺ کھینچ کھینچ کر قرأت کیا کرتے تھے پھر انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی جس میں ''بسم اللہ'' کو کھینچا پھر ''رحمٰن'' کو کھینچا پھر ''الرحیم'' کو کھینچا۔ [1]

اس حدیث میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بیان سے یہی واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ''بسم اللہ'' کو بلند آواز سے پڑھتے اور اِسی طرح کھینچ کھینچ کر پڑھتے جس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پڑھ کر بتلایا۔

اِعتراض نمبر۳:۔

اس حدیث پر سب سے بڑا اِعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں یہ صراحت نہیں ہے کہ یہ قرأت نماز کے اندر تھی۔

جواب:۔

لفظِ قرأت کا عموم نماز اور غیر نماز دونوں کو شامل ہے یعنی آپ ﷺ کی قرأت نماز میں ہوتی یا علاوہ نماز کے دونوں صورتوں میں رسولِ اکرم ﷺ ''بسم اللہ'' کو اسی طرح کھینچ کر پڑھتے۔

---

[1] بخاری ١٣٦/٦ فضائل القرآن

Marfat.com

مذکورہ روایات کے علاوہ مزید شواہد بھی پیش کیے جاسکتے ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بے شک نبی کریم ﷺ نماز میں ''بسم اللہ'' کو بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ ۱

۲۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ اکرم ﷺ نماز کا آغاز ''بسم اللہ'' سے کرتے۔ ۲

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسولِ اکرم ﷺ نماز کا آغاز ''بسم اللہ'' سے کرتے۔ ۳

۴۔ حضرت حکم بن عمیر بدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پس آپ نے نماز میں ''بسم اللہ'' کو بلند آواز سے پڑھا۔

تہجد میں، فجر کی نماز میں اور جمعہ کی نماز میں۔ ۴

۵۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بیشک رسولِ اکرم ﷺ بسم اللہ کو بالجہر پڑھا کرتے تھے۔ ۵

ان مرفوع روایات کے علاوہ صحابہ کرام کے آثار بھی موجود ہیں جسے دار قطنی اور دیگر کتبِ احادیث میں دیکھا جاسکتا ہے جنہیں ہم طوالت کے خوف سے تحریر میں لانے سے قاصر ہیں۔

اگر کوئی ان روایات پر ضعف کا فتویٰ لگائے تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ یہ روایات بطور شاہد کے پیش کی گئی ہیں نہ کہ اصالتاً، اصل روایات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ روایات ہیں جنہیں ہم اس بحث میں جز: (۱،۲) کے تحت حضرت نعیم بن مجمرؒ اور قتادہ کے حوالے سے درج کر چکے ہیں۔

بسم اللہ سرّی پڑھنے کے دلائل اور اُن کا جائزہ

جن روایات کو ''بسم اللہ'' بالجہر کے خلاف اور ''بسم اللہ'' بالسر کے اثبات میں پیش کیا جاتا ہے وہ حسبِ ذیل ہے:

۱۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں بے شک نبی کریم ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نماز کو ''الحمد للہ رب العالمین'' سے شروع فرماتے۔ ۶

---

۱ دارقطنی مع مغنی ص ۳۰٤

۲ دارقطنی مع مغنی ص ۳۰۵

۳ دارقطنی مع مغنی ص ۳۱۰

۴ دارقطنی مع مغنی ص ۳۱۰

۵ دارقطنی مع مغنی ص ۳۱۱

۶ بخاری ۱/۱۰۳ کتاب الاذان (۷۰۱) والترمذی فی الصلاۃ (۲۲۹) والنسائی فی الافتتاح (۸۹۲،۸۹۳) وابن ماجه فی اقامة الصلاة (۸۰۵) ومسند احمد (۱۱۵۵۳) والدارمی فی الصلاة (۱۲۱۲)

Marfat.com

☆ یہ حدیث بسم اللہ بالجہر کی نفی ثابت نہیں کرتی چونکہ اس میں سرے سے بسم اللہ کا ذکر ہی نہیں ہے اور اگر عدم ذکر سے بسم اللہ بالجہر کی نفی ہوگی تو ثبوت بسم اللہ بالسر کا بھی نہیں رہے گا۔

☆ اس حدیث میں ''الحمد للہ رب العالمین'' کو سورۃ فاتحہ کے نام کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی قرأت میں سب سے پہلے سورۃ فاتحہ کی قرأت ہی ہوا کرتی تھی بسم اللہ چونکہ مستقل سُورۃ کا درجہ نہیں رکھتی اس لئے آغازِ قرأت کی نسبت بسم اللہ کی بجائے سورۃ فاتحہ کی طرف کی، جیسا کہ کوئی کہے کہ فلاں شخص نے کھانے کا آغاز روٹی کے بجائے خربوزے سے کیا ہے جبکہ اس نے کھانے کا آغاز بسم اللہ سے ہی کیوں نہ کیا ہو تب بھی یہی کہا جائے گا۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی پس ان میں سے میں نے کسی ایک کو بھی ''بسم اللہ'' کی قرأت کرتے ہوئے نہیں سنا، ایک اور رِوایت میں ہے کہ یہ لوگ الحمد للہ رب العالمین سے قرأت کرتے بسم اللہ کو نہ قرأت کے شروع میں یعنی فاتحہ سے پہلے پڑھتے اور نہ آخر قرأت میں (دوسری سورت سے پہلے) ذکر کرتے۔[1]

☆ اِس رِوایت سے بسم اللہ سری پر دلیل پکڑی گئی ہے حالانکہ اگر اس رِوایت کو بنیاد بنایا جائے تو یہ رِوایت اَپنے ماقبل رِوایت کی طرح بالجہر کی نفی نہیں کرتی، سرے سے ''بسم اللہ'' کی نفی کرتی ہے لہٰذا یہ رِوایت بھی بسم اللہ سری کی دلیل میں پیش کرنا مناسب نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اِمام مالک رحمہ اللہ اور اِمام اوزاعی نے انہیں رِوایات سے اِستدلال کرتے ہوئے بسم اللہ کی مطلق نفی کی ہے چونکہ ان رِوایات سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھ لیا کرتے تھے۔

اگر چہ سند کے اِعتبار سے مسلم شریف کی یہ رِوایت اعلیٰ درجہ کی ہے اور زیادہ اصح ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ سے لے کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد تک عمل کا تواتر بھی ثابت ہوتا ہے پھر بھی ''بسم اللہ'' مخفی پڑھنے کی صراحت اِشارۃً بھی موجود نہیں ہے، بہر حال ہر دو دلائل کی موجودگی میں ہمارے نزدیک دونوں عمل سنتِ مطہرہ سے ثابت ہیں اس لئے دونوں پر عمل کیا جانا چاہئے البتہ زیادہ راجح مذہب بسم اللہ بالجہر کا ہے کیونکہ اس میں صراحتاً بسم اللہ کو بآواز بلند پڑھنے کا ذکر ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

---

[1] مسلم: ١١١/٤ باب حجة من قال لا يجهر بالبسملة والروايات في ذلك انظر في البيهقي ٢/ ٣٥١،٣٤٨

Marfat.com

قرأت خلفُ الامام اور فاتحہ خلف الامام دو مختلف عمل ہیں

عموماً دو طرح کی نمازیں پڑھی جاتی ہیں انفرادی اور اجتماعی، انفردی نمازیں وہ کہلاتی ہیں جو ہم بغیر جماعت کے تنہا پڑھتے ہیں اور اجتماعی نمازیں وہ کہلاتی ہیں جنہیں ہم باجماعت کسی اِمام کی اقتداء میں ادا کرتے ہیں شریعت نے ان دونوں طرح کی نمازوں کے بارہ میں واضح اَحکامات صادر فرمائے ہیں۔

مثلاً تنہا نماز کیسے پڑھنی ہے اور باجماعت کیسے پڑھنی ہے، اِمام کیلئے کیا ضروری ہے اور مقتدی کیلئے کیا ضروری ہے، ہر چیز بیان کردی گئی اور دین کو اُمّت کی آسانی کیلئے سہل ترین بنادیا گیا،

لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض فقہی مسالک نے اَپنی اندھی تقلید کے جمود کو برقرار رکھنے اور اسے اِسلام کا جزو قرار دینے کیلئے عوام الناس کو طرح طرح کی مشکلات میں ڈال دیا ہے، نماز جیسے اہم فریضہ کو بھی سنتِ نبوی ﷺ کی اُس شاہراہ سے ہٹا کر جو اَپنے راہی کو سیدھا جنت کے دروازے پر لے جانے والی ہے فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھا دیا گیا ہے۔

اِختلافات کی دلدل کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس میں عوام اور علماء برابر کے شریک ہیں، علماء کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ خالصتاً کتاب وسنت سے مسائل کا حل تلاش کرتے اور عوام الناس کے سامنے پیش کرتے اور عوام الناس کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ علماء سے کتاب وسنت ہی کا مطالبہ کرتے، جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ وضو کا کیا طریقہ ہے؟

اُنہوں نے جواب دیا کہ ''پہلے اَپنا سوال درست کریں پھر جواب دونگا''، سائل نے کہا بظاہر سوال میں مجھے تو کوئی غلطی نظر نہیں آرہی اگر آپ کو کوئی غلطی نظر آرہی ہے تو آپ پہلے اسے درست کردیں پھر جواب دے دیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کے سوال کو ٹھیک کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ نہ پوچھو کہ وضوء کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بلکہ یہ پوچھو کہ رسول اکرم ﷺ وضوء کیسے کیا کرتے تھے؟''

یہ ہے وہ صحیح اندازِ فکر جس سے تمام تعصبات و اِختلافات کا خاتمہ ممکن ہے اس تمہیدی گفتگو کے بعد اصل بحث کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

❁❁❁

قرأت خلف الامام اور فاتحہ خلف الامام میں فرق

اَحادیث میں یہ دونوں اِصطلاحیں کثرت سے موجود ہیں اگر کوئی شخص تنہا نماز پڑھتا ہے تو بھی فاتحہ اُس پر لازم ہے اور دیگر قرأت بھی اُسے کرنی چاہئے اور اگر باجماعت نماز اَدا کرتا ہے اور نماز میں اِمام بالجہر قرأت کرتا ہے تو پھر اِمام سورۃ فاتحہ اور دِیگر قرأت دونوں پڑھے گا، جبکہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ کر خاموش ہو جائے گا اور اِمام کی قرأت کو توجہ سے سنے گا ''قرأت خلف الامام'' کے معنی یہ ہیں کہ مقتدی کا اِمام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے علاوہ قرآن میں سے کچھ پڑھنا۔

اور ''فاتحہ خلف الامام'' کے معنی یہ ہیں کہ مقتدی کا اِمام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا جن اَحادیث میں قرأت خلف الامام کی ممانعت آئی ہے اُس قرأت سے مُراد فاتحہ کے علاوہ قرأت ہے اور جن اَحادیث میں قرأت خلف الامام کی فرضیت کا ذکر ہے تو وہ صرف فاتحہ خلف الامام ہے۔

گویا جہری نمازوں میں مطلق قرأت کی جو ممانعت ہے وہ سُورۃ فاتحہ کے علاوہ ہے اور جو قرأت فرض ہے وہ سُورۃ فاتحہ کی قرأت ہے یہی دونوں میں بنیادی فرق ہے۔

اس تفریق کی شرعی دلیل یہ ہے کہ ترمذی شریف میں حضرت عبادہ بن صامت ﷺ سے رِوایت ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو فجر کی نماز پڑھائی اور بالجہر قرأت فرمائی، صحابہ کرام نے بھی آپ ﷺ کے پیچھے قرأت کی، نماز کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا:

﴿انی أراكم تقرؤن وَرَاءَ اِمَامِكُم﴾ شاید تم اِمام کے پیچھے پڑھتے ہو؟

صحابہ کرام نے کہا، ہاں! یارسول اللہ ﷺ ہم پڑھتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿لا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرآن فَاِنَّهٗ لا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأ بِهَا﴾ [1]

اِمام کے پیچھے فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو، کیونکہ اس کی نماز نہیں ہوتی جو اسے نہیں پڑھتا۔

اِس حدیث سے اَمر و نہی دونوں واضح ہیں، ایک قرأت سے آپ ﷺ نے منع فرمایا اور دوسری قرأت کو آپ ﷺ نے فرض قرار دیا، جس سے منع فرمایا ہے وہ فاتحہ کے علاوہ قرأت ہے اور جس قرأت کو فرض قرار دیا ہے وہ قرأت سُورۃ فاتحہ کی قرأت ہے، اور اس فرضیت کی علت یہ بتلائی کہ اگر کوئی شخص ''سورہ فاتحہ'' کو ترک کردے تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

[1] ترمذی فی الصلاة ١/٤١ (٢٨٦) وابو داود فی الصلاة (٧٠١، ٧٠٢) والنسائی فی الافتتاح (٩١١) ومسند احمد (الباقی) رقم الحدیث (٢١٦١٧، ٢١٦٣٦)

Marfat.com

گویا جس عبادت کا نام نماز ہے وہ ''سورہ فاتحہ'' کے بغیر بے کار ہے۔

جہاں تک نماز میں فاتحہ پڑھنے کا تعلق ہے تو اس پر سب متفق ہیں کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

لیکن اس حکم کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہ حکم منفرد یا امام کیلئے ہے، مقتدی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، حالانکہ اس استثناء کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے،

اور اختلاف کا یہی ایک پہلو باقی رہ جاتا ہے کہ امام کی اِقتداء کرنے والا ''فاتحہ'' پڑھے یا نہ پڑھے؟ اس لئے ہم یہاں اپنی بحث کو صرف اِسی ایک پہلو سے وابستہ رکھیں گے۔

ہر نماز میں اور ہر نمازی پر سُورۃ فاتحہ فرض ہے

حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿لا صلوٰۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرأ بِفَاتِحَةِ الْکِتَاب﴾ [1]

اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سُورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا۔

(ا) یہ حدیث اَپنے حکم میں بالکل عام ہے، اس میں نہ کسی کی تخصیص ثابت ہے، نہ کسی کا استثناء ثابت ہے اس حکم میں ہر نمازی شامل ہے چاہے وہ

منفرد ہو یا باجماعت،
اِمام ہو یا مقتدی،
حاضر ہو یا مسافر،
مرد ہو یا عورت،

غرض ہر نمازی پر ہر حال میں اس کی قرأت فرض ہے جس طرح ہر نمازی پر فرض ہے اسی طرح ہر نماز میں فرض ہے چاہے وہ

فرض ہوں یا نفل،
سنت ہوں یا وتر،
عید ہو یا جمعہ،
جنازہ ہو یا اِشراق،

لہذا ہر نمازی پر ہر نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأت فرض ہے اِس کی قرأت سے نہ کوئی نمازی مستثنیٰ اور نہ ہی کوئی نماز مستثنیٰ ہے۔

[1] بخاری کتاب الاذان رقم (٧١٤) ومسلم کتاب الصلوٰۃ رقم (٥٩٥) والترمذی کتاب الصلاۃ رقم (٢٣٠) والنسائی کتاب الفتتاح رقم (٩٠١) وابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ومسند احمد باقی مسند الانصار رقم (٢١٦٢١)

Marfat.com

(ب) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص نماز میں سُورۃ فاتحہ نہ پڑھے پس اس کی نماز حاملہ اُونٹنی کے اُس بچے کی مانند ہے جو وقت سے پہلے (کچا) گر گیا ہو، (فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ) یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائے اور فرمایا: "وہ نماز ناقص و نامکمل ہے۔" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا:

﴿إِنَّا نَكُونُ وَرَاءَ الْإِمَامِ﴾ ہم اِمام کے پیچھے ہوتے ہیں۔ (تب کیا کریں)

پس آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اِقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ﴾ اسے اَپنے دِل میں پڑھ لیا کر،

بے شک میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ رب العالمین نے نماز کو بندے اور اَپنے درمیان آدھی آدھی تقسیم کردی ہے......الخ اور وہ تقسیم سُورۃ فاتحہ کی تقسیم ہے۔ [1]

اس حدیث سے دو باتیں خاص طور پر معلوم ہوئیں۔

۱۔ سُورۃ فاتحہ کے بغیر نماز کی حیثیت کچے بچے کی سی ہے جس کے اعضاء بھی مکمل نہیں ہو پاتے کہ وہ گر جاتا ہے اور اگر اعضاء مکمل ہو چکے ہوں لیکن اس میں ابھی روح نہ ڈالی گئی ہو تو اس لوتھڑے کا کیا فائدہ؟

۲۔ نماز تو نام ہی فاتحہ کا ہے، جسے نماز کہا گیا ہے اگر نماز میں سے وہی نکال دی جائے تو باقی کیا بچے گا؟

۳۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رِوایت ہے فرماتی ہیں، جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا:

﴿كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ﴾ [2]

ایسی ہر نماز جس میں سُورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ خداج یعنی ناقص و نامکمل ہے۔

۴۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں:

كُنَّا خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَثَقُلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَؤُوْنَ خَلْفَ اِمَامِكُمْ قُلْنَا نَعَمْ هٰذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَاِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا [3]

ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، پس آپؐ نے قرأت کی تو آپؐ پر قرأت کرنا بوجھل ہو گیا، پس جب آپؐ فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا! شاید تم اَپنے اِمام کے پیچھے پڑھتے ہو، ہم نے کہا، "ہاں" یا رسول اللہ ﷺ، ہم جلدی جلدی پڑھ لیتے ہیں، آپؐ نے فرمایا: تم ایسا نہ کیا کرو، سوائے سورۃ فاتحہ کے اس لئے کہ اُس کی نماز نہیں ہوتی جو اسے نہیں پڑھتا۔

---

[1] مسلم ۱/۱۶۹ وابن ماجہ ۱/۶۰ باب القرأۃ خلف الامام .....

[2] ابن ماجہ ۱/۶۰ باب القرأۃ خلف الامام......والطحاوی

[3] ابوداؤد ۱/۱۱۹ والترمذی ۱/۴۱

Marfat.com

اِس رِوایت پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس میں محمد بن اِسحاق رحمہ اللہ ہیں، جن پر امام مالک رحمہ اللہ کی سخت ترین جرح ہے، حالانکہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کے بارہ میں اِمام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿هو أمير المُؤمِنِينَ في الحديثِ﴾ وہ حدیث میں اِمام ہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ اکثر کا یہی فارمولا ہے ''میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو'' جس کا ثبوت درج ذیل واقعہ ہے جسے ''محمد بن اِسحاق رحمہ اللہ کی ثقاہت'' کے عنوان سے درج کیا جا رہا ہے۔

محمد بن اِسحاق رحمہ اللہ کی ثقاہت

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''ہدایہ'' میں یہ رِوایت ہے:

﴿لايزال أمتي بخير ماعجلوا المغرب......﴾ [1]

''میری اُمت ہمیشہ بھلائی پر قائم رہے گی جب تک وہ مغرب میں جلدی کرتی رہے گی''۔

اور اس رِوایت پر مسلک اَحناف کی بناء ہے، اِسی لئے مغرب کی نماز اِس قدر عجلت سے پڑھی جاتی ہے کہ مغرب کی اذان کے بعد دو رکعتیں جو مسنون و مثبوت ہیں اُن کا موقع بھی نہیں دِیا جاتا اور سونے پر سہاگہ یہ کہ اِس تعجیل مغرب والی حدیث کے راوی بھی محمد بن اِسحاق رحمہ اللہ ہیں، اب چونکہ فاتحہ خلف الامام کی رِوایت حنفی مسلک کے خلاف تھی اس لئے اس رِوایت کے رد میں محمد بن اِسحاق کے بارے میں جس قدر کیچڑ اُچھالا جا سکتا تھا اُچھالا، حتی کہ کیچڑ اُچھالنے میں یہ احتیاط بھی نہیں برتی گئی کہ چھینٹے ہم پر بھی پڑ سکتے ہیں،، لیکن وہی محمد بن اسحاق جب اُس رِوایت کو بیان کرتا ہے جو حنفی مذہب کی اَساس ہے تو اس وقت حنفی ناقدین کی نظر میں اُس جیسا عادل، فقیہ اور ثقہ کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔

یہ اللہ کی شان ہے کہ اُس نے اَپنے دین کی قیامت تک حفاظت کرنی ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی مخالفت کی اور مخالفت میں اس قدر گر گئے کہ سارے شہر کی غلاظت جمع کر کے نوح علیہ السلام کی کشتی میں ڈال جاتے تھے بالآخر اللہ نے بھی انہیں ایسی بیماری لگا دی کہ جس کا علاج اسی گندگی سے ہوتا تھا جو نوح علیہ السلام کی کشتی میں ڈالی گئی تھی۔

پہلے تو وہ نوح علیہ السلام کی دشمنی میں غلاظت ڈالتے رہے، جب دیکھا کہ اس غلاظت میں ہماری بیماری کا علاج ہے تو ساری کشتی دھو کر تمام غلاظت اَپنے گھروں میں لے گئے۔

محمد بن اِسحاق رحمہ اللہ کا معاملہ بھی بالکل نوح علیہ السلام کی کشتی کے جیسا ہے، چنانچہ ابن ہمام حنفی، ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں جب اس رِوایت پر پہنچتے ہیں جو ان کے مسلک کی اساس ہے اور اس کی سند میں

[1] هداية كتاب الصلاة ١/٨٣(ملتان) وابوداؤد(٣٥٤) ومسند احمد(٢٢٤٣٤)

Marfat.com

محمد بن اسحاق سے تو فرماتے ہیں۔(ان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحاق......)

''محمد بن اسحاق ثقہ ہیں اور امام مالک رحمہ اللہ نے اُن کے بارہ میں جو کچھ کہا ہے وہ ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اسے اہل علم نے قبول کیا ہے اور آخر میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے فتوے سے رجوع کیا اور محمد بن اسحاق کی طرف تحائف بھیجے۔ [1]

اب چونکہ بیماری کا علاج اسی میں تھا کہ محمد بن اسحاقؒ پر لگائی گئی غلاظت کو دھویا جائے تو اسی میں اپنی خیر سمجھی اور اسے دھو دیا۔

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
ورنہ مرد مسلمان بھی کافر و زندیق (اقبالؔ)

دِل میں پڑھنے کا مفہوم

بعض لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث (جس میں دِل میں پڑھنے کا ذکر ہے) پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے مُراد یہ ہے کہ وہ سُورۃ فاتحہ پر تدبر کرے اور دِل میں اس کے بارے میں سوچتا رہے اور زبان سے قرأت نہ کرے، یہ مفہوم قطعی طور پر منشاءِ حدیث کے خلاف ہے۔

اِس حکم میں قرأت کی نفی نہیں ہے بلکہ قرأت بالجہر کی نفی ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں حکم ہے:

﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ﴾ اور اپنے رب کو دِل میں یاد کر۔ [2]

تفسیر جلالین میں ہے ''ای سرًا ''یعنی سری قرأت کے ساتھ اور یہی مفہوم یہاں ہے کہ خاموشی کے ساتھ آواز بلند کیے بغیر سُورۃ فاتحہ کی قرأت کی جائے۔

اب رہا یہ سوال کہ قرأت بھی ہو اور سکوت بھی، یہ دونوں کیونکر ممکن ہیں تو اس کا جواب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جو بخاری اور مسلم کے حوالے سے دُعاءِ افتتاح کے طور پر ہم اس باب کے آغاز میں نقل کر چکے ہیں جس میں یہ صراحت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ تکبیر تحریمہ کے بعد کچھ دیر خاموش رہتے ہیں اُس وقت کیا پڑھتے ہیں؟

جواب میں آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ خاموشی میں کیسے پڑھا جا سکتا ہے؟ بلکہ آپ ﷺ نے سائل کے

---

[1] فتح القدیر ۱/ ۲۰۰(مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
[2] سورۃ الاعراف:۲۰٦

Marfat.com

گمان کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: ''میں اس خاموشی میں ﴿اَللّٰھم بَاعِدْ بَیْنِی﴾ (مکمل دُعا بتلائی) کہ یہ پڑھا کرتا ہوں۔''

تو ثابت ہوا کہ ''قرأت فی النفس'' کا مطلب محض تدبر اور تخیل نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی وہ قرأت ہے جس کے الفاظ سری طور پر زبان سے اَدا ہوتے ہیں۔

آثارِ صحابہ بھی اَحادیثِ صحیحہ کے ذخیرہ میں کثرت سے موجود ہیں جنہیں دارقطنی، [1] جزء القرأۃ بخاری، کتاب القرأۃ بیہقی، مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابنِ ابی شیبہ میں بالتفصیل دیکھا جا سکتا ہے یہاں ہم طوالت کے خوف سے نقل کرنے سے قاصر ہیں، البتہ اِمام ترمذی رحمہ اللہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی رِوایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وھٰذا اَصَحُّ وَالْعَمَلُ عَلٰی ھٰذَاالْحَدِیْثِ فِی الْقِرَأۃِ خَلْفَ الامامِ عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبیَ ﷺ والتابعینَ وھوقولُ مالکِ بنِ انسٍ وابن المبارک والشافعی واحمد واسحاق یرون القرأۃ خلف الامام [2]	یہی سب سے زیادہ صحیح ہے اور قرأت خلف الامام کے ضمن میں اکثر اہلِ علم کا اسی حدیث پر عمل ہے جن میں صحابۂ کرام اور تابعین بھی شامل ہیں۔ اِمام مالک رحمہ اللہ، ابنِ مبارک رحمہ اللہ، اِمام شافعیؒ، اِمام احمدؒ اور اِسحاق رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور یہ سب قرأت خلف الامام کے قائل وفاعل تھے۔

ترکِ قرأت کے دلائل کا جائزہ

مانعینِ قرأت خلف الامام اَپنے موقف کی تائید میں جو سب سے پہلی دلیل پیش کرتے ہیں وہ سُورۃ اعراف کی درج ذیل آیت ہے:

۱۔ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ [3]

جب قرآنِ مجید پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

یہ آیت پڑھ کر عوام الناس کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اس آیت کے ذریعے اللہ ﷻ نے قرأتِ قرآن کے دوران اِستماع اور اِنصات کو فرض قرار دیا ہے اور پہلے لوگ نماز میں رسول اللہ ﷺ کے

[1] دارقطنی ۱/۴۲۷،۴۳۴
[2] ترمذی ۱/۱۴
[3] سورۃ الاعراف:۲۰۴

Marfat.com

پیچھے مکمل قرأت فاتحہ کے علاوہ بھی پڑھا کرتے تھے اس آیت کے تحت انہیں روک دیا گیا۔

جواب:۔

یہ آیت سُورۃ اعراف کی آیت ہے جو کہ مکی سورۃ ہے جبکہ بخاری اور مسلم میں حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ ہم نماز میں کلام کیا کرتے تھے اور ایک آدمی اپنے دوسرے ساتھی سے جو اس کے برابر ہوتا اس سے گفتگو کر لیا کرتا تھا یہاں تک کہ ﴿قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ﴾ [1] نازل ہوئی اور ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا، یہ حکم سُورۃ بقرہ میں ہے اور سُورۃ بقرہ بالاتفاق مدنی سورۃ ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں بات چیت کی ممانعت مکی دور میں نہیں بلکہ ہجرت کے بعد مدینہ میں نازل ہوئی علامہ عبدالحی حنفی لکھنوی بھی اِسی مؤقف کی تائید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿قلتُ هذا كلام فى غاية التحقيقِ مفيدٌ لأنَّ تحريم الكلام كان بالمدينةِ لا بمكةَ﴾

مُحقّق بات یہی ہے کہ نماز میں کلام کی ممانعت مدینہ میں ہوئی نہ کہ مکہ میں۔ [2]

اب دونوں باتوں کو سامنے رکھیں اور پھر اپنے ضمیر کی بیداری سے یہ فیصلہ کریں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ اِمام کی قرأت کے جواب میں مقتدی کو تو مکہ میں اِمام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے روک دیا گیا ہو جب کہ نماز میں دورانِ قرأت بات چیت کرنے والوں کو کئی سال بعد مدینہ میں آ کر روکا گیا ہو، اِس اشکال کا حل اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

کہ مکہ میں اُترنے والی یہ آیتِ کریمہ نمازیوں کو قرأتِ قرآن سے نہیں روک رہی بلکہ سورۃ حم سجدہ میں آیت نمبر ۲۶ کے جواب میں اللّٰہ نے مسلمانوں کو تلاوتِ قرآن کا اَدب سکھایا اور اس اَدب کا فائدہ بھی بتلایا ہے چنانچہ قرآن کے الفاظ ہیں:۔

☆ ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِھٰذَا الْقُرْاٰنِ﴾ [3]

اور کافروں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو! اللّٰہ نے اس کے جواب میں مسلمانوں سے کہا!

☆ ﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ﴾ [4]

جب قرآن پڑھا جائے تو تم خوب توجہ سے سنو۔

☆ کفار نے کہا ﴿وَالْغَوْا فِیْہِ﴾ جب قرآن پڑھا جائے تو شور مچاؤ۔

---

[1] سورة البقرة:٢٣٨

[2] امام الكلام ص١٣٥، اداره احياء السنة

[3] سورة حم السجدة:٢٦

[4] سورة الاعراف:٢٠٤

Marfat.com

☆ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کہا ﴿اَنْصِتُوْا﴾ جب قرآن پڑھا جائے تم چپ رہو۔

☆ کفار نے کہا ﴿لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ شاید اس حیلے سے تم غالب آ جاؤ۔

☆ اللہ نے کہا ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ اس ادب و احترام سے تم اللہ کے رحم و کرم کے مستحق ٹھہرو گے۔

۲۔ اگر اسے نماز ہی پر محمول کیا جائے تو اس میں مطلق قرأت کی نفی ہے فاتحہ کی قرأت کی نہیں اور اختلاف مطلق قرأت میں نہیں قرأت فاتحہ میں ہے فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز میں ہر نمازی پر فرض ہے چاہے وہ امام ہو یا مقتدی لہٰذا اس آیت سے فاتحہ خلف الامام کی ہرگز نفی نہیں ہوتی۔

۳۔ اگر یہ آیت تلاوتِ قرآن پاک کی موجودگی میں دوسرے کی قرأت کو مانع ہے تو فجر کی نماز کے دوران جب امام کی قرأت بھی اپنے جوبن پر ہوتی ہے اس وقت لیٹ آنے والے کو پیچھے کھڑے ہو کر سنتیں پڑھ لینے کی رخصت کس حدیث یا کس آیت کے تحت دے دی گئی ہے؟

۴۔ اگر کسی حدیث کے سبب سنتیں پڑھنے کو اس آیت کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے تو یہ حق کسی غیر حنفی کو بھی ہونا چاہئے کہ وہ کسی صحیح حدیث سے سورۃ فاتحہ کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دے سکے۔

۵۔ کیا اس آیت کا عموم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس حکم کا اطلاق نماز کے علاوہ بھی ہو؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا کسی بھی مدرسہ میں طلبہ پر اس حکم کا اطلاق ہوتا ہے کہ اگر ایک طالب علم بلند آواز سے اپنے استاذ کو سبق یا منزل سناتا ہو تو دوسرے طالب علم بجائے اپنا سبق یاد کرنے کے اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کا قرآن سنیں۔

۶۔ اگر امام نماز میں دورانِ قرأت غلطی کرے یا بھول جائے تو مقتدی اُسے لقمہ دے یا خاموش کھڑا رہے، چونکہ اگر خاموش رہتا ہے تو قرآن کی غلطی کی تصحیح نہ کر کے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اور اگر لقمہ دیتا ہے تو قرآن نے جو خاموش رہنے کا حکم دیا ہے اُس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

۷۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن کی غلطی پر ٹوکنا فرض ہے لہٰذا لقمہ دیا جائے، تو کیا کسی دوسرے کو یہ کہنے کا حق ہوگا؟ کہ امام کے پیچھے مقتدی پر اگر کوئی کام واجب ہو تو اُسے کر لینا چاہئے اس سے قرآن کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔

۹۔ اس آیت میں اللہ نے صرف ''اِنصات'' (چپ رہنے) کا حکم ہی نہیں دیا بلکہ ''استماع'' (سننے) کا حکم بھی دیا ہے، پھر جن نمازوں میں یا جن رکعتوں میں امام قرأت بالجہر نہیں کرتا اُن رکعتوں

Marfat.com

میں مقتدی سماع سے محروم رہتا ہے، جب وہ سماع سے محروم ہے تو پھر انصات کیسا! کیونکہ چپ رہنے کا حکم اسلئے تھا کہ اسے سنا جائے جب سن نہیں رہا تو چپ کیوں ہے؟

۹۔ فرض نمازوں کی کل سترہ رکعتیں ہیں جن میں سے صرف چھ رکعتوں کی قرأت بالجہر ہوتی ہے یعنی فجر کی دو رکعتیں، مغرب کی پہلی دو رکعتیں اور عشاء کی پہلی دو رکعتیں، باقی گیارہ رکعتوں میں امام سری قرأت کرتا ہے جسے مقتدی نہ سن رہا ہوتا ہے اور نہ سن سکتا ہے، اگر رکاوٹ سورۃ اعراف کی یہی آیت ہے تو اُسے جہری رکعتوں میں رُکاوٹ ہونا چاہئے نہ کہ سِرّی میں پھر کم از کم ان گیارہ رکعتوں میں آج سے سورۃ فاتحہ پڑھنی شروع کر دینی چاہئے۔

۱۰۔ اس آیت کی تفسیر سورۃ اعراف کی دوسری آیت سے ہو جاتی ہے، چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًاوَّ	اَپنے رب کو اَپنے دِل میں یاد کر عاجزی اور
خِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ	خوف کے ساتھ، آواز بلند نہ رکھیں، صبح یا شام
وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ [1]	یاد کریں اور غافلوں میں سے نہ ہوں۔

۱۱۔ اگر پہلی آیت سے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا منع ہو رہا ہے تو اس دوسری آیت میں اسے عاجزی کے ساتھ اَپنی آواز کو بلند کئے بغیر پڑھنے کا حکم ہو رہا ہے اور تقریباً حدیث میں بھی یہی تفسیر بیان کی گئی ہے جو یہاں دوسری آیت پہلی آیت کی کر رہی ہے۔

۱۲۔ قرآنِ مجید کو اگر ہم شارح قرآن جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زُبان مبارک سے سمجھیں گے تو قرآن کی صحیح مُراد کو پالیں گے بصورت دیگر اگر کوئی شخص محض اَپنی عقل یا لغت کی بنیاد پر قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرے گا تو وہ ڈاکٹر ''غلام احمد پرویز'' تو بن سکتا ہے قرآن کی مُراد کو کبھی نہیں پا سکتا۔

دوسری دلیل اور اُسکا جواب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاْءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاْءَۃٌ﴾ [2]

جس شخص کیلئے اِمام مقرر کر دیا گیا، پس اس کیلئے اِمام کی قرأت اس کی اَپنی قرأت ہے۔

اس حدیث کے ذریعے یہ باور کرایا جاتا ہے کہ مقتدی کو اِمام کے پیچھے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے

---

[1] سورۃ الاعراف:۲۰۵

[2] ابن ماجه ۲/۱٦۰ والدارقطني ۱/۴۳۵ واخرجه البيهقي

Marfat.com

چونکہ اِمام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

جواب:۔

۱۔ یہ رِوایت غیر مرفوع اور غیر متصل، ہونے کے سبب ضعیف ہے، اگرچہ یہ رِوایت متعدد سندوں سے بیان کی گئی ہے، تاہم اس کا کوئی طریق پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا، اس حدیث کی سند میں جابر جعفی بھی ہیں جن کے بارے میں اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے:

﴿لَمْ اَرَی اکذبَ مِن جابر جُعفی﴾ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں پایا۔

۲۔ اس سند میں اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی ہیں جن کے بارے میں محدثین کی آراء تسلی بخش نہیں ہے۔ چنانچہ تاریخ بغداد ج ۱۳، کتاب الضعفاء للنسائی، قیام اللیل، میزان، کتاب العلم للشافعی اور دار قطنی وغیرہ میں ان بحوث کو بالتفصیل دیکھا جا سکتا ہے۔

تیسری دلیل:۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا﴾ [1]

اِمام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو جب وہ قرأت کرے، تو تم چپ رہو۔

جواب:۔

۱۔ اس کی سند میں محمد بن عجلان مدلس ہے اور زیرِ بحث رِوایت بھی معنعن ہے جرح و تعدیل کے ائمہ کے نزدیک اس رِوایت میں موجود الفاظ (وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا) غیر محفوظ ہیں۔

۲۔ جس طرح رسولِ اکرم ﷺ سے سُورۃ فاتحہ کی تخصیص اور اُس کی فرضیت کا حکم نماز میں ثابت ہے، اس طرح اَحادیث کے ذخیرے میں سُورۃ فاتحہ کی ممانعت قطعاً ثابت نہیں ہے۔

۳۔ اگر اُسے درست تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے عمومی قرأت کی نفی ہوتی ہے جو فاتحہ کے علاوہ ہے جبکہ سُورۃ فاتحہ کی تخصیص اور اُس کی فرضیت ایک مخصوص حکم سے ثابت ہے پھر عمومی حکم سے ایک مخصوص حکم کو کیونکر منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

[1] الدارقطنی ۱/۴۳۹ قال حاجب اسناده ضعیف: رواه البخاری فی جزء القراۃ ص ۲۶۵ والبیهقی فی کتاب القرأت

لہٰذا اپنی نمازوں اور جنازوں کو سُورۃ فاتحہ سے مزین کریں، اِنھیں فاتحہ سے خالی کر کے برباد نہ کریں۔

نوٹ:- تفصیلی دلائل کیلئے درج ذیل کتب کا مطالعہ (اِن شاءاللہ) بے حد مفید ثابت ہوگا۔

۱۔ رئیس المحدثین امام بخاری رحمہ اللہ کی تالیف ''جزء القراۃ''۔

۲۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کی ''کتاب القراۃ''۔

۳۔ علامہ شہیر محدث کبیر مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ کی کتاب ''تحقیق الکلام''۔

۴۔ عصرِ حاضر کے عظیم اسکالر و محقق نمونۃ السلف حضرت العلام مولانا اِرشاد الحق صاحب اثری (حفظہ اللہ) کی ''توضیح الکلام''۔

کیا سُورۃ فاتحہ صرف سکتات میں پڑھنا لازم ہے؟

دو گروہوں کا تذکرہ تو آپ سن چکے ہیں، جن میں سے ایک گروہ کے نزدیک مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے، جبکہ دوسرے کے نزدیک اِمام ہو یا مقتدی ''سورہ فاتحہ'' کی قرأت دونوں پر لازم ہے ان دونوں کے اِختلاف سے تیسرا گروہ وجود میں آیا جس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ حدیث نے سُورۃ فاتحہ کو ہر نمازی پر فرض قرار دیا ہے جب کہ قرآنِ مجید میں ''سورۃ اعراف'' کی آیت نمبر ۲۰۴ کے تحت قرأت قرآن کے وقت خاموش رہ کر اِمام کی قرأت کو سننے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا اگر مقتدی آیتِ قرآن کے حکم کے مطابق خاموش رہتا ہے تو ''سورہ فاتحہ'' کے ترک کا مرتکب ہوتا ہے۔

اور اگر اِمام کے پیچھے ''سورہ فاتحہ'' پڑھتا ہے تو حکمِ خداوندی کے ترک کا مُرتکب ہوتا ہے اس لئے قرآن اور حدیث دونوں پر عمل پیرا رہنے کیلئے ''فاتحہ'' کی قرأت کو مقتدی کیلئے اِمام کے سکتات میں پڑھنے کو لازم قرار دیا، تا کہ جب اِمام قرأت کرے تو خاموش ہو کر اُسے سنا جائے اور جب اِمام خاموش ہو تو اس میں مقتدی قرأت کریں، جہاں تک اس کے استحباب کا تعلق ہے تو ہمیں اس سے قطعاً اِنکار نہیں ہے۔

لیکن مقتدی کی قرأت کو سکتات کے ساتھ مقید کر دینا دلیل کا محتاج ہے، اب تلک اس نظریہ کے حاملین نے درج ذیل رِوایات سے اِستدلال کرنے کی کوشش کی ہے جنہیں ہم اِستدلال مع جواب درج کر رہے ہیں: ملاحظہ فرمائیں!

Marfat.com

(الف) حضرت سمرہ بن جندب ﷺ فرماتے ہیں:

﴿انه كان يسكتُ سكتتَينِ اِذا استفتحَ و اذا فرغَ مِن القرأتِ كلها﴾ [1]

بے شک رسول اللہ ﷺ دو سکتے کرتے تھے ایک اس وقت جب صلوٰۃ شروع کرتے اور ایک اس وقت جب آپ پوری قرأت سے فارغ ہوتے۔

جواب:-

مندرجہ بالا حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ قرأتِ نماز میں دو سکتے فرمایا کرتے تھے لیکن اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ یہ سکتے سُورۃ فاتحہ پڑھنے کیلئے ہوا کرتے تھے جب کہ ترمذی شریف میں ابواب القرأت میں حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا رسولِ اکرم ﷺ کی قرأت کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

كان رسول اللهِ ﷺ يقطعُ قرأتَهٗ يقول الحمد لله رب العالمين ثم يَقِفُ ثم يقول الرحمن الرحيم ثم يقف...الخ [2]

آپ ﷺ اپنی قرأت کو ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے (آیات کے تسلسل کو قطع کر دیتے) "الحمد للہ رب العالمین" پڑھتے پھر ٹھہر جاتے پھر "الرحمٰن الرحیم" پڑھتے پھر ٹھہر جاتے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا قرأت کرنے کا طریقہ ہی یہی تھا کہ آپ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر، نہایت اِطمینان کے ساتھ ہر آیت پر توقف فرماتے گویا آپ ہر آیت پر سکتہ فرماتے جس سے سکتات کی تعداد لامحالہ دو سے تجاوز کر جاتی ہے اور جس رِوایت میں دو کا ذکر ہے ممکن ہے کہ یہ دو سکتات ہر آیت پر کئے جانے والے سکتوں سے قدرِ طویل ہوں اس وجہ سے انہیں خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہو۔

۱۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ سکتے مقتدیوں کی قرأت کیلئے ہوا کرتے تھے یا ان کا کوئی اور مقصد تھا اِن دو سکتوں میں جہاں تک پہلے سکتے کا تعلق ہے تو اس کی صراحت حدیثِ صحیح، صریح اور مرفوع سے ثابت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت فرمایا کہ آپ تکبیرِ تحریمہ اور قرأت کے مابین سکوت اِختیار فرماتے ہیں، اس سکوت میں آپ ﷺ کیا پڑھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ اس سکتے میں ﴿اللّٰهم باعِدْ بَينِي......الخ﴾ پڑھتا ہوں۔ [3]

اِس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ پہلے سکتے کی غایت مندرجہ بالا دُعا کا پڑھنا ہے۔

---

[1] ابوداود ج۱ ص۱۱۳ و الترمذی ج۱ ص۳٤، -------- [2] ترمذی ج۲ ص۱۱٦،

[3] بخاری فی الاذان ۱۰۳/۱ (۷۰۲)، مسلم کتاب المساجد (۹٤۰)، النسائی فی الافتتاح (۸۸۵) وابوداود (٦٦۳)، ابن ماجہ (۷۹۷)، مسند احمد (٦۸٦۷)، الدارمی (۱۲۱٦)

Marfat.com

جہاں تک دوسرے سکتے کا تعلق ہے اس سے متعلق ہمیں کوئی مرفوع روایت ایسی نہیں مل سکی جس سے اس سکتے کی علت کو واضح کیا جا سکے۔

(ب) دوسرا اِستدلال حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی اس روایت سے کیا جاتا ہے جس میں وہ صحابہ کرام کا عمل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿كانوا يقرؤن خلف رسول الله ﷺ اذا انصت فاذا قرأ لم يقرؤا واذا انصت قرؤا﴾

صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اس وقت قرأت کرتے تھے جب آپ ﷺ خاموش رہتے تھے اور جب آپ ﷺ پڑھتے تو صحابہ کرامؓ خاموش ہو جاتے اور پھر جب آپ ﷺ خاموش ہوتے تو صحابہ پھر پڑھتے۔ [1]

جواب:-

جہاں تک اِستحباب کا تعلق ہے تو ہم اسے ابتداء میں ہی تسلیم کر چکے ہیں لیکن اس روایت سے سُورۃ فاتحہ کا سکتات میں پڑھنے کا لزوم ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

(ج) عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

من كان مع الامام فليقرأ بام القرآن قبله اذا سكت [2] جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہو اُسے چاہئے کہ سُورۃ فاتحہ امام سے پہلے اس وقت پڑھ لے جب وہ سکتہ کرے۔

(اس سکتے سے مُراد وہ سکتہ ہے جو امام تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع کرنے سے پہلے کرتا ہے)

جواب:-

۱۔ یہ روایت کتاب القرأت بیہقی میں دو سندوں سے مروی ہے ایک میں ابن لہیعہ اور دوسری سند میں مثنی بن الصباح ہے یہ دونوں راوی اپنے ضعفِ حافظہ کی وجہ سے ضعیف ہیں لہٰذا اس روایت سے اِحتجاج نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ اگر اس حدیث کے ضُعف کو نظر انداز کر کے اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی "سورہ فاتحہ" کا پہلے سکتے میں پڑھنے کا لزوم ثابت نہیں ہوتا، یہ دلیل صرف جواز کی حد تک ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔

(د) حضرت سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں تو انہوں نے

---

[1] كتاب القرأت بيهقي

[2] كتاب القرأة بيهقي

Marfat.com

جواب دیا ہاں! اگر چہ تم امام کی قرأت سنو، بے شک ان لوگوں نے بدعت نکال لی ہے کہ سکتہ نہیں کرتے سلف یہ کام نہیں کرتے تھے یعنی صحابہ کرام میں جب کوئی لوگوں کی اِمامت کرتا ''اللہ اکبر'' کہہ کر خاموش ہوجاتا یہاں تک کہ جب اسے یقین ہوجاتا کہ اب ہر مقتدی نے سُورۃ فاتحہ پڑھ لی ہوگی تو پھر وہ قرأت شروع کرتا پھر مقتدی خاموش ہوجایا کرتے تھے۔ [1]

جواب:-

حضرت سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے صحابہ کرام کے عمل کی طرف نشاندہی کی ہے لیکن اس عمل کی نسبت رسولِ اکرم ﷺ کی طرف نہیں کی گئی جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ صحابیِ رسول ہیں انہوں نے جب نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی رِوایت بیان فرمائی تو دیگر اصحاب نے پوچھا:

﴿اِنَّا نَكُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ﴾ ہم اِمام کے پیچھے ہوتے ہیں جب کیا کریں؟

تو انہوں نے جواب دیا: ﴿اِقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ﴾ اسے اَپنے دِل میں پڑھ لیا کرو۔ [2]

اِس کے بعد اس عمل کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ نماز بندے اور رب کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کردی گئی ہے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ اِمام کے پیچھے ہونے کی صورت میں کیا کیا جائے؟ تو انہوں نے یہ قید نہیں لگائی کہ اِمام کے سکتوں کا انتظار کریں بلکہ فرمایا: ''اسے دِل میں پڑھتے رہو''۔

اور دِل میں پڑھنے کے مفہوم کو سابقہ صفحات میں واضح کیا جاچکا ہے، پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب رسولِ اکرم ﷺ سے پہلے سکتے میں خاموشی کی وجہ معلوم کی گئی تو رسولِ اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس لئے چپ رہتا ہوں تاکہ تم ''سورہ فاتحہ'' پڑھ لو بلکہ بخاری شریف میں اس کی صراحت موجود ہے کہ آپ نے جواب دیا کہ میں "اللھم باعد بینی" پڑھنے کیلئے خاموش رہتا ہوں پھر ابوداؤد اور ترمذی کی وہ رِوایت جس میں فجر کی نماز پڑھانے کا ذکر ہے اس میں بھی آپ ﷺ نے صحابہ کو جب ''سُورۃ فاتحہ'' پڑھنے کا حکم دیا اور بقیہ قرأت سے منع فرمایا تو وہاں بھی یہ قید نہیں لگائی کہ تم ''سورہ فاتحہ'' کو میرے سکتات میں پڑھا کرو بلکہ آپ نے بالصراحت فرمایا:

﴿فَلَا تَقْرَؤُا بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ﴾

---

[1] جزء القرأة بخاری

[2] ابو داؤد ۱/۲۱۶، ۲۱۷ باب ترك القرأة فی صلاة بفاتحة الكتاب و مسلم و الترمذی

تم قرآن میں سے ''سورۃ فاتحہ'' کے سوا کچھ نہ پڑھا کرو، جب میں جہری قرأت کر رہا ہوں۔

اس حدیث میں موجود لفظ "اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآن" یہ واضح کر رہا ہے کہ آپ نے جہری قرأت کے دوران مقتدی کو فاتحہ کے پڑھنے کا حکم دیا اور اسے "واذا قُرِأ القرآن" والی آیت کے خلاف قرار نہیں دیا اور نہ ہی اِمام کے سکتات میں پڑھنے کی قید لگائی۔

آخری گزارش

جب شارع علیہ السلام نے مقتدی پر یہ پابندی عائد نہیں کی کہ وہ ''سورہ فاتحہ'' کو لازماً اِمام کے سکتات ہی میں پڑھے تو ہم سکتات میں پڑھنے کو فرض قرار دینے والے کون ہوتے ہیں؟

سورۃ اعراف کی جس آیت کو بنیاد بنایا جاتا ہے وہ آیت ''سورہ فاتحہ'' پڑھنے کی نفی نہیں کرتی اس لئے کہ قرآن کا یہ حکم عام ہے اور قرآن کے عمومی حکم کو حدیث خاص کرنے کا حق رکھتی ہے اور یہ اُصول سب کے ہاں مسلّم ہے، اور اِسکی کئی مثالیں موجود ہیں:

قرآن کے عمومی حکم کو حدیث خاص کرسکتی ہے

۱۔ قرآن میں ہر مردار کو حرام قرار دیا گیا یعنی جس حلال جانور پر تکبیر نہ پڑھی جائے اور ذبح کئے بغیر مر جائے تو وہ حرام ہے قرآن کا یہ حکم عام ہے جس کا اِطلاق ہر مردہ جانور پر ہوتا ہے لیکن حدیث نے مچھلی کو اس حکم سے مستثناء قرار دیا اور بظاہر ہم قرآن کے حکم کے خلاف اور حدیث کے حکم کے مطابق مچھلی کو ذبح کئے بغیر کھاتے ہیں۔

۲۔ قرآن نے لفظِ دم سے ہر خون حرام کیا ہے جب کہ حدیث نے دو منجمد خون کلیجی اور تلی کو حلال قرار دیا ہے

۳۔ قرآن کے حکم کے مطابق اگر ٹڈی کو ذبح نہ کیا جائے تو وہ حرام کہلائے گی جب کہ حدیث نے اُسے بغیر ذبح کئے مچھلی کی طرح حلال قرار دیا ہے اور تمام اہل اِسلام کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

۴۔ قرآن نے وضو کو چہرہ سے شروع کیا جب کہ حدیث نے چہرے کو چوتھے نمبر پر رکھتے ہوئے وضو کا آغاز ہاتھوں سے کیا اور تمام اہل اِسلام کا اس پر عمل ہے۔

۵۔ اللہ رب العالمین کا اِرشاد ہے:

﴿فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُوْنَ﴾ [1]

اِنہیں کیا ہوگیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے اور جب اُن پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔

[1] سورۃ الانشقاق: ۲۱

یہاں بھی قرآن مجید کا حکم عام ہے اور اللہ نے شکوہ کے طور پر یہ بات کہی کہ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب ان پر قرآن پڑھا جائے تو وہ سجدہ نہیں کرتے بظاہر اس عموم سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے مسلمانوں کو اس وقت سجدہ کرنا چاہئے۔

کیونکہ جو عموم سورۃ اعراف کی آیت میں ہے کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے اُسے سنو اور چپ رہو بعینہ یہی حکم اس آیت کریمہ میں ہے کہ جب بھی قرآن پڑھا جائے سجدہ کیا جائے، لیکن اس آیت کی تفسیر سب کے ہاں یہی مسلّم ہے کہ اس سے پورا قرآن مُراد نہیں ہے بلکہ سجدہ کی خاص آیات مُراد ہیں جو پورے قرآن مجید میں چودہ اور پندرہ کی تعداد میں موجود ہیں لہٰذا مذکورہ امثلہ کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سورۃ اعراف کی آیت کو حدیث نے سورۃ فاتحہ کے منافی قرار نہیں دیا،

بلکہ عمومی حکم کو خاص کیا ہے اور یہی حق ہے، لہٰذا اِس وضاحت کے بعد سکتات میں قرأت کرنے کی خودساختہ فرضیت بھی سکتوں ہی میں ساکت ہو جاتی ہے۔

اِس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ ہر نمازی پر سُورۃ فاتحہ کی قرأت فرض ہے چاہے اِمام جہری قرأت کرے یا سری، اِمام مقتدی کو سورۃ فاتحہ کا موقع فراہم کرے یا نہ کرے، متقدی کو ''سورۃ فاتحہ'' پڑھنی چاہئے بصورت دیگر نماز کے ضائع ہو جانے کا سو فیصد یقین ہے۔

مسنون قرأت

اِس عنوان کے تحت قرآنِ مجید کی ان سورتوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو سورتیں جناب رسالت پناہ ﷺ نے مختلف تہواروں میں یا مختلف اوقات میں مختلف نمازوں میں اِختیار کی ہیں، آپ ﷺ کی عام طور پر یہ عادت مبارکہ رہی ہے کہ آپ پہلی دو رکعتوں کو طول دیتے اور آخری دو رکعتوں کو پہلی کی نسبت مختصر فرماتے، رسولِ اکرم ﷺ کی قرأت نمازوں کی ترتیب کے اِعتبار سے درج ذیل ہے۔

نمازِ فجر کی قرأت

فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں ''سورۃ الکافرون'' اور دوسری رکعت میں ''سورۃ الاخلاص'' جب کہ فرضوں میں بڑی سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہیں اور چھوٹی بھی۔ [1]

ا۔ چنانچہ ابوداؤد کی رِوایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فجر کے دو فرضوں میں دونوں رکعتوں میں ''سورۃ الزلزال'' پڑھی اور یہ صراحت ہے کہ پہلی رکعت میں بھی ''سورۃ الزلزال'' مکمل پڑھی

---

[1] مسلم ۱/۵۰۲ صلاۃ المسافرین وقصرھا و ابوداؤد ۱/۱۵۰۸

Marfat.com

پھر دوسری رکعت میں بھی اُسے دُہرایا اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک ہی سورت ایک نماز میں ایک سے زیادہ رکعات میں پڑھی جاسکتی ہے۔ [۱]

۲۔ مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فجر کی نماز میں "سورۃ ق" پڑھی اور حضرت عمرو بن حریثؓ نے "اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ" کو روایت کیا ہے جب کہ بخاری میں حضرت عبداللہ بن سائبؓ سے بھی روایت ہے کہ فجر کی نماز میں آپ ﷺ نے "سورۃ مؤمنون" کی قرأت فرمائی۔ [۲]

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ نے "سورہ حجرات" سے لے کر "سورۃ بروج" تک قرأت کرنے کی روایت کی ہے۔ [۳]

۴۔ سورۃ یٰس، سورۃ صٰفٰت۔ [۴]

۵۔ سورۃ طور۔ [۵]

۶۔ سورۃ واقعہ۔ [۶]

۷۔ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کی فجر کی قرأت کا اندازہ ساٹھ سے لے کر سو آیات تک کے درمیان کیا ہے۔ [۷]

۸۔ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں رسول اللہ ﷺ سے پہلی رکعت میں الم تنزیل (سورۃ سجدہ) اور دوسری رکعت میں "هل اتى على الانسان" (سورۃ دھر) یا (حٰم سجدہ) پہلی رکعت میں اور (سورۃ دھر) دوسری رکعت میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ [۸]

۹۔ دورانِ سفر فجر کی نماز میں "سورۃ العلق" اور "سورۃ الناس" کا ذکر بھی ملتا ہے۔ [۹]

نوٹ:۔ رسولِ اکرم ﷺ سے بعض بڑی سورتوں میں سے چند آیات کی قرأت بھی منقول ہے۔ [۱۰] جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مکمل سورتیں پڑھنا لازم نہیں ہے، اُن کا کچھ حصہ پڑھ کر بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

---

[۱] ابو داؤد: کتاب الصلاۃ باب الرجل یعید سورۃ واحدۃ ۱/۱۱۸
[۲] بخاری کتاب الاذان باب الجمع بین السورتین فی الرکعۃ، وابن ماجه فی الاقامۃ (۸۱۲)، ابو داؤد ۱/۱۱۸
[۳] رواہ نسائی فی کتاب الافتتاح (۹۷۲)، [۴] صلوۃ النبی للالبانی ص۱۰۸
[۵] بخاری ۱/۱۰۶ عن ام سلمۃ باب القراۃ فی الفجر
[۶] ابنِ خزیمه ۱/۲٦٥ باب القراۃ فی صلاۃ الصبح، [۷] بخاری ۱/۱۸۷ باب القراۃ فی الفجر
[۸] مسلم ۱/۲۸۸ رقم (۱٤٥٤)، والترمذی (٤۷۸) والنسائی (۹٤۷) وابو داود (۹۰۸) وابن ماجه (۸۱۳)
[۹] بیهقی ۳/۳۷۹ باب فی معوذتین
[۱۰] مسلم عن ابن عباسؓ ٤/۱۷۸ باب القراۃ فی الصبح

Marfat.com

نمازِ ظہر کی قرأت

اگرچہ امام ظہر اور عصر کی نماز میں جہری قرأت نہیں کرتا پھر بھی جنابِ رسالت پناہ ﷺ کبھی کبھی اپنی قرأت کے چند الفاظ قدرے بلند آواز سے پڑھ دیا کرتے تھے جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ آپ ﷺ فلاں سورت کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ [1]

چنانچہ حدیث میں درج ذیل سورتوں کا ذکر موجود ہے۔

۱۔ سورۃ الاعلیٰ، سورۃ اللیل. [2]

۲۔ سورۃ الشمس، سورۃ الانشقاق، سورۃ الغاشیہ. [3]

۳۔ سورۃ البروج، سورۃ الطارق. [4]

نمازِ عصر کی قرأت

۱۔ سورۃ البروج، سورۃ الطارق. [5]

۲۔ سورۃ اللیل، سورۃ الشمس. [6]

نمازِ مغرب کی قرأت

آپ ﷺ عموماً مغرب میں "سورۃ مطففین" سے آخر قرآن تک کی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ [7]

لیکن کبھی کبھار بڑی سورتوں کی قرأت بھی ثابت ہے۔

۱۔ سورۃ الطور. [8]

۲۔ سورۃ المرسلات. [9]

۳۔ سورۃ حٰم، سورۃ الدخان. [10]

۴۔ سورۃ الاعراف (متفرق مقامات سے)۔ [11]

۵۔ مغرب کے بعد کی دو رکعتوں میں "سورۃ الکافرون" اور "سورۃ الاخلاص"۔ [12]

---

[1] مسلم ۱/۱۸۵، [2] مسلم ۱/۱۸۷، [3] ابن خزیمہ ۱/۲۵۷
[4] ابوداؤد ۱/۱۱۷، ۱۱۸ والترمذی، [5] ابوداؤد ۱/۱۱۸ والترمذی
[6] ابن خزیمہ ۱/۲۵۷ باب ذکر قرأۃ القرآن فی الرکعتین لاولیین فی الظہر والعصر
[7] رواہ النسائی ۱/۱۵٤ [8] اخرجہ البخاری فی کتاب الاذان ۲/۲۸۷ واخرجہ مسلم فی کتاب الصلوۃ ۲/۷۹
[9] اخرجہ مسلم فی کتاب الصلوۃ ۲/۷۹
[10] نسائی ۱/۱۵٤، [11] نسائی ۱/۱۵٤،
[12] ترمذی ابواب الصلوۃ ص۵۸ و ابن حبان: ج۵ ص۱٤۹ رقم (۱۸٤۱)

Marfat.com

نمازِ عشاء کی قرأت

۱۔ سورۃ التین۔ [۱]

۲۔ سورۃ الشمس، سورۃ الاعلیٰ، سورۃ الضحیٰ، سورۃ اللیل۔ [۲]

۳۔ سورۃ الانشقاق۔ [۳]

۴۔ سورۃ العلق۔ [۴]

۵۔ ''سورۃُ البُرُوج'' سے لے کر ''سورۃُ البَیِّنَۃ'' تک کی سورتیں۔ [۵]

۶۔ جمعہ کی رات عشاء کی نماز میں ''سورۃ الجمعہ'' اور ''سورۃ المنافقون''۔ [۶]

وتروں کی قرأت

آپ ﷺ سے تین رکعت والے وتروں میں درج ذیل قرأت ثابت ہے۔

پہلی رکعت میں ﴿سورۃ الاعلیٰ﴾

دوسری رکعت میں ﴿سورۃ الکافرون﴾

تیسری رکعت میں ﴿سورۃ الاخلاص﴾ [۷]

نوٹ:- دُعائے قنوت صفحہ 327 پر ملاحظہ فرمائیں۔

نمازِ جمعہ کی قرأت

۱۔ پہلی رکعت میں ''سورۃ الاعلیٰ'' اور دوسری رکعت میں ''سورۃ الغاشیہ''۔ [۸]

۲۔ ''سورۃ الجمعۃ'' اور ''سورۃ المنافقون''۔ [۹]

۳۔ ''سورۃ الجمعۃ'' اور ''سورۃ الغاشیۃ''۔ [۱۰]

---

[۱] بخاری کتاب الاذان رقم(۷۲۵) ومسلم فی الصلاۃ والترمذی فی الصلاۃ وابوداود والنسائی وغیرھم
[۲] بخاری فی کتاب الادب مستخرج علی مسلم فی الصلاۃ ۷۲/۲
[۳] رواہ البخاری فی کتاب الاذان
[۴] مسلم ۱۸۷/۱
[۵] رواہ النسائی باب ماجاء فی قرأۃ المغرب
[۶] ابن حبان: ج۵ ص۱۴۹ رقم(۱۸۴۱)
[۷] ابن حبان وفی صفۃ صلاۃ النبی للالبانی ص۱۲۳ قال رواہ النسائی والحاکم وصححہ
[۸] مسلم ۴۶۳/۲
[۹] مسلم ۴۶۲/۲
[۱۰] مسلم ۴۶۳/۲

Marfat.com

نمازِ عیدین کی قرأت

۱۔ سورۃ الاعلیٰ اور سورۃ الغاشیۃ۔ [۱]

۲۔ سورۃ قٓ اور سورۃ القمر۔ [۲]

اس مسنون قرأت کو بیان کرنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ ان نمازوں میں مندرجہ بالا سورتوں کے علاوہ کوئی دوسری سورت نہیں پڑھی جاسکتی بلکہ قرآنِ مجید کا عام حکم ہے:

﴿فاقرؤا ما تیسر من القرآن﴾ قرآن میں سے جو میسر آ سکے پڑھیں، [۳]

آپ ﷺ کے اپنے عمل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مندرجہ بالا متعین قرأت واجب نہیں ہے۔

مثلاً جمعہ کی نماز میں: ﴿سورۃ اعلیٰ﴾ اور ﴿سورۃ غاشیہ﴾ ثابت ہے۔

اور جمعہ ہی کی نماز میں ﴿سورۃ جمعہ﴾ اور ﴿سورۃ منافقون﴾ بھی ثابت ہے،

اور جمعہ ہی کی نماز میں ﴿سورۃ جمعہ﴾ اور ﴿سورۃ غاشیہ﴾ بھی ثابت ہے۔

اور یہ تینوں روایات صحیح مسلم کی روایات ہیں، جس دن جمعہ میں آپ ﷺ نے ﴿سورۃ جمعہ﴾ اور ﴿سورۃ منافقون﴾ کی قرأت فرمائی تو اُس جمعہ میں آپ ﷺ نے ﴿سورۃ اعلیٰ﴾ اور ﴿سورۃ غاشیہ﴾ کو ترک کیا اور جس دن ﴿سورۃ اعلیٰ﴾ اور ﴿سورۃ غاشیہ﴾ کی تلاوت فرمائی اُس دن ﴿سورۃ جمعہ﴾ اور ﴿سورۃ منافقون﴾ کو ترک کیا۔

سو یہی ترک، یعنی ایک عمل کی موجودگی میں دوسرے عمل کا ترک اُس کے وجوب کی نفی کرتا ہے۔

البتہ اگر کوئی شخص عامل بالسنہ ہو کر نبی کریم ﷺ کی سنتِ مطہرہ کو پالینے کی حرص میں متعین قرأت کا اہتمام کرتا ہے تو اس کا یہ اہتمام ﴿ان تطیعوہ تہتدوا﴾ اگر رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔ کا صحیح مصداق ٹھہرتا ہے اور اس کا یہ جذبہ قابلِ ستائش و قابلِ تقلید ہے درحقیقت عمل کا حسن ہی یہی ہے اللہ ہمیں عامل بالسنہ بنائے۔ (آمین)

---

۱ مسلم ۱۶۷/۶ باب ما یقرأ فی صلاۃ الجمعۃ

۲ مسلم ۱۸۲،۱۸۱/۶ باب ما یقرأ فی صلاۃ العیدین

۳ سورۃ المزمل: ۲۰

Marfat.com

قیام وقرأت کے متفرق مسائل

۱۔ اگر اِمام قرأت میں بھول جائے تو مقتدی اسے بتلادے۔ [۱]

۲۔ نومسلم جسے کچھ بھی قرآن یاد نہ ہوتو وہ قرأت کی جگہ ''الحمدللہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ'' پڑھے۔ [۲]

۳۔ نوافل بیٹھ کر پڑھے جاسکتے ہیں لیکن ثواب نصف رہ جاتا ہے۔ [۳]

۴۔ اور اگر لیٹ کر پڑھے تو کل ثواب کا ایک چوتھائی رہ جاتا ہے۔ [۴]

۵۔ اِمام کو چاہئے کہ ہلکی نماز پڑھائے۔ [۵]

۶۔ فجر کی قرأت کو لمبا کریں، ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں بھی سرّی قرأت کو لمبا کریں۔ [۶]

۷۔ اِمام کو چاہئے کہ قرأت کا ہر حرف صاف اور واضح ادا کرے۔ [۷]

۸۔ قرآنِ مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے یعنی ہر آیت کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔ [۸]

۹۔ قرأت خوش اِلحانی سے کی جائے۔ [۹]

۱۰۔ حالتِ قیام میں اپنی نظریں نیچے فرش کی طرف کریں۔ [۱۰]

۱۱۔ دو نمازوں یعنی فرض اور سنت یا نفل کے درمیان کچھ وقفہ کریں یعنی سلام پھیرتے ہی فوراً دوسری نماز کیلئے کھڑے نہ ہوں جب تک کہ کسی سے بات نہ کرلیں یا اس جگہ سے ہٹ نہ جائیں۔ [۱۱]

۱۲۔ اِمام جس طرح کی آیات تلاوت کرے ان آیات کے مطابق اِن کا جواب دیا جانا چاہئے۔ [۱۲]

آمین بالجہر کا مسئلہ

پاک وہند میں یہ مسئلہ بھی کافی اِختلافی چلا آرہا ہے، اکثر علماءِ کرام کو دیکھا گیا ہے کہ جمعہ کے خطبات کے علاوہ مناظرانہ چیلنج بھی اس مسئلے پر ہوا کرتے ہیں۔

پوسٹر بازی اور پمفلٹ وغیرہ کے ذریعہ بھی عوام الناس کو اُلجھایا جاتا ہے حالانکہ یہ مسئلہ اس قدر پیچیدہ نہ تھا برِصغیر میں دو طبقات نے اِختلاف کیا، (علماءِ اَحناف اور علماءِ حدیث نے) اَحناف کے

---

[۱] ابوداؤد ۱/ ۱۳۱ [۲] ابوداؤد ۱/ ۱۲۱ والترمذی [۳] بخاری ۱/ ۱۵۰
[۴] بخاری ۱/ ۱۵۰ [۵] مسنداحمد(۱٤۰۹٦)، بخاری، مسلم
[۶] مسلم ۱/ ۱۸۸، [۷] رواہ الترمذی، [۸] مسند احمد والدارقطنی
[۹] بخاری ۱/ ۷۵۵ وابوداؤد والدارمی، [۱۰] بخاری
[۱۱] اخرجہ مسلم فی الجمعة وابوداؤد فی صلة مستخرج علی مسلم ۲/ ٤٦۷، [۱۲] بخاری ۱/ ۱۰۸

نزدیک سری جماعت ہو یا جہری لیکن ''آمین'' بالاخفاء کہنی چاہئے جبکہ علماءِ حدیث کے نزدیک سری نمازوں میں سری آمین اور جہری نمازوں میں جہری آمین (بآوازِ بلند) کہنی چاہئے۔

مندرجہ بالا دونوں مسلکوں میں کس کا مسلک راہِ سنت پر ہے اور کس کا مسلک سنت کی پیروی سے محروم ہے؟ یہ جاننے کیلئے درج ذیل عبارت کا مطالعہ اِن شاءاللہ مفید ثابت ہوگا۔

آمین کی فضیلت

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا اَمَّنَ الاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهُ مَنْ وَّافَقَ تَأمِیْنُهُ تَأمِیْنَ الْمَلَائِکَةِ غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ [۱]

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب اِمام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو، پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہو جائے گی اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے''۔

مندرجہ بالا حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ رب العالمین کی بے پناہ رحمت ہے کہ ایک چھوٹے سے عمل پر بھی اِتنا بڑا اجر عطا فرما دیتا ہے۔

۲۔ آمین بذاتِ خود ایک دُعا ہے جس کے معنٰی ہیں ''اے اللہ قبول فرما'' اور حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ آمین دُعا پر مہر کا کام کرتی ہے۔ جس طرح رجسٹرڈ ڈاک میں سر بمہر لفافے کو خاص اہمیت دی جاتی ہے اسی طرح اگر دُعا کرنے والا دُعا کے بعد آمین بھی کہے تو گویا اس کی دُعا پر مہر لگ جاتی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن رسولِ اکرم ﷺ نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو بہت گڑگڑا کر اور نہایت ہی عاجزی کے ساتھ دعائیں کر رہا تھا، رسولِ اکرم ﷺ نے دیکھ کر فرمایا:
اگر اِس نے دُعا کا خاتمہ اچھا کیا تو اس کی دُعا قبول ہو جائے گی کسی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اچھا خاتمہ ہونے کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ دُعا کے اِختتام پر آمین کہے۔ [۲]

۳۔ حضرت وائل بن حجر ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ سے سنا جب آپ ﷺ ﴿غیر المغضوب علیهم ولا الضالین﴾ پڑھتے تو آواز کو بلند کرتے ہوئے آمین کہتے۔ [۳]

---

[۱] ابوداؤد ۱/۱۳۵

[۲] ابوداؤد ۱/۱۳۵ باب التأمین وراء الامام

[۳] ابوداؤد ۱/۱۳۴،۱۳۵ وابن ماجه ۱/۶۱ باب الجهر بالامین

Marfat.com

مذکورہ تینوں اَحادیث سے کئی ایک باتیں معلوم ہوئیں جو حسبِ ذیل ہیں:

(i) سورۃ فاتحہ کے اِختتام پر آمین کہنی چاہیے۔

(ii) اِمام کی آمین سن کر آمین کہی جائے، چونکہ حدیث میں ہے کہ جب اِمام آمین کہے تو اس وقت تم بھی آمین کہو حدیث کے الفاظ یہ تقاضا کر رہے ہیں امام بھی آمین کو اتنی بلند آواز سے کہے کہ مقتدی سن لیں۔

(iii) جب ہم آمین کہتے ہیں تب فرشتے بھی آمین کہتے ہیں، فرشتوں کی موافقت کا مطلب یہ ہے کہ ہماری اور فرشتوں کی آواز باہم ایک ہو جائے تو اس کا فائدہ یہ ہو گا گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(iv) دُعا کا خاتمہ اَچھا کرنے کیلئے دُعا کے اِختتام پر آمین کہنی چاہیے چونکہ سورۃ فاتحہ بھی ایک دُعا ہے اِس لئے اِس کے اِختتام پر بھی آمین کو مشروع رکھا گیا۔

آمین بالجہر کے دلائل

۱۔ حضرت وائل بن حجر ﷛ سے مروی ہے کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی پس جب آپ "ولا الضالین" کہتے تو آمین کہتے اور اَپنی آواز کو لمبا کر لیتے۔ [1]

۲۔ حضرت وائل بن حجر ﷛ سے ابوداؤد میں دوسری سند سے جو رِوایت مروی ہے اس میں "رفع بھا صوتہ" کے الفاظ ہیں یعنی آپ ﷺ آمین کہتے وقت اَپنی آواز کو بلند فرما لیا کرتے تھے۔

۳۔ حضرت نعیم تابعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ ﷛ کے پیچھے نماز ادا کی پس انہوں نے ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾ پڑھی پھر ﴿سورہ فاتحہ﴾ پڑھی اور جب ﴿ولا الضالین﴾ پر پہنچے تو آمین کہی پھر تمام لوگوں (مقتدیوں) نے بھی آمین کہی... جب سلام پھیرا تو فرمایا:

"اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میں نماز کے معاملے میں
تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہ ہوں"۔ [2]

---

[1] ابوداؤد ۱/۱۳۴، ۱۳۵ باب التامین وراء الامام

[2] ابن خزیمہ ۱/۲۵۱ باب ذکر الدلیل علی ان جهر ببسم الله الرحمن الرحیم

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کی آمین آخری صف تک سنی گئی

امّ الحصینؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی اِقتداء میں نماز پڑھی جب آپ نے "ولا الضالین" کہا تو آمین کہی میں نے آپؐ کی آمین کو سنا جب کہ میں عورتوں کی صف میں تھی۔ [1]

اس حدیث سے دو باتیں خاص طور پر معلوم ہوئیں۔

(ا) عہدِ نبوی ﷺ میں خواتین بھی مسجدِ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر باجماعت نماز کا اِہتمام کیا کرتی تھیں کیونکہ اس میں اُمّ الحصین ؓ نے یہ صراحت بیان کی کہ میں عورتوں کی صف میں تھی جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خواتین کثرت سے شرکت کرتی تھیں۔

(ب) دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ رسولِ اکرم ﷺ آمین بلند آواز سے کہا کرتے تھے اور اِس قدر آواز کو بلند فرماتے کہ مسجد میں موجود سب سے آخری صف کے لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کی آمین کو سن لیا کرتے تھے کیونکہ اُمّ الحصین عورتوں کی صف میں تھیں اور عورتوں کی صف مردوں کی صفوں کے بعد آخر میں ہوا کرتی تھی۔

مسجدِ نبوی ﷺ کا آمین سے گونج اُٹھنا

مسجدِ نبوی ﷺ میں رسولِ اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے نماز پڑھائی اور لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں:

اَمَّنَ ابنُ الزُبیر ومَن وَّرَآءَہٗ حتّٰی اِنّ للمسجدِ لَلَجّۃً [2]	عبداللہ بن زبیر ؓ نے اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں نے اِتنی زور سے آمین کہی کہ مسجد گونج اُٹھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ؓ نے کافی حد تک بلند آواز سے آمین کہی کیونکہ کسی عمارت میں گونج پیدا کرنے کیلئے کافی قوت درکار ہوتی ہے، کاش کہ آج ہماری مساجد نعتوں، قصیدوں، مرثیوں اور قوالیوں سے گونجنے کے بجائے سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی میں آمین سے گونجتیں! (اللھم وفقنا لما تحب وترضی)

---

[1] مرعاۃ ۴۱۳/۱

[2] بخاری ۱۰۷/۱ باب جہر الامام بالتأمین

Marfat.com

بیت اللہ میں دو سو اصحابِ رسول ﷺ کا آمین کہنا

حضرت عطا بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اَدْرَکْتُ مِائَتَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ هٰذَا الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّالِّيْنَ رَفَعُوْا اَصْوَاتَهُمْ بِاٰمِيْن [1]	میں نے اس مسجد حرام (بیت اللہ) میں دو سو صحابہ کرام کو اس حال میں پایا کہ جب امام ولا الضالین کہتا تو وہ سب اپنی آوازوں کو بلند کر کے آمین کہتے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ کی شہادت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد بھی صحابہ کرامؓ نے آمین کی اس سنت کو اہتمام کے ساتھ زندہ رکھا اور یہ عمل بھی چند اصحابؓ کا نہیں بلکہ پورے دو سو صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے اور الحمد للہ ابھی تک حرم نبوی ﷺ اور حرم کعبہ یہ دنوں حرمین شریفین آج بھی جوں کے توں چودہ سو سال پرانا یہ منظر پیش کر رہے ہیں اللہ آپ کو اپنے گھر کی زیارت نصیب فرمائے، تاکہ آپ دیکھتی آنکھوں اور سنتے کانوں خود اس دِل لبھا دینے والے اور ایمان گرما دینے والے فرطِ محبت میں تڑپا دینے والے اِس منظر کا مشاہدہ کر سکیں...... (آمین)

آمین سے یہودی چڑتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَا حَسَدَتْكُمُ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ مَا حَسَدَتْكُمْ عَلٰى آمِين فَاَكْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ اٰمِين [2]	جس قدر یہودی تمہاری آمین سے چڑتے ہیں اِتنا وہ کسی اور چیز سے نہیں چڑتے پس تم آمین کو کثرت سے کہا کرو۔

رسول اکرم ﷺ کے اس حکم سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ اگر آمین دل میں کہی جاتی تو اس سے کسی کے چڑنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا آمین سن کر یہودیوں کا چڑنا ہی آمین بالجہر کی واضح دلیل ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

﴿اذا قال احدُکم آمین وقالتِ الملائکۃُ فِی السّماءِ آمین...الخ﴾ [3]

جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں......

[1] بیھقی ۲/۳۶۳ باب الجھر المأموم بالتأمین
[2] ابن ماجه ۱/۶۱ باب الجھر بآمین
[3] بخاری ۱/۱۰۸ ومسلم ۱/۱۷۶

اِس حدیث پاک سے اُس حدیث کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے جو ہم نے آمین کی فضیلت کے ضمن میں شروع میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے یہی وہ فرشتوں کی آواز ہے جو آسمان میں گونجتی ہے اور یہی وہ مؤمنین کی آواز ہے جو زمین میں گونجتی ہے پس جب دونوں باہم مطابقت اور موافقت میں ہوتی ہیں تو نمازی کو یہ صلہ دیکر جاتی ہیں کہ اس کے گزشتہ تمام گناہ اللہ کے فضل سے معاف کردیئے جاتے ہیں۔

آمین کہنے کا محل

اِس سلسلے میں شارع علیہ السلام سے دو محل ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے: ﴿اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا﴾ کہ جب اِمام آمین کہے تو تم آمین کہو۔ [۱]
اس روایت سے معلوم ہوا کہ مقتدی امام کی آمین کو سن کر پھر اپنی آمین کہے اس سے آمین کہنے کا محل بھی معلوم ہوا اور امام کا آمین بالجہر کہنا بھی معلوم ہوا اور اگر اِمام دِل میں آمین کہے تو مقتدی اُسے کیونکر سن سکیں گے......؟

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان مذکور ہے:
﴿اِذا قَالَ الاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ ولا الضَّالِّین فقُوْلُوْا آمِین﴾ [۲]
کہ جب اِمام "غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ ولا الضَّالِّین" کہے تو تم آمین کہو۔
اس سے یہ معلوم ہوا کہ اِمام کی آمین سے پہلے بھی مقتدی آمین کہہ سکتے ہیں یعنی جونہی اِمام 'فاتحہ' مکمل کرے تو اس کے بعد مقتدی آمین کہیں اور امام بھی مقتدیوں کے ساتھ مل کر آمین کہہ سکتا ہے۔

آمین بالاخفاء کے دلائل کا جائزہ

حق اور اِنصاف یہ ہے کہ آمین بالاخفاء یعنی آمین کو دل میں مخفی کہنے کی کوئی صحیح اور صریح حدیث موجود نہیں ہے بس جس قدر دلائل ہیں وہ محض تاویلات پر مبنی ہیں۔

مثلاً: قرآنِ مجید میں دُعا سے متعلق اَیسی تمام آیات جس میں دُعا کو آہستہ عاجزی اور اِنکساری کے ساتھ دل میں کہنے کا بیان ہے، اُن تمام آیات کو دلیل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ اِسطرح کی تمام تاویلات باطل ہیں کیونکہ صرف آمین ہی نہیں بلکہ پوری سورۃ فاتحہ دُعا ہے اور جہری نمازں میں جب

---

۱ بخاری ۱/۱۰۸ باب جهر الامام بالامین
۲ نسائی ۱/۱٤۷

اِمام اس دُعا کو با آوازِ بلند پڑھ سکتا ہے تو پھر آمین کا لفظ با آوازِ بلند کیوں نہیں کہہ سکتا ؟

۲۔ حضرت وائل ؓ سے مروی درج ذیل روایت کو بھی مخفی آمین کہنے کی دلیل بنایا جاتا ہے جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے، حضرت وائل ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی:

﴿فَسَمِعْتُهٗ حِيْنَ قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْن وَاَخْفٰى بها صَوْتَهٗ﴾ [1]

پس میں نے سنا کہ جب آپ ﷺ نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہا تو اپنی آواز کو مخفی کرتے ہوئے آمین کہی۔

حدیث کے آخری حصے سے یہ اِستدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں "اِخفَا بِهَا صَوْتَهٗ" کے الفاظ مخفی آمین کہنے کی دلیل ہیں، حالانکہ اِسی حدیث کے آغاز میں حضرت وائل ؓ کی یہ صراحت موجود ہے "فَسَمِعْتُهٗ" (میں نے اُسے سنا) اگر یہ آمین دِل میں تھی تو حضرت وائل ؓ نے سنا کیسے؟ اور اگر حضرت وائل ؓ نے سن لیا تو پھر یہ مخفی کیسے؟

اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں حدیثوں کے راوی حضرت وائل ؓ ہیں ایک میں آواز بلند کرنے کی صراحت ہے اور ایک میں آواز مخفی کرنے کی صراحت ہے اور دونوں روایتوں میں سننے کی صراحت موجود ہے تو پھر اس سماعت کے ہوتے ہوئے اِخفا محال ہے، جب اِخفا محال ہے تو لامحالہ اِخفا کے معنی پست کرنے کے ہیں نہ کہ چھپانے کے۔

آواز بلند ہو تب بھی سنی جاسکتی ہے مگر دور تک اور اگر آواز پست ہو تب بھی سنی جاسکتی ہے مگر قریب سے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

قرآنی آیات کا جواب دینا

اِس مسئلہ پر تین طرح کے نظریات پائے جاتے ہیں جو درج ذیل ہیں

۱۔ دورانِ قرأت قرآنی آیات کا جواب دینا قطعی جائز نہیں ہے، اِمام مالک رحمہ اللہ اور اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

۲۔ قرآنی آیات کا جواب دینا مستحب عمل ہے اِس میں اِمام اور مقتدی کی بھی قید نہیں رکھی گئی، بلکہ سب کیلئے یکساں قرار دیا گیا حتیٰ کہ قرآنی آیات کا جواب دینے میں فرائض اور نوافل کے فرق کو بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا، اِمام شافعی رحمہ اللہ اور اِمام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

[1] الدارقطنی ۱/۴٤۸ باب التامین فی الصلاة بعد الفاتحة الکتاب والجهر بها

Marfat.com

۳۔ قرآنی آیات کا جواب دینا مستحسن عمل ہے لیکن صرف اُسی شخص کیلئے جو تلاوت کر رہا ہو، سننے والے پر اِس کا اِطلاق نہیں ہوتا۔

ہمارے نزدیک راجح مذہب وہ ہے جسے ہم نے مندرجہ بالا سطور میں دوسرے نمبر پر درج کیا ہے اس ترجیح کی وجہ مندرجہ ذیل دلائل ہیں۔

مقتدی بھی قرآنی آیات کا جواب دے

ا۔ حضرت ابوہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں، جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِذَا قَالَ الامامُ غیرِ المغضوبِ علیهم ولا الضَّالّین فقولوا آمین﴾ [1]

جب اِمام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

اِس حدیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آمین کہنا سُورۃ فاتحہ کا جواب ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ پڑھنے والا یعنی اِمام صرف اُسے ہی جواب کا پابند نہیں کیا گیا بلکہ مقتدی جو سُورۃ فاتحہ کو بالاخفاء پڑھنے پر مکلف ہے انہیں بھی سُورۃ فاتحہ کے اِختتام پر آمین کہنے کا حکم دیا گیا ہے اِس پر یہ اِعتراض ہوسکتا ہے کہ آمین تو صرف سُورۃ فاتحہ کا جواب ہے، اس سے دیگر قرآنی آیات کے جواب دینے پر کیوں کر اِستدلال کیا جاسکتا ہے؟۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا مقصود قرآنی آیات کا جواب دینا ہے، اِس اِمتیاز کے بغیر کہ یہ آیت سُورۃ فاتحہ کی آیت ہے یا دوسری کسی صورت کی اس لئے کہ سُورۃ فاتحہ بھی قرآن کی دیگر سورتوں کی طرح قرآن ہی کی ایک سُورۃ مبارکہ ہے، ہر مسئلہ میں الگ سے حکم ملنا نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن بھی ہے، مثلاً: فی زمانہ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ ہوائی جہاز میں یا ریل گاڑی (Train) میں یا بس وغیرہ میں دورانِ سفر نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں اور قید یہ لگائے کہ اس مسئلہ کا حل مجھے بالصراحت کتاب وسنت سے چاہئے، تو ہم کتاب وسنت میں صریحاً یہ حکم دکھانے سے قاصر ہیں کیونکہ نزولِ قرآن کے وقت اور تدوینِ حدیث کے وقت ہوائی جہازوں، ریل گاڑیوں، موٹر کاروں، بسوں اور ٹرکوں کا وجود نہ تھا اور اگر نفسِ مسئلہ کو سامنے رکھتے ہوئے عموم سے اِستدلال کیا جائے تو کتاب وسنت میں اس کا حل موجود ہے اب ہم حدیث میں ہوائی جہاز یا ریل گاڑی تلاش نہیں کریں گے بلکہ یہ دیکھیں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں کوئی سواری تھی؟۔

---

[1] نسائی ۱/۱٤۷

Marfat.com

حدیث سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہاں اُس وقت سواری کے طور پر اُونٹ، گھوڑا، خچر اور گدھے وغیرہ کا اِستعمال عام تھا، پھر ہم یہ تلاش کرتے ہیں کہ اُن سواریوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے کبھی کوئی نماز پڑھی؟ تو حدیث ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ آپ ﷺ سے اُونٹنی پر اور خچر پر نماز پڑھنا ثابت ہے اب ہم لفظ سواری کے عموم سے یہ اِستدلال کریں گے کہ اُس وقت جو سواریاں تھیں اُن پر اللہ کے رسول ﷺ سے نماز کا پڑھنا ثابت ہے لہٰذا اِس وقت جو سواریاں ہیں اِن پر بھی ثابت ہوا، یہ تصریح کئے بغیر کہ وہ خچر تھا اور یہ ہوائی جہاز ہے، بلکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو خچر اور اُونٹنی پر نماز پڑھنا اِس قدر آسان نہیں ہے جس قدر آسان ریل گاڑی یا ہوائی جہاز میں پڑھنا ہے۔

بعینہٖ ہم زیرِ بحث مسئلہ کو سمجھ سکتے ہیں کہ سُورۃ فاتحہ بھی سات قرآنی آیات پر مشتمل ہے اور لفظ آمین ان آیات کا جواب ہے، جب سات آیاتِ قرآنی کا جواب دیا جا سکتا ہے تو باقی ماندہ آیات کا جواب کیوں نہیں دیا جا سکتا......؟

۲۔ خواجہ محمد قاسم علیہ الرحمہ نے ایک خوبصورت جواب دیا ہے کہ

''نماز میں قرآنِ مجید کی تلاوت اِمام کرتا ہے اور اگر سجدے والی آیت آتی ہے تو اُسے بھی اِمام ہی پڑھتا ہے اور اس کے بعد جو سجدہ کیا جاتا ہے وہ سجدہ دراصل تلاوت کی گئی آیات کا عملی جواب ہے جسے اِمام اور مقتدی دونوں بجالاتے ہیں''

جب قرآنِ مجید کی کوئی آیت سجدے کے فعل کا تقاضہ کرے تو اُسے پڑھنے والا اور سننے والے دونوں بجالائیں اور جب کوئی آیت قولی جواب کا تقاضا کرے تو وہ کیوں ناجائز ہو؟ [1]

۳۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی نماز میں قرأت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اِذَا مَرَّ بِاٰیَۃٍ فیھا تسبیحٌ سبّحَ وَاِذَا مَرَّ بسئوالٍ سالَ وَاِذَا مَرَّ بتعوّذٍ تعوّذَ﴾ [2]

''آپ ﷺ جب ایسی آیت پڑھتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ ﷺ تسبیح (سبحان اللہ) کہتے، جہاں مانگنے کا ذکر ہوتا تو آپ ﷺ سوال کرتے، جہاں پناہ کا ذکر ہوتا تو آپ ﷺ پناہ مانگتے''۔

زیرِ بحث مسئلہ کی وضاحت میں یہ حدیث ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اس میں کسی خاص آیت کی نشاندہی نہیں کی گئی بلکہ ''الحمد'' سے لے کر ''والناس'' تک اِس پورے قرآن پاک میں

---

[1] قدقامت الصلوۃ ص ۳۵۱ (احیاء السنۃ گوجرانوالہ)

[2] ابوداؤد وقال حافظ رواہ اصحاب السنن من حدیث حذیفہ والبیہقی نحوہ من حدیث عائشہ تلخیص الحبیر ۲۴۰/۱

Marfat.com

جس طرح کی آیات پائیں اُن آیات کے معنوی تقاضوں کے مطابق اُن کا جواب دیں، چونکہ رسولِ اکرم ﷺ سے یہی ثابت ہے اس لئے اُمت کو آپ ﷺ کی اِتباع میں زندگی بسر کرنی چاہئے اور نماز سے متعلق رسولِ اکرم ﷺ کا خصوصی فرمان ﴿صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ﴾ [1] ''نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے''۔ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے، اِس حکم کے عموم سے اِستدلال کیا جا سکتا ہے اور اہلِ حدیث علماء نے بھی اس حکم کے عموم سے اِستدلال کیا ہے۔

چنانچہ جب کوئی عورت اور مرد کی نماز میں فرق پر مُصر ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ کا یہی حکم پیش کیا جاتا ہے کہ آپؐ نے بلا اِمتیاز اَپنی پیروی کا حکم دیا اور یہ حکم مرد و عورت کیلئے لازم ہے ہمارے اس خیال کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

۴۔ حضرت موسیٰ بن ابی عائشہ ﷺ بیان کرتے ہیں:

قال كان رجلٌ يُصلِّي فوق بيتهٖ وكان اذا قرأ أليس ذالك بقادرٍ علٰى أن يحيي الموتٰى قال سبحانك فبلٰى فسألوه عن ذالك فقال سمعته من رسول الله ﷺ [2]	ایک شخص اَپنے گھر کی چھت پر نماز پڑھا کرتا تھا جب وہ ﴿أليس ذالك بقادرٍ علٰى أن يحيي الموتٰى﴾ (کیا اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں؟) اس آیت کو تلاوت کرتا تو جواب میں کہتا: ''سُبْحَانَکَ فَبَلٰی'' (اے اللہ تو پاک ہے، پس کیوں نہیں تو ہی تو قادر ہے)۔ پس جب ان سے پوچھا گیا، تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح سنا ہے۔

اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے عمل کو جان کر صحابیِ رسول اس پر عمل پیرا ہے۔ البتہ اس عمل پر ایک اِعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مقتدی جب بلند آواز سے آیات کا جواب دیتے ہیں تو قرأت میں خلل واقع ہوتا ہے سو اس سلسلے میں ہماری گزارش یہ ہے کہ مقتدی قرآنی آیات کے جواب دینے کو ضرور اپنائیں لیکن جہری جواب دینے کو معمول نہ بنائیں۔

البتہ کبھی کبھی کوئی جملہ ظاہر ہو جائے تو اس میں قباحت نہیں ہے جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی سری

[1] بخاری کتاب الاذان ۱ /۸۸
[2] ابو داؤد ۱/۱۲۸ وعون المعبود ص ۳۳۰

Marfat.com

نمازوں کی قرأت کے بارے میں بھی یہ صراحت ملتی ہے کہ آپ ظہر عصر میں کبھی کبھار کوئی آیت یا کوئی لفظ قدرے بلند آواز سے پڑھ دیا کرتے تھے جس سے سننے والوں کو یہ معلوم ہوجاتا کہ آپ کون سی سورت پڑھ رہے ہیں، جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں مسنون قرأت کے عنوان کے تحت درج ہوچکی ہے۔ پیش کردہ دلائل کی بنیاد پر اس مسلک کی نفی ہوجاتی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ قرآنی آیات کا جواب دینا جائز نہیں ہے کیونکہ گزشتہ صفحات میں یہ وضاحت ہوچکی ہے جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں درج فرمایا ہے کہ آپ ﷺ جس طرح کی آیت کے پاس سے گزرتے اس کا جواب دیتے۔

رہا تیسرا نظریہ کہ صرف پڑھنے والا جواب دے اور سننے والا ہرگز جواب نہ دے تو یہ نظریہ محتاج دلیل ہے کیونکہ جن روایات سے استدلال کیا گیا ہے وہ روایات عدم صحت کی وجہ سے احتجاج کے قابل نہیں۔

پہلی روایت:-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿كان النبیُّ ﷺ اِذَا قَرَأَ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى قَالَ سُبْحَانَ رَبِّىَ الْاَعْلٰى﴾ [1]

جب رسولِ اکرم ﷺ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (اپنے بلند رب کی تسبیح بیان کیجئے) پڑھتے تو جواب میں سُبْحَانَ رَبِّىَ الْاَعْلٰى (میرا رب پاک اور عالی مرتبت ہے) کہتے۔

اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ چونکہ تلاوت بھی آپ ﷺ کرتے تھے اس لئے آپ ﷺ ہی جواب دیتے تھے۔

جواب:-

اگرچہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے بھی اس کے موافق کہا ہے، تاہم امام ابوداؤد فرماتے ہیں وکیع کی اس روایت میں مخالفت کی گئی ہے، ابووکیع اور شعبہ اسے ابواسحاق سے موقوف بیان کرتے ہیں اور تین رواۃ نے ابواسحاق سے موقوف بیان کیا ہے مرفوع کہنے میں وکیع منفرد ہیں۔

[1] ابوداؤد ۱/۱۲۸ باب الدعا فی الصلاۃ ومسند احمد والحاکم

Marfat.com

دوسری روایت:-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قال رسولُ الله ﷺ مَن قرأ	تم میں سے جو شخص "سورۃ التین" پڑھے اور
مِنکم والتین والزیتون	آخر میں "الیس اللہ باحکم الحاکمین".
فانتهٰى اِلٰى اَلَيسَ اللهُ بِاَحكَمِ	(کیا اللہ تعالیٰ حاکموں کا حاکم نہیں ہے؟) پڑھے
الحاكِمِينَ فَلْيَقُلْ بلٰى وَاَنَا	تو اسے چاہئے کہ وہ کہے:
علٰى ذالک مِنَ الشّاهِدِينَ	"بلٰی وَاَنَا عَلٰی ذَالِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ"
............اِلٰى آخره [1]	کیوں نہیں میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں۔

یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں اِسماعیل بن اُمیہ ایک اَعرابی سے بیان کرتے ہیں اور یہ اَعرابی مجہول الحال ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ رِوایت صرف اسی طریق پر مبنی ہے اور اس میں اَعرابی مجہول ہے، اَعرابی کے مجہول الحال ہونے کے سبب یہ رِوایت ضعیف ہے۔

جبکہ ترمذی شریف میں اس کے برعکس حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے سورۃ الرحمٰن پڑھی اور صحابہ خاموشی سے سنتے رہے جس پر آپ ﷺ نے فرمایا!

''میں نے یہ سُورۃ جنوں پر پڑھی، وہ اس کا اچھا جواب دیتے تھے ہر بار "فبأی الاء ربکما تکذبان" کے جواب میں ''لَا بِشَیْءٍ مِّنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ'' کہتے تھے۔ [2]

اِس رِوایت میں سامعین کے جواب دینے کی صراحت موجود ہے بلکہ جنوں کے جواب کو اچھا کہہ کر صحابہ کرام کو آپ ﷺ نے جواب دینے کی ترغیب دی۔

علامہ البانی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ [3]

بہر کیف دلائل کے اِعتبار سے قاری اور سامع دونوں کیلئے قرآنی آیات کا جواب دینا ثابت ہوتا ہے، اور یکساں حیثیت رکھتا ہے (اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے)۔

---

[1] ابو داؤد کتاب الصلاۃ ۱/۱۲۹(۷۵۳) والترمذی: کتاب التفسیر رقم الحدیث(۳۲۷۰) ومسند احمد(۷۰۸۶)
[2] ترمذی: کتاب التفسیر رقم الحدیث(۳۲۱۳)
[3] تحقیق المشکوۃ ۱/۲۷۳

Marfat.com

رفع الیدین

دیگر مسائل کی طرح اس مسئلے پر بھی اختلاف کیا گیا ہے اور یہ اختلاف محدثین اور بعض فقہا کے مابین ہے اس اختلاف کا سبب کچھ بھی ہو لیکن رفع الیدین ایک کھلی حقیقت ہے، رسولِ اکرم ﷺ سے اس کی ممانعت، اس کا ترک یا اس کا نسخ کسی صحیح حدیث سے قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ یہ کہنا بھی بیجا نہ ہوگا کہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ کی پوری زندگی میں سے کسی ایک دن کی ایک نماز کی کوئی ایک رکعت بھی بالصراحت رفع الیدین کے بغیر ثابت نہیں ہے، پھر نہ جانے کیوں لوگ اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں؟

جبکہ نمازِ پنجگانہ میں رفع الیدین کے چار محل سنتِ متواترہ سے ثابت ہیں:

(i) نماز شروع کرتے وقت۔ (ii) رکوع کو جاتے وقت۔

(iii) رکوع سے سر اُٹھاتے وقت۔ (iv) تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر۔

اثباتِ رفع الیدین میں دس اَحادیثِ مبارکہ

حدیث نمبر۱:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

اَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَاِذَا کَبَّرَ لِلرُّکُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَهُمَا کَذَالِکَ اَیْضًا وَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ وَکَانَ لَا یَفْعَلُ ذَالِکَ فِی السُّجُوْدِ [1]

بیشک رسولِ اکرم ﷺ اَپنے ہاتھوں کو اَپنے کندھوں تک اُٹھایا کرتے تھے، جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے اَپنے دونوں ہاتھ اسی طرح اُٹھایا کرتے تھے اور سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کہتے اور سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر۲:۔

عَنْ عبدِاللهِ ابنِ عمرَ رضی اللہ عنہ قالَ رَأیتُ رسولَ اللهِ ﷺ اِذا قام فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یدَیهِ حتّٰی تکونَ حَذْوَ مَنْکِبَیْهِ وکان یفعَلُ ذالک حِینَ یُکَبِّرُ لِلرُّکُوعِ ویفعَلُ ذالک اذا رفع رأسهٗ مِنَ الرُّکوعِ ویقولُ سَمِعَ اللهُ لِمَن حَمِدَهٗ ولا یَفْعَلُ ذَالِکَ فِی السُّجُوْد [2]

---

[1] بخاری ۱/۱۰۲ باب رفع الیدین فی تکبیرۃ الاولیٰ

[2] بخاری ۱/۱۰۲ باب رفع الیدین اذا کبر اذا رکع واذا رفع

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا، جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کے کندھوں کے برابر ہو جاتے اور ایسا اس وقت بھی کرتے جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے اور اس وقت بھی جب رکوع سے سر اُٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہٗ کہتے اور سجدوں میں ایسا نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر۳:-

عن ابی قلابة رضی اللہ عنہ انه رأی مالک ابن الحویرث اذا صلی کبّر ورفع یدیه واذاارادان یرکع رفع یدیه واذا رفع رأسه من الرکوع رفع یدیه وحدّث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنع هٰکذا ۱	حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا، جب وہ نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تب بھی ہاتھ اُٹھاتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تب بھی ہاتھ اُٹھاتے اور انہوں نے (مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے) بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایسے ہی کیا ہے۔

حدیث نمبر۴:-

عن نافع ان ابن عمرَ کان اذا دخل فی الصّلٰوةِ کبر و رفع یدیه واذا رکع رفع یدیه واذا قام من الرّکعتین رفع یدیه و رفع ذلک ابنُ عمرَ الی النّبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم ۲	حضرت نافع سے روایت ہے بے شک ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور رفع الیدین کرتے اور جب دو رکعتوں کے بعد (تیسری رکعت کیلئے) کھڑے ہوتے تب بھی رفع الیدین کرتے اور اسے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔

پہلی تین حدیثوں سے رفع الیدین کرنے کے تین محل ثابت ہوئے اور ممانعت کا بھی ایک محل (دو سجدوں کے درمیان) ثابت ہوا اور چوتھی حدیث سے مذکورہ تینوں مقامات کے ساتھ ساتھ چوتھا محل (تیسری رکعت) پر کھڑے ہوکر رفع الیدین کرنا بھی ثابت ہوا۔

۱ بخاری ۱/۱۰۲ باب رفع الیدین اذا کبر اذا رکع واذا رفع
۲ بخاری ۱/۱۰۲ باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین

Marfat.com

حدیث نمبر ۵:۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز شروع کرتے وقت، رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت اور دو رکعتوں کے بعد، تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔[1]

حدیث نمبر ۶:۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے دیگر اصحابؓ سے کہا، ''کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتاؤں؟'' اس کے بعد انہوں نے نماز پڑھی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کیا پھر جب رکوع کیا اور پھر تکبیر کہی پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر رفع الیدین کیا پھر فرمایا: اسی طرح کیا کرو۔ [2]

حدیث نمبر ۷:۔

حضرت ابو حمید ساعدیؓ نے صحابہ کرامؓ کے ایک مجمع میں بیان کیا کہ ''رسولِ اکرم ﷺ نماز شروع کرتے وقت، رکوع کو جاتے وقت، رکوع سے سر اُٹھاتے وقت اور اُس وقت جب دو رکعتیں پڑھ کر (تیسری رکعت) کیلئے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھوں کو اُٹھایا کرتے تھے''، یہ سن کر وہاں موجود تمام صحابہ کرام نے کہا: ''تم سچ بیان کرتے ہو رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے''۔ [3]

یاد رہے کہ صحابہ کرامؓ کی یہ تصدیق رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد ہو رہی ہے۔

بتایئے کہ آخر رفع الیدین کب منسوخ ہوئی..........؟

حدیث نمبر ۸:۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نماز کی ابتداء میں اور رکوع کو جاتے وقت اور رُکوع کے بعد سر اُٹھا کر رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ [4]

حدیث نمبر ۹:۔

حضرت جابرؓ نماز شروع کرتے وقت، رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے رسول اکرم ﷺ کا یہی عمل تھا۔ [5]

---

[1] ابو داؤد ۱/۱۰٤ باب رفع الیدین و الترمذی و النسائی

[2] بیهقی ۳/۷۲ عن زید بن حباب و دارقطنی ۱/۲۹۵ طبع نشر السنه ملتان

[3] ابو داؤد ۱/۱۰٦ باب افتتاح الصلاة

[4] ابو داؤد ۱/۱۰۸ باب رفع الیدین

[5] ابن ماجه ۱/٦۲ باب رفع الیدین

Marfat.com

حدیث نمبر ۱۰:-

حضرت وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نماز شروع کرتے وقت رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ ۱

اِس موضوع پر اَحادیث اور صحابہ کرامؓ کے بے شمار آثار پیش کئے جاسکتے ہیں لیکن طوالت کے خوف سے مذکورہ دس اَحادیثِ صحیحہ پر اِکتفاء کیا جاتا ہے۔

اس ضمن میں اہل الحدیث کا مؤقف حق بجانب ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ آخر دور تک رفع یدین کرتے رہے۔

رفع الیدین کا عمل رسول اکرم ﷺ کے آخری دور تک رہا

حضرت وائل بن حجر کا رِوایت کرنا ہی مؤقف کو واضح کرتا ہے کیونکہ صحابہ کرام میں سے سب سے آخر میں اِیمان لانے والے صحابی ہیں اور اِس کی شہادتیں موجود ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اور علامہ عینی حنفی کی تحقیق کے مطابق آپ ۹ ھ میں مدینہ منورہ تشریف لائے اور رسول اکرم ﷺ کے دستِ مبارک پر اِسلام قبول کیا۔ ۲

بعض مؤرخین نے ۱۰ھ میں ایمان لانا بھی بیان کیا ہے۔ ۳

لیکن ہمارے نزدیک پہلا قول راجح ہے وجۂ ترجیح یہ ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ کے ایک بیان سے ان کا مدینہ طیبہ میں دو مرتبہ تشریف لانا اور زیارتِ نبوی ﷺ سے مشرف ہونا ثابت ہے اور یقیناً پہلی مرتبہ ۹ ھ میں تشریف لائے اور یہی صورت مذکورہ بالا دو مختلف اقوال میں تطبیق کی بن جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں:

﴿ثم جئتُ بعدَ ذالکَ فِي زَمانٍ فيهِ بَرْدٌ شديدٌ﴾ ۴

پھر میں اس کے بعد دوبارہ آیا جب کہ موسم سخت سردی کا تھا۔

سخت سردی کے موسم سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یقیناً جنوری، فروری کا موسم ہوگا جب کہ رسول اکرم ﷺ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق مئی ۶۳۲ء میں ہوئی۔ ۵

اور یہ ملاقات اس وقت ہوئی جب رسولِ اکرم ﷺ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر مدینہ تشریف لائے۔ ۶

---

۱ ابوداؤد ۱/۱۰۴
۲ تاریخ ابن کثیر مترجم ج۵:۱۵۷، عمدۃ القاری ج۵:۲۷۴
۳ تاریخ ابن خلدون مترجم: ۱۹۵
۴ ابوداؤد ۱/۱۰۵ کتاب الصلاۃ رقم الحدیث ۶۲۴
۵ سیرت النبی: ج۲ ص ۲۱۰ "شبلی"
۶ الرحیق المختوم

علامہ شبلی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق۔

آپ ﷺ کی وفات قمری سال کے اِعتبار سے ربیع الاول میں اور شمسی سال کے اِعتبار سے مئی کے مہینے میں ہوئی......!

اور مئی یقیناً گرمی کا موسم ہے اس سے پیشتر پانچ چھ مہینے سردی کے موسم میں آتے ہیں، قرآن مجید کی وہ مشہور آیت (اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ) جس میں اللہ رب العالمین نے تکمیل دین کا اِعلان فرمایا، رسولِ اکرم ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہو چکی تھی۔

اِس آیت کے نزول کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ احکامِ اِسلام میں سے اس آیت کے بعد کچھ بھی نازل نہیں کیا گیا، قرآن ضرور اُترتا رہا لیکن نئے اُحکامات نازل نہیں کیے گئے، لہٰذا ترکِ رفع یا نسخِ رفع کا اِمکان ہی ختم ہو جاتا ہے اور مسند احمد کی رِوایت میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ اپنی تشریف آوری کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں اس لئے حاضر ہوا تا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھ سکوں۔

﴿کَیْفَ یُصَلِّیْ﴾: کہ آپ ﷺ کس طرح نماز اَدا فرماتے ہیں؟

چنانچہ نماز کا طریقہ سیکھنے کیلئے حضرِ موت سے سفر کر کے آنے والا یہ شہزادہ حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ اس طریقہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد یوں بیان فرماتے ہیں، ''میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز میں داخل ہوئے تو اَپنے ہاتھ اُٹھائے اور تکبیر کہی، اَپنے ہاتھ سے کپڑے کو اَپنے اُوپر لپیٹا اَور دایاں ہاتھ بائیں کے اُوپر باندھ لیا پھر جب آپ نے رکوع کرنے کا اِرادہ کیا تو اَپنے ہاتھ کپڑے سے باہر نکالے پھر انہیں اُٹھایا، تکبیر کہی اور رکوع کیا پھر'' سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ '' کہا اور ہاتھ اُٹھائے اور جب سجدہ کیا تو اَپنی ہتھیلیوں کو زمین پر پھیلا کر رکھا''۔ [1]

پہلی ملاقات گرمیوں میں ہوئی تو بھی رفع الیدین کو دیکھا اور بیان کیا لیکن اُس وقت آپ کے جسم کے اُوپر مزید کوئی چادر نہیں تھی، دوبارہ جب سردیوں میں تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ کو اس طرح رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا اور بیان کیا، اب چونکہ سردیاں تھیں آپ ﷺ نے اَپنے اُوپر چادر اوڑھ رکھی تھی لیکن رسول اللہ ﷺ کی حکمت اور فہم وفراست کا اَندازہ اس بات سے لگایئے کہ اُمّت پر اِحسان کرتے ہوئے اِبہام واِشکالات اور شکوک وشبہات کی دَلدل سے باہر نکالا، سردیوں میں شال اوڑھنے کے بعد آپ ﷺ نے رفع الیدین کرتے ہوئے ہاتھوں کو کپڑے کے اَندر چھپا کر نہیں اُٹھایا بلکہ سخت سردی کے

[1] ابن ماجہ ۱/۶۲ باب رفع الیدین ومسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ترک رفع کے دلائل کا جائزہ

[illegible] دیگر مقامات پر رفع الیدین کے قائل نہیں ہیں [illegible] انہوں نے بھی چند دلائل تو رکھے ہیں [illegible] ان دلائل میں وزن ہو [illegible] لیکن [illegible] انصاف نہیں ہے اس لئے وہ دلائل پیش کرنے بھی ضروری ہیں اور قارئین کی صحیح رہنمائی کیلئے ان دلائل کا جائزہ بھی ان شاء اللہ بہ موقع پیش کرتے جائیں گے تاکہ ہر [illegible] اور [illegible] حق کی [illegible] کے بعد اپنی منزل کا صحیح تعین کر سکے۔

ل وقال الشافعي روى الرفع جمع من الصحابة لعله لم يرو قط حديث بعدد اكثر منهم وقال ابن المنذر لم يختلف اهل العلم ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه وقال البخاري في جزء رفع اليدين روى الرفع تسعة عشر نفسا من الصحابة وسرد البيهقي في السنن والخلافيات اسماء من روى الرفع عن نحو ثلاثين صحابيا، قال سمعت الحاكم يقول اتفق على رواية هذه السنة العشرة المشهود لهم بالجنة ومن بعدهم من اكابر الصحابة كما في تلخيص الحبير ١/ ٢٢٠

Marfat.com

دلیل نمبر۱:- (حدیثِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

حضرت علقمہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

قال لنا ابنُ مسعودٍ اَلاَ اُصَلِّیْ بِکُمْ	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا کہ کیا میں
صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَلّٰی وَلَمْ	تم کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھ کر نہ بتلاؤں
یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلا مَرَّۃً وَاحِدَۃً مَعَ	پس انہوں نے نماز پڑھی اور ہاتھ نہ اُٹھائے مگر
تَکْبِیْرِ الْاِفْتِتَاح [1]	ایک مرتبہ تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ۔

جائزہ:-

۱۔ اوّلاً اس روایت سے ''قبل الرکوع'' اور ''بعد الرکوع'' ترکِ رفع پر اِستدلال درست نہیں ہے کیونکہ اِس میں اس طرف کہیں اِشارہ تک موجود نہیں ہے کہ رکوع کو جاتے ہوئے یا رکوع سے اُٹھتے ہوئے رفع الیدین نہ کی جائے بلکہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اولیٰ میں صرف ایک ہی مرتبہ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

۲۔ تکبیرِ اُولیٰ کے بعد آگے مزید نماز کا ذکر ہی موجود نہیں ہے رفع الیدین تو سنت ہے لیکن رکوع سجدہ تو فرض ہیں اس میں فرائض ہی موجود نہیں ہیں تو سنت کا مطالبہ بے بنیاد ہے جب رکوع ہی نہیں کیا گیا تو رکوع کو جاتے ہوئے کی جانے والی رفع الیدین کیونکر کی جاتی۔

۳۔ اگرچہ اِمام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے لیکن عبداللہ بن مبارک کا یہ قول بھی نقل کر دیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں ''لَمْ یَثْبُتْ حدِیْث ابن مسعودٍ'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث سرے سے ثابت ہی نہیں ہے۔ [2]

۴۔ اِمام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ھذا حدیثٌ مختصرٌ مِن حدیثِ طویلٍ ولیس ھو بصحیح علی ھذا المعنی﴾ [3]

یہ ایک طویل حدیث کا اِختصار ہے اور یہ اِن معنوں میں صحیح نہیں ہے۔

۵۔ اس کی سند میں موجود عاصم بن کُلیب مرجی تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، شریک بن عبداللہ النخعی اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ''کان مرجئا'' کہ وہ مرجی فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ [4]

---

[1] ابوداؤد ۱/۱۰۹، ۱۱۰
[2] ترمذی ۱/۳۵ میر محمد کراچی
[3] ابوداؤد ۱/۱۱۰
[4] تھذیب ۵/۳۵۶ و میزان ۲/۴۹ وتقریب ص ۱۶۰

۶۔ جرح وتعدیل کے ائمہ نے بالصراحت کہا ہے کہ عاصم بن کُلیب جب کسی رِوایت کو تنہا بیان کرے تو اس کی بیان کردہ رِوایت حجت نہیں ہے، چنانچہ اِمام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاد اِمام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لا یَحْتَجُّ بِما اِنفَرَدَبِہٖ [1]

مندرجہ بالا شواہد سے اس رِوایت کا ضعیف ہونا ثابت ہو چکا ہے لہٰذا اِس قدر کمزور اور ضعیف رِوایات کو صحیح کے مقابلے میں پیش کرنا رِوایت کے ضعف سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

۷۔ ترک رفع میں عاصم بن کُلیب منفرد ہے ائمہ جرح کی اِس نقد کے بعد کہ عاصم بن کُلیب کی تنہا بیان کردہ رِوایت قابل حجت نہیں ہے کے باوجود اُسے حجت مان لیا گیا،

جبکہ عاصم بن کُلیب اِثبات رفع میں بھی رِوایت کرتا ہے اور اُن رِوایات میں منفرد بھی نہیں ہے لیکن اُسے حجت نہ مانا گیا، چنانچہ اثبات رفع میں عاصم بن کُلیب کی بیان کردہ رِوایات ابوداؤد ص ۱۰۵، دارقطنی مع مغنی ج ا ص ۲۹۰، ۲۹۲ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۸۔ اس کی سند میں موجود عبدالرحمٰن بن اَسود کا علقمہ رحمہ اللہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ [2]

۹۔ جہاں تک اِمام ترمذی رحمہ اللہ کا اس حدیث کو حسن کہنے کا تعلق ہے سو اِمام ترمذی رحمہ اللہ کی اس تحسین کو دادِ تحسین دیتے ہوئے علامہ ذیلعی حنفی فرماتے ہیں:

﴿وکم حسن الترمذی فی کتابہ من اَحادیث موضوعۃ واسانید واھیۃ﴾ [3]

(تکبیراتِ عیدین کی تحسین کے جواب میں) کتنی اَحادیث اَیسی ہیں جنہیں اِمام ترمذی نے حسن کہا ہے، جبکہ وہ موضوع (من گھڑت) ہیں اور باعتبار سند واھی ہیں۔

۱۰۔ اگر اِمام ترمذی رحمہ اللہ کی تحسین ہی حرف آخر ہے تو انہوں نے عبداللہ بن مسعود کی ضعیف رِوایت کو صرف حسن کہا ہے اور اُسے فوراً تسلیم کرلیا گیا ہے، جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ رِوایت جو رفع الیدین کرنے کے حق میں ہے جسے صفحہ 385 پر حدیث نمبر ۵ کے تحت درج کیا جاچکا ہے اسے نہ صرف حسن کہا بلکہ فرمایا! ''ھذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ''، یہ حدیث حسن، صحیح ہے،

آخر اِمام ترمذی رحمہ اللہ کی تحسین اور تصیح یہاں لائق تحسین کیوں نہیں سمجھی گئی......؟

---

[1] میزان الاعتدال ۲ /۴۹، تہذیب ۵ /۳۵٦
[2] المنفری
[3] نصب الرایہ ٦ /۱۲۸

Marfat.com

۱۱۔ امام ترمذی رحمہ اللہ رفع الیدین کے بارہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رِوایت کردہ حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ رفع الیدین کے بارہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت وائل رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوحمیدہ سعدی رضی اللہ عنہ، حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ، حضرت سہل رضی اللہ عنہ، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ سے بھی اَحادیث مروی ہیں۔

اب پوچھا جائے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی آخر یہ شہادتیں کیوں قابل قبول نہیں ہیں؟

اس کا جواب شاید اس کے سوا کچھ بھی نہ ہو

اُپنا کام ہے صرف محبت، باقی اس کا کام ہے
جب چاہے وہ روٹھے ہم سے، جب چاہے من جائے

دلیل نمبر۲: (رفع الیدین صرف سات مقامات پر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

لا تـرفَعُ الا یدِیٰ اِلَّا فِی سَبْعَةِ مَوَاطِن   نہ ہاتھ اُٹھائے جائیں مگر سات موقعوں پر

فِی اِفتِتـاحِ الـصَّلٰوۃِ واستِقبالِ القِبلةِ   ۱۔شروع نماز میں، ۲۔ اِستقبال قبلہ کے وقت،

وعـلـی الـصَّـفـا والـمروةِ وبِعرفاتِ   ۳۔صفا پر، ۴۔مروہ پر، ۵۔عرفات میں،

وبِجمعٍ وفِی المقامَینِ وعندَ الجَمرتَینِ [1]   ۶۔مزدلفہ میں، ۷۔ جمرات میں۔

دلیل نمبر۲ کا جائزہ:۔

مندرجہ بالا حدیث بیان کرنے کے بعد کہا جاتا ہے کہ اِس میں لانفی جنس کا ہے جس سے تمام مقامات پر رفع الیدین کی نفی ہو جاتی ہے سوائے اُن سات مقامات کے جو لفظِ اِلَّا کے بعد مذکور ہیں، مزید یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس حدیث میں حصر ہے اور اِس حصر کے ذریعہ مذکورہ سات مقامات کے سوا تمام مقامات کی نفی کر دی گئی ہے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ مندرجہ بالا عبارت پر غور فرمائیں اور یہ دیکھیں کہ اس رِوایت میں کہیں یہ اِشارہ ملتا ہے کہ لانفی جنس کی تلوار صرف اُس رفع الیدین پر چلے گی جو اہل حدیث

[1] طبرانی ج۱۱/۳۸۵، اتحفاق السادۃ ۳/۵۸ وفتح القدیر: ۱/۲۶۹ (مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) وابن ابی شیبہ

Marfat.com

باوجود اپنے دستِ مبارک کو چادر سے باہر نکال کر واضح طور پر ہاتھوں کو صحابہ کرام پر ظاہر کرتے ہوئے کندھوں یا کانوں کے برابر تک اُٹھایا، تاکہ اُمّت اس شبہ کا شکار نہ ہو، کہ رسول اکرم ﷺ گرمیوں کے چھ مہینے رفع الیدین کرتے تھے اور سردیوں کے چھ مہینے بوجہ سردی کے ترک کر دیا کرتے تھے، آپ نے ہاتھوں کو باہر نکال کر اُمّت پر یہ بات واضح کر دی کہ موسم چاہے سردی کا ہو یا گرمی کا رفع الیدین ہر موسم اور ہر نماز میں میرا پسندیدہ عمل ہے۔

اے ہادیٔ برحق تیری ہر بات ہے سچی
دیدہ سے بڑھ کر ہے تیرے لب سے شنیدہ

غور طلب بات

غور طلب بات یہ ہے کہ جب آخری دور میں ایمان لانے والا صحابی رفع الیدین کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ وفات سے پانچ چھ ماہ قبل اُسے ادا فرما رہے ہیں تو پھر علماء سے پوچھئے......!

آخر اِسے منسوخ کب کیا گیا؟ اور کس نے کیا؟ اور ممانعت کے یہ الفاظ جس میں یہ صراحت ہو کہ آج کے بعد تم رکوع تو کرنا لیکن رفع الیدین نہ کرنا آخر کس حدیث سے ثابت ہیں؟

اور اُس حدیث کو منظرِ عام پر لا کر حقیقت حال سے لوگوں کو آگاہ کیوں نہیں کر دیا جاتا؟

اللہ گواہ ہے اس ناچیز کو کوشش کے باوجود ایک رِوایت بھی اَیسی نہیں مل سکی جس سے رفع الیدین کی ممانعت یا اس کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہو۔ [1]

ترک رفع کے دلائل کا جائزہ

ترکِ رفع کے قائلین تکبیر اولیٰ کے علاوہ دیگر مقامات پر رفع الیدین کے قائل نہیں ہیں سوائے تئیں اُن کا یہ عمل بھی کچھ نہ کچھ دلائل تو رکھتا ہی ہے، یہ الگ بات ہے کہ اُن دلائل میں وزن نہ ہو!

لیکن تصویر کا اِیک رُخ دِکھانا قرینِ انصاف نہیں ہے، اس لئے وہ دلائل پیش کرنا بھی ضروری ہیں اور قارئین کی صحیح رہنمائی کیلئے ان دلائل کا جائزہ بھی ان شاءاللہ برموقع پیش کرتے جائیں گے تاکہ ہر پڑھنے والا اور حق کا متلاشی، تلاش حق کی سعی جمیلہ کے بعد اَپنی منزل کا صحیح تعین کر سکے۔

[1] وقال الشافعی: روی الرفع جمع من الصحابة لعله لم يروقط حديث بعدد اكثر منهم وقال ابن المنذر لم يختلف اهل العلم ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه، وقال البخاری فی جزء رفع اليدين روى الرفع تسعة عشر نفسا من الصحابة وسرد البيهقی فی السنن والخلافيات اسماء من روى الرفع عن نحو ثلاثين صحابيا، قال سمعت الحاكم يقول اتفق على رواية هذه السنة العشرة المشهورة لهم بالجنة ومن بعدهم من اكابر الصحابة كما فی تلخيص الحبير ۱/۲۲۰

دلیل نمبر۱:- (حدیثِ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

حضرت علقمہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ:

قال لنا ابنُ مسعودٍ اَلا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ فَصَلّٰی وَلَمْ یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلا مَرَّۃً وَاحِدَۃً مَعَ تَکْبِیْرِ الْاِفْتِتَاح [1]	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہم سے کہا کہ کیا میں تم کو رسول اکرم ﷺ والی نماز پڑھ کر نہ بتلاؤں پس انہوں نے نماز پڑھی اور ہاتھ نہ اُٹھائے مگر ایک مرتبہ تکبیر اُولیٰ کے ساتھ۔

جائزہ:-

۱۔ اوّلاً اس رِوایت سے ''قبل الرکوع'' اور ''بعد الرکوع'' ترکِ رفع پر اِستدلال درست نہیں ہے کیونکہ اِس میں اس طرف کہیں اِشارہ تک موجود نہیں ہے کہ رکوع کو جاتے ہوئے یا رکوع سے اُٹھتے ہوئے رفع الیدین نہ کی جائے بلکہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تکبیر اولیٰ میں صرف ایک ہی مرتبہ رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

۲۔ تکبیرِ اُولیٰ کے بعد آگے مزید نماز کا ذکر ہی موجود نہیں ہے رفع الیدین تو سنت ہے لیکن رکوع سجدہ تو فرض ہیں اس میں فرائض ہی موجود نہیں ہیں تو سنت کا مطالبہ بے بنیاد ہے جب رکوع ہی نہیں کیا گیا تو رکوع کو جاتے ہوئے کی جانے والی رفع الیدین کیونکر کی جاتی۔

۳۔ اگرچہ اِمام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے لیکن عبداللہ بن مبارک کا یہ قول بھی نقل کر دیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں ''لَمْ یَثْبُتْ حدِیْث ابن مسعودٍ'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی حدیث سرے سے ثابت ہی نہیں ہے۔ [2]

۴۔ اِمام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ھٰذا حدیثٌ مختصرٌ مِن حدیثِ طویلٍ ولیس ھو بصحیح علی ھذا المعنی﴾ [3]

یہ ایک طویل حدیث کا اِختصار ہے اور یہ اِن معنوں میں صحیح نہیں ہے۔

۵۔ اس کی سند میں موجود عاصم بن کُلیب مرجی تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، شریک بن عبداللہ النخعی اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ''کان مرجئا'' کہ وہ مرجی فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ [4]

---

[1] ابوداؤد ۱/۱۰۹، ۱۱۰ [2] ترمذی ۱/۳۵ میر محمد کراچی

[3] ابوداؤد ۱/۱۱۰ [4] تہذیب ۵/۳۵۶ و میزان ۲/۴۹ وتقریب ص ۱۶۰

Marfat.com

حضرات کرتے ہیں اور وہ رفع الیدین اس حصر سے محفوظ رہے گی جس پر اَحناف عمل پیرا ہیں اگر چہ وہ اِن سات مقامات کے علاوہ بھی کیوں نہ ہو......؟

احساس بھی نہ تھا کہ ہے پتھر تیرا بدن
ہاں ڈوبنا پڑا ہے اُبھرنے کی آس پر

مثلاً وتروں کی قنوت میں اَحناف رفع الیدین کرتے ہیں اور عیدین کی دونوں رکعتوں میں چھ مرتبہ رفع الیدین کرتے ہیں یہ سات عدد رفع الیدین اُن سات مقامات کے علاوہ ہے جو اُوپر درج ہو چکے ہیں۔

اس کے جواز کی کیا دلیل ہے؟ جو دلیل پیش کی جائے وہی دلیل اہل حدیث کی طرف سے بھی سمجھ لی جائے یہ اِعتراض پا کر بعض اَحناف اس کا یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ قنوت اور عیدین کی رفع الیدین تو دوسری اَحادیث سے ثابت ہے، تو کیا یہ حق دوسروں کو بھی دیا جا سکتا ہے؟

کیوں کہ رکوع کو جاتے وقت، رکوع سے سر اُٹھاتے وقت اور تیسری رکعت پر کھڑے ہونے کے بعد رفع الیدین کرنا بھی تو دوسری اَحادیث سے ثابت ہے۔

اجنبی سے نظر آئے تیرے چہرے کے نقوش
جب تیرے حسن پر میں نے نظرِ ثانی کی

۲۔ اس کی سند میں ''محمد بن عثمان بن ابی شیبہ'' ہیں جن کے بارہ میں علامہ ذیلعی حنفی فرماتے ہیں:

(i) احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اسے کذاب کہا ہے۔

(ii) ابن خراش نے کہا: ﴿كان يضعُ الحديث﴾ کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ [1]

۳۔ اس حدیث کے دوسرے راوی ''محمد بن عمر'' ہیں جن کو جرح وتعدیل کے اَئمہ نے ضعیف کہا ہے۔

(i) یحیٰی بن سعد القطان نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔

(ii) احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ﴿سئي الحفظ﴾ کہا ہے۔ [2]

۴۔ اس حدیث کے تیسرے راوی ابن ابی لیلی ہیں (اِن کا حافظہ درست نہ تھا)۔ [3]

۵۔ حَکَمُ نے مِقْسَمُ سے رِوایت کیا اور مِقْسَمُ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رِوایت کیا ہے۔

اِمام بخاری رحمہ اللہ نے جزر فع الیدین میں یہ حدیث نقل کرنے کے بعد شعبہ رحمہ اللہ کا یہ قول

---

[1] ميزان الاعتدال:٣/٦٤٢رقم(٧٩٣٤)المكتبة الاثرية
[2] تهذيب التهذيب:ج٩ نشرالسنة لاهور
[3] نصب الرايه

نقل کیا ہے امام شعبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حَکَم نے مِقْسَم سے صرف چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ حدیث اُن چار میں سے نہیں ہے [1]

واضح ہوا کہ اس روایت میں حَکَم کا مِقْسَم سے سماع ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ روایت منقطع ٹھہری۔

٦۔ امام ابن ہمام حنفی ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں فرماتے ہیں اس حدیث کا صحیح ہونا محال ہے کیونکہ ان سات مقامات کے علاوہ رفع الیدین تواتر سے ثابت ہے۔ [2]

دلیل نمبر۳:-(براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے " ثُم لا یعودُ " کے الفاظ)

١۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انّ رسولَ اللہِ ﷺ کان اِذا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفع یَدَیْہِ اِلٰی قریبٍ مِنْ اُذُنَیْہِ ثُم لا یعودُ [3] بے شک نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے قریب تک اُٹھاتے پھر نہ اُٹھاتے۔

٢۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت بھی اِسی مفہوم کو ادا کرتی ہے جس کے آخر میں ہے ﴿لم یرفعھا حتٰی انصرف﴾ یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد پھر نماز سے فارغ ہونے تک ہاتھ نہ اُٹھائے۔ [4]

دلیل نمبر۳ کا جائزہ:-

١۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا حدیث کی مثل سفیان نے بھی یزید سے روایت کی ہے لیکن اس میں "ثم لا یعود" کے الفاظ نہیں ہیں، مزید فرماتے ہیں یہ حدیث ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے بھی یزید سے روایت کی ہے انہوں نے بھی "ثم لا یعود" کے الفاظ روایت نہیں کیے،

﴿قال سفیان قال لنا بالکوفۃ بعد ثم لا یعود﴾ [5]

سفیان کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہمیں یہ الفاظ کوفہ میں کہے گئے یعنی جب تک یزید بن ابی زیاد مکہ میں رہے تو اُنھوں نے "ثم لا یعود" کے الفاظ بیان نہیں کیے، جب کوفہ چلے گئے تو وہاں یہ الفاظ انہیں یاد کرائے گئے، چنانچہ امام دارقطنی فرماتے ہیں:

اِنّما لُقِّنَ یزیدُ فی آخرِ عمرِہٖ ثم لم یعدْ عمر کے آخری ایام میں انہیں یہ الفاظ تلقین کر دیئے گئے تھے

---

1. فتح القدیر: ١/٢٦٩ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
2. فتح القدیر: ١/٢٦٩ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
3. ابوداؤد ١/١٠٩ (میر محمد کراچی) والدارقطنی والطحاوی
4. ابوداؤد ١/١٠٩، ١١٠
5. ابوداؤد ١/١٠٩

Marfat.com

جس سے انہیں اختلاط ہو گیا، علی بن عاصم کہتے ہیں: ﴿فلمّا قدمتُ الكوفةَ﴾ جب میں کوفہ گیا تو مجھے بتایا گیا کہ یزید بن ابی زیاد بقیدِ حیات ہیں، میں اس کے پاس گیا، اس نے مجھے یہ حدیث بیان کی (جس میں "ثم لا یعود" کے الفاظ نہیں تھے) پس میں نے اسے کہا کہ مجھے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بتایا ہے کہ "ثم لم یعد" کے الفاظ تو نے کہے ہیں: "قال لا احفظُ" اُس نے کہا مجھے یاد نہیں، میں نے پھر یہ بات دہرائی تو اس نے پھر بھی یہی کہا مجھے یاد نہیں۔ [1]

مندرجہ بالا عبارت سے یزید بن ابی لیلیٰ کے حفظ کی کمزوری بھی واضح ہوئی اور علی بن عاصم کی شہادت سے یہ بھی واضح ہوا کہ میں نے خود یہ الفاظ کہہ کر تصدیق چاہی تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

۲۔ یزید بن ابی زیاد سوء حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے اور جس روایت سے وہ بار بار انکار کرتا ہو وہ روایت اس کی جھولی میں کیوں ڈالی جائے؟، اس کی سند میں موجود ہشیم کا سماع بھی یزید سے ثابت نہیں ہوتا۔ [2]

رہی براء بن عاذب رضی اللہ عنہ سے مروی دوسری روایت جسے دلیل نمبر ۲ کے تحت اُوپر درج کیا جا چکا ہے تو اس سے متعلق امام ابوداؤد فرماتے ہیں: ﴿هذا الحديث ليس بصحيح﴾ کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ [3]

دلیل نمبر ۴:- (سرکش گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ)

عن جابرٍ قال خرج علينا رسولُ الله ﷺ ونحن يعني رافِعُوا ايدِينا في الصّلوٰة فقال ما بالهم رافعين ايديهم في الصّلوٰةِ كأنّها اَذْنابُ خيلٍ شمسٍ اُسكنوا في الصّلوٰة [4]	حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور ہم اپنے ہاتھ نماز میں اُٹھا رہے تھے پس آپ ﷺ نے فرمایا انہیں کیا ہو گیا ہے کہ یہ لوگ سرکش گھوڑوں کی دُموں کی طرح اپنے ہاتھ ہلا رہے ہیں، نماز میں سکون سے رہو۔

[1] دارقطنی مع مغنی ج۱ ص۲۹٤ دار النشر لاهور
[2] میزان الاعتدال للذهبی: ج٤ ص٤٢٣ رقم (٩٥٩٦) المكتبة الاثرية
[3] ابوداؤد: ص١١٠
[4] مسلم ١/١٨١ و ابوداؤد و النسائی

Marfat.com

دلیل نمبر۴ کا جائزہ:-

☆ اس سے کیا وہ رفع الیدین منع ہے جو اہل حدیث حضرات کرتے ہیں یا وہ رفع الیدین منع ہے جو اَحناف کرتے ہیں؟ یا دونوں رفع الیدین منع ہیں؟۔

☆ اس سے یہ کیسے فیصلہ کریں گے کہ اہل حدیث اس کی زد میں آتے ہیں اور اَحناف مستثنیٰ ہیں۔

مثلاً: تکبیر اُولیٰ میں وتروں میں قنوت کے وقت اور عیدین میں تکبیراتِ زوائد میں اَحناف رفع الیدین کرتے ہیں کیا اس حدیث میں اَحناف کے معمول کی نفی نہیں ہوتی؟

اِس اِعتراض کے جواب میں اَکثر اَحناف سادگی سے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ بھائی تکبیرِ اُولیٰ، قنوت اور عیدین والی رفع الیدین تو دیگر اَحادیث سے ثابت ہے، اس لئے وہ ممانعت سے مستثنیٰ ہے تو کیا یہی جواب اہلِ حدیث حضرات نہیں دے سکتے؟ کہ جو رفع الیدین اہل حدیث کرتے ہیں وہ بھی دیگر اَحادیث سے ثابت ہے پھر وہ کیوں مستثنیٰ نہیں ہوسکتی......؟ اب رہا یہ سوال کہ اگر یہ رِوایت صحیح ہے تو پھر اس سے کونسی رفع الیدین مُراد ہے جسے سرکش گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دے کر منع کیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ رِوایت مجمل (مختصر) ہونے کے سبب اَپنے مفہوم میں غیر واضح ہے، حقیقت حال جاننے کیلئے ہمیں اِس اِجمال سے نکل کر تفصیل کی طرف جانا پڑے گا، جس سے یہ حکم کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ بعض روایتیں مختصر ہوتی ہیں اور بعض مفصل ہوتی ہیں۔ اَحادیث میں مختصر اور مفصل کی بیشمار مثالیں موجود ہیں، قارئین کی دلچسپی کیلئے یہاں چند ایک مثالیں پیش خدمت ہیں۔

مختصر اور مفصل رِوایات کی چند مثالیں

مختصر روایت:-

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی رِوایت جسے گزشتہ صفحے پر دلیل نمبر چار کے تحت درج کر چکے ہیں جس میں سرکش گھوڑوں کی طرح دُمیں ہلانے سے منع کیا گیا ہے یہ رِوایت مختصر ہے، ملاحظہ فرمائیں۔[1]

تفصیلی روایت:-

(i) یہی رِوایت تفصیل کے ساتھ مسلم شریف میں موجود ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ کونسی رفع یدین کو سرکش گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

---

[1] مسلم شریف ۱/۱۸۱ سطر نمبر ۷ (قدیمی کتب خانہ کراچی)

Marfat.com

چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے تو اَپنے ہاتھوں سے دونوں جانب (دائیں اور بائیں) اِشارہ کرتے پس رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ارے تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اَپنے ہاتھوں کے ذریعہ اِشارہ کرتے ہو گویا کہ وہ (تمہارے ہاتھ) سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں تم میں سے ہر ایک کیلئے کافی ہے کہ وہ اَپنے ہاتھ اَپنی رانوں پر رکھے پھر اَپنے بھائی پر دائیں اور بائیں سلام کرے۔ [1]

(ii) اِس حدیث سے متصل اَگلی حدیث بھی مفصل ہے جسے مسلم میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ [2]

اِن تفصیلی رِوایات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس رفع یدین سے منع کیا گیا ہے وہ رکوع یا بعد الرکوع والی رفع یدین نہیں ہے بلکہ سلام والی رفع یدین ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلم شریف میں یہ رِوایت قعدہ ہی کے باب میں موجود ہے۔

(iii) یہی رِوایت نسائی شریف میں موجود ہے۔ [3]

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے دونوں طرح مروی ہے یعنی مختصر بھی اور مفصل بھی جس سے واضح ہوتا ہے کہ جس رفع یدین سے منع کیا گیا ہے وہ سلام والی رفع یدین ہے، مزید ابوداوٗد میں دیکھئے۔ [4]

مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مختصر اور مفصل رِوایت

(iv) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کی رِوایت تین طرح مروی ہے ایک رِوایت میں صرف تکبیرِ تحریمہ کا ذکر ہے اور دوسری رِوایت میں تکبیرِ تحریمہ کی رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں بلکہ رکوع اور رکوع سے اُٹھ کر رفع یدین کرنے کا ذکر ہے اور تیسری روایت میں تینوں رفع یدین کا ذکر بالصراحت موجود ہے۔ یہ تینوں روایتیں بالترتیب ملاحظہ فرمائیں۔

(الف) رأیت النبی ﷺ حین یکبر للصلوٰۃ یرفع یدیہ حیال اذنیہ [5] میں نے نبی کریم کو دیکھا جب آپ نماز کیلئے تکبیر کہتے تو اَپنے ہاتھوں کو کانوں کی لوتک اُٹھاتے۔

اِس حدیث میں صرف تکبیرِ اولیٰ کی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (یہ مختصر رِوایت ہے)

اِس کی سند ملاحظہ فرمائیں: محمد بن عمرو بن یونس السوسی الکوفی عبداللہ بن نمیر

[1] مسلم شریف ۱/ ۱۸۱ سطر نمبر ۱۱ (قدیمی کتب خانہ کراچی)
[2] مسلم شریف ج۱ ص۱۸۱ سطر نمبر ۱۳
[3] نسائی شریف ۱/ ۱۷۶ قدیمی کتب خانہ کراچی
[4] ابوداوٗد ۱/ ۱۴۳ میر محمد کراچی
[5] ابوداوٗد ج۱/ص۱۴۳ میر محمد کراچی

Marfat.com

،سعید بن ابی عروبہ عن قتادہ ، نصر بن عاصم عن مالک بن الحویرث ¹

(ب) حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأیت رسول اللہ ﷺ اذا رکع	میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ
واذا رفع رأسہ من رکوعہ	رکوع فرماتے اور جب رکوع سے اپنا سر مبارک
یرفع یدیہ حتّٰی یحاذی بھما	اُٹھاتے، اَپنے دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے یہاں
فوق اذنیہ ²	تک کہ کانوں کے اُوپر تک لے جاتے۔

جز ''الف'' میں درج کردہ حدیث بھی حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے لیکن اُس میں صرف پہلی رفع یدین کا ذکر ہے بعد والی کا نہیں اور جز ''ب'' میں تحریر کردہ حدیث بھی حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اوراس میں پہلی رفع یدین کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے رکوع اور بعدالرکوع کا ذکر ہے۔ جبکہ سند بھی دونوں حدیثوں کی بالکل یکساں ہے۔

(ج) ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب نماز پڑھنے کیلئے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے جب رکوع کا اِرادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع یدین کرتے، نیز یہ بھی بیان کرتے کہ رسول اکرم ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ ³

اس حدیث میں تینوں رفع یدین کا ذکر ہے۔

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مختصر اور مفصل رِوایت

(i) مختصر رِوایت میں فرماتے ہیں:

کَانَ رسولُ اللہ ﷺ اِذَا فْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ	رسولِ اکرم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو
رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی یُحَاذِیْ بِھِمَا مَنْکِبَیْہِ قَالَ	اَپنے ہاتھ کندھوں کے برابر تک اُٹھاتے
فَقَالَ جَمِیْعاً صَدَقْتَ ھٰکَذَا کَانَ یُصَلِّیْ ⁴	(دس صحابہ کرام نے) اس کی تصدیق کی۔

(ii) مفصل رِوایت اس کی سند بھی مذکورہ حدیث کی سند کے عین مطابق ہے۔

چنانچہ ابوحُمید ساعدی رضی اللہ عنہ دس صحابہ کرام کے مجمع میں رسولِ اکرم ﷺ کی نماز کا طریقہ بتلاتے ہوئے چار مقامات پر رفع یدین کرنے کا ذکر فرماتے ہیں:

¹ شرح معانی الاثار الطحاوی ۹۶/۱ میر محمد کراچی
² شرح معانی الاثار ۱۰۹/۱ میر محمد کتب خانہ کراچی
³ مسلم ۱۶۸/۱ قدیمی کتب خانہ کراچی
⁴ شرح معانی الاثار ۹۶/۱

۱۔ نماز شروع کرتے وقت۔

۲۔ رکوع کو جاتے وقت۔

۳۔ رکوع سے اُٹھتے وقت۔

۴۔ دو رکعتوں کے بعد تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوکر۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مختصر اور مفصل رِوایت

مختصر رِوایت کی مثال:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اُٹھاتے۔ [2]

اِس حدیث میں صرف تکبیرِ اُولیٰ کی رفع یدین کا ذکر ہے۔

مفصل رِوایت کی مثال:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے ہوئے اپنے ہاتھ کندھوں کے برابر اُٹھاتے اور جب قرأت مکمل فرماتے اور رکوع کو جانے کا اِرادہ کرتے تب بھی اس طرح کرتے اور جب رکوع سے فارغ ہوکر اُٹھتے اور جب دو رکعتوں کے بعد قعدہ بیٹھ کر کھڑے ہوتے (تیسری رکعت کیلئے) تو اسی طرح ہاتھ اُٹھاتے اور تکبیر کہتے۔ [3]

اس حدیث میں چاروں مقامات پر رفع یدین کرنے کا ذکر موجود ہے،

پہلی رِوایت مختصر ہے اور دوسری مفصل جبکہ سند دونوں کی ایک ہے۔

یہی رِوایت دوسری سند کے ساتھ بالتفصیل دارقطنی میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ [4]

مندرجہ بالا مثالوں سے قارئین پر یہ بات واضح ہوچکی ہوگی کہ صرف مختصر رِوایت "جس سے نفسِ مسئلہ واضح نہ ہو" سے اِستدلال قطعی درست نہیں ہوتا، جبکہ اس کے برعکس مفصل رِوایت میں نہ صرف نفسِ مسئلہ کی وضاحت موجود ہے بلکہ وہ مختصر رِوایت کی شارح اور قاضی بھی ہوتی ہے لہٰذا ہر مسلمان پر سنت نبوی ﷺ کو اپنانا لازم ہے چاہے وہ سنت ہمارے مزاج وطبع کے خلاف ہو یا برادری اور مسلک کے خلاف ہو، اِیمان کا یہی تقاضا ہے کہ سب کا خلاف کرے لیکن سنتِ نبوی ﷺ کو پیٹھ نہ دے۔

---

۱ شرح معانی الاثار: ۱/۱۰۹ میر محمد کراچی
۲ شرح معانی الآثار ۱/۹۵
۳ شرح معانی الاثار ۱/۱۰۹
۴ دارقطنی مع مغنی ۱/۲۸۷ دارالنشر لاهور

امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ اَلسُّنَّةُ كَسَفِيْنَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَ فَقَدْ نَجَا وَمَنْ لَمْ يَرْكَبْ فَقَدْ غَرِقَ ﴾

سنت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے، جو اس میں سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جو سوار نہ ہوا وہ غرق ہو گیا۔

منافقین کی بغلوں کے بُت کا فسانہ

پاک و ہند میں یہ بات رفع الیدین کے آغاز کی حکمت کے طور پر عوام الناس میں مشہور ہے کہ رفع الیدین اسلام کے ابتدائی دور میں کی گئی تھی، جس کا سبب منافقین کا اپنی بغلوں میں بت چھپانا تھا، یہ بات اگر صرف جہلا تک محدود رہتی تو قطعاً قابلِ تعجب نہ تھی لیکن ظلم تو یہ ہے کہ علماء بھی اس کی یہی توجیہ پیش کرتے ہیں کہ شروع اسلام میں رسولِ اکرم ﷺ کے پیچھے جب منافقین نماز میں کھڑے ہوتے تو بغلوں میں بت چھپا کر رکھتے تھے تاکہ سجدے کے وقت انہیں آگے رکھ کر سجدہ کریں، لیکن حضور اکرم ﷺ نے رفع الیدین کا سلسلہ شروع کیا تاکہ بغل میں چھپے بت گر جائیں۔

یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ موضوعاتِ کبیر (من گھڑت روایات) میں بھی اِس کا ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی فقہ کی کتابوں میں کسی فقیہ نے رفع یدین کی یہ علت بیان کی ہے۔ بفرضِ محال چند لمحوں کیلئے اگر اسے حقیقت تسلیم کر لیا جائے تو مندرجہ ذیل کئی اِشکالات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ اگر رفع الیدین بت گرانے کیلئے ہوتی تو وہ پہلی ہوتی تاکہ نماز میں کھڑے ہوتے ہی بُت گر جائیں۔

۲۔ رکوع کو جاتے اور کھڑے ہوتے وقت کی جانے والی رفع الیدین بت گرنے کے بعد ہوئی۔

۳۔ اگر رفع الیدین واقعی بت گرانے کیلئے تھی تو پہلی مرتبہ بت گرنے کے بعد دوبارہ اور پھر سہ بارہ رفع الیدین کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

۴۔ جو رفع الیدین بت گرانے کیلئے تھی (پہلی) وہ تو اَب تک باقی رہے اور اس کے ثبوت کے لئے دلائل جمع کئے جائیں لیکن جو رفع الیدین بت گرنے کے بعد تھی اُسے ترک کر دیا جائے اور اس کی شدومد سے مخالفت بھی کی جائے یہ فلسفہ سمجھ سے بالاتر ہے۔

۵۔ رفع الیدین کے معنی ہاتھ اُٹھانے کے ہیں بغل اُٹھانے کے نہیں ہیں، پھر مطلق ہاتھ اُٹھانے سے بغل کے بت کیونکر گریں گے؟

۶۔ اگر رفع الیدین بت گرانے کیلئے تھی تو ظاہر ہے کہ جن کی بغلوں میں بت ہوتے ہونگے وہ رفع الیدین ہرگز نہ کرتے ہونگے تاکہ راز افشاں نہ ہو، رفع الیدین صرف وہی کرتے ہونگے جن

کی بغلیں بتوں سے پاک ہوتی ہونگی اور یہ سلسلہ اُسی طرح تا حال جاری ہے۔

۷۔ وتروں کی قنوت میں رفع الیدین کی بھی کیا یہی حکمت ہے؟ اور عیدین میں چھ چھ مرتبہ رفع الیدین سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بت ایلفی سے چپکے ہوتے ہونگے جو ایک مرتبہ کی رفع الیدین سے نہیں گر پاتے ہونگے، اس لیے چھ چھ مرتبہ رفع الیدین کرنی پڑتی ہے۔

کچھ تو خدا کا خوف کیجئے اور نبی کریم ﷺ کی ثابت شدہ سنتوں کا اِحترام کیجئے ورنہ سنتوں کا اس قدر تمسخر ایمان کو برباد بھی کرسکتا ہے۔(ان تحبط اعما لکم وانتم لا تشعرون)

رفع الیدین کی حکمت

اس سنت کی حکمت کو اگر انسانی عقل سے پرکھا جائے تو دو حکمتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

۱۔ جب دو فوجیں باہم لڑتی ہیں تو فاتح فوج شکست خوردہ فوج کو ہینڈز اَپ (Hands up) کرادیتی ہے شکست خوردہ فوج کا ہتھیار ڈال کر (Hands up) کرنے کا ایک مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نے اپنی کمزوری اور بے بسی کا اِعتراف کرتے ہوئے تمہاری برتری اور قوت کو تسلیم کرلیا ہے۔ بندہ جب اللہ کی دربار میں پہنچتا ہے باوضو ہو کر قبلہ رُخ کھڑا ہوجاتا ہے اور زُبان سے اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی بڑائی کا اِعلان کرتا ہے، اس اِعلان کے ساتھ ہی (Hands up) ہوجاتا ہے جس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اے اللہ میں ہارا تو جیتا، میں کمزور تو طاقتور، میں اپنے علاقے کا چوہدری تھا، رئیس تھا، وڈیرا تھا، نواب تھا، لیکن تیری دربار میں پہنچ کر اپنی شکست کا اِعتراف کرلیا کہ تیرے آگے میرا کوئی زور نہیں چلتا۔

رفع الیدین کے ذریعہ ایک مؤمن بندہ اپنی کمزوریوں کا اور اللہ کی بڑائی کا اِعتراف کرتا ہے۔

۲۔ دوسری حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے، چونکہ انسان طبعاً لالچی واقع ہوا ہے اس لئے وہ کوئی بھی کام حرص وطمع کے بغیر نہیں کرتا، گویا وہ مسجد میں پہنچ کر نماز شروع کرتے وقت اللہ رب العالمین کو رفع الیدین کرکے اپنے خالی ہاتھ دِکھاتے ہوئے اِس بات کا اِعتراف کرتا ہیکہ اے اللہ میں خالی ہاتھ اور تہی دامن تیری دربار میں حاضر ہوا ہوں، اس تصوّر کے ساتھ کہ تو میرا غنی اور میں تیرا فقیر ہوں خالی ہاتھ آیا ضرور ہوں لیکن دَامن بھر کے جانا چاہتا ہوں پھر رکوع کو جاتے وقت دوبارہ اور سجدہ سے قبل سہ بارہ رفع یدین کرکے اپنے خالق و مالک کے سامنے اپنی بے بسی رکھ کر

Marfat.com

درخواست کرتا ہے کہ اے ساری کائنات کو نوازنے والے سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ تیری دربار میں پہنچا ہوں لیکن تو مجھے اپنی دربار سے خالی نہ لوٹانا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نوٹ:۔ رفع الیدین کے موضوع پر اگر مفصل مطالعہ درکار ہو تو محدث العصر حافظ الحدیث حضرت علامہ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی قابل فخر تحریر ''التحقیق الراسخ'' کا مطالعہ (ان شاء اللہ) بے حد مفید ثابت ہوگا۔

تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین

دیگر نمازوں کی طرح تکبیرِ اُولیٰ کا، قبل الرکوع کا اور بعد الرکوع کی رفع الیدین کا وہی حکم ہے البتہ تکبیراتِ زوائد میں بعض علماءِ کرام نے اِختلاف کیا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے کراچی میں یہ اِختلاف کافی شدّت اِختیار کر گیا ہے بعض ایسے علماءِ کرام جو اس سے قبل عمر بھر تکبیراتِ زوائد میں رفع الیدین کرنے کے نہ صرف قائل و فاعل رہے بلکہ اس عمل کی تائید میں دلائل بھی پیش کرتے رہے۔

لیکن گزشتہ تین سالوں سے یہ بات شہر کراچی میں بالخصوص دیکھنے میں آئی ہے کہ اہلِ حدیث حضرات کے عیدین کے اِجتماعات میں ہر سال کسی نہ کسی اِجتماع میں اِمام صاحب یہ اعلان فرما دیتے ہیں کہ ''بھائیو! اب تک جو رفع الیدین ہم تکبیراتِ زوائد میں کرتے رہے وہ عمل صحیح نہ تھا، بلکہ صحیح یہ ہے کہ صرف تکبیرات کہی جائیں اور ہاتھ نہ اُٹھائے جائیں۔''

اِس قسم کے اِعلانات کے بعد بندہ نے کچھ ایسے لوگ بھی دیکھے جو علماءِ حق کا تمسخر اُڑاتے ہوئے مختلف محفلوں میں گل افشانی کرتے ہوئے یوں گویا ہوتے ہیں، ''ارے میاں اِن مولویوں کا کیا بھروسہ پچاس سال سے جس عمل کو کر رہے تھے آج اس کے ضعیف ہونے کا انہیں پتہ چلا اور جس عمل کو تحقیق کے بعد آج صحیح کہہ رہے ہیں نہ جانے کب تحقیق مزید میں یہ بھی ضعیف ہو جائے''؟

اگرچہ شرعی نقطۂ نظر سے غلطی کا علم ہو جانے کے بعد اس غلطی کا اِعتراف کرنا اور آئندہ کیلئے اس سے اِجتناب کرنا اِنتہائی قابلِ قدر اور قابلِ ستائش عمل ہے لیکن جس قدر قابلِ ستائش ہے اسی قدر قابلِ اِحتیاط بھی، ہر قسم کے اِعلان سے قبل مسئلے کی چھان بین اور تحقیق ازحد ضروری ہے اور یہ علماءِ حق کی ذمہ داری

Marfat.com

ہے قارئین کے اِستفادے کیلئے ہم اَپنے فاضل دوست اور محقق جناب مولانا زبیر علی زئی صاحب حفظہ اللہ کی تحقیق کو اِختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں اُمید ہے کہ ان شاءاللہ تشفی ہوگی، ملاحظہ فرمائیں۔

فرماتے ہیں رفع الیدین سے متعلق عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے تین طرح کی رِوایات مروی ہیں:

۱۔ وہ حدیث جس میں تین مقامات پر رفع یدین کرنے کا ذکر ہے شروع نماز میں رکوع کو جاتے وقت رکوع سے اُٹھتے وقت۔ ۱

۲۔ وہ حدیث جس میں چار مقامات پر رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے، شروع نماز میں، رکوع کو جاتے وقت، اور رکوع سے اُٹھتے وقت اور دو رکعتوں کے بعد بیٹھ کر جب تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اس وقت یہ حدیث بخاری نے رِوایت کی ہے۔

۳۔ وہ حدیث جس میں پانچ مقامات پر رفع یدین کرنے کا ذکر ہے:

شروع نماز میں، رکوع کو جاتے وقت، رکوع سے سر اُٹھاتے وقت، دو رکعتوں کے بعد بیٹھ کر کھڑا ہوتے وقت اور رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں۔

﴿یَرْفَعُهُمَا فِیْ كُلِّ تَكْبِیْرَةٍ یُكَبِّرُهَا قَبْلَ الرُّكُوْعِ﴾ ۲

حدیث نمبر۳ سے عیدین کی رفع یدین کا ثبوت ملتا ہے اگرچہ حدیث کے متن میں لفظ عید موجود نہیں ہے تاہم ﴿یَرْفَعُهُمَا فِیْ كُلِّ تَكْبِیْرَةٍ یُكَبِّرُهَا قَبْلَ الرُّكُوْعِ﴾ آپ ﷺ رکوع سے پہلے ہر تکبیر میں رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔

اِس سے عیدین کی تصریح خود بخود ہو جاتی ہے کیونکہ عیدین کے علاوہ اَیسی کونسی نماز ہو سکتی ہے جس میں رکوع سے پہلے تکبیرات ہوتی ہوں سند کے اِعتبار سے بھی یہ رِوایت بالکل صحیح ہے۔ ۳

مزید ''المنتقی ص ۱۷۸'' وغیرہ میں اس کی دوسری اَسانید بھی موجود ہیں، محدثین میں سے اِمام بیہقی رحمہ اللہ اور اِمام ابن المنذر رحمہ اللہ نے اس حدیث سے اِستدلال کرتے ہوئے تکبیراتِ عیدین کا جواز ثابت کیا ہے۔ ۴

---

۱ رواه البخاری و رواه المسلم ۱/۱۶۸
۲ سنن ابی داؤد مع عون المعبود ۱/۲۶۳ حدیث نمبر (۷۲۲)
۳ مسند احمد ۲/۱۳۳، ۱۳۴
۴ بیہقی ۳/۲۹۲، ۲۹۳

Marfat.com

اور کسی قابلِ ذکر محدث سے ان کی مخالفت منقول نہیں ہے۔

اُصولِ فقہ میں یہ اُصول بھی موجود ہے کہ ﴿العبرة لعموم اللفظ، لا لخصوص السبب﴾ لفظ کے عموم کا اِعتبار ہوتا ہے، اُسے کسی مخصوص سبب سے مقید کرنا صحیح نہیں ہے، اِمام ابن الترکمانی رحمہ اللہ نے بھی اِمام بیہقی رحمہ اللہ کے اس مؤقف کی تائید کی ہے۔ [1]

مخالفین کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ حدیث بقیہ کے علاوہ کسی سند سے مروی نہیں ہے یہ دعویٰ باطل ہے مسند احمد میں ابنِ اخی الزھری کے واسطے سے بھی یہ حدیث موجود ہے ''بقیہ'' کے بارے میں یہ صراحت بھی ملتی ہے کہ وہ صدوق اور حسن الحدیث ہے بشرطیکہ سماع کی صراحت کرے، محدثین کے اِس فہم کی تائید درج ذیل آثار سے بھی ہوتی ہے۔

۱۔ ابن جریج کہتے ہیں میں نے عطا بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا عید الفطر میں ہر تکبیر کے ساتھ اِمام کو رفع الیدین کرنی چاہئے تو انہوں نے جواب دیا جی ہاں! اِمام کے ساتھ اور لوگوں کو بھی کرنی چاہئے۔ [2]

۲۔ اِمام اَوزاعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ [3]

۳۔ اِمام مالک کا بھی یہی مسلک ہے۔ [4]

۴۔ اِمام شافعی رحمہ اللہ اور اِمام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ [5]

۵۔ محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ بھی اسی مؤقف کے قائل ہیں۔ [6]

مندرجہ بالا شواہد اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثِ مرفوع وصحیح سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عیدین کی تکبیراتِ زوائد میں رفع الیدین کرنا مسنون عمل ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(رفع الیدین کی درست ہیئت کے لیے دیکھئے صفحہ ۲۹۷ شکل نمبر ۲،۳)

---

[1] الجواهر النقی: ۲۹۳/۳

[2] مصنف عبدالرزاق: ۲۹۷/۳ حدیث (۵۰۶۹۹) سنده صحیح (بیهقی ص ۲۹۳)

[3] أحکام العیدین للفریابیؒ: ص ۱۸۲ حدیث (۱۳۶)

[4] أحکام العیدین للفریابیؒ: ص ۱۸۲ حدیث (۱۳۷)

[5] الاثرم: ۴۳۷/۱، مسند احمد، ابو داؤد: ص ۵۹ - ۶۰

[6] الاصل: ۳۷۴/۱ - ۳۷۵، الاوسط ابن المنذر: ۲۸۲/۴

Marfat.com

رُکوع اور اُس کی کیفیت

قرأت سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کے ساتھ رفع الیدین کرتے ہوئے آگے کی طرف اِس طرح جھکیں کہ دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر جما دیں۔ کمر بالکل سیدھی رکھیں، سر کو کمر کے برابر رکھیں، اِس ہیئت کا نام رُکوع ہے۔ (دیکھئے صفحہ ۴۹۷ شکل نمبر ۶)

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب رُکوع کرتے اپنا سر مبارک نہ اُونچا کرتے اور نہ نیچے رکھتے بلکہ درمیان میں سیدھا رکھتے۔ ۱

۲۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کسی شخص کو اس کی نماز کوئی فائدہ نہیں دیتی جب تک وہ ورسجدے میں اپنی پشت کو سیدھا نہ رکھے۔ ۲

۳۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے رُکوع کیا بازوؤں کو کشادہ رکھا اور ہاتھوں کی اُنگلیاں پھیلا کر گھٹنوں پر رکھا اور کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو اِسی طرح دیکھا ہے۔ ۳

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا! رُکوع میں اُس وقت تک رہا جائے کہ اس میں اطمینان حاصل ہو جائے۔ ۴

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا! رُکوع اور سجدے مکمل کیا کرو۔ قسم ہے اللہ کی میں تمہیں رُکوع اور سجدہ کرتے ہوئے اپنی پیٹھ پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ ۵

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رُکوع اور سجود ٹھیک سے ادا نہ کرنے والے (جلد بازی سے کام لینے والے) کو آپ ﷺ نے تین مرتبہ واپس بھیجا کہ جاؤ دوبارہ نماز پڑھو اِس لئے کہ تم نے ابھی نماز نہیں پڑھی۔ ۶

۷۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رُکوع سجدہ ٹھیک سے نہیں کر رہا تھا اُس سے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی اور اگر تو ایسے ہی مر گیا تو اُس فطرتِ دین پر نہیں مرے گا جس فطرت پر اللہ نے رسولِ اکرم ﷺ کو پیدا فرمایا ہے۔ ۷

---

۱ مسلم ۱/۱۹۲ باب الاعتدال فی السجود......
۲ ترمذی ۱/۳۶
۳ نسائی ۱/۱۵۹ وابوداود
۴ بخاری ۱/۱۰۹
۵ بخاری، مسلم ۱/۱۸۰
۶ بخاری، مسلم ۱/۱۷۰
۷ بخاری ۱/۱۰۹ باب اذا یتم الرکوع

Marfat.com

۸۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اُس سے پوچھا کہ تم کتنے عرصہ سے یہی نماز پڑھ رہے ہو اُس نے کہا چالیس سال سے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر تو گویا چالیس سال سے تو نے کوئی نماز پڑھی ہی نہیں۔ [1]

تسبیحاتِ رُکوع

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنے رُکوع اور سجود میں کثرت سے یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

﴿سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ﴾ [2]

اے اللہ تو پاک ہے، ہمارا رب ہے، اور ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں اے اللہ مجھے بخش دے۔

۲۔ رُکوع میں کچھ دیر تک سبحان ربی العظیم پڑھتا رہے۔ [3]

۳۔ ﴿سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحِ﴾ [4]

وہ ہر عیب سے پاک ہے وہ فرشتوں اور جبرئیل علیہ السلام کا رب ہے۔

نوٹ:۔ رُکوع اور سجدے میں حدیث کی دُعا آپ پڑھ سکتے ہیں البتہ اِن دونوں حالتوں میں قرآن نہیں پڑھ سکتے کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے رکوع اور سجدے میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ [5] اِس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اِن دو حالتوں کے علاوہ نماز کی کسی اور حالت میں قرآن پڑھا جا سکتا ہے جیسے قیام اور قعدہ۔ البتہ قعدہ میں دُعاؤں کا اہتمام درودِ ابراہیمی کے بعد ہونا چاہئے۔

قومہ:۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسولِ اکرم ﷺ جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہتے۔ [6] رُکوع سے اُٹھتے وقت رفع الیدین کریں اور اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ [7] (دیکھئے صفحہ ۴۹۸ شکل نمبر ۷)

---

[1] النسائی کتاب السھو رقم (۱۲۹۵) ومسند احمد (۲۲۱۷۲)
[2] بخاری کتاب الاذان (۷۵۲) ،مسلم ۱۹۲/۱ باب ما یقول فی...... (۷۴۶) والنسائی (۱۰۲۷) وابوداود (۷۴۳)
[3] مسلم باب استحباب تطویل القرأت فی صلوۃ اللیل : ج۱ ص ۳۱۲
[4] مسلم ۱۹۲/۱ باب ما یقول فی...... (۷۵۲) والنسائی کتاب التطبیق (۱۰۳۸) وابوداود (۷۳۸)
[5] مسلم ۱۹۱/۱ باب النھی عن قراءۃ القرآن فی الرکوع والسجود (عن ابن عباسؓ)
[6] مسلم ۱۶۸/۱، ۱۶۹ رقم الحدیث (۵۸۹)
[7] ترمذی ۴۰/۱ وابوداود

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے تو تم اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو پس جس کا قول ملائکہ کے قول سے موافق ہوگا اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔[۱] نوٹ: ربنا لك الحمد، ولك الحمد، اللھم ربنا لك الحمد یہ تمام الفاظ حدیث سے ثابت ہیں۔

ربنا ولک الحمد سری یا جہری؟

بعض مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ پورے اہتمام کے ساتھ باجماعت یہ دُعا بالجہر پڑھی جاتی ہے اور مساجد تقریباً اُسی شدومد کے ساتھ گونج اُٹھتی ہیں جس شدومد کے ساتھ جہری نمازوں میں مقتدیوں کی آمین سے اہلِ حدیث کی مساجد گونجتی ہیں اگرچہ اہلِ حدیث مساجد میں ربنا ولک الحمد بالجہر کہنے والوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے تاہم ہمارے نزدیک چونکہ کثرت و تعدا معیار نہیں ہے اور نہ ہی راہِ حق کے راہی کو یہ کثرت کبھی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔

صاحبِ ایمان کیلئے لازم ہے کہ وہ تلاشِ حق میں قرآن وحدیث کو بنیاد بنائے۔

کتاب وسنت کو بنیاد بنانے کے بعد پھر بھی اگر کسی سے تعبیر میں کوئی غلطی سرزد ہوجاتی ہے تو تب بھی وہ اپنے اِخلاص کی بنیاد پر اللہ سے اَجروثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔[۲]

اس طرح کے کئی اِختلافات اہلِ حدیث علماء میں موجود ہیں، ناچیز کا گمان ہے کہ وہ یقیناً تعبیر کی کسی غلطی کا نتیجہ ہیں اَساسی غلطی نہیں ہے زیرِ بحث مسئلہ میں فریقین کے دلائل پیش خدمت ہیں۔

۱۔ عن ابی ھُرَیرۃَ رضی اللہ عنہ اَنّ رسولَ اللّٰہ ﷺ قالَ اِذا قالَ الامامُ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد فَاِنَّہٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلائِکَۃِ غُفِرَلہ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ[۳]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لك الحمد کہو کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول سے موافق بیٹھے گا اس کے گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اِس حدیث میں موجود لفظ (کہو) کو دلیل بنا کر کہا جاتا ہے کہ چونکہ ''قولوا'' بلاقید مذکور ہے اس لئے قاعدہ کی رو سے جہر پر محمول ہوگا۔[۴]

---

۱ بخاری ۱۰۹/۱ باب ما یقول الإمام ومن خلفه(۷۵۳)
۲ بخاری ۱۰۹۲/۲ ومسلم ۷٦/۲(قدیمی کراچی)
۳ بخاری ۱۰۸/۱ کتاب الاذان (۷۵٤)ومسلم کتاب الصلاۃ(٦۱۷)والترمذی(۲٤۷)والنسائی(۱۰۵۳)وابن ما
۴ فتح الباری ج۲ص۲٦۷

Marfat.com

۲۔ عَنْ اَبِیْ مُوسٰی ....فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فقولوا آمین ۱

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں نماز کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا! جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

اسی طرح کی متعدد احادیث وارد ہیں جن میں لفظ "قولوا" سے یہ استدلال کیا گیا ہے باب القول کا یہ خاصہ ہے کہ جب مطلقاً بلا قید (سری و جہری) قول سے خطاب وارد ہو تو وہ محمول علی الجہر ہوگا۔

جواب:- مندرجہ بالا روایات میں ربنا ولك الحمد بالجہر کہنے کی صراحت قطعاً موجود نہیں ہے، مطلق لفظ "قولوا" سے ہر مقام پر بالجہر مراد لینا محال ہے اور اس کی کئی ایک مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ ﴿ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات﴾ ۲

جو اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے انہیں مردہ نہ کہو کیا مندرجہ بالا فارمولے کے تحت ہمیں یہ اجازت دی جائے گی کہ ہم یہ کہہ سکیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں مرنے والوں کے مردہ ہونیکا اعلان نہ کرو۔ ویسے دل میں کہتے رہو چونکہ یہاں بھی "قولوا" وارد ہے۔

۲۔ ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ ۳

جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے تم اسے یہ نہ کہو کہ تو مؤمن نہیں ہے۔

اس آیت میں بھی لفظ "قولوا" موجود ہے کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں؟ کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جہری طور پر تو اسے بے ایمان نہ کہو صرف دل میں کہتے رہو۔

۳۔ ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ﴾ ۴

اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان لاؤ اور (اللہ کو) تین نہ کہو۔

اس آیت میں بھی وہی لفظ "قولوا" ہے جو جہر پر محمول ہے کیا اس آیت کے یہ معنی لئے جاسکتے ہیں کہ جہری طور پر اللہ کے تین ہونے کا اعلان نہ کرو البتہ مخفی طور پر بیشک کہتے رہو......؟

۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا قال الامام اللہ اکبر فقولوا اللہ اکبر واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا ولک الحمد ۵

۱ مسلم ۱/۱۷۴
۲ سورۃ البقرۃ: ۱۵۴
۳ سورۃ النساء: ۹۴
۴ سورۃ النساء: ۱۷۱
۵ مستدرک حاکم ج۱ ص ۲۱۵

Marfat.com

جب اِمام اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا ولک الحمد کہو۔

اس حدیث پاک میں دیکھیں کہ جیسے ربنا سے پہلے لفظ ''قولوا'' ہے بعینہٖ اللہ اکبر سے پہلے بھی ہے، تو پھر اس سے یہ بھی ثابت ہونا چاہئے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے تکبیرات بھی بلند آواز سے کہنی چاہئیں۔

جبکہ یہ نہ کسی کا فتویٰ ہے اور نہ اس پر کسی کا عمل آخر کیوں......؟

۵۔ حضرت شداد بن اُوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سید الاستغفار کے بارہ میں بتایا کہ

﴿ان تقول اَللّٰھُمَّ اَنتَ رَبِّیْ لا اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ خَلَقْتَنِیْ......الخ﴾ ۱

یعنی تو یہ کہہ...... یہاں بھی اَنْ تَقُوْلَ ہے جس کا مادہ ''قول'' ہے، کیا یہ ضروری ہے کہ وہ بالجہر کہے......؟ اگر بالسر کہے تو کیا اسے مطلوبہ فوائد حاصل نہیں ہونگے؟

۶۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز میں '' السلام علی اللّٰہ والسلام علی فلانٍ '' (اللہ پر سلام ہو اور فلاں پر سلام ہو) کہا کرتے تھے ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا:

(تم اللہ پر سلامتی بھیجتے ہو) حالانکہ وہ تو خود سلام ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿فلیقل التحیات للّٰہ الیٰ قولہٖ الصالحین......الخ﴾ ۲

تمہیں چاہئے کہ تم التحیات کو الصالحین تک پڑھو۔

یہاں بھی فلیقل ہے جو (قول) سے ماخوذ ہے کیا اس کے یہ معنی ہونگے کہ التحیات کو با آوازِ بلند پڑھا جائے؟

اس بارے میں ایک مؤقف یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ربنا ولک الحمد کو صرف امام بالجہر کہے جبکہ مقتدی سری طور پر کہے دلیل میں بخاری شریف کی درج ذیل حدیث پیش کی جاتی ہے۔

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ثم یقول سمع اللّٰہ لمن حمدہ حین یرفع صلبہ من الرکعۃ ثم یقول وھو قائم ربنا ولک الحمد ......الحدیث﴾ ۳

اس حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اگر آپ ﷺ ربنا ولک الحمد کو بالجہر نہ پڑھتے تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس کا علم کیسے ہوتا؟

لہٰذا ثابت ہوا کہ امام کو یہ الفاظ بالجہر کہنے چاہئیں۔

۱ بخاری کتاب الدعوات ۲/۹۳۳ رقم ۵۸۳۱ والترمذی ۳۳۱۵ ونسائی کتاب الاستعاذہ ۵۴۲۷
۲ بخاری کتاب الدعوات ۱/۱۱۵ باب فی تشھد الآخرہ
۳ بخاری کتاب الصلاۃ ۱/۱۰۸ رقم ۵۹۱

Marfat.com

جواب:-

تعلیماً کوئی جملہ بالجہر پڑھ دینا اور اس عمل کا معمول بہ ہونا اور عادتاً کر گزرنا ہم معنی نہیں ہے، اگر بالجہر پڑھنے کا ثبوت اسی طرح کے طریقہ استدلال میں ہے تو پھر نمازِ پنجگانہ میں سے کوئی نماز سری نہیں کہلائے گی کیونکہ کتبِ احادیث میں موجود ہے کہ صحابہ کرام ﷺ نے رسولِ اکرم ﷺ کی پانچوں نمازوں کی قرأت بیان فرمائی ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر میں فلاں سورۃ تلاوت فرمائی اور عصر میں فلاں سورۃ پڑھی، جبکہ یہ سری نمازیں ہیں جن کی تفصیل آپ اسی کتاب کے باب نمبر ۱۳ میں ''مسنون قرأت'' کے عنوان سے دیکھ سکتے ہیں۔

درج ذیل حدیث سے بھی نہ صرف اس مؤقف کا رد ہوتا ہے بلکہ مسئلے کی اصل نوعیت بھی نکھر کر سامنے آجاتی ہے، چنانچہ حضرت رفاعہ بن رافع الزرقی ﷺ بیان کرتے:

قال کُنَّا یَوْمًا نُصَلِّیْ وَرَاءَ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا رَفَعَ رَأسَهُ مِنَ الرَّکْعَةِ قَالَ سمع اللهُ لِمَن حمده قال رَجُلٌ وَرَائَهُ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْداً کَثِیْراً طَیِّباً مُبَارَکاً فِیْهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَکَلِّمِ قَالَ اَنَا قال رأیتُ بِضْعَةً وثَلاثِیْنَ مَلَکاً یبتدرونها اِلیهم یکتبُها اَوّل [1]	فرماتے ہیں ہم ایک دن نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے پس جب آپ ﷺ نے رکوع سے اپنا سر اُٹھایا تو ایک آدمی نے آپ کے پیچھے ربنا ولك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه...... کہا جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کلام کرنے والا کون تھا؟ اُس شخص نے کہا میں تھا آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا جو اس عمل کو لکھنے میں پہل کر رہے تھے۔

عربی عبارت میں موجود خط کشیدہ الفاظ پر غور کیا جائے تو تمام اشکالات دور ہو جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت رفاعہ بن رافع ﷺ کے اس بیان سے کہ ''کُنَّا یوماً'' یہ واضح ہو رہا ہے کہ ان کلمات کو بالجہر پڑھنا نہ تو رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا اور نہ مقتدیوں کا بلکہ ایک دن ایسا ہوا۔

۲۔ ''قال رجل ورائه'' جس کے معنی ہیں ایک شخص نے آپ کے پیچھے یہ الفاظ کہے یہ بھی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ باقی تمام صحابہ ﷺ خاموش تھے اور وہ ان کلمات کو بالجہر ادا نہیں کر رہے تھے۔

[1] بخاری ۱/۱۱۰

۳۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ ﷺ کا یہ دریافت فرمانا کہ کہنے والا کون تھا؟ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے پہلی مرتبہ کسی نے یہ کلمات بآوازِ بلند کہہ دیئے تھے جبکہ تمام صحابہ کرام ؓ کا یہ معمول نہ تھا۔

۴۔ جواب میں اس شخص کا ''اَنَــا'' (میں ہوں) کہنا اصل حقیقت کو واضح کر رہا ہے مسجد میں یہ کلمہ کہنے والے کو اپنے ساتھ ایک آدمی بھی ایسا نہیں مل سکا کہ جس کی بنیاد پر وہ ''اَنَا'' کی بجائے ''نَحنُ'' کہہ سکتا۔

۵۔ طبرانی میں یہ الفاظ ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر تین مرتبہ پوچھا کہ یہ جملہ کہنے والا کون تھا؟ لیکن وہ شخص گھبرایا رہا اور خوف کے مارے جواب نہ دے سکا بالآخر تیسری مرتبہ پوچھنے پر اس نے ہمت کر کے کہا، ''میں نے کہا تھا'' اس حدیث سے ہمارے مؤقف کو مزید تقویت ملتی ہے کہ نہ صرف یہ کہ امام ان کلمات کو بلند آواز سے نہ کہتا تھا بلکہ مقتدی بھی سرے سے ناواقف تھے اس صحابی کی گھبراہٹ کی اصل وجہ بھی یہی تھی چونکہ یہ کام نیا تھا اور پہلی دفعہ اس سے سرزد ہوا۔

۶۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ان کلمات کے اجر کا ذکر ضرور فرمایا ہے لیکن بالجہر پڑھنے کی ترغیب قطعاً نہیں دی۔ (واللہ اعلم)

۷۔ کہنے والے کی تعریف کر دی لیکن باقی اصحاب کو بالجہر پڑھنے کا حکم صادر نہ فرمایا۔

۸۔ اس کے بعد بھی مسجدِ نبوی ﷺ میں یا مدینے کے دیہاتوں میں موجود دیگر مساجد اِن کلمات کی آواز سے نہ گونجیں جس طرح عبداللہ بن زبیر ؓ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی آمین سے مسجدِ نبوی ﷺ کی عمارت گونج اُٹھی تھی۔

بحث کا ماحاصل

۱۔ اِس ساری بحث کا لُبِّ لباب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی امام کے پیچھے ان کلمات کو بالجہر کہتا ہے تو اسے روکا نہ جائے کیونکہ جس شخص نے رسولِ اکرم ﷺ کے پیچھے یہ کلمات کہے تھے آپ ﷺ نے اس کے کلمات کی تعریف تو کی لیکن منع نہیں فرمایا۔

۲۔ اور جو لوگ امام کے پیچھے اِن کلمات کو سری طور پر ادا کرتے ہیں انہیں بالجہر پڑھنے پر مجبور نہ کیا جائے کیونکہ رسولِ اکرم ﷺ نے ایک شخص کی آواز سننے کے بعد دوسرے اصحاب کو اس کا مکلف نہیں بنایا لہٰذا اگر کوئی بالجہر کہتا ہے تو اسے روکا نہ جائے اور جو سری کہتا ہے اسے بالجہر کہنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

Marfat.com

قومہ میں ہاتھوں کی کیفیت

اہلِ سنت کے ہاں تواتر سے یہی طریقہ رائج ہے کہ رکوع کے بعد قومہ کی حالت میں کھڑے ہوکر ہاتھوں کو ان کی اصلی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے بعد میں کچھ علماءِ کرام نے وضع الیدین کا طریقہ اِختیار کیا فریقین کی طرف سے متعدد رسائل اس موضوع پر قلم بند کئے گئے، ان رسائل کا یہ فائدہ تو ضرور ہوا کہ دینی مسائل پر تحقیق کا بازار گرم رہا لیکن عوام الناس میں ایک دوسرے کے بارے میں تعصب اور نفرت پھیلنے لگی اس کی ایک وجہ شاید یہ ہو کہ ان رسائل کی زبان علمی نوعیت کی تھی جس سے عوام الناس کما حقہ مستفید نہ ہوسکے جسے علماء لکھتے رہے اور علماء ہی پڑھتے رہے، ایک گروہ رکوع کے بعد کھڑے ہوکر ہاتھ چھوڑنے کے دلائل دیتا رہا اور فریقِ ثانی رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے کے عمل پر مصر رہا اور تا حال کچھ ایسی ہی کیفیت برقرار ہے، جسے درج ذیل مصرعہ کا مصداق ٹھہرایا جاسکتا ہے۔

ع:۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

ایک دوسرے کے خلاف رسائل بازی کا یہ نقصان ہوا کہ مسئلے کو سمجھنے کی بجائے ایک تیسرا گروہ وجود میں آیا جس نے فریقین کی بحثوں سے تنگ آکر اپنے لئے اِجتہاد کا ایک نیا دروازہ کھولا، اس کے نزدیک قومے میں نہ تو ہاتھوں کا ارسال (چھوڑنا) ہے اور نہ ہی وضع (باندھنا) ہے ان دونوں طریقوں کو خلافِ سنت قرار دے کر تیسری راہ یہ اِختیار کی گئی کہ قومہ کی حالت میں رفع الیدین کرنے کا حکم ہے اور اس کے بعد سجدہ میں جانے تک نیا کوئی حکم نہیں دیا گیا، لہٰذا جب تک نمازی قومہ کی حالت میں رہے گا وہ نہ تو ہاتھوں کو چھوڑے گا اور نہ باندھے گا بلکہ رفع الیدین کی حالت میں برقرار رکھے گا۔

مندرجہ ذیل عبارت میں قارئین کے استفادہ کیلئے مذکورہ تینوں نظریات میں کونسا مسلک راجح ہے اور اسکی وجہ ترجیح کیا ہے؟ درج کیا جاتا ہے تاکہ اِشکالات کا ازالہ ہو اور محبت و یگانگت کی فضاء پیدا ہو۔

ہاتھ باندھنے کے دلائل کا جائزہ

۱۔ حضرت وائل بن حجر ﷛ فرماتے ہیں:

﴿رأیت رسول الله ﷺ اذا کان قائماً فی الصلوٰة قبض بیمینه علیٰ شماله﴾[1]

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز میں کھڑے ہوتے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑ لیتے۔

[1] نسائی باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوٰة وتلخیص الحبیر ۱/۲۲۴

Marfat.com

جائزہ:۔

امام نسائی رحمہ اللہ کا باب باندھنا بھی قابلِ توجہ ہے، اگر الفاظ کے مرادی معنوں اور اصطلاحات کو نظر انداز کر دیا جائے اور صرف لفظوں کے معنی اور مطالب کو لغت کی بنیاد پر حل کیا جائے تو اس باب کا مفہوم یہ ہوگا کہ پوری نماز میں تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک دایاں ہاتھ بائیں کے اُوپر رہے۔

کیونکہ حدیث میں فی الصلوٰۃ کے الفاظ ہیں اور ''الصلوٰۃ'' کا اطلاق پوری نماز پر ہوتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ رکوع، سجدہ اور قعدہ میں ہاتھوں کی ہیئت کو شارع علیہ السلام نے دیگر احادیث میں واضح فرما دیا ہے اور اسی طرح قیام میں ہاتھوں کی ہیئت کو بھی واضح فرما دیا گیا ہے تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ نقطۂ اختلافات (قیام بعد الرکوع) پھر بھی محتاجِ وضاحت ہے۔

۲۔ اس حدیث میں اگرچہ لفظ ''الصلوٰۃ'' وارد ہے لیکن اس سے مراد قیامِ اوّل ہے جس طرح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے فاتحہ کی قرأت کے بارے میں مروی ہے:

﴿لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب﴾ [1]

اُس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا۔

اِس حدیث میں بھی لفظ ''الصلوٰۃ'' اِستعمال ہوا ہے جس کا اطلاق پوری نماز پر ہوتا ہے اور پوری نماز کی کم از کم مقدار ایک رکعت ہے، تب بھی کم از کم نماز کے سات اجزاء بنتے ہیں:

۱۔قیام ۲۔رکوع ۳۔ قومہ ۴۔سجدہ ۵۔جلسہ ۶۔دوسرا سجدہ ۷۔قعدہ

اب لفظ ''الصلوٰۃ'' کے اگر مرادی معنی نہ لئے جائیں جو صرف قبل الرکوع قیام کیلئے خاص ہیں تو معنی یہ بنے گا کہ پوری نماز میں سورہ فاتحہ پڑھی جائے۔

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ نماز کی دیگر حالتوں میں احادیث میں مختلف دُعائیں وارد ہیں لہٰذا سورۃ فاتحہ کا اِطلاق ان دُعاؤں کی تعلیم سے خود بخود ساقط ہو جاتا ہے تو اس کے دو جواب ہیں:

۱۔ دیگر دُعائیں فرض نہیں ہیں، جبکہ سورۃ فاتحہ فرض ہے، جس طرح قیامِ اوّل میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ بھی قرأت مسنون ہے لیکن فرض صرف فاتحہ ہے اسی طرح دیگر حالتوں میں دوسری دُعائیں بیشک مسنون ہیں لیکن سورۃ فاتحہ فرض ہونے کے سبب ان دُعاؤں کے ساتھ ضرور پڑھی جانی چاہیے۔

۲۔ بفرضِ محال اگر اِن سات حالتوں میں دیگر دُعاؤں کے وارد ہونے سے سورۃ فاتحہ کی فرضت کو ساقط کر دیا جائے، پھر بھی جلسۂ استراحت میں فرضیت برقرار رہے گی کیونکہ شارع علیہ السلام سے اس

[1] بخاری ۱/۱۰٤

Marfat.com

محل کی کوئی دوسری دُعا ثابت نہیں ہے، اس کا حل سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ''الصلوٰۃ'' کے لغوی معنی کو چھوڑ کر اس کی مراد (قیامِ اوّل) پر اِکتفاء کر لیا جائے اور یہی جواب حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی رِوایت کا ہے:

۳۔ ''نسائی'' میں وائل بن حجرؓ کی روایت مختصر ہے جب کہ ''مسلم'' میں یہی روایت مفصل ہے۔

انہ رای النبی ﷺ رَفَعَ یَدَیْہِ حِین دخل فِی الصَّلٰوۃِ وصف ھمام حِیال اُذُنَیْہ ثم اِلتحفَ بثوبہٖ ثم وضع یدَہُ الیُمنٰی عَلَی الیُسریٰ فَلَمَّا ارادَ اَنْ یر کعَ اخرج یدیہ من الثَّوبِ ثم رفعھما ثم کبَّرَ فرکع فَلَمَّا قال سمع اللہ لمن حمدہ رفع یدیہِ فَلَمَّا سجدَ سجدَ بَیْنَ کَفَّیْہِ[1]	اُنہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا آپ اپنے ہاتھ اس وقت اُٹھاتے تھے جب نماز میں داخل ہوتے اور ھمام نے کانوں کے برابر تک بیان کیا ہے پھر آپ نے اپنا کپڑا لپیٹا اور دائیں ہاتھ کو بائیں کے اُوپر رکھ دیا پھر جب آپ نے رکوع کا اِرادہ کیا اپنے ہاتھ کپڑے سے باہر نکالے پھر رفع الیدین کیا پھر تکبیر کہی پھر رکوع کیا پس جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو رفع الیدین کیا پس جب سجدہ کیا اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔

اس پوری حدیث میں حضرت وائلؓ نے ارکانِ نماز کی وضاحت فرمائی اور قیامِ اُولیٰ میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر کیا، پھر رکوع کے وقت ہاتھوں کا کپڑے سے باہر نکالنے کا ذکر کیا، یہ ذکر بھی ارکانِ نماز میں سے نہیں تھا لیکن سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد رفع الیدین کا ذکر کیا اس کے بعد سجدہ میں چلے جانے اور سجدہ میں سر اور ہاتھوں کی کیفیت کا ذکر کیا اور اس میں قومہ کے محل پر ارسال اور رفع دونوں کو چھوڑ دیا...... کیوں......؟

> یہی وہ مرکزِ اِختلاف ہے جہاں سے تیسرا گروہ وجود میں آیا کہ قومہ میں رفع الیدین کے بعد نہ ارسال وارد ہے اور نہ وضع لہٰذا سجدہ میں جانے تک یہ ہاتھ یوں ہی اُٹھے رہیں گے یہ ساری لفظوں کی جنگ ہے اِس جنگ میں مراد اور اصطلاح کو کوئی فریق اہمیت نہیں دیتا جو اصل اِختلاف کا حل ہے، بس ایک فریق الفاظ پھینکتا اور دوسرا الفاظ پکڑتا نظر آتا ہے۔

مذکورہ حدیث میں رفع الیدین کو تین مقامات پر ہر محل میں الگ الگ بیان کیا ہے، جبکہ اسے

[1] مسلم: ۱/۱۷۳ باب وضع یدہ الیمنٰی علی الیسریٰ بعد تکبیرۃ الاحرام تحت صدرہٖ فوق سرّتہٖ ووضعھما فی السجود علی الارض حذو منکبیہ

Marfat.com

یکبارگی بھی کہا جاسکتا تھا لیکن جیسا دیکھا گیا ویسا بیان کیا گیا چونکہ یہ عمل ایسے ہی وارد ہوا تھا لہٰذا اسے اسی طرح بیان کیا گیا ہے، جس طرح قیامِ اوّل میں ہاتھوں کا باندھنا وارد ہے اسی طرح قیامِ ثانی (قومہ) میں بھی وارد ہونا چاہئے تھا لیکن ایسا نہ ہوسکا، کیونکہ حضرت وائل ﷛ نے رکوع کے بعد ہاتھوں کا باندھنا اللہ کے رسول ﷺ سے نہیں دیکھا تھا اس لئے اسے بیان بھی نہ کیا۔

اِس پر یہ اِعتراض ہوسکتا ہے کہ جس طرح باندھنا نہ دیکھا تھا اور اُسے بیان نہ کیا اسی طرح چھوڑنا بھی نہیں دیکھا ہوگا اس لئے اُسے بھی بیان نہیں کیا۔

تو اس اِشکال کا جواب یہ ہے کہ حضرت وائل ﷛ نے صرف اعمال کا ذکر کیا ہے جیسے رفع اور وضع یہ دونوں عمل تھے ہاں جہاں رفع تھا وہاں بیان کیا اور وضع بھی عمل ہے جہاں وضع تھا اسے اسی محل پر بیان کیا اور قومہ میں رفع کے بعد ہاتھوں کا ذکر اس لئے ساقط کردیا گیا کہ ارسال عمل نہیں تھا اور دلیل ہمیشہ عمل کیلئے پیش کی جاتی ہے، ارسال کیلئے تو یہی کافی ہے کہ وضع کا ثبوت نہیں ہے۔

باندھنے کا ثبوت نہیں تو چھوڑنے کا بھی نہیں

معترض کا یہ اعتراض بے معنی ہے کیونکہ کہ ہاتھ باندھنے کے ثبوت کا نہ ہونا ہاتھوں کے ارسال کو ثابت کرتا ہے لیکن ارسال کے ثبوت کا نہ ہونا وضع کو ثابت نہیں کرتا۔

جیسے یہ کہا جائے کہ اکرم درخت سے اُترا، اس سے اکرم کا درخت پر چڑھنا خود بخود ثابت ہوتا ہے اگرچہ اس جملے میں چڑھنے کا ذکر نہیں ہے صرف اُترنے سے چڑھنا ثابت ہوا کیونکہ چڑھا تھا جبھی تو اُترا اگر چڑھتا نہیں تو اُترتا کیسے؟

اور اگر یہ کہا جائے کہ اکرم درخت پر چڑھا، تو اس سے اُترنا ثابت نہیں ہوتا۔

اس بات کو دوسری مثال سے یوں سمجھا جائے کہ مان لیا رکوع کے بعد نہ وضع کا ثبوت ہے اور نہ اِرسال کا اسی طرح اگر قیامِ اوّل میں بھی جہاں ہم متفقہ طور پر ہاتھوں کو باندھتے ہیں اور اس محل پر اس کی صراحت بھی ہے اس قیام اوّل میں بھی قیام ثانی کی طرح کوئی ذکر نہ ہوتا نہ وضع کا اور نہ ارسال کا تب ہم کیا کرتے؟

ظاہر ہے کہ ہاتھوں کو ان کے اصلی محل کی طرف چھوڑتے تو معلوم یہ ہوا کہ جب وضع اور ارسال دونوں کا ثبوت موجود نہ ہو تو پھر ہاتھوں کو ان کے قدرتی محل (ارسال) پر رکھا جائیگا۔

وضع نہ ارسال صرف رَفع

یہ نظریہ بیت عنکبوت سے زیادہ مضبوط نہیں ہے کیونکہ حدیث میں یہ صراحت موجود ہے:

﴿حَتّٰی یَعُوْدَ كُلُّ فَقَارٍ مَكَانَهٗ﴾[1] کہ ہر ہڈی اپنے مقام پر لوٹ آتی۔

لہٰذا سجدہ تک ہاتھوں کو اُٹھائے رکھنے کا نظریہ قطعی طور پر حدیثِ صریح سے باطل ہے، ہڈی کو اس کے اصل محل تک پہنچانے کیلئے اُسے ڈھیل دے کر چھوڑنا ہوگا پھر وہ جہاں رُکے گی وہی اس کا اصل محل ہوگا۔

صحیح مسلم میں موجود باب سے اِستدلال

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت جسے ہم مسلم ج ا ص ۱۷۳ کے حوالے سے درج کر چکے ہیں اس حدیث پر باندھا گیا باب بھی ہمارے مؤقف کی خوب تائید کرتا ہے۔

﴿باب وضع یدهٗ الیُمنٰی علی الیُسرٰی بعد تکبیرةِ الاحرام......الخ﴾ [2]

تکبیرِ تحریمہ کے بعد دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنے کا باب

گویا مسلم شریف کے اس باب میں ہاتھ باندھنے کی نسبت کو تکبیرِ تحریمہ کی طرف کر کے بعد الرکوع کی نفی کردی یعنی دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہوتا تھا، رکوع کے بعد نہیں

اِذا کان قائماً میں اِذا کا عموم

حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جسے امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کے الفاظ سے یہ صراحت ملتی ہے کہ آپ ﷺ نماز میں جب بھی کھڑے ہوتے تھے تو ہاتھ باندھتے تھے لہٰذا رکوع کے بعد بھی چونکہ کھڑے ہوتے ہیں اس لئے ہاتھ باندھے جائیں اس میں وجہ استدلال "اذا" کا عموم ہے کہ جہاں قیام آئے گا وہاں وضع الیدین بھی آئے گا۔ [3]

جائزہ:-

ا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قیام ہر جگہ لغوی معنوں میں استعمال نہیں ہوتا بعض جگہ قیام سے مطلق کھڑا ہونا مراد ہوتا ہے اگرچہ وہ نماز سے باہر ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے:

﴿ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ﴾ [4]

پھر جب اس (صور) میں دوسرا نفخہ پھونکا جائے گا، وہ ناگہانی کھڑے ہو کر دیکھتے ہونگے۔

---

[1] بخاری ۱/ ۱۱۰ باب الطمانیة حین یرفع رأسه من الرکوع ورقم الحدیث(۷۸۵)
[2] مسلم ۱/۱۷۳ باب وضع یدهٗ الیُمنٰی علی الیُسرٰی بعد تکبیرةِ الاحرام......
[3] کما فی تلخیص الحبیر ۱/ ۲۲٤
[4] سورة الزمر:۶۸

Marfat.com

۲۔ کہیں ''قیام'' مالی قوت کے بارہ میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

﴿اَموَالَکُمُ الَّتِیۡ جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ قِیَاماً﴾ [۱]

تمہارے اموال جنہیں اللہ نے تمہارے لئے قیام کا ذریعہ بنایا۔

۳۔ کہیں ''قیام'' امن اور گزران کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

﴿جَعَلَ اللّٰہُ الۡکَعۡبَۃَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ قِیٰماً لِّلنَّاسِ﴾ [۲]

اللہ نے کعبہ کو مقدس گھر بنایا لوگوں کے قیام (اجتماعی معاشرت) کا ذریعہ بنایا۔

۴۔ کہیں ''قیام'' صرف نمازِ تراویح کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: باب قیامِ رمضان

۵۔ کہیں ''قیام'' صرف نمازِ تہجد کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: باب قیامِ اللیل

۶۔ کہیں ''قیام'' کا اطلاق پوری نماز پر ہوتا ہے (تکبیر سے لے کر سلام تک) جیسے:

﴿مَنۡ قَامَ لَیۡلَۃَ الۡقَدۡرِ اِیۡمَاناًوَّاِحۡتِسَاباً غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِہٖ﴾ [۳]

جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا یعنی نماز پڑھی ایمان اور احتساب کی حالت میں اس کے گزشتہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اور اس میں قیامِ اوّل اور قیامِ ثانی (قومہ) دونوں شامل ہیں۔

۷۔ کہیں ''قیام'' صرف پہلے ''قیام'' (قبل الرکوع) کیلئے اِستعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

﴿وکان قیامه ورکوعه..........قریباً من السواء﴾ [۴]

آپ کا قیام اور رکوع قریباً (طوالت) میں برابر ہوتے تھے۔

﴿باب تطویل القیام فی الرکعة الاولیٰ﴾ [۵]

﴿باب تقصیر القیام فی الرکعة الثانیه﴾ [۶]

یہ تخصیص صرف اور صرف مرادی معنوں کو تسلیم کرنے کے سبب سے ہے ورنہ تو ہر جگہ قیام کا ایک ہی مفہوم ہوتا۔

---

[۱] سورۃ النساء: ۵

[۲] سورۃ المائدہ: ۹۷

[۳] بخاری کتاب الصوم (۱۷۶۸)، مسلم (۱۲۶۸)، ترمذی کتاب الصوم (۶۱۹) والنسائی (۲۱۶۹)

[۴] نسائی کتاب التطبیق (۱۰۵۹)

[۵] نسائی ۱/۱۵۳

[۶] نسائی ۱/۱۵۳

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اصطلاحِ قیام

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ کی نماز کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کان رکوع النبی ﷺ وسجوده وبين السجدتين واذا رفع من الركوع ما خلا القيام والقعود قريباً من السواء [1]	آپ ﷺ رکوع، سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان کا وقفہ (جلسہ) اور جب آپ ﷺ رکوع سے سر اُٹھاتے یہ تمام حالتیں تقریباً برابر ہوتی تھیں سوائے قیام اور قعدہ کے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے تمام حالتوں کو بغیر کسی اصطلاحی نام کے بیان کیا اور ہر نام کے ساتھ وضاحت فرمائی لیکن جو اصطلاحیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں معروف تھیں انہیں کسی وضاحت کے بغیر صرف ایک لفظ سے ظاہر کیا جیسے رکوع، سجود، قیام اور قعود، اس نام کے ساتھ اُولیٰ یا ثانیہ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی لفظِ قیام اِصطلاحی طور پر قیامِ اُولیٰ کیلئے مستعمل ہے۔

اِذا کا عموم اور دھوکا ءِ لزوم

یہ کہنا کہ اذا کے عموم سے نماز کا ہر قیام اور وضع الیدین لازم وملزوم ہیں محض دھوکا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ''اذا کان قائماً فی الصلوٰۃ'' والی روایت حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور راوی اپنی روایت کردہ حدیث کا جو مفہوم متعین کرے گا وہی صحیح ترین مفہوم ہوگا۔

نسائی میں موجود حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت مجمل ہو۔ نہ کی وجہ سے یہ تعین کرنے سے قاصر ہے کہ یہ وضع کس قیام میں ہے؟ جبکہ مسلم شریف میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی روایت مفصل ہے جس میں اُس قیام کا تعین موجود ہے جس میں وضع ہے اس کے بعد اگر کوئی قیام بچے گا تو وہ لامحالہ وضع سے خالی ہوگا حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے صرف قبل الرکوع میں ہاتھ باندھے دیکھا اور اسے اسی قیام کے ساتھ بیان کیا بعد الرکوع قیام میں نہ ہاتھ باندھے ہوئے دیکھا اور نہ بیان کیا۔

اگر وضع اور قیام کو لازم وملزوم سمجھ لیا جائے، تو ہمارا سوال یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہے اپنی بیماری یا کسی اور عذر کی بنا پر تو کیا وہ ہاتھ باندھے یا چھوڑے؟

چونکہ نسائی شریف والی حدیث میں یہ وارد ہے کہ آپ ﷺ نماز میں جب کھڑے ہوتے تھے تو ہاتھ باندھتے تھے، یہ شخص تو کھڑا ہی نہیں ہوا پھر ہاتھ کیوں باندھے گا......؟ اگر آپ الفاظ پکڑیں گے تو

[1] بخاری ج۱ ص۱۰۹ کتاب الاذان (۷۵۰)

دوسرے کو بھی الفاظ پکڑنے کا حق ملنا چاہئے، حدیث پاک سے قیامت تک اس کا جواب نہیں لا سکتے کیونکہ ان کے نزدیک نماز کی چار حالتوں کے علاوہ پانچویں کوئی حالت ہی نہیں اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھ، ران یا گھٹنے پر رکھنے کی صراحت موجود ہے اور وہ بھی اذا کے عموم کے ساتھ ہے اس نصِ صریح کے ہوتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے ہاتھوں کو اُس کے گھٹنے اور اُس کی رانوں سے اُٹھا کر اس کے سینے تک کس دلیل کے تحت لایا جائے گا......؟

اِس ضمن میں جو بھی دلیل پیش کی جائے گی وہی ''اِذا'' کے عموم کے سینے میں خنجر کا کام کرے گی۔

۱۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں۔

﴿کان اذا جلس فی الصلٰوۃ وضع یدیہ علٰی رکبتیہ﴾ [۱]

بے شک نبی کریم ﷺ جب بھی نماز میں بیٹھتے اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں:

رأیتُ رسولَ اللہِ ﷺ اِذا قامَ فِی الصَّلٰوۃِ رفع یدیہِ حتّٰی تکونا حذو منکبیہِ [۲]	میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا جب بھی نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر تک اُٹھاتے تھے۔

﴿نماز میں جب بھی کھڑے ہوتے تھے﴾ یہاں بھی اذا کا عموم موجود ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ ہر رکعت پر کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کرتے تھے اب جو بھی جواب آئے گا وہ اذا کے عموم کی بحث کا جنازہ نکال کر ہی آئے گا۔

نماز کی چار حالتوں کا مفروضہ

ایک بات اپنے تئیں فرض کر لی گئی کہ نماز کی صرف چار حالتیں ہوتی ہیں اور پھر اس مفروضے پر اپنے عمل کی بنا رکھ دی گئی حالانکہ کسی حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان موجود نہیں ہے کہ نماز کی صرف چار حالتیں ہیں اور پانچویں کوئی حالت نہیں ہے۔

وہ چار حالتیں جو بیان کی جاتی ہیں حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔قیام ۲۔رکوع ۳۔سجدہ ۴۔ قعدہ

---

[۱] مسلم کتاب المساجد......(۹۱۱)، نسائی ۱/۱۸۷(۱۱٤۸)،ترمذی(۲۷۱)،ابو داود (۸۳۸)

[۲] بخاری ۱/۱۰۲ کتاب الاذان (۶۹۳)،مسلم (۵۸۶)،ترمذی(۲۳۷)،نسائی (۸۶۷)و ابو داود (۶۱۹)

اِن چار حالتوں کا مفروضہ اس لئے قیام کیا گیا تا کہ یہ باور کرایا جا سکے کہ قیام میں ہاتھ سینے پر رہیں گے رکوع میں گھٹنے پر رہیں گے سجدہ میں زمین پر رہیں گے اور قعدہ میں گھٹنے یا ران پر رہیں گے اور ان چاروں حالتوں میں ہاتھوں کی کیفیت الگ الگ احادیث میں موجود ہے لہٰذا اِن چار حالتوں میں ارسال کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے پھر یہ کہاں سے آ گیا؟

اِن چار حالتوں میں کم از کم ایک اہلِ حدیث، متبع سنت شخص ہرگز نماز ادا نہیں کر سکتا، ظلم تو یہ ہے کہ اَحناف کے مقابلے میں رفع الیدین نماز کی زینت قرار پائے۔

لیکن جب معاملہ رفع الیدین کرنے والوں سے متعلق ہو تو وہی رفع الیدین نماز کی زینت بننا تو دور کی بات ہے نماز کی حالتوں سے بھی خارج کر دی جائے؟ بتایئے مذکورہ چار حالتوں میں ہاتھوں کا جو محل بیان کیا گیا ہے کیا رفع الیدین ان میں سے کسی محل پر آتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

رفع الیدین کرتے وقت نہ ہاتھ سینے پر ہوتے ہیں، نہ گھٹنے پر، نہ زمین پر اور نہ ران پر بلکہ فضاء میں معلق ہوتے ہیں کیا یہ پانچویں حالت نہیں ہے؟

حتیٰ کہ رفع الیدین نہ کرنے والے بھی چار حالتوں میں نماز پڑھنے سے قاصر ہیں اور رفع الیدین کے عاملین و قائلین کا بھی بندہ نے چشم دید مشاہدہ کیا ہے کہ وہ بھی ان چار حالتوں میں نماز نہیں پڑھ سکتے۔

مثلاً: جب قومہ سے سجدہ کی جانب بڑھنے لگتے ہیں تو اس وقت ان کے ہاتھ نہ سینے پر ہوتے ہیں نہ گھٹنے پر نہ زمین پر اور نہ ران پر بلکہ معلق ہو کر نیچے کی طرف بڑھ رہے ہوتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں حضرت جریر بیان کرتے ہیں کہ:

كان علی اذا قام الی الصلوٰة ضرب	جب آپ ا نماز کیلئے کھڑے ہوتے اپنا دایاں
بيده اليمنی علی رسغه الا يسر فلا	ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھتے یہ حالت ہمیشہ
يزالُ كذالك حتى يركع [1]	برقرار رہتی یہاں تک کہ رکوع کرتے۔

اس حدیث میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وضع الیدین والے عمل کو رکوع تک بتایا گیا ہے۔

مذکورہ حدیث سے محترم جناب مولانا حافظ محمد ایوب صابر صاحب حفظہ اللہ نے نہایت لطیف اِستدلال کیا ہے، جسے ہم قارئین کے اِستفادہ کے لیے یہاں درج کر رہے ہیں، چنانچہ اِرشاد فرماتے ہیں:

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۴۳

Marfat.com

اس حدیث میں وضع کی حد رکوع بتلائی گئی ہے یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ باندھنے کا عمل رکوع تک جاری رہتا تھا اگر کوئی معترض یہ کہے کہ قیام میں ہاتھ باندھنا ہے جب قیام ختم ہوا تو ہاتھ باندھنا بھی ختم ہوا اور جب قیام دوبارہ لوٹ آئے گا تو ہاتھ باندھنا بھی لوٹ آئے گا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں موجود لفظ ''حتی یرکع'' ہاتھ باندھنے کی غایت کو واضح کرتا ہے یعنی جب تک رکوع نہ کرتے ہاتھ باندھے رہتے رکوع کے بعد والا قیام (قومہ) اس حدیث کی ہرگز مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ قومہ کے بعد سجدہ تو ہے، دوبارہ رکوع نہیں ہے قیام کے لوٹنے سے ہاتھ باندھنے کا عمل بھی صرف اسی قیام کیلئے لوٹے گا جس قیام کے بعد رکوع ہوگا تاکہ وضع الیدین کو رکوع تک مکمل کیا جاسکے۔ (بصد شکریہ)

نماز میں ''سدل'' کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے

﴿نَهٰى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلٰوةِ : نماز میں سدل کرنے (لٹکانے) سے منع فرمایا۔﴾ [1]

مذکورہ حدیث سے رکوع کے بعد ہاتھ باندھنے والے یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے سدل کرنے سے منع فرمایا ہے اور سدل کے معنی مطلق لٹکانے (ارسال) کے ہیں لہٰذا حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ کونسا سدل ممنوع ہے اور کونسا جائز لہٰذا چاہے کپڑا لٹکا کر نماز پڑھی جائے یا جسمانی اعضاء یعنی ہاتھ لٹکا کر نماز پڑھی جائے دونوں صورتیں ممانعت میں شامل ہونگی۔

حالانکہ جلیل القدر محدث علامہ خطابی رحمہ اللہ معالم السنن ج ۱ ص ۳۲۶ میں فرماتے ہیں:

﴿اَلسَّدلُ اِرْسالُ الثَّوبِ حَتّٰى يصيب الارض﴾

کپڑے کو (اوپر سے نیچے) کی طرف لٹکانا حتیٰ کہ وہ زمین تک پہنچ جائے سدل کہلاتا ہے۔

جیسے کوئی شخص اپنے گلے مے چادر ڈال لے اور ان کے دونوں سرے کندھوں کے اوپر سے نیچے کی طرف لٹکا دے یہ سدل کہلائے گا، اسی طرح سر پر رومال رکھ کر دونوں سرے پر بل دیئے بغیر نیچے کی طرف لٹکا دینا سدل میں شامل ہے۔ [2]

کپڑے کی جگہ جسمانی اعضاء مراد لینا نہ صرف شرعی روح کے منافی ہے بلکہ عقلِ سلیم کے بھی

---

[1] ابوداؤد ۱/۹٤ باب السدل فی الصلاۃ و الترمذی

[2] مرعاۃ المفاتیح ۲/۲۱٦

Marfat.com

خلاف ہے اگر اسے لمحے بھر کیلئے درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر تمام مسلمانوں سے قیام کی فرضیت ہی ساکت کرنی پڑے گی ورنہ سدل لازم آئے گا جس کی حدیث میں ممانعت ہے۔

قومہ سے سجدہ میں جانے کا طریقہ

قومہ سے سجدہ میں جانے کیلئے اہلِ اسلام کے نزدیک دو طریقے مروج ہیں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے اور زمین پر پہلے گھٹنے ٹکائے پھر ہاتھ ٹکائے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ رکھے جائیں پھر گھٹنے ان دونوں میں وجہ اختلاف احادیث کا مختلف ہونا ہے اور احادیث کے اختلاف کا سبب صحت اور ضعف ہے اور بعض سے احادیث کے صحیح مفہوم تک پہنچنے میں بھی خطا ہوئی ہے اور یہ بھی اختلاف کا ایک سبب ہے۔

۱۔ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ

رأیتُ رسولَ اللهِ ﷺ اذا سجد وضع رُکبتیہِ قبل یدیہِ واذا نھض رفع یدیہِ قبل رکبتیہِ [۱]	میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ سجدہ فرماتے اپنے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے اور جب سجدے سے اُٹھتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اُٹھاتے۔

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اذا سجد احدکم فلا یبرک کما یبرک البعیر والیضع یدیه قبل رکبتیه﴾ [۲]

جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو وہ ایسے نہ بیٹھے جیسے اُونٹ بیٹھتا ہے بلکہ اسے چاہئے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے۔ (دیکھئے صفحہ ۴۹۸ شکل نمبر ۸)

مذکورہ دونوں حدیثیں باہم متضاد ہیں پہلی حدیث میں گھٹنوں کو پہلے رکھنے کا ذکر ہے اور ہاتھ بعد میں جبکہ دوسری حدیث میں ہاتھوں کو پہلے رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور گھٹنوں کو بعد میں۔

البتہ دوسری حدیث میں ایک تمثیل کے ذریعہ سمجھایا گیا کہ اُونٹ جس طرح بیٹھتا ہے تمہارا بیٹھنا اس طرح نہ ہو۔

حضرت وائل بن حجرؓ سے مروی حدیث جس میں گھٹنے پہلے رکھنے کا ذکر ہے یہ حدیث ضعف ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد اور نسائی کے علاوہ بھی دیگر کئی محدثین نے بیان کیا ہے لیکن تمام اسناد میں

---

[۱] نسائی ۱/۱۶۵ باب اوّلِ ما یصل الی الارض من الانسان فی سجود وابوداؤد

[۲] نسائی ۱/۱۶۵ باب اوّلِ ما یصل الی الارض من الانسان فی سجود وابوداؤد

Marfat.com

شریک عاصم بن کلیب سے روایت کرتے ہیں:

☆ امام دارقطنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو عاصم بن کلیب سے شریک کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا اور شریک منفرد ہونے کی وجہ سے غیر قوی ہے۔

☆ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمام نے عاصم سے روایت کی ہے لیکن مرسل ہے جس میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ کا واسطہ نہیں ہے۔ ۱

☆ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عاصم بن کلیب سے اس حدیث کے متن کو ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے اور رسول اکرم ﷺ کے طریقہ نماز کو ''شریک'' کی بنسبت زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہے لیکن کسی ایک نے بھی سجدے میں جانے اور اُٹھنے کا طریقہ بیان نہیں کیا۔ ۲

محدثین کے مندرجہ بالا اقوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس حدیث میں شریک کا عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کا نقل کرنا شریک کا وہم ہے اور علامہ خطابی رحمہ اللہ کا ''معالم السنن ج ا ص ۲۰۸'' میں یہ کہنا کہ "حديث وائل اثبت" یعنی حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث زیادہ ثابت ہے درست نہیں ہے۔

جبکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جس میں ہاتھ پہلے رکھنے اور اُونٹ کی طرح نہ بیٹھنے کا حکم ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ شارح مسلم، ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ شارح بخاری اور علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو جید کہا ہے علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ صاحب تحفۃ الاحوذی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح یا حسن لذاتہٖ ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ۳

البتہ علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا متن محفوظ نہیں ہے اس کی شروع کی عبارت اس کی آخری عبارت کے خلاف ہے۔ ۴

یعنی شروع کی عبارت تو یہ ہے کہ اُونٹ کی طرح نہ بیٹھو اور آخری عبارت میں ہے کہ گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھو۔

ابنِ قیم رحمہ اللہ کے نزدیک دونوں جملے باہم متضاد ہیں کیونکہ اُونٹ بیٹھتے وقت پہلے آگے کی ٹانگیں

---

۱ تلخيص الحبير لابن حجر ۱/ ۲۵٤

۲ ارواء الغليل للالباني

۳ تحفة الاحوذی ۱/ ۲۲۹

۴ نيل الاوطار ج۲ ص ۲۸٤

Marfat.com

زمین پر ٹکاتا ہے پھر پیچھے کی ٹانگیں رکھتا ہے، ہم اگر آگے کے ہاتھ پہلے رکھیں گے تو یہ اُونٹ سے مشابہت ہو جائے گی جبکہ حدیث میں اُونٹ سے مشابہت کرنے سے روکا گیا ہے۔ ابنِ قیم رحمہ اللہ کے اس اعتراض سے ایک نیا سوال پیدا ہوتا ہے، لہٰذا اب اس امر کی وضاحت ہونی چاہئے کہ اُونٹ کے بازو کونسے ہیں اور ٹانگیں کونسی اس تعیین کے بعد نفس مسئلہ تک رسائی آسان ہو سکتی ہے۔

اُونٹ کے اگلے بازو ہیں یا ٹانگیں؟

عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ جانوروں کے آگے والی ٹانگیں نہیں بلکہ بازو ہوتے ہیں اور ابنِ قیم رحمہ اللہ کو بھی یہی مغالطہ لگا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے،

حدیث میں موجود لفظ ''رکبۃ'' جس کا اردو ترجمہ گھٹنہ ہے، یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُونٹ کے آگے والی ٹانگیں ہیں نہ کہ بازو، کیونکہ گھٹنہ ہمیشہ ٹانگ میں ہوتا ہے اور بازو میں کہنی ہوتی ہے۔

قرآنِ مجید نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

چنانچہ وضو کا حکم صادر فرماتے ہوئے اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ﴾[1] اپنا چہرہ دھولو اور اپنے ہاتھ کہنی تک دھولو۔

مندرجہ بالا آیت میں خط کشیدہ لفظ ''المرافق'' (مرفقۃ کی جمع ہے) جس کے معنی کہنی کے ہوتے ہیں قرآن کی اس آیت سے واضح ہوا کہ جس عضو میں کہنی ہوتی ہے اُسے ''ید'' (ہاتھ یا بازو) کہتے ہیں اور جس عضو میں ''رکبۃ'' یعنی گھٹنہ ہوتا ہے اُسے ''رِجل'' (ٹانگ) کہتے ہیں حدیث جبریل علیہ السلام میں بھی

﴿فاسند رکبتیه الٰی رکبتیه﴾[2] جبرئیل علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا دیئے۔

اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ گھٹنہ ٹانگ ہی میں ہوتا ہے اس مؤقف کی مزید وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ''ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسولِ اکرم ﷺ سے شکایت فرمائی کہ ہم مسجد سے باہر اپنے اُونٹ وغیرہ اللہ کے توکل پر چھوڑ دیتے ہیں، جب مسجد سے فارغ ہو کر جاتے ہیں تو وہ ہمیں اپنی جگہ پر نہیں ملتے، اس طرح اللہ پر توکل کرنے کا ہمیں تو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا، ''پہلے اُونٹ کے گھٹنے باندھو پھر خدا پر توکل کرو'' اس حدیث کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اُونٹ بٹھا دیا کرتے تھے اور پھر آگے ٹانگ کے گھٹنے کو گلے کی رسی سے لپیٹ کر باندھ دیا کرتے تھے، اس حدیث سے بھی وضاحت ہوئی کہ اُونٹ کے گھٹنے آگے ہیں یعنی آگے والی ٹانگیں ہیں اور پیچھے والے بازو ہیں۔

[1] سورة المائدہ:٦

[2] مسلم کتاب الایمان رقم الحدیث (٩)

Marfat.com

جسمانی ساخت سے (Physically) اِستدلال

جسمانی ساخت پر غور فرمائیں تو اس سے بھی یہ بات نکھر جاتی ہے کہ اُونٹ کا گھٹنہ آگے ہے اور کُہنی پیچھے چونکہ جس عضو میں گھٹنہ ہوتا ہے وہ پیچھے کی طرف مڑتا ہے اور جس عضو میں کُہنی ہوتی ہے وہ آگے کی طرف مڑتا ہے، یعنی کُہنی والا عضو پیچھے نہیں مڑ سکتا اور گھٹنے والا عضو آگے نہیں مڑ سکتا، جیسا کہ سامنے دی گئی شکل سے واضح ہے اُونٹ کی اگلی ٹانگیں پیچھے کی طرف مڑتی ہیں لہٰذا گھٹنے آگے ہوئے اور پچھلی ٹانگیں آگے کی طرف مڑتی ہیں، لہٰذا بازو پیچھے ہوئے۔

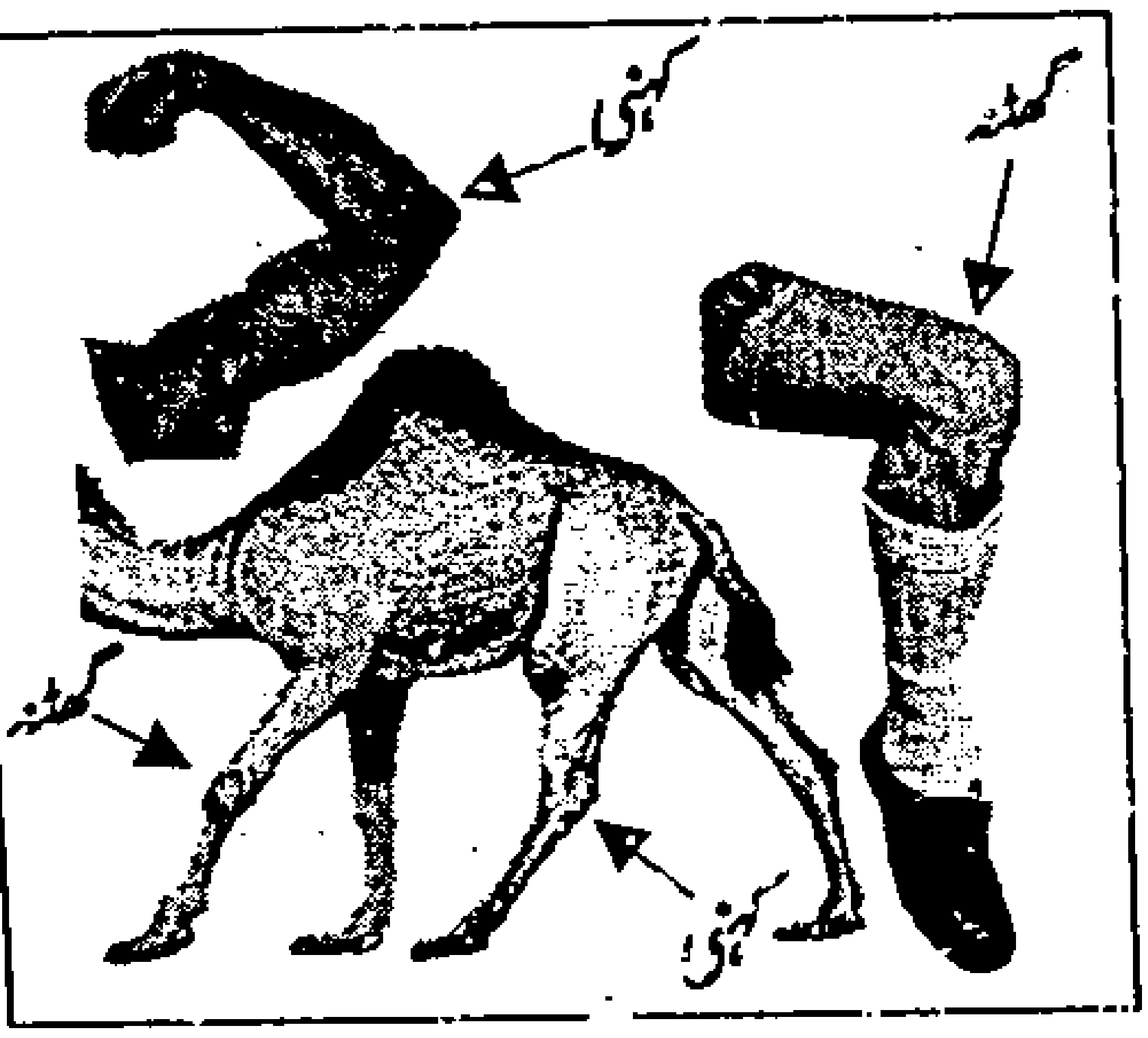

(ii) گھٹنہ گول (ڈھکنے کی مانند) ہوتا ہے، جبکہ کہنی نوک دار باہر کی طرف اُبھری ہوئی ہوتی ہے جیسے سامنے دی گئی تصویر میں واضح ہے۔ اُونٹ کی کُہنیاں پچھلی ٹانگوں میں واضح نظر آ رہی ہیں اور گھٹنے اگلی ٹانگوں میں نمایاں ہیں، کُہنی اور گھٹنے کا فرق یقیناً واضح ہو چکا ہے۔

اُونٹ کس طرح بیٹھتا ہے؟

۱۔ سب سے پہلے وہ اپنے گھٹنوں کو زمین پر ٹکاتا ہے۔

۲۔ گھٹنے ٹکانے کے بعد پچھلی ٹانگوں کو کچھ دیر تک کھڑا رکھتا ہے۔

۳۔ بیٹھتے وقت اپنا سارا بوجھ گھٹنوں پر ڈال دیتا ہے، ان توضیحات کے بعد حدیث کی مراد تک پہنچنا سہل ہو جاتا ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''اُونٹ کی طرح نہ بیٹھو'' ایک واضح حکم ہے، کہ اُونٹ پہلے گھٹنے رکھتا ہے تم پہلے ہاتھ رکھ کر اُس کی مخالفت کرو، یہی راجح مذہب ہے اور اس کی متعدد وجوہ ہیں:

(i) حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث جس میں گھٹنے پہلے رکھنے کا ذکر ہے وہ ضعیف ہے جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت سنداً جید ہونے کے اعتبار سے راجح ہے۔

(ii) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تائید عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے امام حاکم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

(iii) گھٹنے پہلے رکھنے والی روایت فعلی ہے جبکہ ہاتھ پہلے رکھنے والی حدیث قولی ہے اور تعارض کی صورت میں قول کو ترجیح ہوا کرتی ہے لہٰذا قومہ سے سجدہ کی طرف جاتے ہوئے اللہ اکبر کہیں اور سب سے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر ٹکائیں پھر گھٹنے رکھیں۔

سجدہ کا بیان

نہایت دِل کی گہرائیوں کے ساتھ اللہ احکم الحاکمین کی جناب میں اپنے نفس کی تحقیر کی کیفیت اور اللہ کی عظمت کا اعتراف لئے، اپنی جبینِ نیاز کو زمین پر رکھ کر خاک آلود کرنے کا نام سجدہ ہے یہ وہ سجدہ ہے جو ہر جائی کو یکجائی بناتا ہے مخلوق اور خالق کے درمیان رابطے کا ایک قریب ترین اور اہم ترین ذریعہ ہے۔

۱۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اقرب ما یکون العبد	بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ نزدیک سجدے کی
من ربہ وھو ساجد	حالت میں ہوتا ہے پس تم (سجدے سے) کثرت سے
فاکثروا الدُّعاء [۱]	دُعا کیا کرو۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب اولادِ آدم علیہ السلام میں سے کوئی مؤمن بندہ سجدے کی آیت تلاوت کرتا ہے اور اس پر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا ایک طرف ہو کر یہ کہتا ہے کہ "ہائے میری بربادی آدم کے بیٹے نے سجدے کا حکم پا کر سجدہ کیا پس اس کیلئے جنت ہے میں نے سجدے کا حکم پا کر حکم عدولی کی اور میرے لئے آگ ہے"۔ [۲]

۳۔ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم ﷺ سے جنت میں رِفاقت کی خواہش ظاہر کی آپ ﷺ نے فرمایا: سجدوں کی کثرت سے ہی ایسا ممکن ہو سکے گا۔ [۳]

۴۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم ﷺ سے جنت میں لے جانے والے عمل سے متعلق دریافت فرمایا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ کیلئے اپنے اُوپر کثرت سے سجدے کرنے کو لازم پکڑو، پس تیرے ہر سجدے کے بدلے اللہ تعالیٰ تیرا درجہ بلند فرمائے گا اور تیرے گناہ معاف کرے گا"۔ [۴]

[۱] مسلم ۱۹۱/۱ (۷۴۴)، نسائی کتاب التطبیق (۱۱۲۵) وابو داود (۷۴۱)

[۲] مسلم کتاب الایمان (۱۱۵) وابن ماجہ (۱۰۴۲) ومسند احمد (۹۳۳۶)

[۳] مسلم ۱۹۳/۱ باب فضل السجود والحث علیہ

[۴] مسلم ۱۹۳/۱ باب فضل السجود والحث علیہ

Marfat.com

۵۔ روزِ محشر نبی کریم ﷺ اللہ کی جناب میں ایک طویل سجدہ بجالائیں گے جب تک اللہ کو منظور ہوگا آپ ﷺ سجدے میں رہیں گے بالآخر اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

﴿اِرْفَعْ رَأسَکَ یا مُحَمّد وقل تُسمع واشْفِعْ تُشْفَعْ وسَلْ تُعْطٰی﴾ [۱]

اے محمد ﷺ اپنا سر اُٹھایئے اور کہیے، شنوائی ہوگی، سفارش کیجئے، قبول ہوگی، سوال کیجئے، عطا ہوگی۔

گویا اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرنے اور اللہ کی رحمت کو جوش میں لانے کیلئے رسولِ اکرم ﷺ نے اللہ کی جناب میں سجدے کو سہارا بنایا اور سر بسجود رہے۔

بالآخر اللہ کی رحمت جوش میں آئے گی اور وہ مہربان ہوکر کہے گا! ''اے حبیب مانگئے آج آپ کو ضرور نوازا جائے گا'' اس لئے کہ آج اِس پوری کائنات میں آپ ﷺ سے بہتر مانگنے والا کوئی نہیں اور مجھ سے بہتر دینے والا کوئی نہیں۔

سجدہ کی ہیئت

۱۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، بیشک رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں، یعنی پیشانی اور ناک، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں کے پنجے اور دونوں گھٹنے''۔ [۲]
اس حدیث سے واضح ہوا کہ سجدہ کی صورت میں مذکورہ سات اعضاء زمین پر ٹکے رہنے چاہئیں۔

۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جنابِ رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اذا سجدت فضع کفیک وارفع مرفقیک﴾ [۳]

جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر ٹکاؤ اور کہنیاں (زمین سے) اُٹھا کر رکھو۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿اِعْتَدِلُوْا فِی السُّجُوْدِ وَلا یَبْسُطْ اَحَدُکُمْ ذِرَاعَیْهِ اِنْبِسَاطِ الْکَلْبِ﴾ [۴]

سجدے میں اِعتدال کرو (سجدے کے اعضاء کو اُن کے محل پر اطمینان کے ساتھ رکھو) اور تم میں سے کوئی شخص اپنے بازو کتے کی طرح نہ بچھائے۔ (دیکھئے صفحہ ۴۹۸ شکل نمبر ۹)
مراد یہ ہے کہ جس طرح کتا بیٹھتے وقت اپنے پنجے سے لے کر کہنی تک پورا بازو زمین پر بچھا لیتا ہے

---

۱ مسلم ۱/۱۱۰
۲ مسلم ۱/۱۹۳ باب اعضاء السجود......
۳ مسلم ۱/۱۹۴ باب اعضاء السجود......
۴ بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ (۵۰۱) ومسلم (۷۶۲)

تم اس طرح نہ بچھاؤ بلکہ اس کی مخالفت کرو ہتھیلیاں ٹکاؤ اور کُہنیاں اُٹھا کر رکھو جیسا کہ حضرت براء بن عازب ﷛ والی روایت میں گزر چکا ہے۔ [1]

۴۔ حضرت میمونہ ﷝ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب سجدہ کرتے تو دونوں کہنیاں اپنے پہلوں سے اس قدر دور رکھتے کہ پیچھے والے کو آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی نظر آ جاتی۔ [2]

۵۔ حضرت میمونہ ﷝ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے بازوؤں کو (اپنے پہلوں) سے اِتنا کھلا رکھتے کہ اگر بکری کا بچہ بازوؤں کے درمیان میں سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔ [3]

۶۔ حضرت وائل ﷛ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنی اُنگلیاں ملالیا کرتے تھے۔ [4]

۷۔ حضرت براء بن عازب ﷛ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھتے اور اپنی انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب رکھتے۔ [5]

۸۔ حضرت عروہ بن زبیر ﷛ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ ﷝ فرماتی ہیں کہ جب میں نے اپنی باری والے دن رسول اکرم ﷺ کو اپنے بستر پر نہ پا کر جب اندھیرے میں تلاش کیا تو میں نے آپ ﷺ کو سجدہ کی حالت میں اِس طرح پایا کہ آپ ﷺ کی دونوں اِیڑیاں باہم ملی ہوئی تھیں۔ [6] (دیکھیے صفحہ ۴۹۸ شکل نمبر ۱۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں اپنے پاؤں کی ایڑیاں باہم ملالینی چاہئیں۔

۹۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ﷝ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اندھیرے میں آپ ﷺ کو تلاش کیا تو میرا ہاتھ آپ ﷺ کے پاؤں پر پڑا آپ ﷺ سجدے کی حالت میں تھے اور دونوں پاؤں کھڑے تھے۔ [7] (دیکھیے صفحہ ۴۹۸ شکل نمبر ۱۰)

۱۰۔ محمد بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ ایک دن وہ رسول اکرم ﷺ کے اصحاب کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ہم نے آپ ﷺ کی نماز کا تذکرہ کیا ابوحمید ساعدی ﷛ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کو تم سب

---

[1] بخاری کتاب الاذان ۱/ ۱۱۳۰ و مسلم ۱/ ۱۹۳

[2] مسلم ۱/ ۱۹٤ و ابو داؤد

[3] مسلم ۱/ ۱۹٤ رقم ۷٦٥ باب ما یجمع صفة الصلاة

[4] ابن خزیمه ۱/ ۳۲٤ و بیهقی

[5] ابن خزیمه ۱/ ۳۲۸ و بیهقی

[6] ابن خزیمه ۱/ ۳۲۸، ۳۲۹ و بیهقی

[7] مسلم ۱/ ۱۹۲ باب ما یقال فی الرکوع والسجود

Marfat.com

سے بہتر جانتا ہوں، جب سجدہ کیا تو نہ بازوؤں کو زمین پر بچھایا اور نہ ہی دونوں کو ملایا اور دونوں پاؤں زمین پر اس طرح ٹکائے کہ پاؤں کی اُنگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف تھا۔ [1]

۱۱۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کی حالت میں ناک کو زمین پر نہیں ٹکا تا تھا، اسے دیکھ کر فرمایا!

﴿لا صلاۃَ لِمَنْ لا یصیب انفهٗ مِنَ الارضِ﴾ [2]

اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو اپنی ناک زمین پر نہ ٹکائے۔

۱۲۔ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿وفرّج بین فخذَیهِ غیر حامل بطنه علی شئ مِن فخذیه﴾ [3]

آپ ﷺ کی رانوں کے درمیان فاصلہ تھا اور پیٹ کا بوجھ رانوں کے کسی حصے پر نہیں ڈالا ہوا تھا مراد یہ ہے کہ جس طرح سجدہ میں دونوں پاؤں باہم ملے ہوئے تھے اسی طرح ٹانگیں یا گھٹنے ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ رانوں کے مابین فاصلہ تھا، نہ صرف باہم واصلہ تھا بلکہ پیٹ اور رانوں کے مابین بھی فاصلہ تھا۔

تسبیحاتِ سجود

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ سجدہ میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" تقریباً دس مرتبہ پڑھا کرتے تھے۔ [4]

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جنابِ رسالت مآب ﷺ رکوع اور سجود میں یہ دُعا کثرت سے پڑھا کرتے تھے:

﴿سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِکَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ﴾ [5]

اے اللہ! اے ہمارے رب! تو پاک ہے، اپنی تعریفوں کے ساتھ، اے اللہ! مجھے بخش دے۔

---

[1] بخاری ۱/۱۱۲،۱۱۴

[2] دارقطنی ۱/۳۴۸

[3] ابوداؤد ۱/۱۰۶،۱۰۷باب افتتاح الصلاۃ

[4] مسلم عن حذیفہؓ والنسائی ۱/۱۷۰وابوداؤد

[5] مسلم ۱/۱۹۲

Marfat.com

۳۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَبِمُعَافَاتِکَ مِنْ عُقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ [1]	اے اللہ! میں تری رضا کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں ترے غصے سے اور تیری معافی کے ساتھ تیری سزا سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے تجھے وسیلہ بنا کر، میں تیری تعریفوں کا احاطہ نہیں کرسکتا تو ایسے ہی ہے جیسے تو نے اپنی شان خود بیان کی ہے۔

۴۔ ﴿سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَالرُّوْحُ﴾ [2]

پاک صفتوں والا پاک ذات والا فرشتوں اور روح (جبریلؑ) کا رب

۵۔ رکوع اور سجدے میں شارع علیہ السلام نے قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ [3]

البتہ حدیث کی کوئی بھی دُعا پڑھی جا سکتی ہے کیونکہ ممانعت صرف قرآن پڑھنے کی ہے۔

نماز میں دو سجدے مقرر ہونے کی حکمت

نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے مقرر ہونے میں یہ راز ہو سکتا ہے کہ رب العالمین اپنے عابد بندے کو پہلا سجدہ کرنے پر یہ بتانا چاہتا ہو کہ ہم نے تمہیں اسی مٹی سے پیدا کیا ہے اور دوسرے سجدے سے یہ سبق دیا جا رہا ہو کہ تو نے دوبارہ اسی مٹی میں لوٹ کر آنا ہے۔ (واللہ اعلم)

جلسہ بین السجدتین

نماز پڑھنے والوں کی تقریباً ۸۰ فیصد آبادی نبی کریم ﷺ کی اس سنت سے محروم ہے، حالانکہ نبی کریم ﷺ کے جانثار صحابی حضرت ابوحمید ساعدی ؓ نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثم یرفع رأسه ویثنی رجله الیسری فیقعد علیها ثم یعتدل حتّٰی یرجع کل عظم الٰی موضعه ثم یسجد [4]	پھر آپ ﷺ اپنا سر مبارک اُٹھاتے اور اپنا بایاں پاؤں کو موڑ کر اس پر بیٹھتے پھر اعتدال فرماتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے محل کی طرف لوٹ آتی پھر دوسرا سجدہ فرماتے۔

---

[1] مسلم ۱/۱۹۲ (۷۵۱) والترمذی (۳۴۱۵) والنسائی کتاب التطبیق (۱۰۸۸) وابو داؤد (۷۴۵)

[2] مسلم ۱/۱۹۲ باب ما یقال فی الرکوع والسجود

[3] مسلم عن ابن عباسؓ /۱۹۱ باب النهی عن قراۃ القرآن فی الرکوع والسجود

[4] ابو داؤد ۱/۱۰۶ باب افتتاح الصلاۃ (۶۲۷) والترمذی باب ما جاء فی وصف الصلاۃ (۲۸۰)

۲۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کے مطابق جلسہ کی کیفیت درج ذیل ہے:

بایاں پاؤں بچھا دیا جائے پھر اس پر بیٹھا جائے، البتہ مسلم شریف[1] میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے "وینصبُ رِجلهُ الیمنٰی" یعنی دایاں پاؤں کھڑا رکھنے کا ذکر بھی وارد ہے، پھر دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھا جائے، دائیں ہاتھ کا اَنگوٹھا درمیانی انگلی کیساتھ ملا دیا جائے اور باقی انگلیوں کو بند کرتے ہوئے انگشتِ شہادت سے اِشارہ کیا جائے۔ [2]

(دیکھئے صفحہ ۴۹۸ شکل نمبر ۱۱)

متعدد اَحادیث سے ماَخوذ جلسہ کی کیفیت

۱۔ ہاتھ ران پر بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ [3]

۲۔ سیدھے پاؤں کی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ کی جانب رکھیں۔ [4]

۳۔ سیدھے ہاتھ کی کہنی کو (خم نہ دیا جائے بلکہ) سیدھا رکھا جائے۔ [5]

۴۔ انگوٹھے کو درمیانی اُنگلی سے ملا کر حلقہ بنایا جائے۔ [6]

۵۔ انگشتِ شہادت کو اُٹھا کر رکھیں لیکن قدرے نیچے کی طرف خم دیں۔ [7]

۶۔ نسائی کی ایک روایت میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (یُحَرِّکُهَا) آپ ﷺ انگلی کو حرکت دیا کرتے تھے۔ [8]

☆ جبکہ ابوداؤد کی روایت میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (لَا یُحَرِّکُهَا) آپ ﷺ حرکت نہیں دیا کرتے تھے۔ [9]

بظاہر دونوں روایتیں باہم متضاد نظر آتی ہیں لیکن ہمارے نزدیک تطبیق کی دو صورتیں ہیں۔

---

۱ مسلم باب ما یجمع صفة الصلاة (۷۶۷) وابو داؤد (٦٦٥) ومسند احمد (۲۲۹۰۳)

۲ مسلم (۹۰۹) والنسائی (۱۲۵۸) مسند احمد (۱۵۵۱۸) والدارمی (۱۳۰٤)

۳ مسلم (۹۰۹) والنسائی (۱۲۵۸) وابو داؤد (۸۳۸)

۴ نسائی ۱/۱۷۳

۵ ابو داؤد ۱/۱۰۵

٦ ابو داود: کتاب الصلاة رقم الحدیث (٦٢٤، ۸۲۰)

۷ نسائی ۱/۱۷۳

۸ نسائی رقم الحدیث (۸۷۹)

۹ مختصر ابو داؤد ۱/٤٥۷ (۸۳۹)

Marfat.com

ایک تو یہ کہ رسول اکرم ﷺ کبھی حرکت دیتے ہونگے اور کبھی نہیں دیتے ہونگے۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے اس وقت دیکھا جب آپ نے حرکت دی اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اُس وقت دیکھا جب آپ نے حرکت روک دی۔

☆ دوسری صورت یہ ہے کہ جس میں حرکت دینے کا ذکر ہے وہ دراصل سکون کی نفی ہے اور جس روایت میں حرکت نہ دینے کا ذکر ہے وہ دراصل تکرار کی نفی ہے یعنی حرکت تو تھی لیکن مسلسل نہیں تھی۔ (واللہ اعلم)

۷۔ انگشتِ شہادت سے نظر تجاوز نہ کرے۔ [1]

۸۔ رسول اکرم ﷺ کا رکوع، قومہ، سجدہ اور جلسہ (طوالت میں) برابر ہوا کرتے تھے۔ [2]

جلسہ کی تسبیح

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ

اے اللہ مجھے بخشش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت دے اور مجھے روزی دے۔ [3]

بعض روایات میں ''وَاجْبُرْنِیْ وَارْفَعْنِیْ'' (میری حالت کی اصلاح فرما اور مجھے رفعت و بلندی عطا فرما) کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ [4]

☆ جلسہ سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کریں۔ [5]

جلسہ کے مقرر ہونے کی حکمت

جلسہ دراصل دو سجدوں کے درمیان حدِّ فاصل ہے، چونکہ ہر رکعت میں قیام اور رکوع ایک ایک ہے جبکہ سجدے دو ہیں اور ان دو سجدوں میں تمیز اُس وقت پیدا کی جا سکتی ہے جب کوئی تیسرا فعل جو ان سے مختلف ہو ان کے درمیان لایا جائے، جلسہ بین السجدتین کو اگر درمیان سے نکال دیا جائے تو ہم دو سجدوں کو دو کہہ ہی نہیں سکتے اور شاید اس کے مشروع ہونے کی بھی یہی حکمت ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

---

[1] مختصر ابو داؤد ۱/۴۵۷ باب الاشارة فی التشهد و النسائی کتاب السهو (۱۲۵۸) و مسند احمد (۱۵۵۱۸) تلخیص الحبیر ۱/۲۶۲

[2] بخاری عن البراءؓ ۱/۱۱۳

[3] ابو داؤد ۱/۱۲۲ عن ابن عباس باختلاف الالفاظ انظر فی تلخیص الحبیر ۱/۲۵۸

[4] ابو داؤد ۱/۱۲۳ والترمذی

[5] ابن ماجه کتاب اقامة الصلاة و السنة فیها (۱۰۵۱)

Marfat.com

جلسہ اِستراحت

اِیک رکعت مکمل کرنے کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے کچھ دیر اُٹھ کر سیدھا بیٹھ جانے کو جلسۂ اِستراحت کہتے ہیں۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ ﷺ جب بھی طاق رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو اس وقت تک نہیں اُٹھتے تھے جب تک سیدھے بیٹھ نہ جاتے۔ [1]

بہت سے نماز پڑھنے والے جہاں دوسری سنتوں سے محروم ہیں وہ اس سنت ثابتہ سے بھی محروم ہیں۔ سجدہ سے فارغ ہو کر کچھ دیر سیدھا بیٹھ کر توقف کئے بغیر فوراً کھڑے ہو جانا اور صحیح ترین روایات کے مقابلہ میں ضعیف کو اِختیار کرنا تضیع اَوقات اور بربادیِ عمل کے سوا کچھ نہیں۔

دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہونے کا طریقہ

اس عمل میں تین طریقے مروج ہیں ایک طریقہ اَحناف کے ہاں اور دو طریقے اہلِ حدیث کے ہاں رائج ہیں اَحناف کا طریق یہ ہے کہ دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے وقت پہلے اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں اور پھر گھٹنوں کا سہارا لے کر کھڑے ہوں جب کہ یہ طریقہ رسولِ اکرم ﷺ کے عمل کے خلاف ہے چونکہ صحیح بخاری میں حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

﴿اِعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ﴾ [2] رسولِ اکرم ﷺ زمین کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے۔ یعنی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکاتے اور پھر گھٹنے اُٹھا کر کھڑے ہوتے۔

لہٰذا اس حدیث سے ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھنے کا عمل غیر مسنون ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا طریقہ جو اہلِ حدیث کے ہاں مروج ہے اُس کی دو شکلیں ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ زمین پر ہاتھ اس طرح ٹکائے جائیں کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین سے ملی ہوئی ہونی چاہئیں اور ہاتھوں کی پشت اُوپر کی جانب ہونی چاہئے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کر لی جائیں اور زمین پر ایسے سہارا لیا جائے جیسے عورتیں آٹا گوندھتی ہیں۔

اوّل الذکر عمل جس پر فی زمانہ احناف کا عمل ہے ابوداود میں حضرت وائل رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] بخاری ۱/۱۱۳ باب من استوی فی وترمن صلاته ثم نهض

[2] بخاری ۱/۱۱٤ باب کیف یعتمد علی الارض

Marfat.com

[illegible]

[illegible]

...سے ٹیک لگا کر کھڑے ہونے کے کئے ہیں۔ [illegible]

ہوگا کہ آٹا گوندھتے وقت چونکہ انسان ہاتھوں کو آٹے پر ٹکا دیتا ہے اور اس پر قوت لگاتا ہے [illegible]

اٹھتے وقت بھی کیفیت ہو کہ آدمی اپنے ہاتھ زمین پر ٹکا دے اور زمین پر قوت لگا کر [illegible]

تا کہ ہاتھوں کے سہارے کھڑا ہو سکے اور اگر مطلق آٹا گوندھنا ہی مراد لیا جائے تو ضروری نہیں

---

1. بخاری ۱/۱۱۴ باب کیف یعتمد علی الارض
2. بیہقی۔ تلخیص الحبیر ۱/۲٦٠ [illegible]

ہے کہ آٹا ہمیشہ بند مٹھی سے ہی گوندھا جائے، مختلف خاندانوں میں اور مختلف علاقوں میں اس کا طریقہ کار مختلف ہوسکتا ہے، لہٰذا یہ دلیل مبہم ہے، اس میں یہ وضاحت ابھی باقی ہے کہ آٹا گوندھنے کی کیفیت کیا تھی......؟

اوراس کیفیت کو سمجھنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ آج سے چودہ سو سال پیشتر آٹا کس طرح گوندھا جاتا تھا؟ اِس صراحت کا ملنا محال ہے۔

۳۔ ابنِ عمرؓ والی روایت جس کو علامہ البانیؒ نے حسن کہا ہے حقیقتاً یہ روایت ہیثم کے مجہول ہونے کے سبب ضعیف ہے۔

۴۔ امام ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''یہ روایت ثابت نہیں ہے'' اور اگر ثابت ہو بھی جائے تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کیونکہ عاجن لغت میں بوڑھے شخص کو کہتے ہیں لہٰذا عاجن کا معنی مٹھی بند کرنا ہرگز نہیں ہے بلکہ اس سے بھی مطلقاً ہتھیلی کو زمین پر ٹکانا مراد ہے۔

۵۔ بخاری شریف میں حضرت مالک بن حویرثؓ سے جو حدیث مروی ہے اس میں مطلق زمین پر سہارا لینے کا ذکر ہے جب کہ ہاتھوں کی کیفیت کا کوئی ذکر نہیں ہے لیکن احادیثِ صحیحہ میں ایسے عمومی شواہد موجود ہیں جن میں لفظ ''یدین'' سے ہتھیلیاں زمین پر ٹکانا مراد لیا گیا ہے، مٹھی بند کرنا مراد نہیں لیا گیا۔

۶۔ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت ''ولیضع یدیہ قبل رکبتیہ'' [۱] گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھیں اور مطلق ہاتھوں سے محدثین نے ہتھیلیاں زمین پر رکھنا مراد لی ہیں، اسی طرح سجدہ کی کیفیت میں پیشانی، ناک، گھٹنے، قدم اور ہاتھ زمین پر رکھنے کی صراحت ہے تو یہاں بھی ''یَدَیْن'' سے مراد ''کَفَّیْن'' یعنی دونوں ہتھیلیاں ہیں لہٰذا ان شواہد سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اعتماد علی الارض سے یہی مراد ہے کہ ہاتھ کھول کر ہتھیلیاں زمین پر ٹکائی جائیں مٹھی بند کرنے کا عمل غیر صحیح اور غیر معقول ہے۔ (واللہ اعلم)

☆ دوسری تمام رکعات بھی اسی طرح ادا کریں جس طرح پہلی رکعت ادا کی ہے۔ [۲]

☆ البتہ دوسری رکعت میں حالتِ قیام میں قرأت کا آغاز فاتحہ سے ہوگا ثناء سے نہیں۔ [۳]

---

[۱] نسائی ۱/۱۶۵ باب اوّل ما یصل الی الارض من الانسان فی سجود وابوداؤد
[۲] بخاری کتاب الاذان (۷۱۵)، مسلم (۶۰۲)، ترمذی (۲۷۹)، نسائی (۸۷٤)، ابوداؤد (۷۳۰)
[۳] مسلم ۱/۱۷۲

Marfat.com

قعدہ اُولیٰ

محمد بن عمرو بن عطاؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار وہ صحابہ کرامؓ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی نماز کا تذکرہ ہوا، پس ابوحمید ساعدیؓ نے فرمایا:

میں رسول اکرم ﷺ کی نماز کو تم سے بہتر جانتا ہوں میں نے آپ ﷺ کو دیکھا......!

فَـإِذا جَلَـسَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ جَلَـسَ عَلٰـی رِجْلِهِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی [1]	پھر آپ ﷺ جب دو رکعتوں میں بیٹھتے تو اَپنے بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور اَپنا دایاں پاؤں کھڑا رکھتے،

باقی کیفیت وہی ہے جو آپ جلسہ بین السجدتین میں پڑھ چکے ہیں، اسکے بعد درج ذیل کلمات ادا کریں:

اَلتَّـحِیَّـاتُ لِلّٰهِ وَالـصَّـلَـوَاتُ وَالـطَّـیِّـبَـاتُ اَلسَّلَامُ عَـلَیْـکَ اَیُّهَــا الـنَّـبِـیُّ وَرَحْـمَـةُ اللّٰهِ وَبَـرَکَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰــــهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَـدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ [2]	تمام قولی، بدنی، اور مالی عبادتیں سب اللہ ہی کیلئے ہیں۔اے نبی ﷺ تم پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو اور اس کی برکتیں ہوں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں۔

اِسکے بعد تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہو جائیں اور اگر دوسری رکعت پر سلام پھیرنا ہو تو پھر اس قعدہ میں اس طرح بیٹھیں جس طرح کا طریقہ قعدہ اَخیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔

قعدہ اُولیٰ میں درود پڑھنے کا مسئلہ

جدید دور کی جدید تحقیق کے مطابق بعض علماءِ کرام نے یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ جس طرح قعدہ اَخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھا جاتا ہے اِسی طرح قعدہ اُولیٰ میں بھی پڑھا جانا چاہئے، اِسکی دلیل مسند احمد اور بیہقی [3] وغیرہ میں موجود اس حدیث سے لی جاتی ہے جس میں نماز کے اندر درود پڑھنے کا حکم ہے اور اس میں یہ صراحت نہیں کہ کس قعدہ میں پڑھا جائے، لیکن یہ عموم اس لئے دلیل نہیں بن سکتا

[1] بخاری ١/١١٤ باب سنة الجلوس فی التشهد

[2] مسلم ١/١٧٣

[3] بیهقی ٢/١٥٠،١٥٠

Marfat.com

جلسہ اِستراحت

اِیک رکعت مکمل کرنے کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے کچھ دیر اُٹھ کر سیدھا بیٹھ جانے کو جلسۂ اِستراحت کہتے ہیں۔

حضرت مالک بن حویرث ﷛ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، آپ ﷺ جب بھی طاق رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو اس وقت تک نہیں اُٹھتے تھے جب تک سیدھے بیٹھ نہ جاتے۔ [1]

بہت سے نماز پڑھنے والے جہاں دوسری سنتوں سے محروم ہیں وہ اس سنت ثابتہ سے بھی محروم ہیں۔ سجدہ سے فارغ ہو کر کچھ دیر سیدھا بیٹھ کر توقف کئے بغیر فوراً کھڑے ہو جانا اور صحیح ترین روایات کے مقابلہ میں ضعیف کو اختیار کرنا تضیع اَوقات اور بربادیِ عمل کے سوا کچھ نہیں۔

دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہونے کا طریقہ

اس عمل میں تین طریقے مروج ہیں ایک طریقہ اَحناف کے ہاں اور دو طریقے اہلِ حدیث کے ہاں رائج ہیں اَحناف کا طریق یہ ہے کہ دوسری رکعت کیلئے کھڑے ہوتے وقت پہلے اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں اور پھر گھٹنوں کا سہارا لے کر کھڑے ہوں جب کہ یہ طریقہ رسولِ اکرم ﷺ کے عمل کے خلاف ہے چونکہ صحیح بخاری میں حضرت مالک بن حویرث ﷛ سے مروی ہے:

﴿اِعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ﴾ [2] رسولِ اکرم ﷺ زمین کا سہارا لے کر کھڑے ہوتے۔ یعنی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکاتے اور پھر گھٹنے اُٹھا کر کھڑے ہوتے۔

لٰہذا اس حدیث سے ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھنے کا عمل غیر مسنون ثابت ہوتا ہے۔ دوسرا طریقہ جو اہلِ حدیث کے ہاں مروج ہے اُس کی دو شکلیں ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ زمین پر ہاتھ اس طرح ٹکائے جائیں کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین سے ملی ہوئی ہونی چاہئیں اور ہاتھوں کی پشت اُوپر کی جانب ہونی چاہئے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بند کر لی جائیں اور زمین پر ایسے سہارا لیا جائے جیسے عورتیں آٹا گوندھتی ہیں۔

اوّل الذکر عمل جس پر فی زمانہ احناف کا عمل ہے ابوداؤد میں حضرت وائل ﷛ اور ابن عمر ﷛ سے

---

[1] بخاری ۱۱۳/۱ باب من استوی فی وترمن صلاتہ ثم نھض

[2] بخاری ۱۱۴/۱ باب کیف یعتمد علی الارض

Marfat.com

مروی ہے جس میں اپنے گھٹنوں اور رانوں پر ٹیک لگا کر اُٹھنے کا بیان ہے اور دوسری روایت جس میں ہاتھوں کا سہارا لے کر اُٹھنے کی ممانعت ہے یہ دونوں روایتیں نہایت ضعیف ہیں حضرت وائل ؓ والی حدیث کی سند منقطع ہے جب کہ ابن عمر ؓ والی حدیث میں اِضطراب ہے۔

چنانچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنے چار مختلف اُساتذہ سے یہ حدیث سنی مگر کسی کے الفاظ باہم یکساں نہیں ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں بخاری شریف اور نسائی وغیرہ میں یہ حدیث صحیح اور صریح ہے:

اِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ قَامَ [1]	جب آپ ﷺ نے دوسرے سجدے سے اپنا سر اُٹھایا، بیٹھے! اور زمین پر ٹیک لگائی پھر کھڑے ہوئے۔

اس سے اہلِ حدیث کا عمل حدیث کی موافقت ومطابقت میں نظر آتا ہے۔

بند مٹھی کا سہارا

اس ضمن میں حضرت ابن عباس ؓ اور ابنِ عمر ؓ سے بیہقی وغیرہ میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھ زمین پر ایسے رکھتے جیسے:

﴿كَيَضَعُ الْمُعَاجِن﴾ [2] آٹا گوندھنے والا رکھتا ہے۔

اور ابنِ عمر ؓ کا عمل بیہقی وغیرہ میں اسی طرح بتایا گیا ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

۱۔ ابن الصلاح نے وسیط میں اپنے کلام میں لکھا ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح اور غیر معروف ہے اور اس سے دلیل پکڑنا جائز نہیں"۔

۲۔ امام نووی رحمہ اللہ "الشرح المهذب" میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نہ صرف ضعیف ہے بلکہ باطل اور بے اثر ہے۔ "مُٹھی بند کرنے والوں کو مذکورہ حدیث کے لفظ العاجن سے مغالطہ لگا ہے"۔

المنجد نے اس کے معنی زمین پر ہاتھوں سے ٹیک لگا کر کھڑے ہونے کے کیے ہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ آٹا گوندھتے وقت چونکہ انسان ہاتھوں کو آٹے پر ٹکا دیتا ہے اور اس پر قوت لگاتا ہے، تو اُٹھتے وقت یہی کیفیت ہو کہ آدمی اپنے ہاتھ زمین پر ٹکا دے اور زمین پر قوت لگا کر دباؤ ڈالے تاکہ ہاتھوں کے سہارے کھڑا ہو سکے اور اگر مطلق آٹا گوندھنا ہی مراد لیا جائے تو ضروری تو نہیں

---

[1] بخاری ۱/۱۱٤ باب كيف يعتمد على الارض

[2] بيهقي. تلخيص الحبير ۱/۲٦۰ فانه مفيد جداً مع جميع دلائل والاقوال الائمة الحديث

Marfat.com

کہ اِس عموم کو مقید کرنے کا قرینہ موجود ہے، چنانچہ مسند احمد کی روایت جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ اگر نماز کے درمیان میں (قعدہ اُولیٰ میں) ہوتے تو تشہد پڑھنے کے بعد کھڑے ہو جاتے۔

﴿اِن کان فِی وسطِ الصلوٰۃِ نھض حِین یفرغ مِن تشھدِہٖ﴾

یعنی پہلا قعدہ اس وقت تک کرتے جب تک تشہد نہ پڑھ لیتے۔

جب تشہد کے بعد کھڑے ہونے کی صراحت موجود ہے تو مطلق نماز میں درود پڑھے جانے سے دونوں قعدے مراد نہیں ہو سکتے ورنہ تو پھر ہر رُکن میں درود پڑھنا پڑے گا کیونکہ نماز صرف دو قعدوں کا نام نہیں ہے بلکہ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک مکمل نماز ہے، پھر قیام، رکوع، سجدہ، جلسہ اور قعدہ ان تمام مقامات پر درود پڑھا جائے، لیکن یہاں نہ پڑھنے کی دلیل اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ اِن مقامات پر جو کچھ پڑھنا تھا اُس کی صراحت اَحادیث میں وارد ہے اور اُن میں درود نہیں ہے، اِسی اُصول کے تحت یہ کہا جا سکتا ہے کہ قعدہ اُولیٰ میں صرف تشہد پورا کرتے ہی اُٹھ کھڑے ہونے کی صراحت بیان ہو چکی ہے لہٰذا درود کو نماز میں پڑھے جانے کے عموم سے قعدہ اُولیٰ کو مستثنیٰ سمجھا جائے گا۔

قعدہ اُولیٰ کے مشروع ہونے کی حکمت

جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ شروع میں نماز صرف دو رکعت ہی فرض تھی باقی رکعات تو ان کے حسن و جمال کی تکمیل کیلئے ہیں ہر دو رکعت کے بعد قعدہ مقرر ہونے میں یہ راز ہو سکتا ہے کہ اصل اور فرع میں تمیز باقی رہے۔ (واللہ اعلم)

تشہد سے فراغت کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے اور رفع الیدین کر کے ہاتھ باندھ لے[1] چوتھی رکعت بھی ماقبل رکعت کی طرح ادا کرے، البتہ اس کے آغاز پر رفع الیدین نہ کرے۔

قعدہ اَخیرہ میں بیٹھنے کا طریقہ اور دُعائیں

آخری قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ قعدہ اُولیٰ میں بیٹھنے سے قدرے مختلف ہے۔ (دیکھئے صفحہ ۴۹۸ شکل نمبر ۱۲)

۱۔ چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابو حُمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

فاذا جلس فی الرکعۃ الاخیرۃ قدم رجلہ الیسریٰ ونصب الاخریٰ وقعد علیٰ مقعدتہ[2]	آپ ﷺ جب آخری قعدہ میں بیٹھتے تو اپنا بایاں پاؤں آگے بڑھا لیتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور اپنے سرین پر بیٹھتے۔

[1] بخاری ۱/۱۱۴، [2] بخاری ۱/۱۱۴

Marfat.com

یعنی بایاں پاؤں دائیں پنڈلی کے نیچے سے نکال کر اپنے سُرین زمین پر ٹکا لئے جائیں اور دایاں پاؤں قعدہ اُولیٰ کی طرح کھڑا رکھا جائے، اِسے تورّک کہتے ہیں۔

۲۔ تشہد کے کلمات ادا کرنے کے بعد درودِ ابراہیمی پڑھا جائے درود کے وجوب اور عدم وجوب پر مختلف اقوال موجود ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ اسے واجب تسلیم کیا جائے۔

قرآنِ مجید میں اللہ رب العالمین کا اِرشاد ہے!

اِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا [1]	بے شک اللہ ﷻ آپ ﷺ پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے رحمت کی دُعائیں کرتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجا کرو۔

اسی طرح حدیثِ پاک میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

اس آیت کے نزول کے بعد ہم نے اللہ کے رسول سے سوال کیا کہ ہمیں سلام اور صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿فَأَمَّا السَّلَامُ فَقَدْ عَرَفْنَاهُ، فَكَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ......؟﴾

پس سلام کو تو ہم جان چکے لیکن آپ پر درود کیسے پڑھیں......؟

آپ ﷺ نے جواب میں اِرشاد فرمایا: صلاۃ (درود) یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ	اے اللہ محمد ﷺ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما، جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر رحمت نازل کی ہے، بے شک تو تعریفوں اور بزرگی والا ہے۔
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ [2]	اے اللہ برکت نازل فرما محمد ﷺ اور اُن کی آل پر، جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی آل پر برکت نازل کی ہے، بے شک تو تعریفوں اور بزرگی والا ہے۔

---

[1] سورۃ الاحزاب: ٥٦

[2] ابوداؤد ١/١٤٠، ١٤١، بخاری کتاب احادیث الانبیاء(٣١١٩)،مسلم(٦١٤)،ترمذی(٤٤٥)

Marfat.com

درود کے بعد کی دُعائیں

۱۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ فِتۡنَةِ الۡمَسِيۡحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوۡذُبِکَ مِنۡ فِتۡنَةِ الۡمَحۡيَا وَفِتۡنَةِ الۡمَمَاتِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡمَاۡثَمِ وَالۡمَغۡرَمِ [1]

اے اللہ قبر کے عذاب سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں اور پناہ چاہتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے اور پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنوں سے اے اللہ میں گناہ سے اور قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

۲۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ ظُلۡمًا كَثِيۡرًا وَّلَا يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اَنۡتَ فَاغۡفِرۡلِیۡ مَغۡفِرَةً مِّنۡ عِنۡدِکَ وَارۡحَمۡنِیۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ [2]

اے اللہ میں اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کر بیٹھا ہوں اور تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں پس مجھے اپنی جناب سے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

التحیات میں بیٹھنے کا راز

جب کوئی شخص کسی حاکم وقت کی جناب میں حاضری دیتا ہے تو اُسے حاضر ہوتے ہی فوراً بیٹھنے کا اِذن نہیں ملتا بلکہ کچھ توقف کے بعد بیٹھنے کو کہا جاتا ہے اور اگر حاکم وقت ناراض ہو تو توقف کے بعد بھی بیٹھنے کی اِجازت نہیں ملتی۔

جب بندہ اُپنے خالقِ حقیقی اور معبودِ برحق کی جناب میں عابد کی حیثیت سے حاضر ہوتا ہے، اللہ کی بڑائی بیان کرتا ہے اور دست بستہ حمد وثناء میں مشغول ہو جاتا ہے، جس سے بندے کی اِنکساری مزید بڑھتی ہے تو اپنے رب کی عظمت کے اِعتراف میں جھک جاتا ہے، اِس اِعترافِ عظمت کے نتیجے میں اُسے سجدے جیسی معراج حاصل ہوتی ہے اور اللہ کی رحمت اُس بندے کی جانب خصوصی توجہ سے ظہور فرماتی ہے۔

بالآخر شرفِ باریابی کے طور پر بندے کو اللہ کی دربار میں بیٹھنے کی اِجازت ملتی ہے۔

شہنشاہِ کائنات بندے سے پوچھتا ہے تم میری جناب میں میرے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟

بندہ جواب میں عرض کرتا ہے ! ﴿اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ﴾

قولی عبادتیں، بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں یہ سب تیرے اور صرف تیرے ہی لئے لایا ہوں۔

---

[1] بخاری ۱/۱۱۵ باب الدعا قبل السلام (۷۸۹)، مسلم (۹۲۵)، نسائی (۱۲۹۲)، ابو داود (۷۴۶)

[2] بخاری ۱/۱۱۵ (۷۹۰)، مسلم (۴۸۷۶)، ترمذی (۳۴۵۴)، نسائی (۱۲۸۵)

Marfat.com

رسولِ اکرم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کی حکمت

التحیات میں "اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ" کہنے اور درود پڑھنے میں یہ راز ہوسکتا ہے کہ ہم تک اِسلام کا ہر حکم رسول اکرم ﷺ کی بدولت پہنچا ہے اور آج ہمارے پاس جو کچھ اِسلام ہے وہ سارے کا سارا رسول اکرم ﷺ کی مرہونِ منت ہے اِس لئے آپ ﷺ کا یہ حق ہے اور اُمت کا یہ فریضہ ہے کہ تمام مسلم اُمت رسول اکرم ﷺ کے اِس اِحسان کے بدلے میں اِظہارِ تشکر کے طور پر آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجے جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے:

﴿مَنْ لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللهَ﴾[1]

جو شخص بندوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہوسکتا۔

دائیں اور بائیں سلام پھیرنا

دُعاؤں سے فارغ ہو کر نماز کو اپنے سلام پر ختم کیجئے۔

۱۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رِوایت ہے، آپ ﷺ نماز کو تکبیر سے شروع کرتے اور سلام پر ختم کرتے۔[2]

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ دائیں اور بائیں سلام پھیرا کرتے تھے۔[3]

۳۔ سلام میں اپنا چہرہ دائیں اور بائیں اِتنا گھمایا جائے کہ پیچھے والوں کو اُس کے رُخسار نظر آجائیں۔[4] حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب سلام پھیرتے تو میں (پیچھے سے) آپ ﷺ کے رُخساروں کی سفیدی دیکھ لیا کرتا تھا۔[5]

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

آپ ﷺ دائیں سلام پھیرتے تو فرماتے: "السلام علیکم ورحمة الله"

اور بائیں سلام پھیرتے تو فرماتے: "السلام علیکم ورحمة الله"۔[6]

۵۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سلام پھیرتے وقت السلام علیکم ورحمة اللہ کے

۱۔ اخرجه احمد فی مسنده ۲/۲۵۸، ۳/۳۲ و کذا مجمع الزوائد ۵/۲۱۷ مشکوٰة ۳۲۵ کنز العمال ٦٤٤٣ وغیرهم أنظر اطراف الحدیث ۸/۵٤۸

۲۔ بخاری ج ۱/

۳۔ مسلم ۱/۲۱٦

۴۔ ترمذی عن ابن مسعودؓ ۱/۱٤۳ کتاب الصلاة والنسائی وابوداؤد

۵۔ ابوداود(۸٤۵)، ابن ماجه(۹۰٤)، مسند احمد(۳۵۱٦)

٦۔ ترمذی ۱/۳۹ رقم الحدیث(۲۷۲)، ابوداود(۸٤۵)، ابن ماجه(۹۰٤)، مسند احمد(۳۵۱٦)

Marfat.com

بعد " بَرَکَاتُہٗ " کے الفاظ بھی کہا کرتے تھے۔ ¹ (اگر کوئی شخص یہ الفاظ کہنا چاہے تو مسنون ہیں)

۶۔ عائشہ رضی اللہ عنہا، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے صرف دائیں طرف سلام پھیرنا بھی منقول ہے۔ ²
لیکن اِن روایات میں سے کوئی بھی صحت کے درجے کو نہیں پہنچتی لہٰذا دونوں جانب سلام پھیرنا چاہئے اور اِسی پر اُمت کا عملی تواتر ثابت ہے۔

۷۔ اِمام کے سلام کے ساتھ مقتدی بھی سلام پھیر دے۔ ﴿فَسَلَّمْنَا حِيْنَ سَلَّمَ﴾ ³
پس اُس وقت ہم نے سلام پھیر دیا جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا

۸۔ ابوہریرہ سے مروی ہے ﴿حذف السلام سنة﴾ سلام کا مختصر کرنا سنّت ہے۔ ⁴

نماز کو سلام پر ختم کرنے کا راز

نماز کو چونکہ مؤمن کی معراج کہا گیا ہے اور اس معراج میں ہر نمازی دُنیا و مافیھا سے کٹ کر اپنے معبودِ برحق سے مناجات میں مشغول ہو جاتا ہے جب نماز سے فارغ ہوتا ہے تو دنیا اور اہلِ دنیا میں واپس آتا ہے اِسی وجہ سے حسبِ رسمِ اِسلام وہ سلام کرتا ہے۔ (واللہ اعلم)

سلام کے بعد اِمام کا مقتدیوں کی طرف رُخ کرنا

اِمام نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف رُخ کر کے بیٹھ سکتا ہے اور اس کیلئے اُسے اختیار ہے چاہے دائیں جانب پلٹے یا بائیں جانب اور اُسے یہ بھی اختیار ہے کہ وہ قدرے دائیں طرف رُخ کر کے بیٹھے یا بائیں طرف یا بالکل سامنے مقتدیوں کی طرف سیدھا ہو کر۔

چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

۱۔ ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ﴾ ⁵
رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو آپ ﷺ ہماری طرف رُخ فرمالیا کرتے تھے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں سے شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے یعنی اس بات کو لازم نہ سمجھے کہ سلام کے بعد ہمیشہ داہنی جانب سے پھرنا ہے اسلئے کہ
﴿لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَثِيْرًا يَنْصَرِفُ عَنْ يَسَارِهٖ﴾ ⁶
میں نے رسول اللہ ﷺ کو اکثر بائیں طرف سے پلٹتے دیکھا ہے۔

---

¹ ابو داؤد ۱/۱۴۳ باب فی السلام
² ابنِ ماجه ۱/۶۵ والترمذی
³ بخاری ج۱ کتاب صفة الصلاة باب یسلّم حین یسلّم الامام
⁴ ترمذی ۱/۳۹
⁵ بخاری ۱/۱۱۷ کتاب الاذان (۸۰۰)
⁶ بخاری کتاب الاذان (۸۰۵)، مسلم (۱۱۵٦)، نسائی (۱۳۴۳)، ابو داود (۸۷۸)، ابن ماجه (۹۲۰)

Marfat.com

سلام کے بعد اِمام کا وعظ و نصیحت کرنا

اِمام چاہے تو فرض نماز کے بعد مسنون وظائف پڑھ کر اُٹھ کھڑا ہو اور اگر مقتدیوں سے کوئی بات کرنا ضروری سمجھے تو اس عرصے میں کرسکتا ہے اور اگر نمازیوں کو وعظ و نصیحت کرنا مقصود ہو تو وہ بھی اِسی دوران کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ حدیثِ پاک میں وارد ہے کہ حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی پھر سلام پھیر کر کھڑے ہو گئے پھر مسجد میں نصب ایک لکڑی کا سہارا لیا اور آپ ﷺ کے چہرے سے غصے کے آثار نمایاں تھے......الحدیث۔ [۱]

۲۔ حضرت انس ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ بے شک لوگ نماز پڑھ کر سو گئے لیکن تم نماز کا اِنتظار کرتے رہے اور اب تلک نماز ہی میں شمار کیے گئے۔ [۲]

۳۔ حضرت سمرہ بن جندب ﷛ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ:

اذا صلی الصبح اقبل علیهم بوجهه فقال هل رای احد منكم البارحة رؤيا......؟ [۳]	فجر کی نماز پڑھا کر جب فارغ ہوتے تو صحابہ کرام ﷡ کی طرف رُخ فرمالیتے اور دریافت فرماتے کہ گزشتہ رات کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے......؟

اگر کوئی شخص خواب بیان کرتا تو آپ ﷺ اُس کی تعبیر اِرشاد فرماتے ورنہ کبھی کبھار آپ ﷺ اپنا خواب بھی بیان فرماتے۔

۴۔ حضرت عقبہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے مدینہ منورہ میں عصر کی نماز اَدا کی:

فسلم فقام مسرعا فتخطى رقاب الناس الى بعض حجر نسائه...... [۴]	پس آپ انے سلام پھیرا او جلدی سے کھڑے ہو گئے اور ازواجِ مطہرات میں سے کسی کے حجرے کی طرف صفیں چیرتے ہوئے تشریف لے گئے۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کو اگر ضروری کام یاد آجائے تو سلام کے فوراً بعد بھی اُٹھ کر جاسکتا ہے۔

[۱] بخاری ۱/۶۹
[۲] بخاری ۱/۱۱۷
[۳] مسلم کتاب الرؤیا (۴۲۲۰)
[۴] بخاری ۱/۱۱۷

Marfat.com

نماز کے بعد پڑھنے کی دُعائیں

۱۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ [۱]
اے اللہ تو سلام ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے، اے عزت اور بزرگی والے تو برکت والا ہے۔

۲۔ رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ [۲]
اے اللہ اپنے ذکر کرنے اور شکر کرنے پر اور اپنی اچھی عبادت کرنے پر میری مدد فرما۔

۳۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ [۳]
نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اس کیلئے ہے بادشاہت اور اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۴۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ [۴]
اے اللہ تیری عنایت کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک لے اُسے کوئی دینے والا نہیں اور کسی بزرگ کی بزرگی تیرے ہاں اُسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔

۵۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ [۵]
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اس کیلئے ہے بادشاہت اور اسی کیلئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کی توفیق کے بغیر نہ کسی میں نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ گناہ سے بچنے کی قوت ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم خاص اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

اِن کے علاوہ مُعوّذات (سورہ اِخلاص، سورہ فلق، سورہ النّاس) بھی پڑھ سکتے ہیں۔ [۶]

اِس کے بعد یہ تسبیح پڑھیں: سبحان اللہ:۳۳بار، الحمدللہ:۳۳بار، اللہ اکبر:۳۴بار [۷]

☆ حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا تو اس کو جنت میں داخل ہونے سے موت کے سوا کوئی چیز نہیں روکتی (موت کے بعد وہ سیدھا جنت میں جائے گا)۔ [۸]

---

۱ مسلم کتاب المساجد(۹۳۱)، ترمذی(۲۷۶)، ابو داود (۱۲۹۲)، ابن ماجه(۹۱۸)
۲ السنن الکبری للنسائی رقم الحديث(۱۲۲۶)
۳ بخاری کتاب الاذان(۷۹۹)، مسلم(۹۳۳)، نسائی(۱۳۲٤)، ابو داود(۱۲۸۷)
۴ بخاری کتاب الاذان(۷۹۹)، مسلم(۹۳۳)، نسائی(۱۳۲٤)، ابو داود(۱۲۸۷)
۵ مسلم (۹۳۵)، نسائی(۱۳۲۲)، مسنداحمد(۱۵۵۲۳)
۶ ترمذی کتاب فضائل القرآن(۲۸۲۸)، ابو داود(۱۳۰۲)، نسائی(۱۳۱۹) عن عقبة ابن عامر ؓ
۷ بخاری کتاب الاذان(۷۹۸) ومسلم کتاب المساجد(۹۳۶) و ابن ماجه
۸ نسائی رقم (۱۰۰) البانیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔(تمام المنة ص ۲۲۷) البتہ ابن حبانؒ اور منذریؒ نے صحیح کہا ہے۔

Marfat.com

آیت الکرسی

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ۚ لَا تَاۡخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوۡمٌ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ؕ یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ مَا خَلۡفَہُمۡ ۚ وَ لَا یُحِیۡطُوۡنَ بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِہٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ کُرۡسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ ۚ وَ لَا یَـُٔوۡدُہٗ حِفۡظُہُمَا ۚ وَ ہُوَ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ ﴿۲۵۵﴾ [1]

وہ اللہ ہی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔ اُسے نہ اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند آتی ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے، کون ہے جو اُس کی جناب میں سفارش کرے؟ سوائے اُس کے جسے اللہ اجازت دے دے، وہ جانتا ہے جو کچھ اُن کے سامنے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے اور نہیں کوئی اِحاطہ کرسکتا ہے اُس کے علم کا کچھ بھی مگر جتنا وہ چاہے اُس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر محیط ہے اور نہیں تھکاتی اسے دونوں (آسمان وزمین) کی حفاظت اور وہ بلند عظمت والا ہے۔

نماز کے بعد دُعائیں پڑھنے کی حکمت

تکبیرِ تحریمہ سے لے کر سلام تک مکمل نماز دُعاؤں اور اَذکار سے لبریز ہے پھر کیا وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سلام پھیرنے کے بعد مسجد سے چلے جانے کی بجائے کچھ دیر توقف فرمایا اور مختلف دُعائیں پڑھیں، اس میں یہ حکمت اور راز ہوسکتا ہے کہ جس طرح کسی بادشاہ کی دربار میں حاضری کے آداب ہوتے ہیں اسی طرح اس دربار سے رُخصت کے بھی مخصوص آداب ہوتے ہیں یعنی یونہی اُٹھ کر چپ چاپ چلے جانا دربارِ خداوندی کے آداب کے منافی تھا، چنانچہ نماز سے فارغ ہوکر رُخصت ہوتے وقت آداب ونیاز اور ذکر واذکار بجالاتے ہوئے رُخصت ہونے کا سلیقہ سکھایا۔ (واللہ اعلم)

تسبیحات کا ہاتھوں پر شمار کرنا

رسول اکرم ﷺ نے جو اذکار و وظائف کسی خاص تعداد میں پڑھنے سکھلائے ہیں اُن کی تعداد اَحادیث صحیحہ میں ایک سو سے زیادہ نہیں ہوتی اور یہ تعداد اِسقدر مشکل نہیں ہے کہ اِس کیلئے ہزار ہزار دانوں کی مروجہ تسبیحوں کا سہارا لیا جائے بلکہ یہ تعداد مسنون طریقہ پر ہاتھوں پر شمار کی جاسکتی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا:

﴿یَعْقِدُ التَّسْبِیحَ بِیَدِہٖ﴾ [2] : آپ ﷺ اپنے ہاتھ پر تسبیح شمار کرتے۔

---

[1] سورۃ البقرہ: ۲۵۵

[2] ترمذی کتاب الدعوات (۳۴۰۸) وابوداؤد کتاب الصلوۃ (۱۲۸۳) وتحفۃ الاحوذی ۹/۳۶۶ طبع دار الفکر

Marfat.com

کیا تسبیح صرف دائیں ہاتھ پر پڑھیں؟

ا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ روایت ابوداؤد میں بھی موجود ہے لیکن اُس میں ابن قدامہ کے حوالے سے ''بِیَمِینِہٖ'' (دائیں ہاتھ) کے لفظ کا اضافہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ کو دائیں ہاتھ پر تسبیح پڑھتے دیکھا۔

اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ تسبیح صرف دائیں ہاتھ پر پڑھنی چاہئے جبکہ ابوداؤد کی اِس روایت سے قطعاً یہ ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ اِس روایت میں بائیں ہاتھ پر پڑھنے کی نہ تو ممانعت موجود ہے اور نہ دائیں ہاتھ کو کسی قرینے سے مخصوص کیا جاسکتا ہے۔

اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے رسولُ اللہ ﷺ کو دیکھا تو اس وقت آپ ﷺ دائیں ہاتھ پر پڑھ رہے تھے۔

البتہ اِتنی قید ضرور لگائی جاسکتی ہے کہ تسبیحات کا آغاز دائیں ہاتھ سے کریں جس طرح آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ ہمیشہ اچھے کاموں کی ابتداء دائیں سے فرماتے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بخاری شریف میں مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر کام کی ابتداء دائیں سے کرنا پسند فرماتے تھے۔

مثلاً:۔ اگر جوتا پہنتے تو پہلے دائیں پاؤں میں پہنتے [1]، کنگھی کرتے تو دائیں سے کرتے، وضو کرتے تو پہلے دایاں ہاتھ دھوتے۔ [2]

لہٰذا ابوداؤد کی اس حدیث سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ جب دائیں ہاتھ پر شمار کرلے تو پھر سے دائیں ہاتھ پر شروع کرے اور بائیں ہاتھ کو ہرگز اِستعمال نہ کرے، یہ قید منشاءِ حدیث کے خلاف ہے۔

اس مفہوم کی چند روایات درج ذیل ہیں جس سے اللہ نے چاہا تو ضرور تشفی ہوگی۔

ا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کے وقت جب اپنے بستر پر لیٹتے تو ﴿نَامَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ﴾ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹتے۔ [3]

۲۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا لیٹنے سے پہلے وضو کرو ﴿ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ﴾ پھر اپنی دائیں کروٹ لیٹ جاؤ۔ [4]

---

[1] بخاری کتاب اللباس (۵٤۰۷) والترمذی (۱۷۰۱)
[2] تحفة الاحوذی ۹/۳٦٦
[3] بخاری کتاب الدعوات رقم الحدیث (۵۸٤۰)
[4] بخاری کتاب الوضؤ (۲۳۹)، مسلم کتاب الذکر والدعاء (٤۸۸٤)، ترمذی کتاب الدعوات (۳٤۹۸)، ابوداود (٤۳۸۹)

Marfat.com

پہلی حدیث رسول اکرم ﷺ کے فعل کو ثابت کرتی ہے اور دوسری حدیث آپ ﷺ کی قول کو ثابت کرتی ہے یعنی دائیں کروٹ لیٹنا قولاً اور فعلاً دونوں طرح ثابت ہے لیکن اس حدیث سے کسی ایک محدث نے بھی یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش نہیں کی کہ پوری نیند دائیں کروٹ پر لیٹے لیٹے مکمل کی جائے اور بائیں کروٹ ہرگز نہ لیٹا جائے۔

جبکہ اصحاب کہف کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

﴿وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ﴾[1]

(غار میں) ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹیں بدلا کرتے تھے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے یہاں قول و فعل سے بس یہی مراد ہے کہ لیٹنے کی ابتداء دائیں سے کریں۔ یہی مراد دائیں ہاتھ پر تسبیح پڑھنے کی ہے۔

منکے والی تسبیح کا اِستعمال

جیسا کہ ہم گزشتہ عبارت میں یہ بات واضح طور پر بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بتلائی ہوئی تعداد کو ہاتھوں پر شمار کیا جاسکتا ہے پھر بھی اگر کسی کی یاداشت ضعیفی یا بیماری کی وجہ سے اس قدر کمزور ہو چکی ہو کہ وہ ہاتھوں پر کیے گئے شمار کو محفوظ نہ رکھ پاتا ہو تو اس کیلئے مروجہ تسبیح کے استعمال کی علماء نے اِجازت دی ہے۔

اِس ضمن میں عصرِ حاضر کے عظیم اسکالر جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمہ اللہ (آف فرانس) کے مقالات پر مشتمل ایک کتاب جسے ''ادارہ تحقیقات اِسلامی'' (اسلام آباد) نے خطبات بہاولپور کے نام سے شائع کیا ہے اُس میں صفحہ ۲۱۴ پر بخاری کے حوالے سے ایک حدیث درج ہے کہ

''ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ایک خاتون کے پاس سے گزرے جس نے اپنے سامنے کنکریوں کا ایک ڈھیر رکھ لیا تھا وہ ایک کنکری اُٹھاتی اور درود پڑھ کر الگ رکھ دیتی اس کے بعد دوسری کنکری اُٹھاتی اور اسی طرح کرتی۔'' [2]

گویا کنکریوں کا یہ ڈھیر اس کیلئے تسبیح کا کام دیتا تھا اگر یہ حدیث بخاری شریف میں موجود ہے تو یقیناً اس سے تسبیح کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن کوشش بسیار کے باوجود بندہ کو بخاری شریف میں یہ حدیث نہیں مل سکی۔

---

[1] سورۃ الکہف: ۱۸

[2] خطباتِ بہاولپور (از ڈاکٹر حمید اللہ) ص ۲۱٤ ۔ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد

Marfat.com

البتہ ترمذی شریف میں بسندِ ضعیف صفحہ ۳۷۷ پر موجود ہے ملاحظہ فرمائیں:

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے غلام کنانہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے سنا:

تقول دخل عَلَیَّ رسولُ الله ﷺ وبین یدی اربعة آلاف نواۃ اسبح بھا قال لقد سبحت بھٰذہ اَلا اُعَلِّمُک باکثر مما سبحت به فقلت بلی علمنی فقال قولی "سبحان الله عدد خلقه"

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لئے اور میرے سامنے چار ہزار گٹھلیاں رکھی ہوئی تھیں جن کے ذریعہ میں تسبیح پڑھتی تھی آپ ﷺ نے (دیکھ کر) فرمایا: تو اس کے ذریعہ پڑھتی ہے؟ کیا میں تم کو اس سے بہتر تسبیح نہ بتلاؤں عرض کیا کیوں نہیں مجھے بتلایئے پس آپ ﷺ نے فرمایا: کہہ! ﴿سبحان اللہ عدد خلقہ﴾ (اللہ کیلئے تسبیح ہے اس کی مخلوق کی تعداد کی برابر)

اس کی سند میں ہاشم بن سعید الکوفی ہے، جس کے بارہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

﴿ضعیف من الثامنة﴾ ۱ اس سے متصل ایک دوسری روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ امّ المؤمنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں:

تقریباً دن چڑھے (نصف النہار) کے وقت رسول اکرم ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میں صبح سے مصلیٰ پر عبادت میں مصروف تھی آپ ﷺ نے تعجب سے کہا تو ابھی تک اسی حالت میں بیٹھی ہے؟ کیا میں تم کو ایسے کلمات نہ بتلاؤں (جو تیرے اِتنے سارے وظیفوں سے بہتر ہیں) پھر فرمایا کہ

۱۔ سُبْحَانَ اللهِ عَدَدَ خَلْقِهٖ (تین مرتبہ)

۲۔ سُبْحَانَ اللهِ رِضٰی نَفْسِهٖ (تین مرتبہ)

۳۔ سُبْحَانَ اللهِ زِنَةَ عَرْشِهٖ (تین مرتبہ)

۴۔ سُبْحَانَ اللهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ (تین مرتبہ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے: ۲

لیکن اس روایت میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کا زیادہ دیر تک مصلے پر بیٹھ کر ذکر اذکار میں مصروف ہونا تو ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے گٹھلیوں یا کنکریوں پر پڑھنا ثابت نہیں ہوتا اور جس رِوایت میں کنکریوں یا گٹھلیوں کا ذکر ہے وہ سنداً ضعیف ہیں، اُن سے اِحتجاج نہیں کیا جا سکتا۔

---

۱ التقریب: ۳٦۲

۲ ترمذی مع تحفة الاحوذی ج٤ : ص۲۷٤ نشر السنه ملتان

بعض لوگ اِن ضعیف رِوایات کو بنیاد بنا کر اَڑوس پڑوس کو جمع کر لیتے ہیں، بعض پیسے والے حضرات کسی مدرسہ سے کرائے کے کچھ طلبہ کو بلا لیتے ہیں پھر اُن سے کھجور کی گھسی پٹی گٹھلیوں یا اَرنڈی کے بیجوں پر آیتِ کریمہ کا ختم سوا لاکھ تعداد میں کراتے ہیں جو صریحاً بدعت ہے۔

اولاً اس لئے کہ وہ رِوایات ضعیف ہیں ثانیاً یہ کہ اگر اِن کے ضعف سے صرف نظر کر لی جائے تو پھر بھی حضرت صفیہ ؓ سے اکیلے بیٹھ کر پڑھنا وارد ہے اَڑوس پڑوس کو جمع کر کے حلقہ بندی کے ساتھ اِس کا اِہتمام قطعاً ثابت نہیں ہوتا، ویسے بھی خود کام کرنے میں اور کرائے پر کام کرانے میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے جو خود کرے گا اس میں درد اور اِخلاص ہوگا، جبکہ دوسرے اِس نعمت سے محروم ہونگے۔

ایک دلچسپ اور سبق آموز حقیقت

ہمارے سابقہ گاؤں سے تقریباً ۲ میل کے فاصلے پر موضع یا کیوالی کے نام سے اِیک علاقہ آباد ہے جہاں مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب (مرحوم) کی ایک درسگاہ "مدرسہ عربیہ اِمدادیہ" کے نام سے مشہور تھی اگرچہ والد محترم خالصتاً سلفی العقیدہ تھے تاہم اِن عقائد کی حامل درسگاہ قرب و جوار میں نہ تھی "مدرسہ عربیہ امدادیہ" دیوبند نظریات کا حامل تھا یہاں سے طلبہ کو اکثر اوقات آیتِ کریمہ یا درود شریف کے ختم یا قرآن مجید کے ختم کیلئے بھیجا جاتا تھا، طلبہ بڑی بے چینی سے کسی کے مرنے کا اِنتظار کیا کرتے تھے جن کی دو سطحی وجہیں تھیں ایک تو یہ کہ ختم کے بعد جیب خرچ دیا جاتا تھا اور دوسرا یہ کہ ہمیں ایک ہی قسم کی ڈش کھانے کا موقع میسر آتا تھا۔

اس اِیک ڈش کی بھی وضاحت کرتا چلوں کے مدرسہ میں باورچی کا اِنتظام نہ تھا بلکہ مختلف گھروں سے مختلف طلبہ کا کھانا آیا کرتا تھا اور مدرسہ میں ہر قسم کا سالن ایک بڑے برتن میں ڈال دیا جاتا یعنی کسی گھر سے گوشت آیا اور کسی گھر سے سبزی اور کسی گھر سے دال اور کسی گھر سے ساگ الغرض "ATo Z" تمام وٹامنز بیک وقت جمع ہو جاتے اور اُستاذِ محترم اپنے دستِ مبارک سے ہر خورد وکلاں میں تمیز کرتے ہوئے حصہ بقدرِ جثہ کے فارمولے کے تحت طلبہ میں تقسیم فرماتے۔

بات چلی ہے تو آج یہ راز بھی اَفشاں کرتا چلوں کہ عام طور پر مولویوں کی گردنیں موٹی اور توندیں بڑی ہونے کا اصل راز بھی یہی ہے کیونکہ آپ کتنے ہی مالدار کیوں نہ ہوں گھر میں آپ ایک آدھی ڈش سے زیادہ نہیں پکاتے، جس سے آپ کو صرف اِیک ہی ویٹامن حاصل ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف تمام وٹامنز روزانہ میسر ہیں۔ (الا ماشاء اللہ)

Marfat.com

اپنی اپنی باری آنے پر طلبہ ۱۵،۲۰ کی تعداد میں اہل میت کے ہاں جایا کرتے تھے کھجور کی گٹھلیوں کی ایک گھسی پٹی تھیلی بغل میں لیتے اور خدا خدا کر کے چل دیتے ایک مخصوص کمرے میں ہمیں بٹھا دیا جاتا سامنے سفید رنگ کی چادریں بچھادی جاتیں ہم اپنے امیر کے حکم سے تھیلی کا منہ کھول کر تمام گٹھلیاں ایک ڈھیری کی شکل میں چادر پر اُلٹ دیتے ابتداء میں تقریباً آدھے پونے گھنٹے کیلئے میزبان بھی شریک ہوجایا کرتے تھے چونکہ ہم تازہ دم ہوتے اس لئے شروع شروع میں کوئی پریشانی نہ ہوتی ہم نہایت ایمانداری کے ساتھ ایک گٹھلی اُٹھاتے اور مکمل درودِ ابراہیمی پڑھ کر الگ رکھ دیتے ڈیڑھ دو گھنٹے گزر جانے کے بعد جمائیاں اور انگڑائیاں آنی شروع ہوجاتیں، اِدھر امیر صاحب بھی بیزار نظر آتے بالآخر میزبان سے کہتے کہ بھائی پیاس لگی ہے کچھ پانی وانی کا بندوبست کرو۔

بے چارے اُٹھ کر پانی لینے چلے جاتے اور ہماری محفل کا سماں ایسے ہوجاتا جیسے مردہ خانہ میں رُوح لوٹ آئی ہو یقین جانیے کہ اپنے امیر سمیت ہم گٹھلیوں کا چلو بھرتے اور "اللھم صل علی محمد" کہہ کر دوسری ڈھیری میں ڈال دیتے منٹوں میں سوا لاکھ ختمِ درود ہمارے فن کی بھینٹ چڑھ جاتا کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر اور جیب خرچ لے کر جب رُخصت ہوتے تو راستے میں موضوعِ گفتگو کھانے کے ذائقے اور لذتیں ہوتیں اگر میزبان مالدار ہوتے تو اچھا کھلاتے اور جیب خرچ بھی زیادہ دیتے تو اللہ گواہ ہے کہ ہم پورا راستہ اُن کیلئے یہ دُعا کرتے "خدا کرے اِن کا کوئی اور مرے" اور اگر میزبان غریب ہوتا اور جیب خرچ بھی کم ملتا تو ان کیلئے پورا راستہ یہ دُعا کرتے کہ خدا کرے اِن کا کبھی نہ مرے۔

آج بھی یہی ہوتا ہے، شاید اِسی لئے اِسلام نے چور بازاری کے یہ دروازے ہمیشہ کیلئے بند کر دیئے ہیں، تا کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

فرضوں کے بعد دُعا کرنا

دُعا کے بارہ میں احادیث میں بہت فضیلت بیان ہوئی ہے، اِسے عبادت کا مغز قرار دیا گیا اور یہ کہ اللہ سے نہ مانگنے والے پر اللہ ناراض ہوتا ہے مزید کہا گیا:

﴿اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ﴾ : مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کرتا ہوں۔

اس طرح کی جتنی روایات وارد ہیں وہ زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہیں اور جب تک اِس عموم کو خاص کرنے کا کوئی قرینہ موجود نہ ہو تب تک کسی موقع کی دُعا کو فضیلت سے محروم نہیں کیا جا سکتا، یہاں تک کوئی اِختلاف نہیں ہے۔

Marfat.com

البتہ فرضوں کے بعد دُعا کرنے پر اِختلاف موجود ہے اور اس کی متعدد شکلیں ہیں۔

۱۔ فرضوں کے بعد ہاتھ نہ اُٹھائیں بلکہ بغیر ہاتھ اُٹھائے دُعائیہ کلمات محض زبان سے ادا کیے جائیں۔

۲۔ فرضوں کے بعد ہاتھ اُٹھائے جاسکتے ہیں لیکن انفرادی طور پر۔

۳۔ فرضوں کے بعد اِمام اور مقتدی اِجتماعی دُعا لازمی طور پر کریں۔

۴۔ اِجتماعی دُعا کی جاسکتی ہے لیکن ہمیشگی اور لزوم جائز نہیں۔

۵۔ اِجتماعی دُعا کی جاسکتی ہے لیکن سری طور پر بالجہر نہیں۔

مذکورہ پانچوں قسم کے اِختلافات میں صحیح راہ یہی ہے کہ فرضوں کے بعد بالصراحت ہاتھ اُٹھا کر اِجتماعی دُعا ثابت نہیں ہے، اس لئے اسے لازمی حصہ سمجھ کر مقتدیوں کو ہمیشہ کیلئے اِس کا پابند نہیں کیا جاسکتا البتہ اِستحباب اور جواز کی حد تک بعض سے یہ اِستدلال کیا جاسکتا ہے، اِس بارے میں ایک اُصولی بات ذِہن نشین رہنی چاہئے کہ سلام پھرنے کے بعد مقتدیوں پر اِمام کی اِقتداء ختم ہو جاتی ہے اب اِمام اور مقتدی دونوں آزاد ہیں۔

اگر اِمام دُعا مانگنا چاہتا ہے اور مقتدی کو جلدی ہے یا کسی اور وجہ سے اُس کا دل نہیں چاہ رہا تو وہ بغیر دُعا مانگے اُٹھ کر جاسکتا ہے اور اگر مقتدی دُعا مانگنا چاہتا ہے وہ بیشک دُعا مانگ لے اور اگر اِمام کا دِل نہیں چاہ رہا تو وہ اُٹھ کر جاسکتا ہے، سلام پھرنے کے بعد دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے کا مکلف نہیں رہتا۔

ویسے اگر عقلاً دیکھا جائے تو اِمام اور مقتدیوں کی تمنائیں اور آرزوئیں مختلف ہوسکتی ہیں۔

مثلاً اگر اِمام شادی شدہ ہے تو وہ اب نیک اولاد کی دُعا کرے گا جبکہ مقتدیوں میں جو کنوارے ہونگے اُنہیں تو پانچوں وقت ایک ہی دُعا درکار ہوگی کہ اُن کی شادی ہو جائے۔

شاید اسی لئے عوامی مزاج کو بھانپتے ہوئے اللہ نے سلام کے بعد مقتدی کو اِمام سے آزاد کر دیا ہے۔

اِس ضمن میں رسول اکرم ﷺ سے جو کچھ مروی ہے نہایت اِختصار کے ساتھ حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے فرماتے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تمہارا رب بہت زیادہ حیادار اور سخی ہے، اُسے اپنے بندوں کا ہاتھ خالی لوٹاتے ہوئے شرم آتی ہے''۔[1]

۲۔ حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب تم خدا سے مانگو تو ہتھیلیوں کا رُخ اُس کی جانب کرو ہاتھوں کی پشتیں نہ کرو''۔

[1] ترمذی کتاب الدعوات(۳۴۷۹) ابو داود(۱۲۷۳) وابن ماجہ کتاب الدعاء(۳۸۵۵) ومسند احمد(۲۲۶۰۰)

Marfat.com

حضرت ابنِ عباسؓ سے بھی اِسی طرح کی رِوایت مروی ہے لیکن آخر میں یہ الفاظ ہیں:

فَـاِذَا فَـرَغْـتُـمْ فَـامْسَحُوْا بِهَـا وُجُوْهَكُمْ ۱ | جب تم دُعا سے فارغ ہو تو اپنے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لیا کرو۔

۳۔ عن عُمَرَ قال كان رسولُ الله ﷺ اذا رفع يديهِ فِي الدُّعاءِ لم يحطُّهما حتّٰى يمسح بِهما وجهَهٗ ۲ | حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتے تو انہیں اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک کہ انہیں اپنے چہرے پر نہ پھیر لیتے۔

۴۔ عن عـائشةَ ؓ انهـا رأت النَّبـيَّ ﷺ يَـدْعُـوا رافِعاً يَـدَيْهِ يَقُـوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّمَـا أَنَـا بَشَرٌ ......الخ ۳ | عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے آپ ﷺ کو ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرتے ہوئے دیکھا، آپ ﷺ یہ دُعا کر رہے تھے ''اے اللہ بے شک میں بھی ایک انسان ہوں......''

مذکورہ چاروں رِوایات سے نبی کریم ﷺ سے دُعا میں ہاتھوں کے اُٹھانے کا ثبوت ملتا ہے۔

۵۔ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے مروی ہے، رسول اکرم ﷺ خطبہ جمع ارشاد فرما رہے تھے کہ اِیک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا اور اس نے آپ ﷺ سے خشک سالی کا شکوہ کیا کہ چوپائے ہلاک ہوگئے اہل وعیال تباہ ہوگئے اور لوگ برباد ہوگئے یہ سن کر

فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَدَيْهِ يَدْعُوْا وَرَفَعَ النَّاسُ اَيْدِيْهِمْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَدْعُوْنَ ......الخ ۴ | رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ دُعا کیلئے اُٹھالئے اور لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ دُعا کیلئے اپنے ہاتھوں کو اُٹھالیا۔

۶۔ حضرت اُمِ عطیہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ خواتین بھی عید کی نماز کیلئے جائیں اور وہ عورتیں بھی جائیں جن کو نماز نہیں پڑھنی (حائضہ) البتہ وہ نماز میں شریک نہ ہوں بلکہ

فَيُكَبِّـرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِـدُعَـائِهِـمْ يَـرْجُـوْنَ بَـرَكَةَ ذَالِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهٗ ۵ | اُس دن کی برکت اور پاکیزگی کی امید رکھتے ہوئے مسلمانوں کی تکبیرات کے ساتھ تکبیر کہتی رہیں اور اُنکی دُعاؤں کے ساتھ دُعا کرتی رہیں۔

---

۱ مختصر ابی داؤد ۲/۱۴۴ وھو حدیث حسن
۲ ترمذی کتاب الدعوات (۳۳۰۸) وقال الترمذی ھذا حدیث غریب
۳ جز رفع الیدین بخاری
۴ بخاری ۱/۱۲۷ باب رفع الیدین فی الخطبه
۵ بخاری ج۱ ص۱۳۲

۷۔ قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی دُعا سے متعلق یہ ذکر ملتا ہے:

﴿قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا﴾ کہ تم دونوں کی دُعا قبول ہوگئی۔

(اِس سے دونوں بھائیوں کی اِجتماعی دُعا کا اِشارہ ملتا ہے)

☆ حدیث ۵ اور ۶ سے اِجتماعی دُعا کی صراحت روزِ روشن کی طرح واضح ہے البتہ اس میں فرضوں کے بعد کی صراحت موجود نہیں ہے۔

۸۔ حضرت ابو اِمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسے موقعوں پر دُعا زِیادہ قبول ہوتی ہے، آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا:

﴿جَوْفَ اللَّیْلِ الْاٰخِرِ وَدُبُرَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَاتِ﴾ [1]

رات کے آخری پہر کے درمیانی حصے میں اور فرض نمازوں کے آخر میں۔

۹۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم فجر کی نماز پڑھ لو تو اس کے بعد تین مرتبہ ﴿سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ﴾ پڑھو، اللہ تعالیٰ تمہیں جنون، فالج، کوڑھ اور اندھے پن سے محفوظ رکھے گا۔ [2]

۱۰۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

ایک مسلمان کی دُعا دوسرے مسلمان بھائی کے حق میں اُس کی عدم موجودگی میں قبول کی جاتی ہے، دُعا مانگنے والے کے سر کے قریب ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جو اُس کی دُعا پر آمین کہتا ہے اور اُس کے حق میں اُس کی دُعا جیسی دُعا بھی کرتا ہے۔

☆ حدیث نمبر ۸ اور ۹ سے فرضوں کے بعد دُعا کی ترغیب اور قبولیت ثابت ہوتی ہے جبکہ حدیث نمبر ۱۰ سے ایک کا دُعا کرنا اور دوسرے کا اُس دُعا پر آمین کہنا ثابت ہوتا ہے اور حدیث نمبر ۴ جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ صراحت ملتی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ ﷺ ہاتھ اُٹھا کر دُعا کر رہے تھے اور دُعا میں یہ کہہ رہے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اِس تصریح سے رسولِ اکرم ﷺ کا دُعائیہ کلمات کو بالجہر کہنا بھی ثابت ہوا۔

---

[1] ترمذی مع تحفة الاحوذی ۹/۳۷۶، ۳۷۷

[2] اخرجه مسلم مختصر ابی داؤد ۲/۱۵۷ باب الدُعاء بظهر..........

Marfat.com

اِس بحث کا ما حاصل

اِس بحث سے مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہوئے:

۱۔ دُعا میں ہاتھوں کا اُٹھانا۔

۲۔ اِجتماعی دُعا کرنا۔

۳۔ فرض نمازوں کے بعد دُعا کا قبول ہونا اور اس کی ترغیب۔

۴۔ ایک شخص کا دُعا کرنا دوسرے کا اُس پر آمین کہنا۔

۵۔ دُعائیہ کلمات کا بالجہر اَدا کرنا۔

البتہ جہاں تک بندہ کے ناقص علم کا تعلق ہے بندہ کو ایسی کوئی روایت نہیں مل سکی جس میں ہاتھوں کے اُٹھانے، اِجتماعی دُعا کرنے اور فرض نمازوں کے بعد کا ذکر ایک ساتھ ملتا ہو۔

علاوہ ازیں فرض نمازوں کے بعد ہمیشہ دُعا کرنے کا اِشارہ بھی نہیں ملتا بلکہ کبھی کبھی سلام کے فوراً بعد رسولِ اکرم ﷺ کا اُٹھ کر چلے جانے کا ذکر ملتا ہے جو آپ اِسی بحث میں گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں جس سے دوام کے خلاف دلیل ملتی ہے لہٰذا مذکورہ دلائل کی روشنی میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ فرضوں کے بعد مقتدیوں کو اِمام کی دُعا پر پابند کرنا اور اس دُعا کو تکمیل نماز کا لازمی جز سمجھنا اور اس عمل کو لازم جان کر اس پر ہمیشگی اِختیار کرنا محتاجِ دلیل ہے۔

اور اگر کبھی کبھار کسی کی درخواست پر یا ضرورت اور حالات کے تقاضے کے مطابق کوئی شخص دُعا کرا دیتا ہے اور مقتدیوں میں سے جس کا دل چاہتا ہے اس دُعا میں شریک ہو جاتا ہے تو یہ طریقہ اَسلاف کے منہج کے خلاف نہیں ہے۔ اللھم وفقنا لما تحب و ترضی

ہم دُعا کیوں کرتے ہیں؟

اسلام کا شاید ہی کوئی مسئلہ ایسا ہو کہ جس پر معترض کا اِعتراض وارد نہ ہوا ہو، ورنہ تو دُعا جیسی نعمت بھی اُن کی تنقید کا نشانہ بنے بغیر نہ رہ سکی جس پر متعدد اعتراضات کئے گئے ان کے جملہ اِعتراضات اور حسبِ توفیق ان کے جوابات درج ذیل ہیں:

اِعتراض ۱:-

ہمیں دُعا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ ہم جو بھی دُعا کریں گے اللہ تعالیٰ کو اُس کے وقوع یالا وقوع کا پہلے سے علم ہوگا اور اگر اللہ کے علم میں اُس کا واقع ہونا ہے تو وہ ضرور واقع ہو کے رہے گی اور اگر اللہ کو اُس کے لاوقوع کا علم ہے تو وہ ہرگز واقع نہ ہوگی پھر ہمارا مانگنا یانہ مانگنا دونوں بے سود اور بے کار ہیں کیونکہ اگر اللہ کے علم میں اس چیز کا ملنا ہمارا مقدر بن چکا ہے تو ہم مانگیں یا نہ مانگیں وہ ہر صورت ملے گی اور اگر اس کا نہ ملنا ہمارا مقدر بن چکا ہے تو ہم لاکھ دُعائیں کریں وہ کبھی نہیں ملے گی پھر ہم دُعا کیوں کرتے ہیں؟

اعتراض ۲:-

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿یَا اَبَا هُرَیْرَةَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا اَنْتَ لَاقٍ﴾ [1]

اے ابو ہریرہ جو کچھ تجھے پیش آنے والا ہے قلم (اُسے لکھ کر) خشک ہو گیا ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہونے والا تھا اللہ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے اسے لوحِ محفوظ میں لکھ دیا، جب ہر چیز پہلے سے لکھی جا چکی ہے تو اس کا مانگنا، ملنا یا نہ ملنا بھی لکھا جا چکا ہے، مثلاً ''ایک شخص لوحِ محفوظ میں بے اولاد لکھا جا چکا ہے اور یہ بات اللہ کے علم میں ہے کہ ہم اُسے اولاد نہیں دیں گے پھر بھی اُسے دُعا کی ترغیب دی گئی جب اُولاد اُس کے مقدر میں ہی نہیں ہے تو پھر وہ دُعا کیوں کرے؟ اور اگر دُعا کرنے سے اُسے اُولاد کے ملنے کا اِمکان ہے تو پھر اللہ کا علم (تقدیر) نعوذ باللہ غلط ثابت ہوتا ہے اور اگر اُولاد کا ملنا اُس کا مقدر ہے تو وہ اُسے مل کر رہے گی چاہے وہ دُعا نہ کرے تب بھی ملے گی۔

[1] بخاری کتاب النکاح (٤٦٨٦)

Marfat.com

ہم کسی کو درازیٔ عمر کی دُعا دیتے ہیں جب کہ لوحِ محفوظ میں پہلے سے لکھا جا چکا ہے کہ اِس کی عمر کیا ہوگی اور یہ اللہ کے علم میں ہے پھر جب قلم خشک ہو گئے جس کے معنی یہ ہیں کہ اَب مزید لکھنے یا ردوبدل کرنے کی گنجائش باقی نہیں ہے تو پھر درازیٔ عمر کی دُعا کرنے سے اس کی عمر بڑھ نہیں سکتی اور اگر بڑھ گئی تو نعوذ باللہ: اللہ کا علم غلط ثابت ہوگا اور ایسا ہو نہیں سکتا کہ اللہ کا علم کبھی غلط ہو پھر ہم دُعا کیوں کرتے ہیں؟

اِعتراض بظاہر بہت وزنی اور مستحکم ہے لیکن دونوں اِعتراضات کی بنیاد اور نتیجہ ایک ہی ہے۔

جواب:-

سلف صالحین میں سے بعض نے اِس کا یہ جواب دیا ہے کہ اللہ کے علم میں اگر اُس کا واقع ہونا ہے تو بندہ ضرور دُعا کرے گا اور اگر اللہ کے علم میں ''لاوقوع'' یعنی اُس کا واقع نہ ہونا ہے تو وہ ہرگز دُعا نہیں کرے گا، لیکن یہ جواب ناقص ہے، کیونکہ معاشرے میں اَیسے بیشمار لوگ دیکھے گئے ہیں جو عمر بھر اَپنے بچوں کی نیک نامی کی دُعائیں کرتے ہیں لیکن اُن کی اَولاد اپنی عمر گناہ کے راستوں پر گزار دیتی ہے لہٰذا یہ جواب نہ ہوا۔

درحقیقت یہ اِعتراضات معتزلہ اور ملحدین کی طرف سے کئے گئے ہیں جواب سے پہلے اُن کے پیش کردہ دلائل کی غلطی پکڑنا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اِن اِعتراضات کی روشنی میں اہلِ اِسلام کے دو گروہ وجود میں آئے ''جبریئے اور قدریئے'' ایک کا نظریہ یہ تھا کہ جو کچھ اللہ نے لکھ دیا ہے ہم وہ کچھ کرنے پر مکلف و مجبور ہیں، ہم اگر گناہ کرتے ہیں تو اِس میں ہمارا کوئی قصور نہیں اور اگر نیکی کرتے ہیں تو اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں کیونکہ یہ سب کچھ پہلے سے لکھا جا چکا تھا، اِس لئے ہمیں ویسا کرنا تھا ورنہ نعوذ باللہ اللہ کا علم غلط ہو جاتا، اور دوسرے گروہ نے اِس اِعتراض سے بچنے کیلئے سرے سے تقدیر کا اِنکار کر دیا کہ تقدیر وغیرہ کچھ نہیں اِنسان اپنی مرضی اور اِرادے کا خود مالک ہے اور اِس آزادی کی وجہ سے وہ اَپنی تقدیر خود بناتا ہے اور یہ دونوں نظریات باطل ہیں۔

غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اگر کسی چیز کا واقع ہونا ہے تو اُس کا واقع ہونا واجب ہو گیا اور اگر کسی چیز کا واقع نہ ہونا ہے تو اُس کا واقع ہونا محال ہے، تو اِس میں واجب کیا شئے ہے؟ واجب کسی شئے کا واقع ہونا ہے، وہ شئے فی نفسہٖ واجب نہیں ہے، وہ جیسی ہے ویسے رہے گی۔

Marfat.com

واجب، محال اور ممکن کی تعریف

واجب: واجب اُسے کہتے ہیں کہ کوئی چاہے یا نہ چاہے وہ ہر حال میں واقع ہو۔

محال : محال اُسے کہتے ہیں کہ کوئی چاہے یا نہ چاہے وہ کسی صورت میں واقع نہ ہو۔

ممکن : ممکن یہ ہے کہ اُس کے ہونے نہ ہونے (دونوں کا اِمکان ہو)، یعنی نہ ''وقوع'' لازم ہو اور نہ ''لاوقوع'' لازم ہو بلکہ دونوں ممکن ہوں۔

مثلاً: اللہ تعالیٰ نے یہ جان لیا کہ زید کو ایک ہزار روپیہ ملے گا تو ایک ہزار روپے کا ملنا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ قطعی اور واجب ہے جب کہ ایک ہزار روپیہ فی نفسہ ممکن ہے واجب نہیں، یعنی کسی شئے کے وقوع کا واجب ہونا اُس شئے کو واجب نہیں کرتا۔

مثلاً: اِنسان کیلئے جسم کا ہونا واجب ہے اَیسا نہیں ہوسکتا کہ اِنسان ہو اور جسم نہ ہو، جس طرح آگ کیلئے حرارت کا ہونا واجب ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ آگ ہو اور حرارت نہ ہو، آگ سے حرارت کا جدا ہونا محال اور ناممکن ہے، جس طرح اِنسان کے جسم سے اُس کا جدا ہونا محال اور ناممکن ہے۔

اِنسان مخلوق ہے اور یہ ممکن ہے، اس کا جسم بھی مخلوق ہے اور یہ ممکن ہے، اسی طرح آگ مخلوق ہے، حرارت مخلوق ہے اور یہ ممکن ہیں، یہ دونوں باہم ایک دوسرے کیلئے اِس قدر واجب ہیں کہ ہم آگ کو دیکھ کر حرارت کا پتہ دے سکتے ہیں اور حرارت محسوس کر کے آگ کی خبر دے سکتے ہیں۔

لہٰذا اِختلاف خدا کی مشیت پر نہیں ہے، ورنہ جو چیز ہمارے لئے محال اور ناممکن ہے وہ اللہ کی مشیت کے آگے محال اور ناممکن نہیں ہے۔

مثلاً: ہم آگ سے اُس کی حرارت کو جدا نہیں کر سکتے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں رکھا اور آگ سے حرارت کو جدا کر لیا، یہ اُس کی مشیت تھی جب کہ تقدیر اُس کا علم ہے اُس کی مشیت نہیں، یہی بنیادی غلطی ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑوں کے قدم پھسل گئے۔

ا۔ ہم جو کچھ کائنات میں کر رہے ہیں وہ اِس لئے نہیں کر رہے ہے کہ اللہ نے ہماری تقدیر میں اُسے لکھ دیا ہے بلکہ اللہ نے اُس فعل کو ہماری تقدیر میں اِس لئے لکھا کہ ہمیں اَیسا کرنا تھا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اپنے علم سے مطلع ہے جبکہ بندہ اللہ تعالیٰ کے علم سے مطلع نہیں ہے۔

مثلاً: اگر اللہ کے علم میں کسی چیز کا واقع ہونا ہے تو اس کا علم صرف اللہ کو ہے بندے کو نہیں ہے اور اگر اللہ کے علم میں کسی چیز کا واقع نہ ہونا ہے تو اس کا علم بھی صرف اللہ کو ہے بندے کو نہیں ہے، اِس لئے بندہ اپنے جہل کی بنیاد پر اُس چیز کے واقع ہونے یا نہ ہونے کے اِمکان پر یقین رکھتا ہے اور اِسی اِمکان کی بنیاد پر وہ دربارِ الٰہی میں دست بدُعا ہوتا ہے کیونکہ ممکن کیلئے دُعا کی جاسکتی ہے، اُس کا نہ ملنا ہمارے علم میں نہیں ہوتا اور ملنے کا اِمکان موجود ہوتا ہے اِسی اِمکان کی بنیاد پر ہم اللہ سے دُعا کرتے ہیں۔

۳۔ رہا یہ اِعتراض کہ جب تقدیر لکھ کر قلم ہی خشک ہو چکا اور اَب اُس میں ردوبدل کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی تو پھر دُعا مانگنا بے کار ٹھہرا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری دُعائیں تقدیر کو نہیں بدلتیں، لیکن جب لوحِ محفوظ میں ہر چیز لکھی ہوئی تھی تو ہمارا دُعا مانگنا بھی لکھا ہوا تھا اور وہاں یہ بھی درج تھا کہ اس کی عمر پچاس سال ہوگی پھر یہ دُعا کرے گا ہم اس کی دُعا کو قبول کریں گے اور اس کی عمر میں دس سال بڑھا دیں گے اور اس طرح اس کی عمر ساٹھ سال ہو جائے گی تو بدلا کچھ بھی نہیں ہے۔

اس لئے کہ جو کچھ ہماری دُعا کے نتیجے میں بدلا ہے وہ بھی پہلے سے لکھا جا چکا ہے۔

جہاں اللہ نے قضاوقدر لکھی ہے وہاں تغیر وتبدل اور گھٹانے بڑھانے کے کل اِختیارات بھی لکھے ہوئے ہیں وہاں لکھا تھا کہ اسے کچھ نہ ملے گا، مگر اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ دُعا کر مجھ سے مانگ تو میں تجھے دوں گا، اب بندے نے دُعا کی اللہ نے اُسے دے دیا، گویا کچھ نہ ملنا مٹا دیا اور ملنا لکھ دیا اور یہ مٹانا اور لکھنا بھی پہلے سے ہو چکا۔ جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ [1]

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے اور اسی کے پاس لوحِ محفوظ ہے۔

اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ صدقہ ردّ البلا ہے یعنی صدقہ کرنے سے آنے والی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ صدقہ کرنے سے تقدیر بدل جاتی ہے،

صدقہ کرنے یا دُعا کرنے سے درحقیقت تقدیر تبدیل نہیں ہوتی بلکہ تقدیر میں یہ تبدیلی بھی شامل تھی یعنی تقدیر لکھ کر جب قلم خشک ہوا تو وہ یہ تبدیلیاں لکھ کر خشک ہوا۔

---

[1] السورۃ الرعد:۳۹

Marfat.com

اعتراض ۳:-

قرآن مجید میں آتا ہے: ﴿اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾[1] مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کرتا ہوں۔
اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ [2]
کہ جب بھی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار کو فوراً قبول کرتا ہوں۔
لیکن دُنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی دس دس بیس بیس برس تک ایک ہی دُعا کرتا رہتا ہے لیکن اُس کی شنوائی نہیں ہوتی پھر اللہ کے قبول کرنے سننے اور اُس کے قریب ہونے کے کیا معنی ہیں؟۔

جواب:-

حدیث میں آتا ہے دُعا قبول ہونے کے تین طریقے ہیں۔

۱۔ جو کچھ بندے نے مانگا اللہ نے وہی دے دیا۔

۲۔ بندے نے جو کچھ مانگا تھا اللہ نے اپنی حکمت اور علم کے مطابق بندہ کے حق میں بہتر نہیں سمجھا، اس کے بدلے میں کوئی اور چیز دے دی جو اُس کے حق میں بہتر تھی۔

۳۔ جو کچھ بندہ نے مانگا نہ تو اُسے وہ دیا گیا اور نہ ہی اُس کے بدلے میں کوئی اور چیز دی گئی بلکہ اُس کی دُعا کے صلہ کو آخرت کیلئے محفوظ کر لیا گیا۔

بعض رِوایات میں چوتھی چیز بھی وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکی دُعا کے بدلے میں اُسے بظاہر تو کچھ نہیں دیتا، البتہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور یہ معافی بھی عطا کرنے کے برابر ہے، تو معلوم یہ ہوا کہ دُعا کسی حال میں رائیگاں نہیں جاتی بلکہ وہ ہر حال میں قبول ہوتی ہے اگرچہ ہم اپنی کم علمی کی وجہ سے اپنی مطلوبہ چیز کو نہ پا کر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ ہماری دُعا قبول نہیں ہوئی، حالانکہ اس کے بدلے میں اللہ نے کتنی بہتر چیز عطا کر دی ہے اُس پر ہماری نظر نہیں ہوتی۔

فلسفۂ دُعا

جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے کہ ''اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہے''۔
اس حدیث کی روشنی میں جو بندہ اپنے رب پر جتنا اِعتماد و یقین اور بھروسہ رکھ کر دُعا کرے گا، اللہ تعالیٰ اسی قدر اس کی دُعا کو قبول کرے گا، جب آپ اللہ سے دُعا کر رہے ہوتے ہیں تو اُس وقت آپ کے دل میں کئی ایک باتیں موجود ہوتی ہیں۔

---

[1] سورة مؤمن (الغافر) : ٦٠
[2] سورة البقرة : ١٨٦

جب آپ یہ کہتے ہیں کہ ''اے اللہ! فلاں چیز مجھے عطا کردے'' تو اس سے کئی ایک باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

۱۔ آپ اللہ کو جانتے ہیں، جبھی تو آپ نے اُسے پکارا۔

۲۔ آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ سننے پر قادر ہے۔

۳۔ آپ کا یہ ایمان ہے کہ اللہ آپ کی مشکل کو حل کرنے پر قادر ہے۔

۴۔ آپ کا یقین ہے کہ آپ کے پکارنے پر اللہ کی رحمت ضرور آپ کی طرف متوجہ ہوگی۔

۵۔ آپ کا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور آپکی اس مشکل کو حل کرنے پر قادر نہیں ہے، گویا اللہ کی دربار میں آپ کا دستِ سوال دراز کرنا آپ کے مؤمنِ کامل اور موحد کامل ہونے کا صرف ٹائٹل (Title) ہی نہیں بلکہ دیکھنے والوں کیلئے درسِ توحید بھی ہے، یہی فلسفہ دُعا ہے۔

ایک نابینے کی دس سالہ دُعاؤں کا ثمرہ

اگرچہ یہ واقعہ کسی حدیث میں تو نہیں ہے لیکن سبق کے طور پر بیان کرنے میں قباحت بھی نہیں ہے کہا جاتا ہے ''کہ ایک نابینا شخص طویل عرصہ تک مسجد میں آتا رہا اور روزانہ اللہ کی جناب میں گڑگڑا کر دُعائیں مانگتا رہا۔

بالآخر گھنٹے دنوں میں، دن ہفتوں میں، ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدلتے چلے گئے وہ مسلسل یقین اور اعتماد کے ساتھ دربارِ الٰہی میں بلاناغہ حاضری دیتا رہا اور گڑگڑا کر رب العالمین سے ایک ہی دُعا مانگتا رہا کہ ''اے اللہ میری بینائی لوٹا دے'' لیکن اُسے کچھ نہ ملا، ایک دن دُعا کرتے کرتے اسکی آنکھ لگ گئی اور خواب میں کسی کہنے والے نے کہا!

''تیرا آنا ہمیں اچھا نہیں لگتا، لہٰذا کل سے ہمارے دروازے پر نہ آنا''!

لیکن دوسرے دِن وہ پھر ہمیشہ کی طرح حاضر ہوا اور گڑگڑا کر اللہ سے دُعا مانگنے لگا، آج اس کی پھر آنکھ لگ گئی، اس سے کہا گیا کہ ''ہم نے تمہیں یہاں آنے سے روکا تھا، پھر کیوں آیا ہے''؟

اُس نے کہا، ''آج اس لئے حاضر ہوا ہوں تا کہ تجھ سے یہ پوچھ سکوں کہ اگر تیرے در پر نہ آؤں تو پھر کس کے در پہ جاؤں''؟ بس یہ کہنا تھا کہ آنکھ کھل گئی اور دیکھا کہ اس کی بینائی لوٹ آئی ہے۔

گویا اللہ نے اُس کے اِس پختہ عزم و یقین کی بنا پر اُس کی دُعا کو قبول فرمالیا۔

Marfat.com

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب اللہ سے مانگو تو یہ نہ کہو:
﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ﴾ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے!
بلکہ یہ کہو ﴿اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ﴾ اے اللہ مجھے بخش دے۔ [1]

یعنی دُعا کرتے وقت اس کی مشیت کی قید نہ لگاؤ اس لئے کہ اُسے تو ہر وقت یہ اختیار حاصل ہے جس طرح وہ نہ بخشنے پر قادر ہے اسی طرح وہ بخشنے پر قادر ہے لہٰذا اچھا گمان کر کے اور اچھی اُمید رکھ کر اُس سے مانگا جائے تو وہ ضرور نوازتا ہے۔

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

دُعا اور وسیلہ

قرآنِ مجید میں اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

۱۔ ﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ [2]
جب آپؐ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں کہ (میں ان کے قریب ہوں یا دور تو بتا دینا) بے شک میں قریب ہوں۔

۲۔ ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾ [3]
ہم بندے کی رگِ حیات سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔

عموماً ضعیف العقیدہ لوگ مثالیں دیا کرتے ہیں کہ جس طرح مکان کی چھت پر چڑھنے کیلئے تمہیں سیڑھی کی ضرورت ہوا کرتی ہے، عدالت میں جانے کیلئے وکیل کی ضرورت پڑتی ہے تو رب سے کچھ مانگنے کیلئے بھی واسطے اور وسیلے کی ضرورت ہوتی ہے۔

مثال درست اور تشبیہ غلط ہے، مکان کی چھت پر چڑھنے کے لیے ہمیں سیڑھی کی ضرورت اِس لئے پڑتی ہے کہ چھت ہم سے دور ہے لیکن یہاں تو رحمت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میں تمہارے قریب ہوں کبھی مجھے اَپنے سے دور نہ سمجھنا۔

جج کے پاس وکیل کی ضرورت اِسلئے پڑتی ہے کہ جج مغرور ہے وہ ڈائریکٹ آپ سے بات کرنا پسند نہیں کرتا جبکہ اللہ کی بے پایاں رحمت کا یہ عالم ہے کہ وہ خود پکار کر کہتا ہے "هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ"

---

[1] اخرجه الترمذی والنسائی وقال الترمذی صحیح مختصر ابو داؤد ۲/۱٤۲
[2] سورة البقرة:١٨٦
[3] سورة ق: ١٦

''کوئی ہے جو مجھ سے بخشش کا طلب گار بنے، تاکہ میں اُسے بخش دوں''، پھر ایسی مہربان اور اقرب ذات کیلئے غیر اللہ کے واسطے اور وسیلے تلاش کرنا اس کی بے پناہ رحمت کا اِنکار ہے۔

بعض لوگ دُعا کرتے وقت اللہ کی ذات کو اُس کی مخلوق کے واسطے دیتے ہیں، تجھے رسول کا واسطہ تجھے حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کا واسطہ، تجھے فاطمہ رضی اللہ عنہا وعلی رضی اللہ عنہ کا واسطہ یا یوں کہتے ہیں ''نبی کے صدقے میری یہ دُعا قبول کرنا'' یہ تمام کلمات عقیدۂ توحید کے صریحاً خلاف اور شرک پر مبنی ہیں۔

واسطہ اور وسیلہ تو اُسے دیا جاتا ہے جو اِن شخصیات کی بات ماننے پر مجبور ہو اور اُن کی بات ٹالنے پر قادر نہ ہو جبکہ رب العالمین تو قادر مطلق ہے وہ چاہے تو انبیاء کی بات رد کر دے اور چاہے تو اِبلیس کی درخواست قبول کرلے وہ مرضی کا مالک ہے، وہ سب سے باز پرس کر سکتا ہے لیکن اُس سے باز پرس کرنے والا کوئی نہیں لہٰذا وہ نہ تو انبیاء کا محتاج ہے، نہ کسی دوسرے بزرگ کا۔

چنانچہ قرآنِ مجید میں بہت سی دُعاؤں کا تذکرہ موجود ہے جو ''اَللّٰھُمَّ'' سے شروع ہوتی ہیں یا پھر ''رَبَّنَا'' اور ''رَبِّ'' سے شروع ہوتی ہیں، قرآنِ مجید کا یہ اُسلوب بھی ہمیں یہی درس دیتا ہے کہ جب بھی مانگو بلاواسطہ (Direct) اللہ سے مانگو، البتہ اللہ کی ذات کو اللہ کے صفاتی ناموں کا واسطہ دیا جاسکتا ہے۔

مثلاً: آپ یوں دُعا کریں کہ ''یا اللہ تجھے تیرے رحمٰن و رحیم ہونے کا واسطہ مجھے معاف فرما دے'' تو یہ کہنا درست ہے۔

زِندہ سے دُعا کرانا جائز ہے

زِندہ شخص سے آپ دُعا کرا سکتے ہیں کسی بھی شخص سے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ میرے لئے دُعا فرما دیجئے یہ درست ہے کیوں کہ رحمتِ عالم ﷺ سے صحابہ کرام دُعا کی درخواست فرماتے اور آپ ﷺ اُن کے لئے اللہ کی جناب میں دَست بدُعا ہوتے، حتیٰ کہ دورانِ خطبہ بھی اگر کسی نے قحط سالی کی شکایت کی اور دُعا کی درخواست کی تو رحمت عالم ﷺ نے خطبہ ختم ہونے کا بھی اِنتظار نہیں فرمایا بلکہ اُسی وقت دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھادیے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہاتھ اُٹھالئے۔

اِسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے رُخصت فرمایا تو اِرشاد فرمایا:

''اے عمر رضی اللہ عنہ! اپنی دعاؤں میں ہمیں نہ بھولنا''

جبکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام روضۂ اقدس پر حاضری دِے کر آپ کے وسیلے سے اللہ سے دعا نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ خلافتِ فاروقی میں جب قحط سالی آئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روضۂ اقدس پر حاضری دینے کے بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع کے ساتھ میدان میں تشریف لے گئے اور رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

کے چچا حضرت عباسؓ کو دُعا کیلئے آگے کیا اور حضرت عمرؓ نے اپنی دُعا میں یہ الفاظ کہے اے اللہ! پہلے ہمارے درمیان تیرا رسول تھا ہم اُسے آگے کیا کرتے تھے اور تو ہم پر بارانِ رحمت نازل کیا کرتا تھا آج وہ ہم میں نہیں ہیں ہم تیرے پیغمبر کے چچا کو لائے ہیں تو ہم پر بارانِ رحمت فرما۔

درحقیقت میت سے دُعا نہ کرانے اور زندہ سے دُعا کرانے میں ایک بہت بڑی حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ قبر پر دُعا کی درخواست کرنا فسادِ عقیدہ کا باعث بنتا ہے جس میں بہت ساری قباحتیں ہیں۔

۱۔ صاحبِ قبر کے زندہ تسلیم کرنا ہوگا۔

۲۔ سماعِ موتٰی کا عقیدہ بھی رکھنا ہوگا۔

۳۔ صاحبِ قبر کو مشکل کشا ماننا پڑے گا۔

یہ تمام باتیں فسادِ عقیدہ کا سبب بنتی ہیں جبکہ زندہ سے دُعا کرانے میں فسادِ عقیدہ کا خطرہ ٹل جاتا ہے اور اِس سے عقیدۂ توحید میں خلل واقع نہیں ہوتا، جب آپ کسی زِندہ شخص سے دُعا کی درخواست کرتے ہیں وہ آپ کے سامنے بارگاہِ اِیزدی میں دستِ دُعا دراز کردیتا ہے جسے آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ میں تو اِس کے پاس آیا تھا لیکن اِس نے بھی اُسی ذاتِ اِلٰہی کے آگے ہاتھ اُٹھالئے ہیں تو معلوم یہ ہوا کہ یہاں مجھ سمیت سبھی فقیر ہیں غنی تو صرف وہی ہے۔

ہر چیز مسبب سبب سے مانگو
منت سے خوشامد سے اَدب سے مانگو
کیوں ہاتھ پھیلاتے ہو غیروں کے آگے
اگر رب کے بندے ہو تو رب سے مانگو

سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت اس وقت کیا جاتا ہے جب قرآنِ مجید کی ایسی آیت پڑھی یا سنی جائے جو سجدہ والی ہو۔

قرآنِ مجید میں ایسی آیات پندرہ ہیں۔ [1]

جن میں سے ایک آیت فقہا کے نزدیک اِختلافی ہے۔

اگر نماز کی حالت میں اِمام ایسی آیات کی تلاوت کرے تو اِمام اور مقتدی دونوں یہ سجدہ اَدا کریں۔

اِمام اس آیت کو پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلا جائے اور صرف ایک سجدہ کر کے دوبارہ قیام

[1] ابوداؤد ۱/۱۹۹ باب السجود و کم سجدۃ فی القرآن

Marfat.com

میں کھڑا ہو جائے اور قرأت کو وہیں سے شروع کرے جہاں سے چھوڑی تھی،
یعنی سورۃ الفاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت ابورافع ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی انہوں نے نماز میں ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ پڑھ کر سجدہ کیا۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے جب اِس بارے میں پوچھا گیا، تو اُنہوں نے جواب دیا:

﴿سَجَدْتُ فِيهَا خَلْفَ اَبِي الْقَاسِمِ ﷺ فَلا اَزَالُ اَسْجُدُ فِيهَا حَتّٰى اَلْقَاهُ﴾ [1]

میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے اسی سورت میں سجدہ کیا لہٰذا اب میں عمر بھر اس میں سجدہ کرتا رہوں گا۔

سجدۂ تلاوت کی دُعا

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهُ	میرے چہرے نے اُس ذات کو سجدہ کیا جس نے
وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ	اسے بنایا اور اس کے کان بنائے اس کی آنکھیں
بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللهُ	بنائیں اور بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر
اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ [2]	پیدا کرنے والا ہے۔

سجدۂ تلاوت کا حکم

سجدۂ تلاوت کرلیا جائے تو اجر و ثواب ہے اور اگر کبھی ترک کر دیا جائے تو گناہ لازم نہیں آتا۔ [3]

۱۔ نبی کریم ﷺ سے اور صحابہ کرام ﷺ سے اِس کا اَدا کرنا اور اِس کا ترک دونوں ثابت ہیں۔
حضرت ابنِ عباس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے "سورۃ النجم" میں سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور آدمیوں نے بھی سجدہ کیا۔ [4]

۲۔ زید بن ثابت ﷺ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورۃ النجم پڑھی اور سجدہ نہ کیا۔ [5]
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سجدۂ تلاوت فرض یا واجب ہوتا تو آپ ﷺ خود بھی سجدہ فرماتے اور حضرت زید بن ثابت ﷺ کو بھی سجدہ کرنے کا حکم دیتے خود نہ کرنا اور حضرت زید بن ثابت ﷺ کے نہ کرنے پر بھی خاموشی اِختیار کرنا سجدۂ تلاوت کے ترک کے جواز کی دلیل ہے۔

---

[1] بخاری کتاب الاذان (٧٦٢) (٧٦٦) مسلم ١/٢١٥ باب السجود التلاوۃ
[2] مسلم کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا (١٢٩٠) ومسند احمد (٦٩١) والترمذی (٣٣٤٣) والنسائی کتاب التطبیق (١١١٦) (١١١٧) فی مختصر ابی داؤد ٣/١٢٠
[3] ابو داؤد ١/١١٠ [4] بخاری ٢/٧٢١ باب قوله فاسجدوا للّٰہ واعبدوا
[5] مسلم ١/٢١٥ باب السجود التلاوۃ

سجدۂ تلاوت کے محل

قرآنِ مجید میں مذکورہ پندرہ مقامات درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	پارہ نمبر	نام سورہ	آیت نمبر	آیت
۱	۹	سورۃ الاعراف	۲۰۶	وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ
۲	۱۳	سورۃ الرّعد	۱۵	بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ
۳	۱۴	سورۃ النحل	۵۰	مَا يُؤْمَرُوْنَ
۴	۱۵	سورۃ بنی اسرائیل	۱۰۹	يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا
۵	۱۶	سورۃ مریم	۵۸	سُجَّدًا وَّبُكِيًّا
۶	۱۷	سورۃ الحج	۱۸	يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ
۷	۱۷	سورۃ الحج	۷۷	لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ
۸	۱۹	سورۃ الفرقان	۶۰	وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا
۹	۲۰	سورۃ النمل	۲۶	رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ
۱۰	۲۱	سورۃ السجدہ	۱۵	لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
۱۱	۲۳	سورۃ صٓ	۲۴	خَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ
۱۲	۲۴	سورۃ حم سجدہ	۳۸	وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ
۱۳	۲۷	سورۃ النجم	۶۲	لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا
۱۴	۳۰	سورۃ الانشقاق	۲۱	لَا يَسْجُدُوْنَ
۱۵	۳۰	سورۃ العلق	۱۹	وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ

Marfat.com

سجدۂ سہو

نماز میں بھول چوک ہو جانے اور رکعات میں کمی بیشی کی صورت میں سجدۂ سہو کو مشروع رکھا گیا ہے۔

بہت سی مساجد میں ایسے ائمہ کو بھی دیکھا گیا ہے جو اِس قسم کے مسائل سے قطعی آگاہ نہیں ہوتے بلکہ جہاں سجدۂ سہو کرنے کا محل ہوتا ہے وہاں چھوڑ دیتے ہیں اور جہاں محل نہیں ہوتا وہاں کر لیتے ہیں۔

درحقیقت اللہ ﷻ نے اِن دوسجدوں کو نماز میں واقع ہونے والے کسی نقص، کمی، زیادتی، اضافہ اور کسی قسم کے شک کی تلافی کیلئے رکھا ہے۔

مثال کے طور پر کسی شخص نے ظہر کے چار فرضوں کی بجائے دو یا تین رکعتوں پر سلام پھیر دیا یا عصر کے چار فرضوں کی بجائے پانچ پڑھ لئے دونوں صورتوں میں سجدہ سہو لازم ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں وارد ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے ظہر میں پانچ رکعتیں پڑھادیں۔

آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا نماز پڑھادی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

ایسی بات نہیں ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ ﷺ نے پانچ رکعتیں پڑھائی ہیں، یہ سن کر آپ ﷺ نے دو سجدے کئے، اور ایک رویت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح اِنسان ہوں ایسے بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو، پس جب میں بھولا کروں تو مجھے یاد دلایا کرو۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ اگر نماز میں زیادتی ہو جائے تو وہ بھی سہو کے دو سجدوں سے زائل ہو جاتی ہے۔

نماز میں سہو کیوں واقع ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اَحَدَکُم اِذَا قَامَ یُصَلِّیْ	کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہوتا
جَاءَہُ الشَّیْطٰنُ فَلَبِسَ عَلَیْہِ	ہے تو شیطان اس کے پاس آ کر اُسے شبہ میں ڈالتا ہے
حَتّٰی لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی فَاِذَا	یہاں تک کہ اُسے یاد نہیں رہتا کہ اُس نے کتنی رکعتیں
وَجَدَ ذَالِکَ اَحَدُکُمْ فَلْیَسْجُدْ	پڑھی ہیں پس جب تم میں سے کسی کو ایسی حالت پیش
سَجْدَتَیْنِ وَھُوَ جَالِسٌ [2]	آئے تو بیٹھ کر (سہو کے) دو سجدے کرے۔

[1] مسلم ۲۱۳/۱

[2] بخاری کتاب الجمعه(۱۱۵۶) مسلم ۲۱۰/۱ باب السهو فی الصلاة والسجود وابو داؤد (۸۶۹) والترمذی کتاب الصلاة (۳۶۳) والنسائی کتاب السهو(۱۲۳۵) وابن ماجه (۱۲۰۷)

Marfat.com

سجدۂ سہو سلام سے پہلے یا بعد

سجدہ سہو سلام سے پہلے بھی کیا جا سکتا ہے اور سلام کے بعد بھی دونوں صورتیں مسنون ہیں۔
بعض نے نماز میں کمی واقع ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو کو سلام سے پہلے مسنون جانا اور زیادتی ہو جانے کی صورت میں سلام کے بعد دو سجدوں کے کرنے کو مسنون جانا، لیکن اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ سے کسی قسم کی نص موجود نہیں ہے اور یہ پابندی ایک تکلف سے زیادہ کچھ نہیں اور جن روایات میں زیادتی واقع ہو جانے کی صورت میں سلام کے بعد سجدہ کرنے کا ذکر ہے تو یہ محض اتفاق ہے ورنہ شارع علیہ السلام سے اس قسم کی کوئی صراحت نہیں ملتی، بلکہ آپ ﷺ سے اس کے خلاف بھی ثابت ہے۔

اِس ضمن میں چند اَحادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔ عطا بن یسار رحمہ اللہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک پیدا ہو کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو شک کو دور کرے اور خاص تعداد کا یقین کرے پھر اس یقین کی بنیاد پر نماز مکمل کرے اور سلام سے پہلے دو سجدے کرے، اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھی ہونگی تو یہ دو سجدے اُن کو چھ بنا دیں گے اور پوری چار پڑھی ہونگی تو یہ سجدے شیطان کی ذِلت کا باعث ہونگے۔ [۱]

۲۔ حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ظہر کی نماز پڑھائی اور دوسری رکعت پر تشہد بیٹھنے کی بجائے کھڑے ہو گئے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے حتی کہ آپ ﷺ تکمیلِ نماز تک پہنچ گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سلام کا انتظار کرنے لگے آپ ﷺ نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی اور دو سجدے سلام سے پہلے کئے اور پھر سلام پھیرا۔ [۲]

۳۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب اِمام دو رکعتوں کے بعد (بھول کر) کھڑا ہو جائے لیکن ابھی سیدھا کھڑا نہ ہوا اور اُسے قعدہ یاد آ جائے تو بیٹھ جائے اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا ہے تو نہ بیٹھے......اور دو سجدے سہو کے کرے۔ [۳]

۴۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اور تین رکعتوں پر سلام پھیر دیا اور اَپنے گھر تشریف لے گئے، پس ایک شخص جس کا نام ''خرباق'' تھا اور

---

[۱] مسلم ۲۱۱/۱ باب السهو فی الصلاة والسجود
[۲] مسلم ۲۱۱/۱ باب السهو فی الصلاة والسجود
[۳] وقال ابن حجر فی بلوغ المرام ص ۱۰۰ رواه ابوداؤد وابن ماجه والدارقطنی واللفظ له بسند ضعیف وقال مبارکفوری لان مدار جمیع طرقه علی جابر الجُعفی وهو ضعیف

اُس کے ہاتھ طویل تھے اُس نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ واقعہ یہ ہے (اُس نے یہ بات کہہ دی) آپ ﷺ غصہ کی حالت میں چادر گھسیٹتے ہوئے باہر تشریف لائے حتی کہ صحابہ کرام ؓ کے پاس پہنچ کر اِس واقعہ کی تصدیق چاہی سب نے اِس کی تصدیق کی تب آپ ﷺ نے اِیک رکعت پڑھائی پھر سلام پھیرا دو سجدے کئے اور پھر سلام پھیرا۔ [1]

مذکورہ چاروں اَحادیث سے درج ذیل باتیں خاص طور پر معلوم ہوئیں۔

۱۔ سجدہ سہو سلام سے پہلے اور بعد دونوں طرح ثابت ہوا۔

۲۔ قعدہ اُولیٰ فرض یا واجب نہیں ہے ورنہ اس کے ترک سے وہ رکعت لوٹائی جاتی جب کہ آپ ﷺ نے سجدہ سہو تو کیا لیکن رکعت نہ لوٹائی اور نہ قعدہ کو دُہرایا

۳۔ اگر نماز کا ایسا عمل رہ جائے جو رُکن کا درجہ نہ رکھتا ہو تو اُس کے ترک پر صرف دو سجدے کافی ہیں اُس عمل کے اِعادہ کی ضرورت نہیں۔

۴۔ سلام کے بعد اگر اِمام اور مقتدی گفتگو کر لیں تب بھی پہلی نماز پر بنا باقی رہے گی اور اِس گفتگو کے بعد صرف چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کر کے سجدہ سہو کریں مکمل نماز دُہرانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

۵۔ سجدہ سہو سلام کے بعد کیا گیا ہے، جبکہ ایک رکعت کم پڑھی گئی تھی جس سے اُن لوگوں کے خیال کی نفی ہوتی ہے جو کمی کی صورت میں سجدہ سہو کو سلام سے پہلے ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

شک کو دور کرنے اور یقین پیدا کرنے کا طریقہ

شک ہمیشہ دو چیزوں کے مابین واقع ہوتا ہے، اگر دو رکعت والی نماز ہے تو اُس میں دو اور ایک کے درمیان شک ہوگا یا دو اور تین کے درمیان شک ہوگا، اسی طرح اگر چار رکعت والی نماز ہے تو اُسے تین اور چار کے درمیان شک ہوگا یا چار اور پانچ کے درمیان شک ہوگا اور اگر تین رکعت والی نماز ہے تو دو اور تین رکعت کے درمیان شک ہوگا یا تین اور چار کے درمیان شک ہوگا۔

کسی خاص تعداد پر یقین کر لیا جائے، یقین کر لینے کا طریقہ یہ ہے کہ کم تعداد پر فیصلہ کریں کیونکہ

جب تین اور چار کے درمیان شک ہوگا تو تین یقینی ہوگا اور چار مشکوک،

دو اور تین کے درمیان شک کی صورت میں دو یقینی ہوگا اور تیسرا مشکوک،

ایک اور دو کے درمیان شک کی صورت میں ایک یقینی ہوگا اور دوسرا مشکوک،

لہٰذا کم تعداد پر فیصلہ کر کے ایک رکعت اور پڑھیں اور آخر میں سجدۂ سہو کریں۔

[1] مسلم ۱/۲۱۴

سجدۂ سہو کن حالتوں میں کیا جاتا ہے

۱۔ نماز کے کسی رُکن کے کم ہو جانے کی صورت میں یا بڑھ جانے کی صورت میں۔

۲۔ قعدہ اُولیٰ چھوٹ جانے کی صورت میں۔

۳۔ تعدادِ رکعات میں شک پیدا ہو جانے کی صورت میں۔

ان تینوں صورتوں میں رسول اکرم ﷺ سے نصِ صریح کے ساتھ سجدۂ سہو ثابت ہے۔

اسکے علاوہ تمام اقسام اجتہادی ہیں۔

☆ نماز میں پڑھی جانے والی دُعاؤں پر یا قرأت کی کسی غلطی پر سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔

☆ جماعت کی صورت میں مقتدی سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو تو اس پر سجدہ سہو نہیں ہے،

☆ اِمام کی کسی غلطی پر مقتدیوں کو بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

جب کوئی رُکن چھوٹ جائے

ارکانِ نماز کے ترک سے وہ رکعت شمار نہیں ہوگی جس رکعت میں رُکن چھوٹ گیا ہو۔

مثلاً: قیام، رُکوع، سجدہ اور قعدہ آخری یہ نماز کے اہم ارکان ہیں اگر رکعت میں رُکوع بھول جائے تو وہ رکعت شمار نہ ہوگی اسی طرح دونوں سجدہ یا کوئی ایک سجدہ بھول جائے تب بھی رکعت شمار نہ ہوگی اسی طرح قیام اور آخری قعدہ بھول جائے تب بھی وہ رکعت شمار نہیں ہوگی ایسی صورت میں محض سجدۂ سہو پر اِکتفاء کر لینا اور رکعت نہ دُہرانا محتاجِ دلیل ہے۔

مثال:-

۱۔ اگر کوئی شخص نماز کی کسی رکعت میں قیام سے سیدھا سجدہ میں چلا جاتا ہے اور رُکوع کرنا بھول جاتا ہے اور اُسے نماز کے آخر میں یاد آتا ہے کہ اُس نے رُکوع نہیں کیا ہے، اگر تو اُس سے متصل بعد والی رکعت میں یاد آتا ہے تو جس رکعت کا رُکوع چھوٹا ہے اُسے شمار ہی نہ کرے اور بعد والی رکعت کو پہلی کی جگہ شمار کرے اور اسی طرح تمام رکعات پوری کرے اور آخر میں سلام سے پہلے یا بعد سہو کے دو سجدے کرے اور اس کے بعد سلام پھیر دے۔

۲۔ اگر کسی کا قیام چھوٹ جاتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک سجدہ یا دونوں سجدے چھوٹ جاتے ہیں تب بھی یہ حکم ہے کہ وہ رکعت دُہرائے۔

Marfat.com

۳۔ اگر سلام کے بعد علم ہوا کہ اس کا سجدہ چھوٹا ہے تو سلام کے بعد کھڑے ہو کر ایک رکعت ادا کرے پھر سلام کے وقت دو سجدے کرے۔

بعض حضرات نے اِمام حسن بصری رحمہ اللہ کے قول پر یہ فتویٰ دیا ہے کہ اگر کسی کا سجدہ چھوٹ جائے تو وہ نماز کے آخر میں تین سجدے کرلے ایک سجدہ وہ جو چھوٹ چکا تھا اور دو سجدۂ سہو کے،

لیکن اس کیلئے شارع علیہ السلام سے کوئی دلیل وارد نہیں ہے جبکہ اِمام حسن بصری رحمہ اللہ کا دوسرا قول بھی موجود ہے جس میں اُنہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ نماز کے آخر میں اس رکعت کو دوبارہ ادا کرے پھر دو سجدے کرے،

اِمام حسن بصری رحمہ اللہ کے یہ دونوں قول بخاری ج ۱ ص ۹۵ پر دیکھے جاسکتے ہیں:

۴۔ اِمام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں ﴿اِذَا لَمْ یُتِمَّ سُجُوْدَہٗ﴾ (جب نہ پورے ہوں کسی کے سجدے) یہ باب باندھ کر درج ذیل حدیث لائے ہیں:

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں:

﴿اِنَّہٗ رَاٰی رَجُلاً لا یُتِمُّ رُکُوْعَہٗ وَلا سُجُوْدَہٗ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ قَالَ لَہٗ حُذَیْفَۃُ مَا صَلَّیْتَ وَاَحْسِبُہٗ قَالَ لَوْمُتَّ مُتَّ عَلٰی غَیْرِ سُنَّۃِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم﴾ [1]

بے شک اُنہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجود ٹھیک سے ادا نہیں کر رہا تھا پس جب اس کی نماز ختم ہوئی تو اس سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی اور میں یہ گمان کرتا ہوں کہ اگر تو (اسی نماز پر) مرا تو طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر مرے گا۔

مسند احمد میں یہ روایت قدرے لفظی اِختلاف کے ساتھ ہے۔

چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اُس شخص سے سوال کیا

﴿مننا کم ھذہ صلاتک قال منذ اربعین سنۃ قال فقال لہ حذیفۃ ما صلیت من اربعین سنۃ ......الخ﴾ [2]

اس حدیثِ پاک سے یہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ جس شخص نے رُکوع تو کیا لیکن ٹھیک سے نہیں کیا سجدہ تو کیا لیکن ٹھیک سے نہیں کیا۔

---

[1] بخاری کتاب الصلاۃ ۱/۱۱۲ رقم الحدیث (۷۶)

[2] مسند احمد (باقی مسند الانصار) (۲۲۱۷۱، ۲۲۱۷۲)

Marfat.com

اُسے حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نماز کے اہم رکن ہیں اسی طرح بخاری شریف کی وہ روایت بھی مدِ نظر رہنی چاہئے جس میں صحابیِ رسول ﷺ تین مرتبہ نماز پڑھتا ہے اور تینوں دفعہ رسول اکرم ﷺ اُسے ایک ہی جملہ فرماتے ہیں کہ جا تو دوبارہ نماز پڑھ، اس لئے کہ تو نے ابھی نماز نہیں پڑھی۔

حالانکہ اس صحابی ؓ نے رُکوع اور سجدے کو چھوڑا نہیں تھا بلکہ رُکوع اور سجدے کا حق ادا نہیں کیا تھا اور آپ ﷺ نے اُسے صرف رُکوع اور سجدے دُہرانے کا حکم نہیں دیا بلکہ پوری نماز دُہرانے کا حکم دیا تھا چونکہ رُکوع اور سجدے ہر رکعت کے اہم رکن تھے اس لئے اُسے ہر رکعت دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا اور اِمام بخاری رحمہ اللہ اِس حدیث کو جس باب کے تحت لائے ہیں وہ باب بھی بالخصوص قابلِ توجہ ہے۔

﴿بَابُ اَمْرِ النَّبِيِّ ﷺ اَلَّذِیْ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَهُ بِالْاِ عَادَةِ﴾ [1]

نبی کریم ﷺ کا اُس شخص کو نماز لوٹانے کا حکم دینا جس نے اپنے رُکوع کو پورا نہ کیا۔

اِمام بخاری رحمہ اللہ کے اِس باب اور اِس کے تحت لائی گئی حدیث کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر کسی نمازی سے نماز کے اندر ارکانِ نماز چھوٹ جائیں، چاہے وہ عمداً ہوں، سہواً ہوں یا تساہلاً تو اسے نماز کے آخر میں صرف وہی رُکن لوٹانا کافی نہیں ہوگا۔

بلکہ سہواً چھوٹ جانے کی صورت میں پوری رکعت لوٹانی ہوگی اور اگر عمداً یا تساہلاً کوئی رُکن چھوڑا ہے تو پوری نماز لوٹانی ہوگی۔ (واللہ اعلم)

سجدۂ شکر

جب کسی مؤمن بندہ کو اللہ کی طرف سے کوئی نعمت حاصل ہوتی ہے یا کوئی مسرت وخوشی میسر آتی ہے تو وہ اُپنے مالک کا شکر بجالاتے ہوئے سجدہ میں گر جاتا ہے اسی سجدہ کا نام سجدۂ شکر ہے، یہ ایک مشروع عمل ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو جب بھی کوئی مسرت وشادمانی حاصل ہوتی آپ ﷺ فوراً سجدۂ شکر بجالاتے۔ [2]

۲۔ حضرت جعفر ؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک کوتاہ قد شخص کو دیکھا تو آپ ﷺ اللہ کا شکر ادا کرنے کیلئے سربسجود ہوئے۔ (یہ سجدہ بطور شکرانے کے تھا کہ اللہ نے ہمیں اِس عیب سے محفوظ رکھا)۔ [3]

---

[1] بخاری ۱/۱۰۹

[2] ترمذی ۱/۱۹۱ باب سجدة الشكر

[3] دارقطنی ومشکوۃ ۱/۱۳۱ باب فی سجود الشکر

Marfat.com

چند ضمنی اِعتراضات کے ضمنی جوابات

اِعتراض نمبر۱:-

آپ ﷺ نے فرمایا: نماز میں کچھ اِضافہ ہو یا کمی سہو کے دو سجدے اُنہیں کفایت کرتے ہیں [1]
لہٰذا صرف سجدوں پر اِکتفاء کیا جائے۔

جواب:-

اِس حدیث کا عموم اگرچہ اِسی مفہوم کا متقاضی ہے جسے اِعتراض میں ظاہر کیا گیا ہے، لیکن یہ مفہوم اُس وقت کارگر ہوسکتا تھا جب اِس کے عموم کو شرعی قرینہ خاص کرنے والا نہ ہوتا، چنانچہ اَحادِیث میں یہ صراحت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے کمی ہوجانے کی صورت میں پہلے وہ رکعتیں اَدا کیں پھر سہو کے دو سجدے کیے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اَرکان میں کمی کو مطلق سہو کے دو سجدے کفایت نہیں کرتے، البتہ اِضافہ کیلئے مطلق سہو کے دو سجدے کافی ہیں جیسا کہ بخاری اور مسلم [2] میں ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھادِیں تو معلوم ہونے پر آپ ﷺ نے دو سجدے اَدا کیے۔

اِعتراض نمبر۲:-

حدیث میں یہ تو صراحت ملتی ہے کہ رکعت چھوٹ جانے پر آپ ﷺ نے رکعت دُہرائی لیکن یہ کہیں صراحت نہیں ملتی کہ آپ ﷺ نے رُکوع یا سجدہ چھوٹ جانے پر بھی رکعت دُہرائی ہو۔

جواب:-

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں یہ بات صراحتاً بیان ہوچکی ہے کہ رُکوع، سجدہ، قیام اور قعدہ آخری یہ تمام ارکانِ نماز میں سے ہے اور اِمام بخاری رحمہ اللہ نے رُکوع اور سجدہ مکمل نہ ہونے پر نماز کے اِعادہ کا باب باندھا ہے۔

---

1. مسلم ۱/۲۱۱
2. مسلم ۱/۲۱۲

Marfat.com

۲۔ جب رکعت کو آپ نے رکن تسلیم کر لیا تو مسئلہ آسان ہو گیا اس لئے کہ رکعت خود کوئی چیز نہیں ہے۔

رکعت = قیام + رُکوع + قومہ + دوسجدے + آخری قعدہ۔

کم سے کم نماز ایک رکعت ہے جس طرح اہلِ حدیث حضرات ایک رکعت وتر بھی پڑھا کرتے ہیں اور اس رکعت میں مذکورہ اُرکان شامل ہوتے ہیں ان میں سے کوئی بھی چیز چھوٹے گی تو رکعت مکمل نہیں ہوگی جب رکعت مکمل نہ ہوئی تو نماز بھی مکمل نہ ہوئی۔

نماز کی عدمِ تکمیل جس وجہ سے ہے جب تک وہ وجہ دور نہ کی جائے گی، نماز نہیں ہوگی۔

لہٰذا رُکوع، سجدہ، قیام اور آخری قعدہ اِن میں سے کوئی بھی چیز چھوٹ جائے اور وہ اُپنے محل میں یاد آجائے تو اُسے ادا کر لینا کافی ہے اور اگر اَپنے محل کے بعد کسی اور رکعت میں یاد اُئے یا سلام پھرنے کے بعد یاد آئے تو وہ رکعت شمار نہیں ہوگی، پہلے وہ رکعت اَدا کی جائے گی پھر سہو کے دو سجدے ادا کئے جائیں گے تب نماز مکمل ہوگی۔

اِعتراض نمبر۳:۔

آخری قعدہ کو نماز کا رُکن مانا گیا ہے تو قعدہ اُولیٰ کو رُکن تسلیم کیوں نہیں کیا جا سکتا......؟

جواب:۔

۱۔ اس کی دو وجوہات ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ قعدہ اُولیٰ کے چھوٹ جانے پر آپ ﷺ نے اُسے دوبارہ ادا نہیں فرمایا بلکہ صرف سہو کے دو سجدوں پر اِکتفا کیا، اگر یہ رُکن ہوتا تو آپ ﷺ اِسے ضرور ادا فرماتے۔

۲۔ نماز کی کم سے کم مقدار ایک رکعت ہے اور اس میں صرف قعدہ آخری کو مشروع رکھا گیا ہے جبکہ قعدہ اُولیٰ کو ساقط کر دیا گیا ہے، اِس سقوط سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ اگر قعدہ اُولیٰ رُکن ہوتا تو یہ نماز کی کم سے کم مقدار میں ضرور شامل ہوتا۔

❁❁❁

Marfat.com

خواتین کا طریقۂ نماز

عام طور پر دین سے ناواقفیت کی وجہ سے خواتین کے طریقۂ نماز کو مردوں سے مختلف سمجھا جاتا ہے جبکہ شارع علیہ السلام سے اس قسم کا کوئی حکم یا عمل صحت کے ساتھ قطعاً ثابت نہیں ہے، ارکانِ اسلام میں سے ہر عبادت کا طریقہ مرد و عورت کیلئے یکساں طور پر نافذ کیا گیا ہے۔

تمام عبادات میں کسی طریقۂ عبادت کے مابین مرد اور عورت کیلئے کسی قسم کا کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا۔

۱۔ حج کا طریقہ لیجئے:

طواف کہاں سے کہاں تک کرنا ہے؟

صفا، مروہ کی سعی کہاں سے کہاں تک کرنی ہے؟

منٰی میں کتنے دن قیام کرنا ہے؟

عرفات میں کب جانا ہے اور کب تک رُکنا ہے؟

وہاں سے مزدلفہ کب لوٹنا ہے؟

علٰی ھذا القیاس عورت کیلئے بھی وہی حکم ہے جو مرد کیلئے ہے البتہ لباس میں ضرور فرق رکھا گیا ہے لیکن طریقۂ ادائیگی میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا۔

۲۔ روزہ کو لیجئے:

سحری کب کرنی ہے اور افطاری کب کرنی ہے؟

کن چیزوں سے روزہ ٹوٹتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا؟

مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا۔

۳۔ زکوٰۃ کو لیجئے:

زکوٰۃ کیا ہے، اس کا نصاب کیا ہے؟

کس مال پر فرض ہے اور کتنی مقدار میں دینی ہے؟

اس کے طریقۂ ادائیگی میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں کیا گیا۔

Marfat.com

۴۔ نماز کو لیجئے:

نماز کے طریقۂ ادائیگی میں اور طریقۂ وضو میں، نواقضِ وضو میں، تعدادِ رکعات میں، تعیین قبلہ میں تعیینِ اَوقات میں اور ہیئت نماز میں شریعت نے مرد وعورت کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا۔

اس لئے کہ رسول اکرم ﷺ نہ صرف عورتوں کے نبی تھے اور نہ صرف مردوں کے، بلکہ آپ ﷺ جس طرح مردوں کے طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے اِسی طرح عورتوں کی طرف بھی آپ ﷺ ہی مبعوث تھے، آپ ﷺ کا یہ حکم: ﴿صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ﴾ [1]

نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

اِس حکم کی مخاطب پوری اُمتِ مسلمہ ہے جس میں خواتین اور مرد دونوں شامل ہیں، اسکی تائید اس حکم کے سیاق وسباق سے ہوجاتی ہے، چنانچہ حضرت مالک بن حویرث ؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جیسی عمر کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیس دِن رہے ایک دن آپ ﷺ نے شفقت، محبت اور نرمی کے طور پر ہم سے ہمارے اہلِ خانہ کے بارے میں پوچھا ہم نے آپ ﷺ کو آگاہ کیا پس آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿اِرْجِعُوْا اِلٰی اَھْلِیْکُمْ فَاَقِیْمُوْا فِیْھِمْ وَعَلِّمُوْھُمْ وَمُرُوْھُمْ﴾

اَپنے اہلِ خانہ کی طرف لوٹ جاؤ اور انہیں میں رہتے ہوئے انہیں تعلیم دو اور اچھی باتوں کا حکم کرو...... اور کچھ ایسی باتوں کا بھی آپ ﷺ نے ذکر کیا جنہیں میں یاد نہیں رکھ سکا یا کچھ یاد رکھ سکا ہوں اور پھر فرمایا کہ تم نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جب وقت ہوجائے تم میں سے ایک اذان کہہ دے اور تم میں سے کوئی بڑا امام بن جائے۔ [1]

اِس حدیث پر غور فرمائیں کہ اُن نوجوانوں کو جب آپ ﷺ نے اَپنے خاندان والوں کی طرف لوٹ جانے کا حکم دیا تو انہیں یہ ہدایت فرمائی کہ اُن میں رہتے ہوئے اُنہیں اَچھی تعلیم اور اچھے اخلاق سکھلاتے رہو، لیکن جب نماز سکھلانے کی بات آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس طرح تم مجھے نماز پڑھتا دیکھ کر جارہے ہو اِسی طرح پڑھتے رہنا یہ حکم بغیر کسی اِبہام کے صریح اور تسلی بخش حکم ہے اس لئے کہ اہلِ خاندان میں صرف مرد ہی تو نہیں ہوتے بلکہ عورتیں بھی اہلِ خاندان کا ایک اہم حصہ ہوتی ہیں اور اگر خواتین کا طریقۂ نماز مختلف ہوتا تو آپ ﷺ اُن نوجوانوں کو یہ طریقہ اِس اِمتیاز کے ساتھ بتاتے کہ جس طرح تم نے مجھے دیکھا ہے یہ مردوں کا طریقہ ہے اور عورتوں کا طریقۂ نماز اس سے مختلف ہے۔

---

[1] بخاری کتاب الاذان ۱/۸۸

Marfat.com

آپ ﷺ کا اِمتیازی حکم صادر نہ فرمانا اور تمام اہلِ خاندان کیلئے عمومی طور پر ایک ہی حکم صادر فرمانا اِس بات کی دلیل ہے کہ مسلمان چاہے مرد ہو یا عورت اگر وہ اپنی نماز اور دیگر عبادات کا اللہ ﷻ سے صلہ چاہتا ہے تو اُس پر رسول اکرم ﷺ کے طریقۂ بندگی کو اپنانا لازم ہوگا۔

بصورتِ دیگر عمل، محنت اور وقت کا ضیاع ہے، البتہ بعض مسائل جو خواتین و حضرات میں اِمتیازی تھے، شارع علیہ السلام نے ان مسائل میں اپنی زبانِ مبارک سے اُس اِمتیاز کو واضح فرمادیا ہے۔

وہ اُمور جن میں عورت مردوں سے مختلف ہے

۱۔ نماز میں عورت کے ٹخنے ننگے نہ ہوں۔ [۱]

۲۔ مردوں کے ٹخنے کھلے ہونے چاہئیں۔ [۲]

۳۔ نماز میں عورت کا سر کھلا نہ ہو۔ [۳]

۴۔ مرد کا سر اگر ننگا ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ [۴]

۵۔ عورت مردوں کی اِمامت نہیں کراسکتی جبکہ مرد عورت کی اِمامت کراسکتا ہے۔ [۵]

۶۔ اِمام کے بھولنے پر عورت تالی بجائے اور مرد سبحان اللہ کہے۔ [۶]

۷۔ اگر عورت عورتوں کی اِمامت کرائے تو وہ صف کے درمیان (بیچ میں) کھڑی ہوگی آگے نہیں۔ [۷]

۸۔ مشترکہ جماعت میں مردوں کی صفیں آگے ہوں گی اور خواتین کی سب سے پیچھے۔ [۸]

۹۔ عورت نہ اذان دے سکتی ہے اور نہ مردوں کی جماعت میں تکبیر کہہ سکتی ہے۔ [۹]
البتہ عورتوں تک محدود ہو کر ایسا کرسکتی ہے۔

۱۰۔ مشترکہ جماعت میں سجدے سے اُٹھتے وقت مرد پہلے اُٹھیں اور خواتین بعد میں۔ [۱۰]

---

[۱] ابو داؤد ۱/۹٤ عن امّ سلمةؓ ،مرعاة ۱/۵۰۲ ومشکوٰۃ ص ۷۳
[۲] ابو داود کتاب الصلاة و کتاب اللباس رقم الحديث (٥٤٣، ٣٥٦٤)
[۳] ابو داؤد ۱/۹٤ عن عائشهؓ
[۴] بخاری ۱/۵۳ عن جابرؓ
[۵] محلی ابن حزم ۳/۱۳۵، ۱۳۶ عن علیؓ
[۶] مسلم ۱/۱۸۰ عن ابی هریرهؓ وابن ماجه ص۷۳، ومحلی ابن حزم ۲/۱۲۰ عن سهلؓ
[۷] بیهقی ۳/۱۳۱ عن ابن عباسؓ
[۸] مسلم ۱/۱۸۲ عن ابی هریرهؓ
[۹] محلی ابن حزم ۲/۱٦۹
[۱۰] بخاری ۱/۵۲ عن سهلؓ، محلی ابن حزم ۳/۱۱٤

Marfat.com

۱۱۔ مسجد سے باہر جاتے وقت خواتین پہلے جائیں اور مرد بعد میں۔ ۱؎
۱۲۔ ایامِ ماہانہ میں عورت پر نمازیں معاف ہیں وہ قضا نہ کرے۔ ۲؎
۱۳۔ مرد صف میں اکیلا کھڑا نہیں ہوسکتا۔ ۳؎
۱۴۔ عورت صف میں اکیلی کھڑی ہوسکتی ہے۔ ۴؎
۱۵۔ اگر دو آدمی جماعت کرائیں تو مقتدی دائیں جانب کھڑا ہوگا۔ ۵؎
۱۶۔ اگر مرد و عورت جماعت کرائیں تو عورت دائیں طرف نہیں بلکہ پیچھے کھڑی ہوگی۔ ۶؎
۱۷۔ اگر کوئی عذرِ شرعی نہ ہو تو مرد پر فرض نمازوں کیلئے مسجد میں آنا فرض ہے۔ ۷؎
۱۸۔ عورت پر مسجد میں آنا فرض نہیں بلکہ اُنکے گھر اُن کے لیے زیادہ بہتر ہیں۔ ۸؎
۱۹۔ مسجد میں خوشبو لگا کر آنا مردوں کے لیے جائز ہے جبکہ خواتین کے لیے حرام ہے۔ ۹؎
۲۰۔ مردوں پر جمعہ فرض ہے، جبکہ خواتین کو رخصت ہے۔ ۱۰؎

جہاں جہاں تفریق تھی شریعت نے واضح فرما دی اور اگر نماز کے طریقہ ادائیگی میں فرق ہوتا تو شریعت اُسے بھی ضرور واضح فرماتی تمام اِمتیازی مقامات کو واضح فرمانا اور نماز ادا کرنے کے طریقہ میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی تفریق نہ کرنا بلکہ اُسے ایک ہی حکم سے یوں واضح فرمانا کہ تم نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے دیکھا ہے یہ حکم مرد و زن کی نماز میں تفریق کو ختم کرتا ہے، لہٰذا عورتیں بھی اسی طرح نماز پڑھیں جو طریقہ رسولِ اکرم ﷺ کا رہا ہے جسے ہم اِس کتاب میں اچھی طرح واضح کر چکے ہیں۔

بعض رِوایات میں عورتوں کا زمین سے چپک کر سجدہ کرنے کا ذکر آیا ہے لیکن وہ رِوایات ابو مطیع، محمدبن قاسم البلخی، یزید بن ابی حبیب کے مجروح ہونے کے سبب ضعیف اور نا قابلِ اِعتماد ہیں۔

نوٹ:۔ اس مسئلہ پر اگر تفصیلی معلومات درکار ہوں تو بندہ کی کتاب ''مرد و زن کی نماز'' کا مطالعہ اِن شاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔

۱؎ ابوداؤد :۱/۱٤۹عن ام سلمةؓ
۲؎ بخاری ٤٦/۱ وترمذی ۱۹/۱ وابوداؤد ۳٥/۱
۳؎ بلوغ المرام ص۷٥ باب صلاة الجماعة
۴؎ بخاری ۱۰۱/۱ عن انسؓ
۵؎ بخاری ۱۰۱/۱ عن انسؓ
۶؎ بخاری ۱۰۱/۱ عن انسؓ
۷؎ بخاری ۸۹/۱ عن ابی هریرهؓ ومسلم ۲۳۲/۱ ۳۹٦/۲
۸؎ ابوداؤد ۸٤/۱ ابن عمرؓ
۹؎ مسلم ۱۸۳/۱ عن زینبؓ وابوداؤد ۸۱/۱ عن ابی هریرهؓ ومحلی ابن حزم عن زینبؓ
۱۰؎ ابوداؤد ۱٥۳/۱ عن طارقؓ

نماز میں جائز اُمور کا بیان

۱۔ نماز میں اگر خشوع وخضوع کی بناء پر آنکھیں بند کرلی جائیں تو جائز ہے۔

۲۔ امام کی کسی غلطی پر مقتدی اُسے لقمہ دے سکتا ہے۔ [۱]

۳۔ فرش کے گرم ہونے یا دیگر عذر کی بناء پر کپڑے یا پگڑی کے کسی حصہ پر سجدہ کیا جاسکتا ہے۔ [۲]

۴۔ نماز میں خشیتِ الٰہی کے سبب رونا جائز ہے۔ [۳]

﴿خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا﴾ [۴] وہ روتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔

۵۔ نماز کی حالت میں کسی موذی جانور (سانپ، بچھو وغیرہ) کو مارا جاسکتا ہے۔ [۵]

۶۔ نفلی نماز میں کسی کو اِطلاع کے طور پر کھنکھارنا جائز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک خاص گھڑی میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا میں اجازت طلب کرتا آپ ﷺ اگر نماز میں ہوتے تو کھنکھار دیتے اور میں اندر داخل ہوجاتا اور اگر آپ ﷺ فارغ ہوتے تو وہ (اپنی زبان سے) اجازت دیتے۔ [۶]

۷۔ نماز میں ہاتھ کے اِشارے سے سلام کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ [۷]

۸۔ مقتدی خواتین امام کی کسی غلطی پر اسے مطلع کرنے کیلئے تالی بجاسکتی ہیں۔ [۸]

۹۔ نماز میں کسی ضرورت کے تحت اِنسانی بچے کو اُٹھایا جاسکتا ہے رکوع اور سجدہ کے وقت بچے کو بٹھالینا اور قیام کی حالت میں اُسے اُٹھالینا دونوں جائز ہیں۔ [۹]

۱۰۔ ضرورت کے تحت بقدرِ ضرورت نماز میں آگے پیچھے دائیں اور بائیں چلا جاسکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ گھر کے اندر دروازہ بند کر کے نماز پڑھ رہے تھے میں

---

[۱] ابوداؤد ۱/۱۳۱ باب الفتح علی الإمام

[۲] بخاری کتاب الجمعه (۱۱۳۲)،مسلم کتاب المساجد(۹۸۳)،ترمذی (۵۳۳)،نسائی(۱۱۰٤)،ابوداود(۵٦٤)

[۳] ابوداؤد ۱/۱۳۰ باب البکاء فی الصلاة والنسائی ۱/۱۷۹ باب البکاء فی الصلاة

[۴] سوره مریم:۵۸

[۵] نسائی ۱/۱۳۲ باب العمل فی الصلوة والترمذی ص۵۱ باب ماجاء فی قتل لا سودین

[۶] نسائی ۱/۷۷ وفی باب ردالسلام بالاشارة فی الصلوة

[۷] مسلم ۱/۱۸۱ باب لامر باسکون فی الصلوة والنهی عن الاشارة ....
وابوداؤد ۱/۱۳٦باب ماجاء فی الاشارة فی الصلوة والترمذی ص٤٨ باب ماجاء فی الاشارة فی الصلوة

[۸] ابوداؤد ۱/۱۳٦ باب ماجاء فی الاشارة فی الصلوة والنسائی باب التسبیح فی الصلوة ۱/۱۷۸

[۹] مسلم ۱/۲۰۵ باب جواز حمل الصبیان فی الصلوة ....نسائی ۱/۱۷۸۰

Marfat.com

دروازے پر آئی تو آپ ﷺ نے نماز کی حالت میں دروازے تک چل کر دروازہ کھولا اور اپنی جگہ پر واپس نماز میں مصروف ہو گئے۔ [1]

نوٹ:- دروازہ اگر دائیں، بائیں یا سامنے کی طرف ہو تو ایسا کیا جا سکتا ہے اگر پیچھے کی طرف ہو تو قبلے کو پیٹھ کر کے نہیں کھولا جا سکتا۔ [2]

۱۱۔ دِل میں اگر طرح طرح کے وسوسے اور خیالات آنے لگیں تو اِس سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

چونکہ خیالات اور وسوسوں کے آنے میں انسان بے بس ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے کہ جب اَذان ہوتی ہے تو شیطان بھاگتا ہے اور جب اذان ہو جاتی ہے تو پھر پلٹ کر واپس آتا ہے اور انسان کے دل میں طرح طرح کے خیالات لاتا ہے اور اسی بنیاد پر انسان نماز میں بھول بھی جاتا ہے۔ [3]

۱۲۔ ضرورت کے تحت نماز کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر پھونک ماری جا سکتی ہے۔ [4]

بلا ضرورت پھونک مارنا درست نہیں ہے کیونکہ سجدہ کی وجہ سے خاک آلود پیشانیاں اللہ کو بہت بھاتی ہیں۔ [5]

۱۳۔ حالتِ نماز میں سامنے یا دائیں بائیں نظر اُٹھ جائے اور چہرہ نہ گھومے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

صحابہ کرام ﷺ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک سجدہ نہ کرتے تھے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کی حالت میں نہ دیکھ لیتے۔

ظاہر ہے وہ نظریں آگے کی طرف اُٹھاتے ہونگے جبھی رسول اللہ ﷺ نظر آتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کی اِمامت کے وقت آپ ﷺ کا اپنی کھڑکی تک تشریف لانا پردہ اُٹھا کر دیکھنا اور صحابہ کرام ﷺ کا اس طرف گردن گھمائے بغیر التفات کرنا اس کے جواز کی دلیل ہے۔

البتہ بلا ضرورت اور عادتاً ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ [6]

۱۴۔ ننگے سر یا کپڑے کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے اسی طرح پاک اور صاف جوتے پہن کر بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

نوٹ:- اِن دونوں باتوں کی تفصیل اِسی کتاب کے باب نمبر ۴ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

---

[1] ابوداؤد ۱/۱۳۳ باب العمل فی الصلوۃ والنسائی
[2] نسائی ۱/۱۷۸ باب المشی امام القبلۃ ......
[3] بخاری کتاب الاذان (۵۷۳) ومسلم ۱/۱۶۷ (۵۸۲) والنسائی (۶۶۳) وابوداود (۴۳۳)
[4] ترمذی ۱/۵۰ والنسائی ۱/۱۷۷
[5] مسند احمد
[6] بخاری ۱/۹۴ باب من دخل یؤم الناس وجاء الامام الاول

نماز میں ناجائز اُمور کا بیان

۱۔ آسمان کی طرف دیکھنا حالتِ نماز میں جائز نہیں ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ اپنی نگاہیں نماز میں آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں اُنہیں باز آجانا چاہئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کی نگاہیں اُچک لی جائیں۔ [1]

۲۔ پیشاب اور پاخانہ کو روک کر نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ [2]

۳۔ نماز میں سر پر یا کندھے پر ڈالے ہوئے کپڑے کو لپیٹے بغیر اُوپر سے نیچے کی جانب اُس کے دونوں سروں کو لٹکا دینا سدل کہلاتا ہے اور یہ منع ہے۔ [3]

۴۔ پورے منہ پر کپڑا لپیٹ کر ڈاٹا باندھ لینا جائز نہیں ہے۔ [4]

۵۔ ایک ہاتھ کی اُنگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں ڈالنا جائز نہیں ہے اور اس کا اِطلاق اُس وقت سے ہو جاتا ہے جب وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے اور اُس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ مسجد سے خارج نہیں ہو جاتا۔ [5]

۶۔ خواتین یا پٹے رکھنے والے مردوں کا پیچھے سے جوڑا بنالینا جائز نہیں ہے۔ [6]

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے کمر پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔ [7]

۸۔ اَپنے لباس بدن یا بالوں سے کھیلتے رہنا جائز نہیں ہے۔ [8]

۹۔ نیند اور غنودگی کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔ [9]

۱۰۔ نماز میں اَپنے سامنے یا دائیں جانب تھوکنا منع ہے، اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو اَپنے کپڑے کے پلو میں یا فرش کے کچے ہونے کی صورت میں اَپنے پاؤں کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ [10]

۱۱۔ اپنی طرف متوجہ کرنے والی اور نماز کی یکسوئی کو توڑ دینے والی کوئی چیز سامنے رکھ کر نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ [11]

---

[1] مسلم ۱/۱۸۱ نہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلوۃ و النسائی ۱/۱۷۷ نہی عن رفع البصر الی السماء فی الصلوۃ
[2] مسلم ۱/۲۵۸ باب کراھۃ الصلوۃ بحضرۃ الطعام الذی ....
[3] ترمذی ج۱ ص ۵۰ و ابوداؤد ۱/۹۴ باب السدل فی الصلوۃ
[4] نسائی ج۱ ص ۵۰ باب ماجاء فی کراھیۃ السدل فی الصلوۃ
[5] ترمذی (۳۵۲)، ابوداود (٤۷۵) ابن ماجہ (۹۵۷) مسند احمد (۱۷٤۰۸)
[6] مسلم و الترمذی و ابوداؤد
[7] بخاری کتاب الجمعہ (۱۱٤۳)، مسلم (۸٤۸)، ترمذی (۳٤۹)، نسائی (۸۸۰) ابوداؤد ۱/۱۳۰ باب التخصر و الاقعاء
[8] مسلم ۱/۱۹۳
[9] مسلم ۱/۲۲۸ باب وقت العشاء و تأخیرھا
[10] مسلم ۱/۲۵۷ باب النہی عن البصاق فی المسجد فی الصلوۃ وغیرہ
[11] بخاری ۱/٥٤ باب اذا صلی فی ثوب لہ اعلام

Marfat.com

نماز کو باطل کرنے والے اُمور

۱۔ دِکھاوے اور رِیا کاری کے طور پر نماز کا پڑھنا نماز کو باطل کر دیتا ہے، کیونکہ اللہ رب العالمین کا اِرشاد ہے: ﴿فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا﴾[۱] پس اللہ کیلئے سجدہ کرو اور اسی کیلئے عبادت کرو۔

۲۔ ایسا عمل جس کے کرنے سے دِیکھنے والے کو یہ گمان ہو کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا۔[۲]

۳۔ سنتِ نبوی ﷺ کے خلاف نماز ادا کرنا کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے دیکھا ہے اس امر سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اُمتِ مسلمہ پر نماز کی ادائیگی اسی طرح فرض ہے جس طرح جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ نے ادا کی۔[۳]

۴۔ نماز کے کسی اہم رکن (قیام، رُکوع، سجدہ، قعدہ آخری اور فاتحہ وغیرہ) کا چھوٹ جانا۔[۴]

۵۔ جس شخص نے اِن ارا کین کو ٹھیک سے اَدا نہیں کیا تھا اُسے رسول اکرم ﷺ نے تین بار نماز لوٹانے کا حکم دیا اور اِن الفاظ سے حکم دیا کہ دوبارہ نماز پڑھ تو نے ابھی نماز نہیں پڑھی اس حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اَرکان کا اِہتمام کے ساتھ ادا کرنا اور عین سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ادا کرنا لازم ہے۔[۵]

۶۔ نماز میں عمداً بول پڑنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔[۶]

۷۔ کھانا پینا اور ہنسنا بھی نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

جنازہ کے مسائل

۱۔ حضور ﷺ نے اِیک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو چھ حق بتائے ہیں، اُن میں سے اِیک ''جنازہ'' ہے[۷] ہر مسلمان کا یہ حق ہے کہ جب وہ مرے تو دوسرے مسلمان اِسلامی طریقے سے اُس کے کفن دفن کا اِنتظام کر کے اُس کی نمازِ جنازہ پڑھیں۔

۲۔ رسولِ اکرم ﷺ جنازے میں پڑھی جانے والی دُعاؤں کو اِس قدر اِہتمام اور اِخلاص کے ساتھ پڑھتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر رِقت طاری ہو جاتی اور اُن دُعاؤں کے سامنے دُنیا اور دُنیا کی تمام نعمتیں حقیر اور بے قیمت ہو جایا کرتی تھیں، چنانچہ حدیثِ پاک میں وارد ہے۔

---

۱ سورۃ النجم: ۶۲/۵۳

۲ شرح نووی

۳ بخاری کتاب الاذان (۵۹۵)

۴ بخاری کتاب الصلاۃ ۱/۱۱۲ رقم الحدیث (۳۷۶)

۵ بخاری ۱/۱۰۹

۶ مسلم ۱/۲۰۳ باب تحریم الکلام فی الصلوۃ ونسخ ما کان فی اباحتہ والترمذی ۱/۵۴ باب فی نسخ الکلام فی الصلوۃ

Marfat.com

''رسولِ اکرم ﷺ نے جنازے کی نماز پڑھائی اُس میں اِس قدر اِخلاص کے ساتھ دُعائیں کیں کہ پیچھے کھڑے ہوئے صحابی عوف بن مالک ؓ یہ تمنا کرنے لگے کاش اِس میت کی جگہ میری میت ہوتی اور رسول اکرم ﷺ یہ دُعائیں میرے لئے کرتے۔''

میّت اور اہلِ میّت کے اَحکام

۱۔ قریب المرگ شخص کو ''لا اِلٰہ اِلّا اللہ'' کی تلقین کریں۔ ۱

۲۔ مریض یا میّت کے پاس جا کر اچھی بات کی جائے کیونکہ فرشتے اُس پر آمین کہتے ہیں۔ ۲

۳۔ جان نکلنے کے بعد میّت کی آنکھیں بند کر دیں اور چادر سے میّت کو ڈھانپ دیں۔ ۳

۴۔ میّت اگر مقروض ہے تو جس قدر جلد ممکن ہو اُس کا قرض اَدا کیا جائے۔ ۴

۵۔ بیری کے پتوں کو پانی میں جوش دے کر میّت کو غسل دِیں اور تین یا پانچ مرتبہ پانی بہائیں داہنے اَعضاء پہلے دھوئیں، نہلانے کی اِبتداء وضو سے کریں آخری مرتبہ پانی میں کافور بھی ڈالیں۔ ۵

۶۔ خاوند بیوی کو اور بیوی خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔ ۶

۷۔ غسل دِینے والا اگر میّت میں کوئی عیب دیکھے تو اُسے بیان نہ کرے۔ ۷

۸۔ مرد کو تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دِیں۔ ۸

۹۔ عورت کو پانچ کپڑوں میں کفن دِیں اُن میں سے اِیک کپڑے کو دوپٹے کی طرح اُڑھا دیں۔ ۹

۱۰۔ نمازِ جنازہ کے سری اور جہری دونوں طریقے مسنون ہیں۔ ۱۰

۱۱۔ نمازِ جنازہ مسجد کے اندر اور باہر دونوں جگہ مسنون ہیں۔ ۱۱

۱۲۔ جنازے میں سورۃ فاتحہ ضرور پڑھیں ورنہ نمازِ جنازہ ادا نہ ہوگی۔ ۱۲

---

۱ مسلم ۳۰۰/۱ کتاب الجنائز
۲ مسلم ۳۰۰/۱ فصل في غسل الميت......
۳ بخاری کتاب اللباس (۵۳۶۷)
۴ ابنِ ماجه ص ۱۹۵ باب الدين قبل الوصية
۵ مسلم ۳۰۴/۱
۶ ابنِ ماجه ۱۵۷ والبيهقى والنسائى والدارقطنى
۷ احکام الجنائز للالبانی ص ۵۱
۸ ابو داؤد ۴۴۹/۲
۹ مسلم ۳۰۵/۱
۱۰ مشکوۃ ۱۴۵/۱
۱۱ مسلم ۳۱۲/۱
۱۲ بخاری ۱۷۸/۱ باب قرأة الفاتحة الكتاب على الجنازة

Marfat.com

۱۳۔ جنازے میں درودِ ابراہیمی اور مسنون دُعائیں پڑھیں۔ [1]

۱۴۔ ہر دُعا اِخلاص کے ساتھ پڑھیں۔ [2]

۱۵۔ اہلِ میت کے ہاں تعزیت کیلئے جایا جائے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو مؤمن کسی مؤمن بھائی کو مصیبت کے وقت تسلی دِلائے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے عزت کا لباس پہنائے گا۔ [3]

۱۶۔ اہلِ میت کے ہاں کھانا پکا کر بھیجا جائے [4]

۱۷۔ رنج اور صدمے کے وقت ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن'' پڑھا جائے۔ [5]

۱۸۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو اس دُعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُسے اُس سے بہتر چیز عطا کرے گا۔ [6]

۱۹۔ کسی شخص کے مرنے پر تین دِن سے زیادہ سوگ نہ کیا جائے، البتہ بیوہ عورت اَپنے خاوند کی وفات پر ۴ ماہ اور دَس دِن کا سوگ کرے۔ [7]

نمازِ جنازہ کی صف بندی

جنازہ گاہوں اور مساجد میں جنازہ کی اَدائیگی کے وقت عام طور پر طاق صفیں بنانے پر زور دِیا جاتا ہے، حتیٰ کہ اَفراد اگر کم ہوں اور صرف دو صفیں پوری ہو رہی ہوں تو دوسری صف کو آدھا کر کے تیسری صف بنادی جاتی ہے تاکہ صفیں طاق ہوسکیں جب کہ شارع علیہ السلام سے اِس کے برعکس ثابت ہے، چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اُٹھو اور اَپنے بھائی (نجاشی) کی نمازِ جنازہ پڑھو! ''فَقُمْنَا فَصَفَفْنَا صَفَّيْنِ'' پس ہم کھڑے ہوئے اور دو صفیں بنائیں۔ [8]

اِس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر طاق صفیں بنانا لازمی اَمر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دو صفیں بنانے کی ہرگز اِجازت نہ دیتے۔ ترمذی اور ابوداؤد میں ''مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ'' سے مروی طاق صفوں والی رِوایت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی عنعنہ کے سبب ضعیف ہے، [9]

جبکہ طبرانی کبیر والی رِوایت ''اِبن لہیعہ'' کے سبب ضعیف ہے۔ [10]

۱۔ احکام الجنائز للالبانی ص۱۲۲، مرعاۃ ج۲ ص۴۷۷ ۲۔ ابوداود کتاب الجنائز(۲۷۸٤) ابن ماجه(۱٤۸٦)

۳۔ ابن ماجه ص۱۱٦ کتاب ماجاء فی الجنائز باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا(۱۵۹۰)

۴۔ ترمذی کتاب الجنائز (۹۱۹) و ابوداؤد کتاب الجنائز (۲۷۲۵) وابن ماجه (۱۵۹۹)

۵۔ سورة بقره: ۱۵٦ ۶۔ مسلم ۱/ ۳۰۰ کتاب الجنائز

۷۔ بخاری ۱/ ۱۷۱ ومسلم ۱/ ٤۸۷، ٤۸۸

۸۔ مسلم ۱/ ۳۰۹ کتاب الجنائز باب التکبیر علی المیّت اربعا و الصفین رقم الحدیث (۱۵۸۳) والنسائی کتاب الجنائز" فصففناعلیه صفین " رقم الحدیث(۱۹٤۷)

۹۔ مرعاة المفاتیح ج۲ ص٤۹٤ ۱۰۔ احکام الجنائز للالبانی ص۹۹

Marfat.com

نمازِ جنازہ کا طریقہ

۱۔ لباس اور وضو وغیرہ کی وُہی شرائط ہیں جو دیگر نمازوں کیلئے ہیں میت کو سامنے اِس طرح رکھا جائے کہ میّت اِمام اور قبلے کے درمیان ہو اور اس کا سرہانہ دائیں طرف ہو۔ [۱]

۲۔ اگر مرد و عورت کے جنازے مشترک ہوں تو اِمام کی طرف مرد کی میّت ہونی چاہیے اور قبلہ کی طرف عورت کی میت ہونی چاہیے۔ [۲]

۳۔ اگر میّت مسلمان مرد کی ہو تو اِمام اُس کے سر کے مُقابل کھڑا ہو [۳]

۴۔ اگر میّت کسی مسلمان عورت کی ہو تو اِمام اُس کے وسط کے مقابل کھڑا ہو۔ [۴]

۵۔ اِمام کے پیچھے دیگر مقتدی صف بنا کر کھڑے ہو جائیں۔ [۵]

۶۔ اِمام اللہ اکبر کہہ کر سورۃ فاتحہ پڑھے[۶] پھر کوئی سورت بھی ملائے۔ [۷]

سورۃ فاتحہ کی مزید بحث درکار ہو تو اِسی کتاب کے صفحہ نمبر 350 تا 366 پر ملاحظہ فرمائیں۔

۷۔ پھر اللہ اکبر کہیں اور درودِ ابراہیمی پڑھیں۔ [۸]

۸۔ پھر تیسری تکبیر کہی جائے اور میّت کی مغفرت کیلئے مسنون دُعائیں پڑھی جائیں۔ [۹]

۹۔ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں۔ [۱۰]

۱۰۔ چار سے زِیادہ تکبیریں (۵۔۶۔۷) بھی کہی جا سکتی ہیں۔ [۱۱]

۱۱۔ جنازے کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کر سکتے ہیں، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اَثر ہے۔ [۱۲]

---

۱ نیل الاوطار: ج٤ ص٢٣ (طبع مصر)
۲ نسائی ١/٢٨٠ و نیل الاوطار: ج٤ ص٧٦ (طبع مصر)
۳ ترمذی کتاب الجنائز (٩٥٥) وابو داود (٢٧٧٩) وابن ماجه (١٤٨٣) ومسند احمد (١١٧٣٥)
۴ بخاری کتاب الحیض (٣٢٠) ومسلم ١/٣١١ (٢٠٣، ١٦٠) ونسائی (٣٩٠)
۵ بخاری کتاب الجنائز (١١٦٨) ومسلم ١/٣٠٩، نسائی (١٩٤٦) وابن ماجه (١٥٢٣)
۶ بخاری ١/١٠٥ کتاب الجنائز (١٢٤٩) والنسائی
۷ نسائی رقم الحدیث (١٩٦١)
۸ نسائی ١/٢٨١ ومرعاة ج٢ ص٤٧٧ بحواله مصنف عبدالرزاق
۹ مرعاة ٢/٤٧٧ بحواله مصنف عبدالرزاق والنسائی ١/٢٨١
۱۰ بخاری کتاب الجنائز (١٢٤٧) ومسلم (١٥٨٠) ومؤطا (٤٧٦) واحکام الجنائز ص١٢٧ والبیهقی
۱۱ نسائی کتاب الجنائز (١٩٥٦) ونیل الاوطار: ج٤ ص٦٨ (طبع مصر)
۱۲ رواه الدارقطنی والبیهقی موقوفا (نیل الاوطار ٤/٧١) (طبع مصر) وجز رفع الیدین للبخاری

Marfat.com

نمازِ جنازہ کی چند مسنون دُعائیں

۱۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ [۱]

اے اللہ! بخش دے ہمارے زندوں اور مُردوں کو ہمارے موجودوں اور غائبوں کو ہمارے چھوٹوں اور بڑوں کو ہمارے مَردوں اور عورتوں کو۔ اے اللہ! تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھے اُسے اِسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جس کو تو فوت کرے اُسے ایمان پر فوت کر۔ اے اللہ! ہمیں اس کے اَجر سے محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرنا۔

۲۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَکْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِّنْ اَھْلِهٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ [۲]

اے اللہ! اسے بخش دے، اِس پر رحم فرما، اور اِسے آرام پہنچا، اور اِس سے درگزر فرما، اور اِس کی عزت والی مہمانی فرما، اِس کی قبر کشادہ فرما دے، اور اِسے پانی، برف اور اُولوں سے دھو دے، اور اِس کو گناہوں سے پاک کردے جس طرح تو نے سفید کپڑا میل سے پاک کیا، اور اِسے اِس کے گھر سے بہتر گھر اور اِس کے اَہل سے بہتر اہل اور اِس کے جوڑے سے بہتر جوڑا اِسے عطا کر، اور اِسے جنت میں داخل فرما اور عذابِ قبر اور عذابِ جہنم سے محفوظ فرما۔

۳۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّهٗ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ کَانَ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَاغْفِرْلَهٗ [۳]

اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے یہ گواہی دیتا رہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں تو اِسے مجھ سے زِیادہ جانتا ہے اگر یہ نیک تھا تو اس کی نیکی زیادہ کر اگر بدکار تھا تو اِسے بخش دے۔

[۱] ترمذی کتاب الجنائز (۹۴۵) وابوداؤد (۲۷۸۶) وابن ماجه (۱۴۸۷) ونسائی ۱/۲۸۱ ومسند احمد (۱۶۸۸۵)
[۲] مسلم ۱/۳۱۱ کتاب الجنائز (۱۶۰۰) ونسائی ۱/۲۸۱ (۱۹۵۷) وابن ماجه (۱۴۸۹) ومسند احمد (۲۲۸۵۰)
[۳] الموطا کتاب الجنائز (۴۷۹)

Marfat.com

۴۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ [1]

اے اللہ! ہمیں اِس کے ثواب سے محروم نہ کر اس کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈال۔

۵۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا فِیْ ذِمَّتِکَ وَحَبْلِ جِوَارِکَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَھْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ [2]

اے اللہ! بے شک یہ تیرے عہد میں ہے تیری ہمسائیگی کی امان میں ہے پس اِسے عذاب قبر اور عذابِ جہنم سے بچا اور تو قول کا پکا اور (وعدے) سچا ہے۔
اے اللہ! اسے بخش، اس پر رحم کر، بیشک تو ہی گناہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

۶۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبُّھَا وَاَنْتَ خَلَقْتَھَا وَاَنْتَ ھَدَیْتَھَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَھَا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّھَا وَعَلَانِیَتِھَا جِئْنَا شُفَعَآءَ فَاغْفِرْ لَهٗ [3]

اے اللہ! تو اِس کا رب ہے اور تو نے اِسے پیدا کیا تو نے ہی اِسے اِسلام کی راہ دکھائی، تو نے ہی اِس کی رُوح قبض کی اور تو ہی اِس کی چھپی اور ظاہر حالت کو جانتا ہے ہم اِس کے سفارشی بن کر آئے ہیں پس اِسے بخش دے۔

۷۔ نابالغ بچے کے جنازہ کی دُعا:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَذُخْرًا وَاَجْرًا [4]

اے اللہ اِس بچے کو ہمارے لئے پیشوا، پیش رَو، ذخیرہ اور اَجر کا باعث بنا۔

مذکورہ دُعاؤں کے علاوہ بھی مزید دُعائیں کتبِ اَحادیث میں مرقوم ہیں۔

قبروں کی زِیارت کی دُعاء

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ [5]

سلامتی ہو تم پر اے اِن گھروں کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو! اور بیشک ہم بھی، اگر اللہ نے چاہا، تو تمہارے پاس ضرور پہنچنے والے ہیں، ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

[1] المؤطا كتاب الجنائز (٤٧٩) [2] ابن ماجه كتاب ماجاء في الجنائز (١٤٨٩) ومسند احمد (٢٢٨٥٠)
[3] ابوداؤد كتاب الجنائز (٢٧٨٥) ومسند احمد (٧١٦٥) [4] بخاری ١٧٨/١ بدون لفظ ذخراً (تعليقا)
[5] مسلم كتاب الجنائز (١٦٢٠) وابن ماجه كتاب ماجاء في الجنائز (١٥٣٦)

اَحکامِ تدفین

۱۔ قبر اچھی، فراخ اور گہری بنائی جائے۔ [۱]

۲۔ قبر ایک بالشت سے زیادہ اُونچی نہ بنائی جائے۔ [۲]

۳۔ قبر کے اندر سے کھدائی کے وقت جو مٹی نکلی ہے اُس سے زیادہ مٹی اُوپر نہ ڈالی جائے، قبر کو پکا نہ کیا جائے اور نہ اُس پر عمارت بنائی جائے اور نہ ہی اُس پر کچھ لکھا جائے۔ [۳]

۴۔ سورج کے طلوع، غروب اور زِوال کے وقت نہ تو جنازہ پڑھیں اور نہ ہی دفن کریں[۴]

۵۔ قبروں پر مسجدیں بنانا اور چراغ جلانا حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے اِن اَفعال پر لعنت فرمائی ہے۔[۵]

۶۔ ضرورتاً ایک قبر میں ایک سے زیادہ میتیں بھی دفن کی جاسکتی ہیں۔ [۶]

۷۔ میت کو قبر میں اِس طرح لٹائیں کہ سرہانہ قبلہ کی داہنی جانب ہو۔(قبلتکم احیاء واموانا) [۷]

۸۔ دفن کے بعد کچھ دیر وہاں رُکیں اور ہاتھ اُٹھا کر میت کی ثابت قدمی کی دُعا کریں۔[۸]

۹۔ ضرورتاً میت کو دفن کے بعد قبر سے باہر نکالا جاسکتا ہے۔ [۹]

۱۰۔ میت کو قبر میں اُتارتے وقت ﴿بِسْمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ﴾ پڑھیں۔ [۱۰]

غائبانہ نمازِ جنازہ

کچھ لوگ غائبانہ جنازہ کے جواز کے قائل ہیں اور کچھ عدم جواز کے لیکن حقیقت حسبِ ذیل ہے۔

۱۔ اگر کوئی شخص سمندر میں ڈوب جائے یا جنگلی درندے کا لقمہ بن جائے اور لاش نہ ملے تو ایسی صورت میں غائبانہ جنازہ اَدا کیا جانا چاہئے کیونکہ فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق یہ مسلمان کا حق ہے۔

۲۔ اگر کسی شخص کا کسی غیر مسلم ملک میں اِنتقال ہو جائے اور اُس کے بارہ میں کچھ علم نہ ہو کہ وہاں اُس پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی ہے یا نہیں، تو اُس کی نمازِ جنازہ بھی ضرور اَدا کی جانی چاہیے کیونکہ مسند احمد اور

---

[۱] ابو داؤد ۲/٤٥٨ رقم(٢٨٠٠)والترمذی(١٦٣٥) والنسائی(١٩٨٣)وابن ماجہ(١٥٤٩)

[۲] مسلم:الجنائز(١٦٠٩)والترمذی(٩٧٠)وابو داؤد ٢/٤٥٨(٢٨٠١)ومسند احمد(٧٠٣)

[۳] مسلم:الجنائز(١٦١٠)والترمذی(٩٧٢)والنسائی:الجنائز(٢٠٠٠)وابو داؤد(٢٨٠٧)وابن ماجہ(١٥٥١)

[۴] مسلم ١/٢٧٦(١٣٧٣)والترمذی:الجنائز(٩٥١)والنسائی(٥٥٧)وابو داؤد(٢٧٧٧)

[۵] الترمذی ١/١٢٥(٢٩٤)والنسائی(٢١٦)وابو داؤد(٢٨١٧)ومسند احمد(١٩٢٦)

[۶] البخاری:الجنائز(١٢٨٩)والترمذی:الجنائز(٩٥٧)والنسائی(١٢٢٩)وابو داؤد(٢٧٣١)

[۷] وابو داؤد کتاب الوصایا(٢٤٩٠)

[۸] مسلم:الجنائز(١٦١٩)والنسائی:الجنائز(٢٠١٠)

[۹] البخاری:الجنائز(١٢٦٣)والمسلم(٤٩٧٧)والنسائی(١٩٩٢،١٨٧٥)ومسند احمد(١٤٤٥٧)

[۱۰] الترمذی:الجنائز(٩٦٧)وابو داؤد(٢٧٩٨)وابن ماجہ(١٥٣٩)ومسند احمد(٤٥٨١)

Marfat.com

ابنِ ماجہ میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں: ﴿صَلُّوا عَلٰی اَخٍ لَّکُمْ مَاتَ بِغَیْرِ اَرْضِکُمْ﴾ ؎۱
''اَپنے بھائی پر جنازہ کی نماز پڑھو جو اَغیار کی سرزمین پہ فوت ہوئے ہیں''۔

۳۔ نمازِ جنازہ اُسی دِن اَدا کی جائے جس دن اُس کے اِنتقال کی خبر پہنچے۔

پوسٹر چھپا کر اُسکی تشہیر کرنا اور غائبانہ جنازہ کی ادائیگی کیلئے جمعہ کے دِن کا اِنتظار کرنا شارع علیہ السلام سے قطعاً ثابت نہیں ہے بندہ کے نزدیک اِس کی دلیل حضرت ابو ہریرہ ؓ سے مروی وہ رِوایت ہے جسے اِمام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت نجاشی کے جنازہ کے ضمن میں نقل کی ہے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ نَعَی النَّجَاشِیَ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ وَخَرَجَ بِھِمْ اِلَی الْمُصَلّٰی......الخ ؎۲

بیشک رَسولِ اکرم ﷺ نے حضرت نجاشی کی وفات کی خبر اُسی دِن دی جس دِن وہ فوت ہوئے اور صحابہ کرام ؓ کو جنازہ گاہ کی طرف لے چلے......

کتبِ حدیث سے تین طرح رسول اللہ ﷺ سے نمازِ جنازہ کی ادائیگی کا عمل سامنے آتا ہے:

۱۔ میت سامنے ہو۔ (جیسا کہ عموماً جنازے ہوتے ہیں)
۲۔ قبر سامنے ہو۔ (جیسا کہ مسجد کی خادمہ کا جنازہ آپ ﷺ نے قبر پر پڑھا)
۳۔ غیر مسلم ملک میں فوت ہونے والے شخص کا جنازہ۔

جیسا کہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا غائبانہ جنازہ پڑھنا ثابت ہے، کسی اور کیلئے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

۴۔ ''الاستیعاب'' میں معاویہ بن معاویہ اللیثی کی نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھنے کی جو روایت ملتی ہے وہ موضوع ہے اِس کی سند میں علاء بن یزید ہے جو حدیثیں گھڑا کرتا تھا، اِمام ذہبی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام ؓ اِس نام سے واقف نہ تھے اِمام بخاری نے بھی یہی مؤقف اِختیار کیا ہے۔ ؎۳

۵۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ابو بکرا اَپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اُمِّ کلثوم کی نمازِ جنازہ مدینہ میں ادا کی جبکہ اُن کا انتقال مکہ میں ہوا تھا، اِس کی سند کے متعلق علم نہیں کہ وہ کیسی ہے؟ ابو بکر کون ہیں؟ اُن کے والد کون تھے؟ وہ صحابی تھے یا نہیں، یہ جنازہ فتح مکہ سے پہلے پڑھا تھا یا بعد میں اور اگر فتح مکہ سے پہلے پڑھا تھا تو پھر پہلی صورت کا اِطلاق ہوگا کہ غیر مسلم ملک میں مسلم کا اِنتقال ہو تو اُس پر غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ ؎۴

؎۱ ابن ماجہ(۱۵۲۶)ومسند احمد(۱۵۵۵۹)واحکام الجنائزللالبانی ص۹۳
؎۲ بخاری :الجنائز(۱۲۴۷)ومسلم (۱۵۸۰)ونسائی (۲۰۱۵)وابو داؤد(۲۷۸۹)وابن ماجہ(۱۵۲۳)
؎۳ نیل الاوطارج٤ص٥٧(طبع بمصر)
؎۴ مصنف عبدالرزاق ۴۸۳/۳

Marfat.com

۶۔ ایک چوتھی روایت اور پیش کی جاتی ہے:

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْماً فَصَلّٰى عَلٰى اَهْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَى الْمِنْبَرِ [1]	بے شک ایک دن رسول اللہ ﷺ (گھر سے باہر تشریف لے گئے) اور اہلِ اُحد پر نمازِ جنازہ پڑھی پھر منبر پر تشریف لائے۔

(i) اس حدیث سے غائبانہ کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، بلکہ گھر سے نکلنے سے یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ گھر سے باہر شہداءِ اُحد کے مدفن پر تشریف لے گئے۔

(ii) لفظِ صلاۃ صرف نماز کے لیے مختص نہیں ہے بلکہ رحمت، تسبیح اور دُعا کے معنوں میں بھی اِستعمال ہوتا ہے جس سے حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ ﷺ نے شہداءِ اُحد کے لیے دُعائے مغفرت کی۔ (واللہ اعلم)

۵۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حبشہ غیر مسلم ملک نہیں تھا بلکہ وہاں کا بادشاہ نجاشی مسلمان ہو چکا تھا اور بہت سے مسلم بھی وہاں موجود تھے اور اُنہوں نے وہاں نمازِ جنازہ اَدا کی ہوگی لیکن اِس کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ بخاری اور مسلم میں حضرت اَسماء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے فرماتی ہیں:

''ہم اَجنبی اور دُشمن قوموں میں تھے ہمیں ایذا دی جاتی تھی اور خوف کے عالم میں دن گزرتے تھے۔'' [2]

حضرت اَسماء رضی اللہ عنہا کے یہ اَلفاظ اُن کے اِس خیال کی خوب نفی کرتے ہیں۔

نمازِ جنازہ کے متفرق مسائل

۱۔ نمازِ جنازہ ایک سلام پر ختم کی جاسکتی ہے۔ [3]

۲۔ فاسق کی نمازِ جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔ [4]

۳۔ نمازِ جنازہ گھر میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ [5]

۴۔ اگر جنازہ میں صرف دو شخص ہوں تو مقتدی اِمام کے برابر کھڑا نہ ہو بلکہ پیچھے اکیلا کھڑا ہو۔ [6]

۵۔ شہید کی نمازِ جنازہ ضروری نہیں البتہ پڑھ لینا اَچھا ہے۔ [7]

---

[1] بخاری :الجنائز(۱۲۵۸)ومسلم (۴۲۴۸)ونسائی (۱۹۲۸)وابوداؤد(۲۸۰۶)ومسند احمد(۱۶۷۰۵)
[2] بخاری ومسلم
[3] احکام الجنائزللالبانی ص۱۲۸
[4] مسنداحمد(۲۱۵۱۳)واحکام الجنائزللالبانی ص۸۴
[5] احکام الجنائزللالبانی ص۹۸ بحواله مستدرك حاكم والبيهقی
[6] احکام الجنائزللالبانی ص۹۸ بحواله مستدرك حاكم والبيهقی
[7] بخاری :الجنائز(۱۲۵۷)والترمذی(۹۵۷)وابن ماجه(۱۵۰۳)والنسائی :الجنائز(۱۹۲۷)

Marfat.com

خلافِ شرع رسومات

۱۔ تدفین کے بعد اہلِ میّت کے ہاں جمع ہو کر دعوتیں اُڑانا۔
۲۔ قبر پر اذان دینا۔
۳۔ ہر چالیس قدم پر دُعا کرنا۔
۴۔ میّت کے ساتھ ضامن کے طور پر قرآنِ مجید دفن کرنا۔
۵۔ تیسرے، ساتویں اور چالیسویں دِن اِیصالِ ثواب کیلئے کھانا کھلانا۔
۶۔ سال بعد برسی منانا، حفاظ کے ذریعہ قرآن کے ختم کرانا۔
۷۔ نوحہ کرنا، بین کرنا، گریباں پھاڑنا، سر میں مٹی ڈالنا۔
۸۔ بےصبری اور ناشکری کا مظاہرہ کرنا۔
۹۔ گھر میں تین دن تک چارپائی اور ہانڈی اُلٹی رکھنا۔
۱۰۔ دورانِ سوگ چولہا جلانے کو حرام سمجھنا۔
۱۱۔ تعزیت کیلئے آنے والے ہر شخص کے کہنے پر رَسمی اور رِواجی دُعا کرنا۔
۱۲۔ جنازے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا کرنا۔
۱۳۔ کفن پر کلمہ طیبہ یا دیگر کلمات کا لکھنا۔
۱۴۔ جنازے کے ساتھ ساتھ با آوازِ بلند کلمے کا ورد کرنا یا نعتیں پڑھنا۔
۱۵۔ قبر کو چونا گچ بنانا قبر پر شیرینی بانٹنا، بکرا کاٹنا۔
۱۶۔ قبر پر دیئے جلانا، اگربتیاں لگانا۔
۱۷۔ مجاور بٹھانا، عدت پوری ہونے پر بیوہ کی دعوتیں کرنا، بیوہ کو شہر میں گھمانا۔
۱۸۔ زندگی بھر بیوہ کو بیوہ رہنے پر مجبور کرنا۔
۱۹۔ جائیدادیں بچانے کیلئے بیوہ کا نکاح قرآن سے کر دینا۔
۲۰۔ ہر جمعرات کو مرنے والے کی رُوح کی واپسی کا اِنتظار کرنا۔
۲۱۔ اُس کیلئے شیرینی پکا کر رکھنا۔
۲۲۔ چیں یاں پڑھنا، آیت کریمہ کے ختم کرانا۔
۲۳۔ خواتین و حضرات میں پارے تقسیم کر کے ختم پڑھوانا۔
۲۴۔ میّت کے سرہانے درودِ تاج، درودِ لکھی، درودِ ہزارہ، دُعائے گنج العرش اور نور نامہ پڑھنا۔
۲۵۔ مُلانے کھلانا۔

Marfat.com

۲۶۔ ماتم کرنا۔

۲۷۔ دفن کے بعد شجرہ نسب پڑھ کر سنانا۔

۲۸۔ قبر پر عرقِ گلاب چھڑکنا۔

۲۹۔ قبر پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کرنا۔

۳۰۔ قبر پر پودے لگانا۔

یہ سب اَفعال بدعت اور خلافِ شرع ہیں اِن سے اِجتناب ہر مسلمان پر لازم ہے۔

قنوتِ نازلہ پڑھنے کا طریقہ

۱۔ مصائب و آفات کے وقت مسلمانوں کی فلاح اور کفار کی بربادی کیلئے اللّٰہ سے بحالتِ نماز یہ دُعا کی جاتی ہے جسے قنوتِ نازلہ کہتے ہیں۔ [۱]

۲۔ یہ دُعا صرف مغرب اور فجر کی فرضوں میں بھی پڑھی جاسکتی ہے جیسا کہ حضرت انسؓ سے مروی ہے:

﴿كَانَ الْقُنُوْتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ﴾ [۲]

اور پانچوں نمازوں یعنی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں بھی پڑھی جاسکتی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

﴿قَنَتَ النَّبِيُّ ﷺ شَهْراً مُتَتَابِعاً فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَالصُّبْحِ﴾ [۳]

۳۔ فرض نماز کی آخری رکعت میں جب رُکوع کے بعد کھڑا ہو [۴]

قومہ کی دُعا کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھالئے جائیں اور اِمام بلند آواز سے قنوتِ نازلہ پڑھے۔ [۵]

اِمام کی اس دُعا پر مقتدی آمین کہتے رہیں۔ [۶]

۴۔ وقت اور حالات کے مطابق کفار کے سرغنوں کے نام لے کر بھی بددُعا کی جاسکتی ہے جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور قبیلہ مضر کیلئے نام لے لے کر بددُعا کی۔ [۷]

---

[۱] ابن خزیمہ ۱/۳۱۴ عن انسؓ
[۲] بخاری کتاب الاذان ابواب الوتر(۷۵۶)
[۳] ابن خزیمہ ۱/۳۱۳ عن ابن عباسؓ
[۴] ابن خزیمہ ۱/۳۱۳ عن ابن عباسؓ
[۵] بخاری کتاب التفسیر : تفسیر سورۃ آلِ عمران باب لیس لك من الامر شی عن ابی ھریرہ
[۶] ابن خزیمہ ۱/۳۱۳ عن ابن عباسؓ
[۷] بخاری کتاب التفسیر : تفسیر سورۃ آلِ عمران باب لیس لك من الامر شی عن ابی ھریرہ

Marfat.com

دُعائے قنوتِ نازلہ

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ ، اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ ، نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ الْجِدَّ ، اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ، اَللّٰھُمَّ عَذِّبِ الْكَفَرَۃَ وَالْمُشْرِكِیْنَ ، وَاَلْقِ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ ، وَخَالِفْ بَیْنَ كَلِمَتِھِمْ ، وَاَنْزِلْ عَلَیْھِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ ، اَللّٰھُمَّ عَذِّبْ كَفَرَۃَ اَھْلِ الْكِتَابِ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِكَ وَیُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ ، اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَالْحِكْمَۃَ وَاَوْزِعْھُمْ اَنْ یَّشْكُرُوْا نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ، وَاَنْ یُّوْفُوْا بِعَھْدِكَ الَّذِیْ عَاھَدْتَّھُمْ عَلَیْهِ وَتَوَفَّھُمْ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِكَ ، وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّكَ وَعَدُوِّھِمْ اِلٰهَ الْحَقِّ ! وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ

اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں، تجھ سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور تیری بہترین ثناء بیان کرتے ہیں ہم تیری نہ شکری نہیں کرتے ہیں بلکہ تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور ہم تیری نافرمانی کرنے والوں کو الگ کر کے اُنہیں چھوڑ دیتے ہیں اے اللہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف ہم کوشش کرتے ہیں اور تیری اطاعت میں ہم جلدی کرتے ہیں ہم تیری رحمت کے اُمیدوار ہیں اور تیرے سخت ترین عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تیرا سخت ترین عذاب کفار کو پہنچنے والا ہے اے اللہ کفار اور مشرکین کو مبتلائے عذاب کردے اُن کے دلوں میں رُعب ڈال دے، اُن کی بات میں اختلاف پیدا کردے، اُن پر اپنی سزا اور اپنا عذاب نازل فرما، اے اللہ اہل کتاب کافروں کو عذاب میں مبتلا کردے جو تیرے راستے سے رُوکتے ہیں، تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں، اے اللہ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں، مسلمان مردوں اور مسلمانوں عورتوں کو بخش دے، اے اللہ ان کے تعلقات کی اصلاح فرما، ان کے دلوں میں محبت ڈال دے اور ان کے دلوں میں ایمان اور حکمت بھر دے اور انہیں توفیق دے کہ تیری عطا کردہ نعمت پر شکرادا کریں اور تیرے لئے کیے وعدہ کو نبھا سکیں اور انہیں اپنے رسولوں کی ملت پر موت دے اپنے اور ان کے دشمن کے مقابلے میں ان کی مدد فرما اے معبودِ برحق ہمیں بھی انہیں میں سے بنادے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۱۶)

Marfat.com

چند مسنون دُعائیں

ادائیگی قرض کی دُعاء

﴿اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ﴾ [1]

اے اللہ! تو مجھے کافی ہو جا اپنے حلال کے ساتھ اپنی حرام (کردہ) چیزوں سے
اور مجھے بے نیاز کر دے اپنے فضل سے، اپنے ماسوا سے۔

نظرِ بد سے بچنے کی دُعا

﴿اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ﴾ [2]

میں پناہ چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ ہر شیطان اور ہر زہریلے جانور سے،
اور ہر اُس آنکھ سے جس کی نظر لگ جانے والی ہو۔

☆ ترمذی کتاب الطب میں "اَعُوْذُ" کے بجائے "اُعِیْذُکُمَا" کے الفاظ منقول ہیں۔

نوٹ: ایک بچہ ہو تو (اُعِیْذُکَ) بچی ہو تو (اُعِیْذُکِ) دو ہوں تو (اُعِیْذُکُمَا) اور مشترک ہوں تو (اُعِیْذُکُمْ) کہیں۔

نیا چاند دیکھنے کی دُعا

﴿اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ﴾ [3]

اے اللہ! ہم پر اَمن، اِیمان، سلامتی اور اِسلام کے ساتھ، اسے طلوع فرما (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

عید کی مبارک باد دینے کی دُعا

﴿تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنْکَ﴾ اللہ ہم سے اور آپ سے (یہ خوشیاں قبول فرمائے) (بلوغ الامانی ۱۷۵/۶)

دُشمن کے خوف کے وقت پڑھنے کی دُعاء

۱۔ ﴿اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ﴾ [4] اے اللہ! تو مجھے اِن سے کافی ہو جا جس طرح تو چاہے۔

۲۔ ﴿اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ﴾ [5]

اے اللہ! ہم دشمن کے مقابلہ میں تجھے (آگے) کرتے ہیں اور اُن کی شیطانیت سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔

مجلس برخاست کرنے کی دُعا

﴿سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ﴾ [6]

اے اللہ! تو پاک ہے اپنی تعریفوں کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر تو،
میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف رُجوع کرتا ہوں۔

---

[1] ترمذی ۱۸۰/۳ (۳۵۶۳) [2] صحیح بخاری (۳۳۷۱) [3] المستدرک حاکم ۳۱۷/۴
[4] صحیح مسلم (۳۰۰۵) [5] المستدرک حاکم ۱۴۳/۲ [6] ابو داؤد (۴۸۵۹) والترمذی ۱۵۳/۳

Marfat.com

فضائلِ اسماءُ الحسنیٰ

الاسماء الحسنیٰ — وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا — الاسماء الحسنیٰ

۱۔ قرآنِ مجید میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الاسمَاءُ الحُسنٰی فَادعُوهُ بِهَا﴾ ۱

اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں پس اُن اچھے ناموں سے اُس کو پکارا کرو۔

اِطمینانِ قلب کا مستند اور محفوظ ترین ذریعہ ذکرِ الٰہی ہے،

اللہ کی صفات کے تقاضوں پر ایمان اور شعور کے ساتھ غور کریں اور ذِکرِ الٰہی کی عادت ڈالیں۔

۲۔ اِرشادِ ربانی ہے:

﴿یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا ذکُرُو اللّٰهَ ذِکرًا کَثِیرًا وَسَبِّحُوهُ بُکرَتًا وَاَصِیلًا﴾ ۲

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کثرت سے کرو اور صبح وشام اُس کی تسبیح بیان کیا کرو۔

۳۔ رسول اکرم ﷺ نے ان ناموں کے فضائل بیان کرتے ہوئے اِنہیں یاد کرنے اور مستقل پڑھتے رہنے کی ترغیب دی ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

(i) اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام (ایک کم سونام) ہیں جو شخص اِنہیں یاد کرے گا جنت میں داخل ہوگا۔ ۳

(ii) اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام اسمِ اعظم ہے آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اسمِ اعظم کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی مراد کو پورا کر دیتا ہے۔ ۴

۴۔ ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اِسم اعظم تین سورتوں میں ہے۔

۱۔ سورہ بقرہ ۲۔ سورہ آل عمران ۳۔ سورہ طٰہٰ

ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد قاسم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے تینوں سورتوں میں مشترک چیز تلاش کی تو مجھے معلوم ہوا وہ ''اَلحَیُّ القَیُّومُ'' ہے۔ ۵

---

۱ السورۃ الاعراف: ۱۸۰ — ۲ السورۃ الاحزاب: ۴۲

۳ البخاری ۹۴۹/۲ — ۴ ترمذی ابواب الدعوات ص ۵۰۱

۵ مستدرک حاکم

Marfat.com

الاسماء الحسنیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھُوَ اللّٰہُ الَّذِی لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

وہی اللہ ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں

اَلرَّحْمٰنُ بڑا مہربان	**اَلرَّحِیْمُ** نہایت رحم والا	**اَلْمَلِکُ** حقیقی بادشاہ	**اَلْقُدُّوْسُ** پاک ذات
اَلسَّلَامُ سلامتی کا مالک	**اَلْمُؤْمِنُ** امن وایمان کا مالک	**اَلْمُهَيْمِنُ** نگہبان	**اَلْعَزِيْزُ** سب پر غالب
اَلْجَبَّارُ زبردست	**اَلْمُتَكَبِّرُ** بڑائی والا	**اَلْخَالِقُ** پیدا کرنے والا	**اَلْبَارِئُ** جان ڈالنے والا
اَلْمُصَوِّرُ صورت بنانے والا	**اَلْغَفَّارُ** بخشنے والا	**اَلْقَهَّارُ** زبردست	**اَلْوَهَّابُ** عطا کرنے والا
اَلرَّزَّاقُ روزی دینے والا	**اَلْفَتَّاحُ** مشکل کشا	**اَلْعَلِيْمُ** جاننے والا	**اَلْقَابِضُ** روک دینے والا
اَلْبَاسِطُ کشادہ کرنے والا	**اَلْخَافِضُ** پست کردینے والا	**اَلرَّافِعُ** بلند کردینے والا	**اَلْمُعِزُّ** عزت دینے والا
اَلْمُذِلُّ ذلت دینے والا	**اَلسَّمِيْعُ** سننے والا	**اَلْبَصِيْرُ** دیکھنے والا	**اَلْحَكَمُ** حاکم مطلق

Marfat.com

اَلْعَدْلُ اِنصاف کرنے والا	**اَللَّطِیْفُ** باریک بین	**اَلْخَبِیْرُ** باخبر (خبردار)	**اَلْحَلِیْمُ** بڑا بردبار
اَلْعَظِیْمُ بزرگی والا	**اَلْغَفُوْرُ** بہت بخشنے والا	**اَلشَّکُوْرُ** قدردان	**اَلْعَلِیُّ** بلندیوں والا
اَلْکَبِیْرُ بہت بڑا	**اَلْحَفِیْظُ** سب کا محافظ	**اَلْمُقِیْتُ** قوت دینے والا	**اَلْحَسِیْبُ** کفایت کرنے والا
اَلْجَلِیْلُ بڑی بزرگی والا	**اَلْکَرِیْمُ** بہت کرم کرنے والا	**اَلرَّقِیْبُ** بڑا نگہبان	**اَلْمُجِیْبُ** قبول کرنے والا
اَلْوَاسِعُ وُسعت والا	**اَلْحَکِیْمُ** بڑی حکمتوں والا	**اَلْوَدُوْدُ** بہت محبت کرنے والا	**اَلْمَجِیْدُ** بلند مرتبے والا
اَلْبَاعِثُ مُردوں کو اُٹھانے والا	**اَلشَّهِیْدُ** گواہ	**اَلْحَقُّ** سچا	**اَلْوَکِیْلُ** بڑا کارساز
اَلْقَوِیُّ بڑی قوت والا	**اَلْمَتِیْنُ** مضبوط	**اَلْوَلِیُّ** بڑا حمایتی، دوست	**اَلْحَمِیْدُ** تعریف کے لائق
اَلْمُحْصِیْ اِحاطہ کرنے والا	**اَلْمُبْدِیْ** پہلی بار پیدا کرنے والا	**اَلْمُعِیْدُ** دوبارہ پیدا کرنے والا	**اَلْمُحْیِیْ** زِندگی دِینے والا
اَلْمُمِیْتُ موت دِینے والا	**اَلْحَیُّ** ہمیشہ زِندہ رہنے والا	**اَلْقَیُّوْمُ** ہمیشہ قائم رہنے والا	**اَلْوَاجِدُ** ہر چیز کو پانے والا

Marfat.com

الماجد — بزرگی اور بڑائی والا
الواحد — اکیلا و یکتا
الاحد — اکیلا
الصمد — بے نیاز

القادر — قدرت والا
المقتدر — پوری قدرت والا
المقدم — آگے کر دینے والا
المؤخر — پیچھے کر دینے والا

الاول — سب سے پہلے
الآخر — سب کے بعد
الظاہر — ظاہر و آشکارا
الباطن — پوشیدہ و پنہاں

الوالی — کارساز
المتعالی — سب سے بلند و برتر
البر — نیک سلوک کرنے والا
التواب — توبہ قبول کرنے والا

المنتقم — بدلہ لینے والا
العفو — معاف کرنے والا
الرؤف — بہت بڑا مشفق
مالک الملک — ملکوں کا مالک

ذوالجلال والاکرام — بزرگی اور سخاوت والا
المقسط — انصاف کرنے والا
الجامع — سب کو جمع کرنے والا

الغنی — بے پرواہ
المغنی — غنی کر دینے والا
المانع — رُوک دینے والا
الضار — ضرر کا مالک

النافع — نفع پہنچانے والا
النور — روشنی والا
الہادی — ہدایت دینے والا
البدیع — نئے سرے سے بنانے والا

الباقی — ہمیشہ رہنے والا
الوارث — ہر چیز کا مالک
الرشید — رُشد و ہدایت والا
الصبور — بڑا صبر و تحمل والا

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظم

جس نے کیا پیدا تجھے عقل و ہنر بخشا تجھے
حق چاہیے اُس کا تجھے کرنا اَدا اے بے نماز
کرتا نہیں سجدہ اگر روزی نہ رب کی نوش کر
اس کی زمیں کو چھوڑ کر تو گھر بنا اے بے نماز
کیا حال ہے ابلیس کا وہ کس قدر مقبول تھا
سجدہ سے جب منکر ہوا راندا گیا اے بے نماز
ختنہ کرانے سے تیرے داڑھی بڑھانے سے تیرے
کیونکر مسلمانی ملے، سر کو جھکا اے بے نماز
ساتوں فلک اور یہ زمیں، لوح و قلم عرشِ بریں
سجدے میں ہے سب کی جبیں پیشِ خدا اے بے نماز
حور و ملک، شمس و قمر، خشکی، تری کے جانور
کرتے ہیں سب شام و سحر سجدہ ادا اے بے نماز

(گلشنِ رحمانی سے ماخوذ)

Marfat.com

صف بندی کا طریقہ

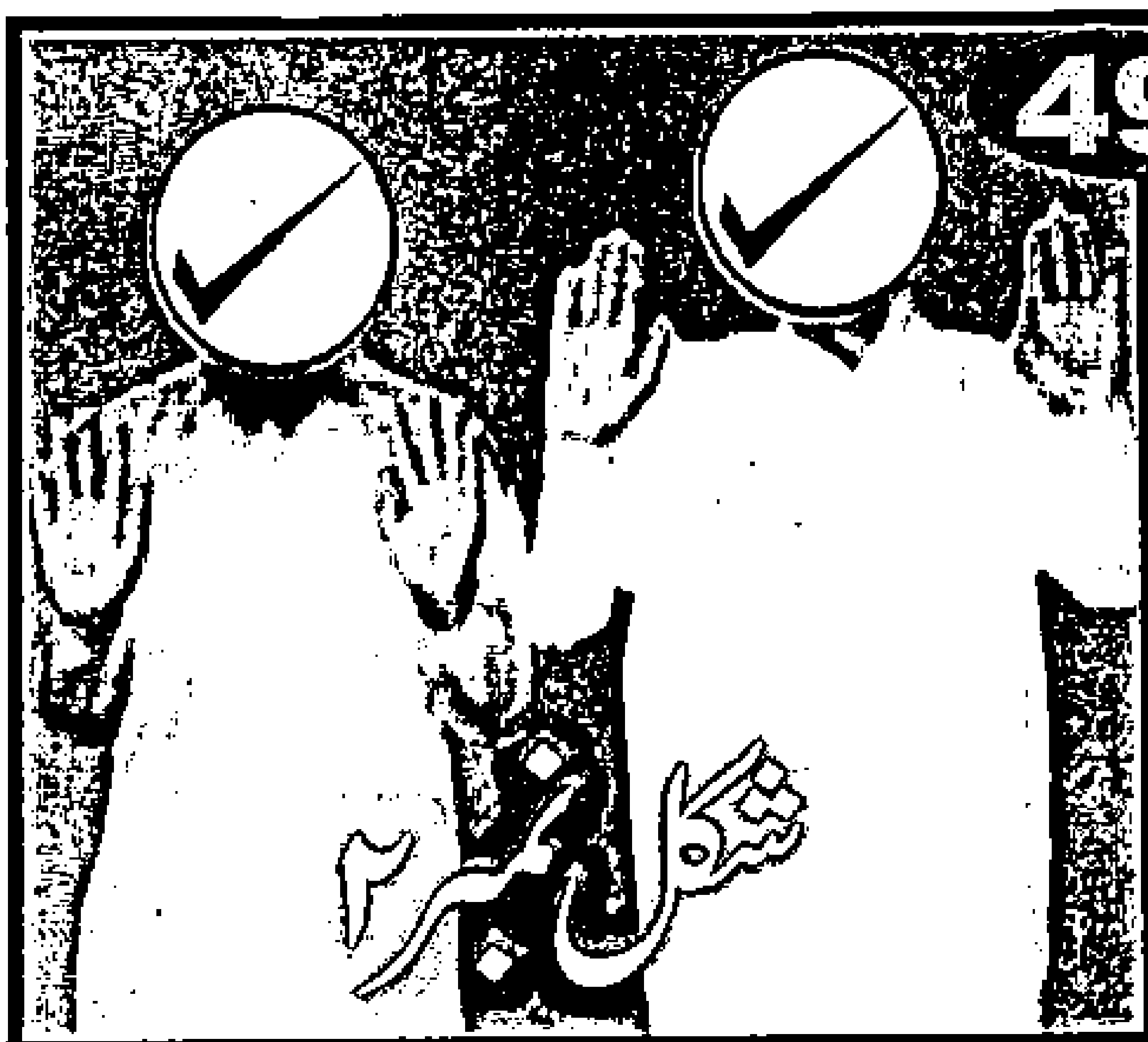

رفع الیدین کا صحیح طریقہ

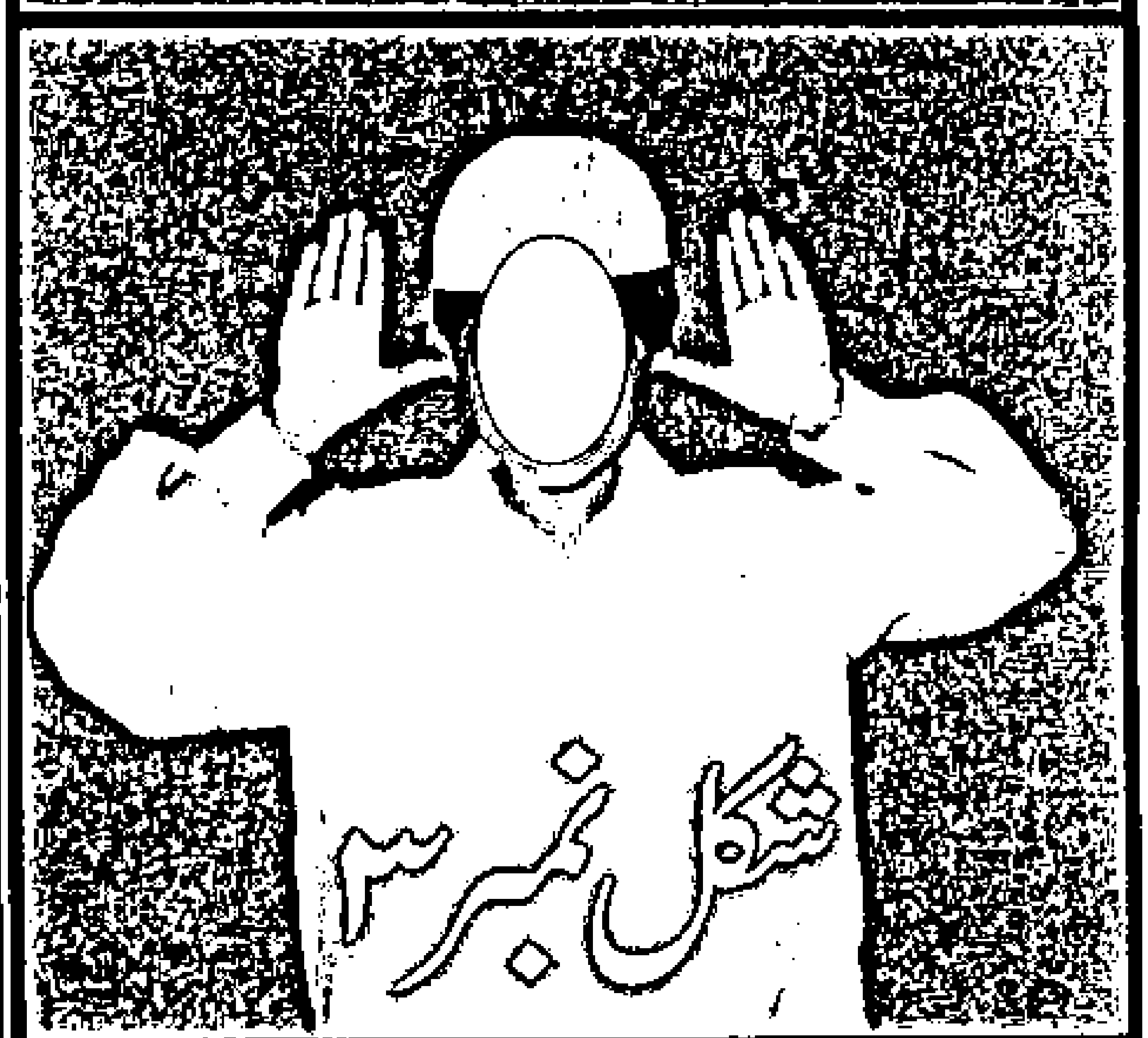

رفع الیدین کا غلط طریقہ

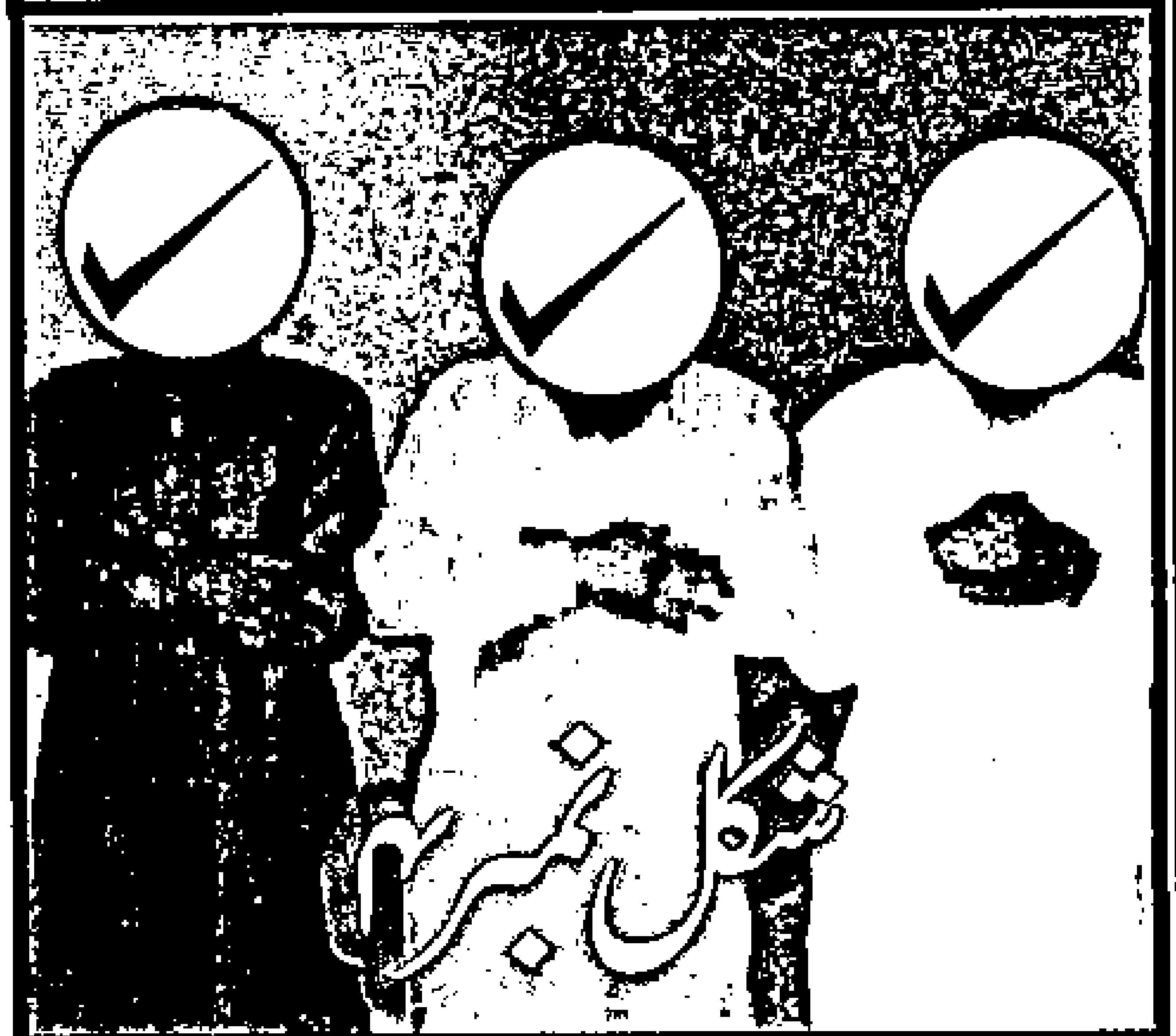

قیام کا صحیح طریقہ

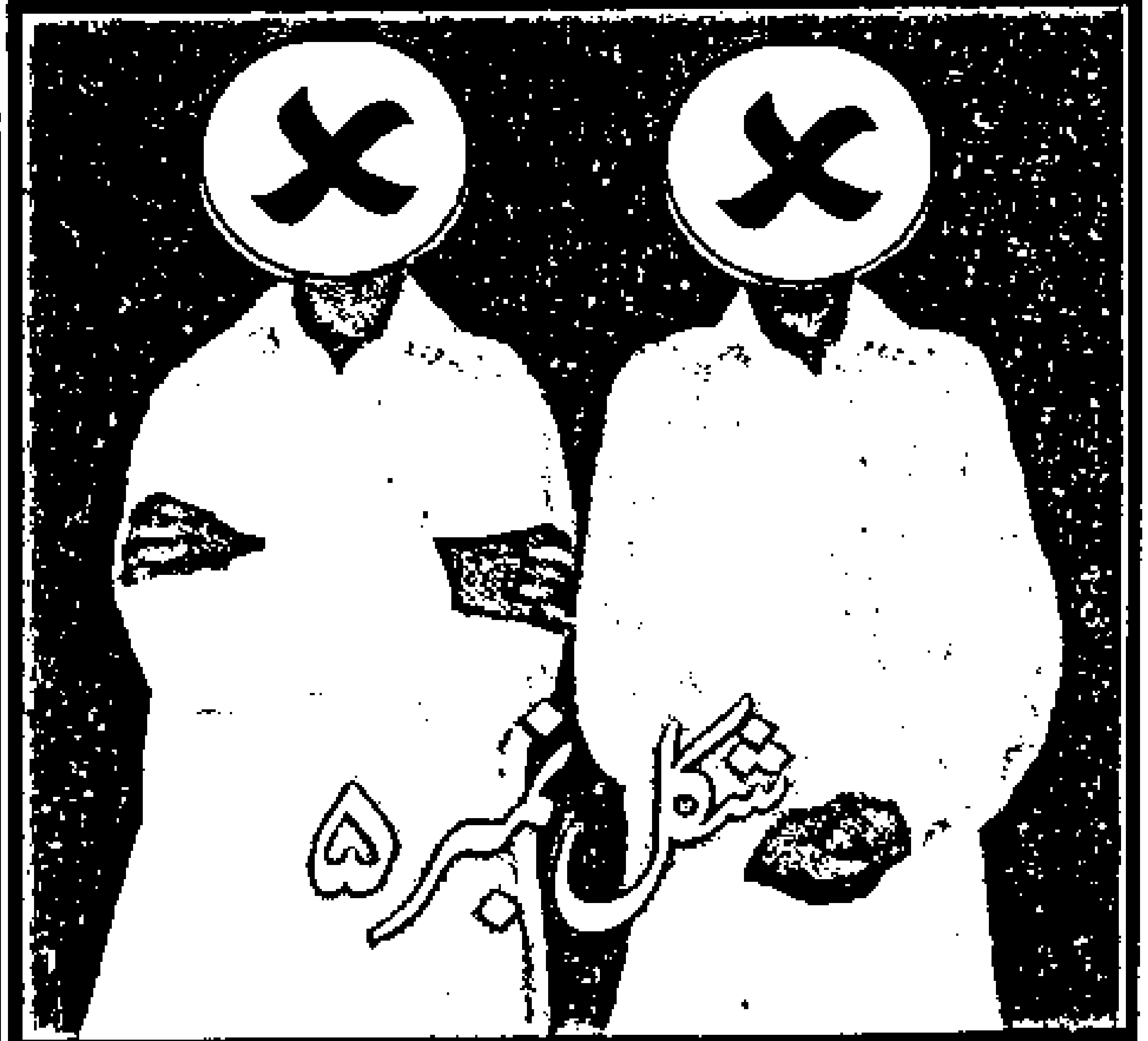

ہاتھ باندھنے کا غلط طریقہ

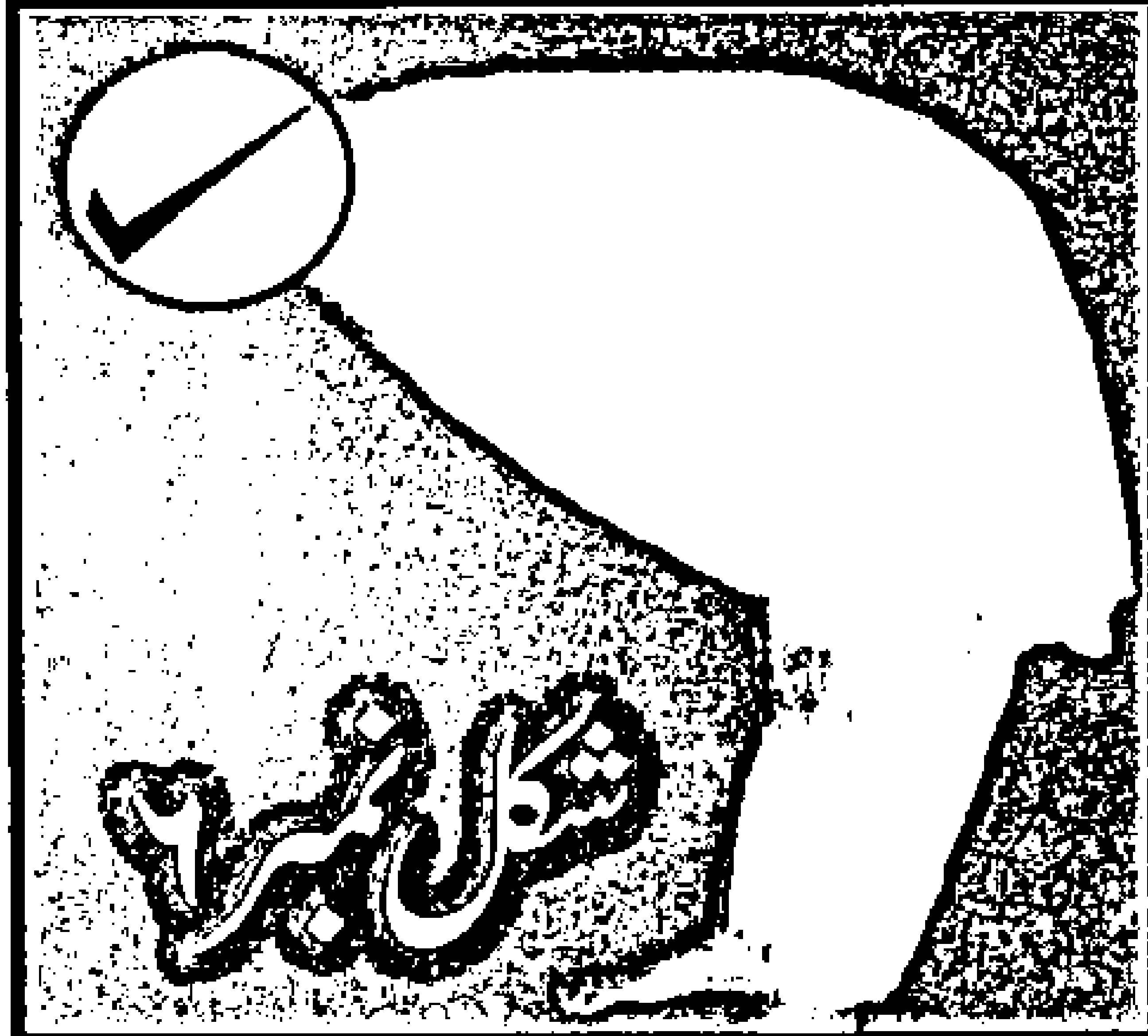

رکوع کرنے کا صحیح طریقہ

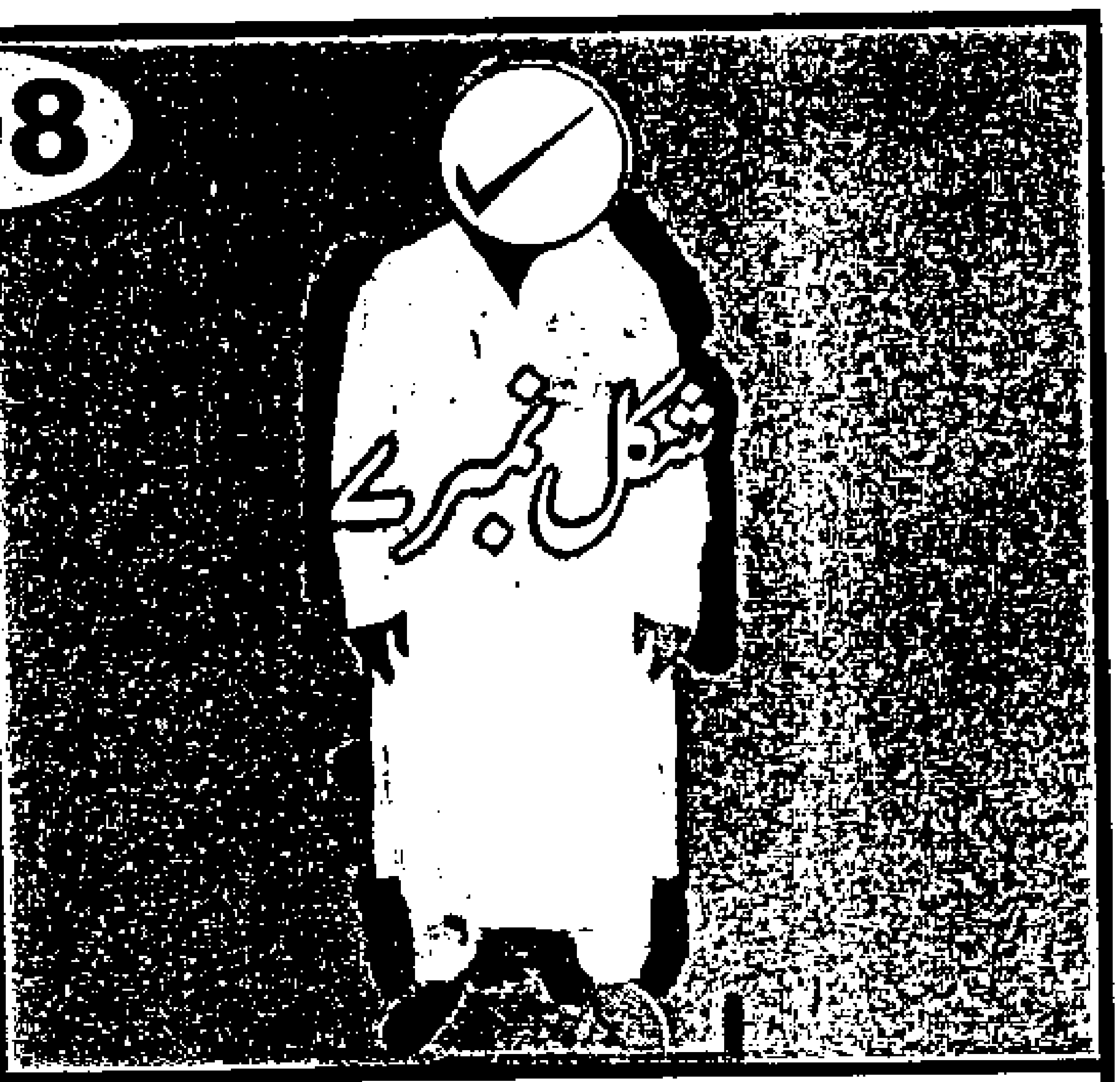

قومہ کا صحیح طریقہ

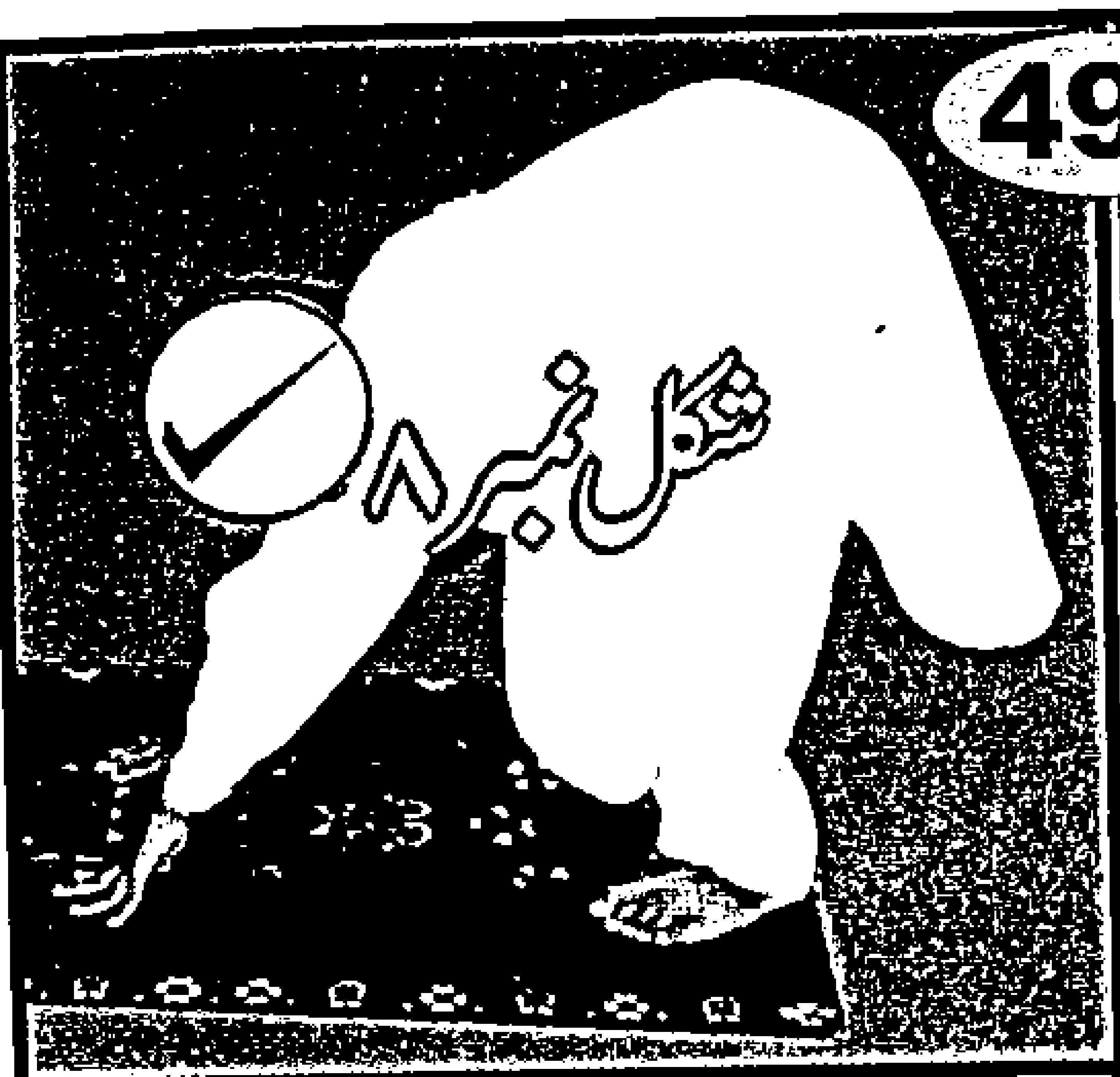

سجدے میں جانے کا طریقہ

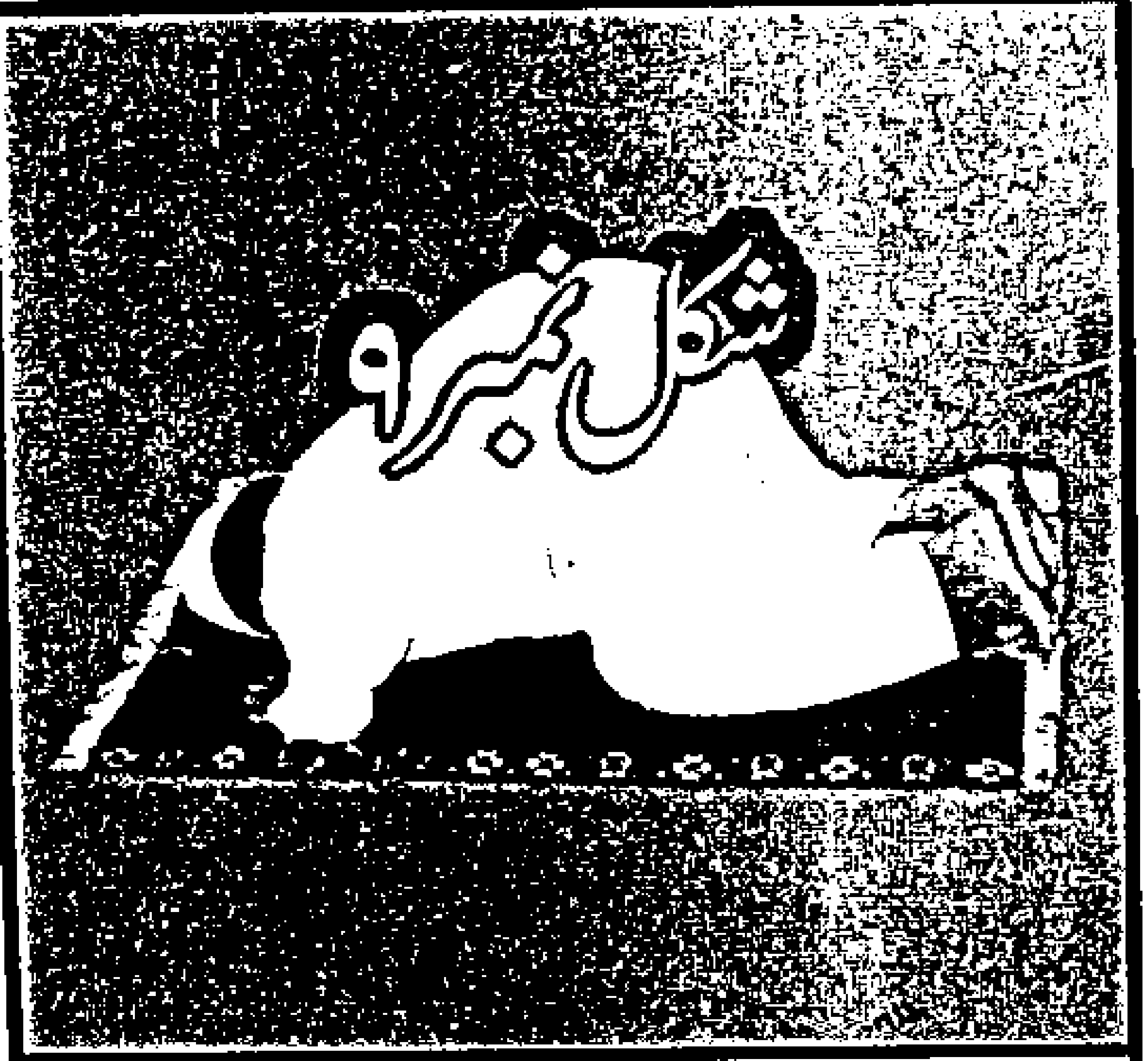

سجدے کا طریقہ

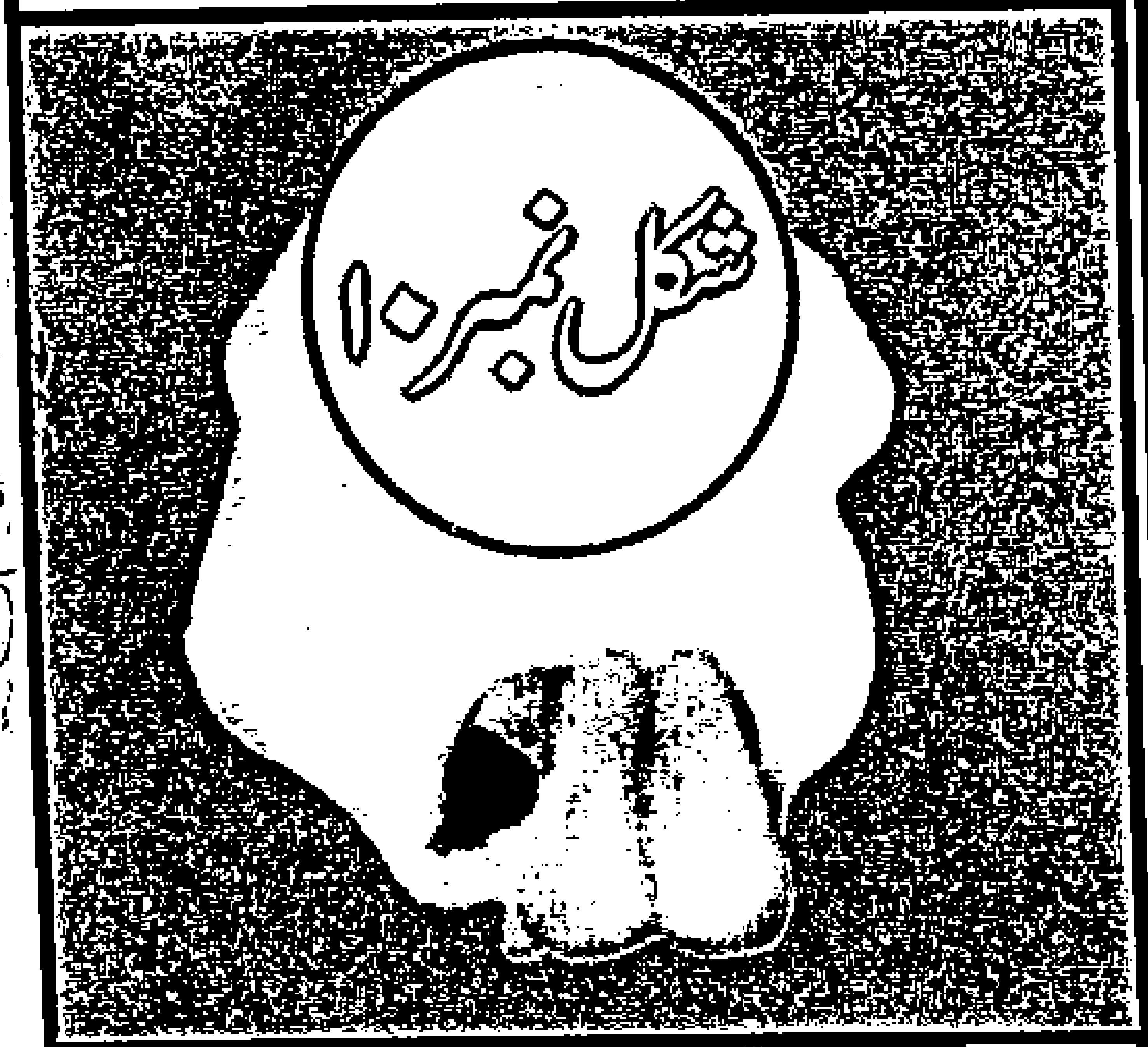

سجدے میں پاؤں کی کیفیت

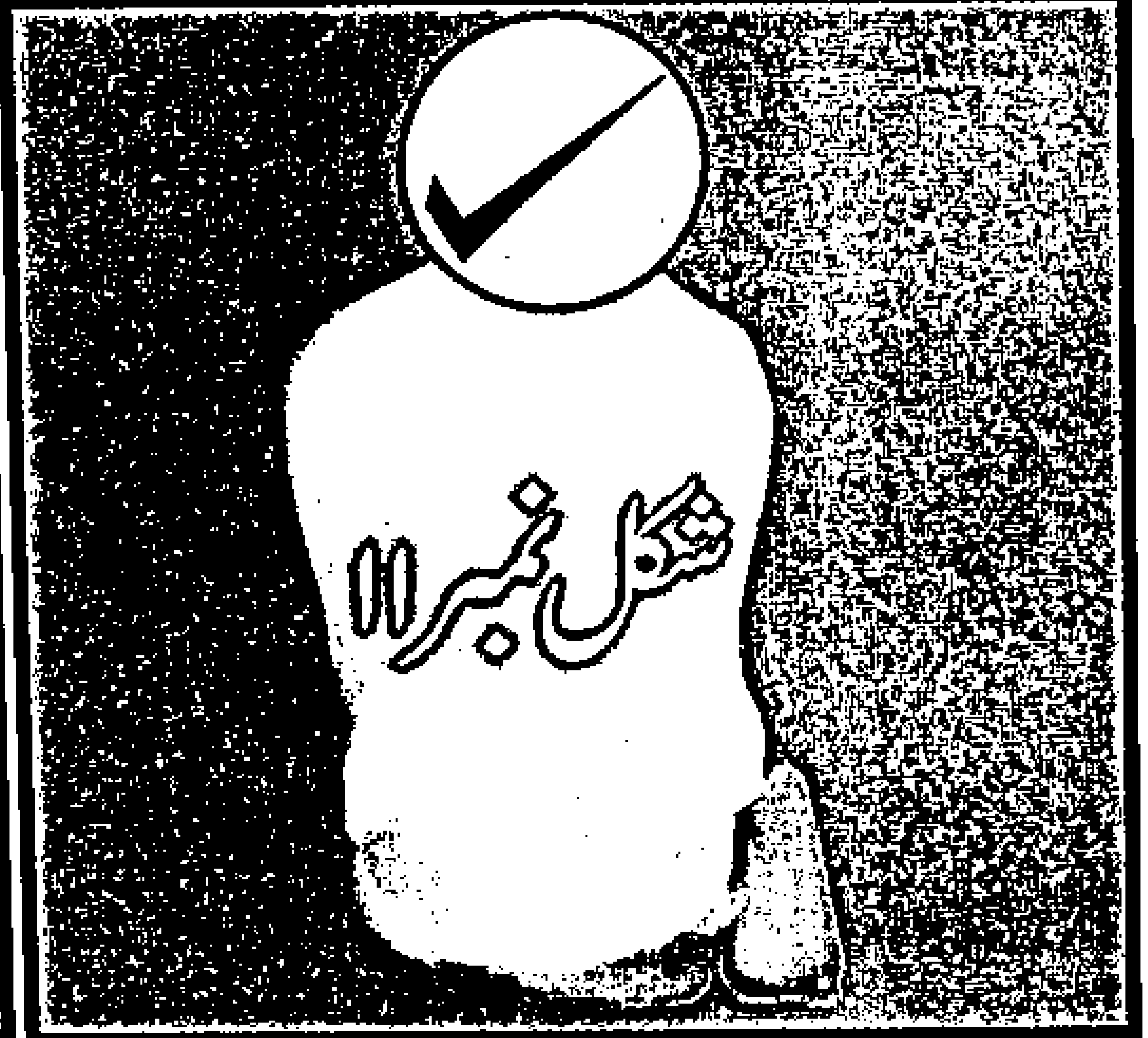

جلسہ اور قعدہ اولیٰ کا طریقہ

آخری قعدہ میں بیٹھنے کا طریقہ

المصادر والمراجع

	الکتب	المصنفین/المطابع
1	احسن البیان	(مجمّع الملک فہد)
2	احسن التفاسیر	احمد حسن دہلویؒ لاہور
3	تفہیم القرآن(مودودیؒ)	ترجمان القرآن لاہور
4	الصحیح للبخاری	نور محمد کراچی
5	الصحیح للمسلم	نور محمد کراچی
6	جامع الترمذی	میر محمد کراچی
7	سنن ابو داؤد	میر محمد کراچی
8	سنن نسائی	قدیمی کراچی
9	سنن ابن ماجه	احیاء السنه سرگودھا
10	مسند احمد	دارالفکر(بیروت)
11	الطحاوی	میر محمد کراچی
12	المحلی	علی بن احمد بن سعیدبن حزم الاندلیسی (بیروت)
13	نیل الاوطار	علامه شوکانیؒ (مصر)
14	سنن الکبری للبیهقی	حافظ ابو بکر احمد بن حسین بن علی البیہی دارالفکر بیروت
15	تحفة الاحوذی	علامه مبارك پوریؒ ملتان
16	الدارقطنی مع مغنی	لاهور
17	مصنف عبدالرزاق	ابو بکر عبدالرزاق بیروت
18	المنتقی	عبدالله بن علی بن الجارود سانگله هل
20	عون المعبود	علامه عظیم آبادیؒ
21	مشکوۃ المصابیح	ایچ ایم سعید کراچی
22	مرعاۃ المفاتیح	علامه عبیدالله مبارك پوریؒ
23	تحقیق المشکوۃ	للالبانی
24	مستدرک للحاکم	محمد بن عبدالله الحاکم بیروت
25	مصنف ابن ابی شیبه	حافظ عبدالله بن محمدبن ابی شیبه (ریاض)
26	الطبرانی	ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی
27	مؤطا للامام مالک	میر محمد کراچی
28	ارواء الغلیل	علامه البانیؒ
29	تمام المنة	علامه البانیؒ
30	بلوغ المرام	ابن حجرؒ (طارق اکیڈمی لائل پور)
31	ابن حبان	علاء الدین بن سلیمان سانگله هل
32	تقریب التهذیب	حافظ ابن حجرؒ شیش محل لاهور
33	میزان الاعتدال	امام ابو عبدالله محمد بن عبدالله الذهبیؒ سانگله هل
34	فتح الباری	علامه حافظ ابن حجرؒ
35	عمدۃ القاری	علامه عینیؒ
36	فیض الباری	انور شاه کاشمیریؒ
37	فتاوی شامی	علامه شامیؒ
38	فتح القدیر	علامه ابن همامؒ حنفی (کوئٹه)
39	نصب الرّایه	امام ذیلعیؒ
40	الاصل	محمد بن الحسن الشیبانی
41	معالم السنن	علامه خطابی
42	تلخیص الحبیر	علامه حافظ ابن حجرؒ
43	هدایه	برهان الدین ابو الاحسنؒ (ملتان)
44	شرح السنة	للامام البغویؒ المکة المکرمة
45	امام الکلام	عبدالحیؒ گوجرانواله
46	قیام اللیل	محمد بن نصر المروزی لاهور
47	کتاب القراۃ	للبیهقی (گوجرانواله)
48	جزء القراۃ	للبخاری شیش محل لاهور
49	تحقیق الکلام	علامه مبارك پوریؒ سانگله هل
50	توضیح الکلام	علامه ارشاد الحق اثری علوم اثریه فیصل آباد
51	صلوۃ النبی	علامه البانی
52	جز رفع الیدین	للامام البخاری
53	تاریخ ابن کثیر	(مترجم)
54	تاریخ ابن خلدون	(مترجم) عبدالرحمن بن خلدون (کراچی)
55	سیرت النبی ﷺ	علامه شبلی اردو بازار لاهور
56	الرحیق المختوم	علامه صفی الرحمن مبارکپوری (لاهور)
57	تاریخ الاسلام والمسلمین	مسعود احمد بی ایس سی (کراچی)
58	احکام العیدین	حافظ ابو بکر جعفر محمد بن حسن الفریابی (بیروت)
59	منهاج المسلم	(مترجم) دارالسلام (لاهور)
60	منهاج المسلمین	مسعود احمد (کراچی)
61	فقه السنه	عاصم الحداد (لاهور)
62	مُعجم المفهرس لالفاظ القرآن	محمد فواد عبدالباقیؒ
63	مُعجم المفهرس لالفاظ الحدیث	(لندن)
64	مضامینِ قرآن	زاهد ملك (اسلام آباد)
65	اِسلامی دستورِ حیات	غلام احمد حریری
66	جاءَ الحق	مفتی احمد یار نعیمی گجرات
67	دین الحق	مولانا داؤد ارشد لاهور
68	اِسلامی تعلیم	عبدالسلام بستویؒ لاهور
69	انوارِ مصابیح	نذیر احمد صاحب رحمانی سبحانی اکیڈمی لاهور
70	صلوۃ الرسول	(محقق) مولانا عبدالرؤف
71	خطباتِ بهاولپور	ڈاکٹر حمیدالله فرانس اداره تحقیقات اسلام آباد
72	چند جماعتی رسائل	اور دیگر کتب هائے مختلفه
73	ذاتی ڈائری	سے اِقتباسات

Marfat.com

اہم یاداشت

شمار	یاداشت	صفحہ
1		
2		
3		
4		
5		
6		
7		
8		
9		
10		
11		
12		
13		
14		
15		

دورانِ مطالعہ ضرورت کی کوئی بات نظر سے گزرے تو دوبارہ تلاش کی زحمت سے بچنے کے لیے اُس کا صفحہ نمبر یہاں درج فرما سکتے ہیں

Marfat.com

تعارفِ کتب

ابوانشاء قاری خلیل الرحمٰن جاویدؔ کی دِیگر تصانیف

(۱) محبت کے بیج

ضخامت:......... ۱۷۶ صفحات

موضوع:......... گھر بسانے کے اسلامی گر

قیمت: ....-/۱۲۰ روپے

فور کلر ٹائٹل، خوبصورت پختہ جلد اور شفاف پرنٹنگ کے ساتھ اس کتاب میں رسولِ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام ﷺ کی گھریلو زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے کتاب وسنت کی روشنی میں طلاق سے بچنے کے گر اور طلاق کا سبب بننے والے اسباب وعلل سے بحث کی گئی ہے، گھریلو ناچاقیوں سے پیدا ہونے والی نفرتوں، کدورتوں اور عداوتوں کو دور کرنے کے اسلامی طریقے، جس سے ان شاء اللہ فریقین کے مابین محبت، یگانگت کی فضا پیدا ہوگی نیز گھر بسانے میں ان شاء اللہ یہ کتاب بہترین معاون اور ممد ثابت ہوگی۔

(۲) پیارے رستہ دیکھ کے چل

ضخامت:......... ۱۷۶ صفحات

موضوع:......... گناہوں کے خطرات سے آگاہی اور نیکیوں کے ثمرات سے شناسائی

قیمت: ....-/۱۲۰ روپے

فور کلر دیدہ زیب ٹائٹل، پختہ جلد کے ساتھ، ایک گراں قدر تحفہ ہے، ان شاء اللہ العزیز گناہوں سے بچ نکلنے اور نیک راہ پر گامزن ہونے میں یہ کتاب صاحبِ مطالعہ کے لیے بہترین معاون ثابت ہوگی۔

(۳) خیر خواہی

ضخامت:......... ۱۷۶ صفحات

موضوع:......... اہلِ حق کا دِفاع اور رَدِّ اہلِ باطل

قیمت: ....-/۱۲۰ روپے

فور کلر ٹائٹل، خوبصورت پختہ جلد کے ساتھ، مبلغ اسلام وعظیم اسکالر پروفیسر محمد ادریس زبیر صاحب اور مبلغۂ اسلام محترمہ ڈاکٹر فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ کے قائم کردہ ادارہ ''الہدیٰ انٹرنیشنل'' کے نظریات، منشور، نصابِ تعلیم اور دعوتی طریقۂ کار کے خلاف مکتبہ بنوریہ کراچی کے مولانا مفتی مطیع الرحمٰن صاحب کی مرتّب کردہ کتاب ''ہدایت یا گمراہی'' کا ایک علمی جواب پیش کرتے ہوئے فریقِ مخالف کے نہ صرف تمام اعتراضات و الزامات کا کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیا گیا ہے بلکہ تعمیری سوچ رکھنے والوں کیلئے اصلاحِ عقیدہ اور اصلاحِ عمل کا سامان بھی فراہم کردیا گیا ہے۔

(۴) پہلا زینہ

ضخامت :......۲۰۰ صفحات

مقدمہ :......شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن شاہین صاحب ملتان

تخریج:......مولانا شبیر احمد بن نور محمد الدرروازی

موضوع:......... اِثباتِ عذابِ قبر و منکرینِ عذابِ قبر کے دلائل کا رَد

عذابِ قبر کو اعادہ روح کے بغیر ثابت کرتے ہوئے منکرینِ عذابِ قبر کے دلائل کا رَد، کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر کیا گیا ہے۔

منکرینِ عذابِ قبر کے پیدا کردہ تمام اشکالات وابہامات کا تسلی بخش جواب دیا گیا ہے، اصلاحِ عقیدہ کیلئے بہت عمدہ کتاب ہے اور طالبانِ حق کے لیے فور کلر ٹائٹل اور خوبصورت پرنٹنگ کے ساتھ گرانقدر تحفہ ہے۔

(۵) مردوزن کی نماز

ضخامت......... ۸۰صفحات

موضوع......... "خواتین کا طریقۂ نماز مردوں سے مختلف نہیں ہے"

قیمت .... ۴۰/- روپے

دیدہ زیب فور کلر ٹائٹل، واضح اور شفاف پرنٹنگ۔

خواتین کے طریقۂ نماز پر مدلل کتاب ہے جس میں "دارالعلوم کراچی" کے مفتی مولانا عبدالرؤف صاحب سکھروی کی کتاب "خواتین کا طریقۂ نماز" کا جواب دیتے ہوئے کتاب وسنت کی روشنی میں اور کتب رجال کے حوالہ جات سے مفتی صاحب کے کمزور دلائل کا کامیاب احاطہ کرتے ہوئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں پر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ لازم ہے۔ اور مرد وعورت کے طریقۂ نماز میں شریعت نے کوئی فرق نہیں رکھا، یہ کتاب خواتین کے لیے گرانقدر تحفہ ہے۔

(۶) قضائے عمری؟

ضخامت:......... ۸۰صفحات

موضوع:......... قضائے عمری

قیمت:......... ۴۰/- روپے

﴿فور کلر ٹائٹل، شفاف پرنٹنگ﴾

ماہنامہ البلاغ میں قضائے عمری سے متعلق محترمہ فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ کے موقف کے جواب میں محترم جناب مفتی تقی عثمانی صاحب کے شائع ہونے والے فتوے کا علمی تعاقب ہے۔ اس کتاب میں محترم تقی عثمانی صاحب کے پیش کردہ ادلہ کا کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ساٹھ ستر سال کی عمداً ترک کی ہوئی نمازوں پر بندہ جب بھی اللہ رب العالمین کی جناب میں نادم ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی سابقہ زندگی کو معاف فرما دیتا ہے لہٰذا اس کے بعد اسے ساٹھ ستر برس کی نمازیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے اس کیلئے صرف توبہ کافی ہے اور بقیہ زندگی میں ترک نماز سے اجتناب کرے۔

(۷) کیا مردے سنتے ہیں؟

ضخامت:...... ۸۰صفحات

موضوع:...... سماع موتی کا رد وعدم سماع کا اثبات

قیمت: .... ۴۰/- روپے

فور کلر ٹائٹل اور شفاف پرنٹنگ کے ساتھ یہ کتاب سماع موتی کے موضوع پر سماع کے قائلین کی طرف سے پیش کردہ تمام اعتراضات ودلائل کے تسلی بخش جوابات پر مشتمل ہے، اس کے ساتھ ساتھ عقائد کے دیگر مسائل بھی ضمنی طور پر زیر بحث لائے گئے ہیں جس سے قبر سے متعلق تمام اشکالات وابہامات سے قاری کو نجات حاصل ہوگی۔ (ان شاءاللہ)

(۸) مہد سے لحد تک

ضخامت ۸۰صفحات

موضوع .... پیدائش سے وفات تک پیش آنے والے مسائل کا حل اور ضروری دعائیں۔ بچے کی ولادت پر والدین کی ذمہ داریاں، ارکان اسلام، نماز کی باترجمہ دعائیں، قرآنی دعائیں۔ روزمرہ کی مسنون دعائیں اور صبح شام کے مسنون اذکار، نمازِ جنازہ میت اور اہلِ میت سے متعلق ضروری مسائل واحکام کتاب وسنت کی روشنی میں اختصار کے ساتھ بیان کردیے گئے ہیں، ان شاءاللہ یہ کتاب بچوں اور بڑوں کے لیے یکساں مفید ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے

حسین مناظر

اضافہ شدہ ایڈیشن

ابو انشا قاری خلیل الرحمن جاوید

تحقیق وتخریج: شبیر احمد بن نور محمد الدوازی

Marfat.com